سوانح
یحییٰ برمکی رح

البرامکا

6556

ذخیرۂ پروفیسر محمد اقبال
جو 2014ء میں پنجاب یونیو
ہدیہ کیا گیا۔

CALL NO

UNIVERSITY LIBRARY
LAHORE

Marfat.com

135119

ملک اور سلطنت کے حقوق ہوتے ہیں۔ اسی طرح اپنی ملکی زبان کا بھی ہر شخص پر حق ہے۔ اور مسلمانوں کی یہ خاصیت ہے کہ وہ تمام حقوق اور فرائض کو جانتے ہیں اور نہ صرف جانتے ہی ہیں بلکہ دل سے اسکے ادا کرنے کی کوشش بھی کرتے ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ زمانے کے امتداد اور ملک کے تغیر و تبدل نے یہ بات بالکل بھلا دی ہے کہ ہماری قومی زبان کیا تھی۔ اور اس کے خزانے میں کیسے انمول اور قیمتی جواہر تھے۔ یہ مسلّم ہے کہ اب ملک کی علمی اور قومی زبان اردو ہے۔ قومی زبان ہونے کا شرف نہ اب عربی کو باقی ہے نہ فارسی کو۔ ہاں اس قدر ضرور ہے کہ عربی کو باعتبار تقدس مذہب اسلام کے۔ اور فارسی کو بلحاظ فصاحت و بلاغت و تعلقات سیاسی و شاہانِ ہندوستان کی یادگار ہونے کے اردو پر بلاشبہ فضیلت ہے۔ اس لئے جب ہم اردو کو قومی زبان تسلیم کرتے ہیں تو نہایت افسوس ہے کہ اس کے خزانے میں بجائے زر و جواہر کے سنگریزے ہوں۔ اب سے پچاس ساٹھ برس پہلے کی حالت پر اگر نظر کرو تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اردو زبان نے دوسرا جنم لیا ہے کیونکہ پہلا سرمایہ اردو کا یہ تھا کہ اس میں مثنوی میر حسن اور قصہ چہار درویش یا اسی قسم کی چند کتابیں نظم و نثر کی تلاش پر دستیاب ہوتی تھیں لیکن دولت برطانیہ کے فیض حکومت سے وہ زمانہ تھوڑے دن کے بعد جاتا رہا۔ ۱۸۳۵ء سے اردو کا ستارۂ اقبال چمکا کیونکہ ابوالمظفر **شہاب الدین محمد شاہجہان** بادشاہ کے عہد سلطنت میں اردو کا صرف تلوار پر قبضہ تھا۔ اب حضور سرکار ملکہ معظمہ کوئین وکٹوریا قیصر ہند خلد اللہ ملکہا کے دور شاہی میں قلم بھی ہاتھ میں لے کر ذوالریاستین کے درجے پر پہنچ گئی ہے۔ قصہ

مختصر یہ کہ چند سال کے بعد کل دفتروں میں اردو زبان رائج ہو گئی۔ ۱۸۳۶ء سے اردو اخبارات کا سلسلہ جاری ہوا اور اب تو یہ نوبت پہنچی ہے کہ اردو تمام نئے نئے علوم اور نئے نئے فنون کی مالک بنی بیٹھی ہے۔ **فقہ۔ حدیث۔ تفسیر۔ منطق۔ طبیعیات ریاضیات۔ فلسفہ۔ جغرافیہ** اور **قانون**۔ کون ایسا علم ہے جو اردو میں نہیں ہے انصاف یہ ہے کہ سبھی کچھ ہے، لیکن اگر کمی ہے تو اسلام کے نامور اور مشہور فرمازاؤں کی تاریخ کی کمی ہے۔ فاتحانِ ہندوستان کی تاریخیں موجود ہیں۔ لیکن اسلام کی تاریخ ایسی وسیع ہے کہ اس کا تعلق صرف ہندوستان پر ختم نہیں ہوتا۔ بلکہ تمام عالم میں تاریخِ اسلام کا اثر دوڑا ہوا ہے کیونکہ جس طرح پر ایک ملک کی تاریخ دوسرے ملک کی تاریخ سے (بسبب واقعات) تعلق رکھتی ہے۔ اسی طرح پر اسلام کی تاریخ صرف ہند یا فارس پر ختم نہیں ہوتی ہے۔ بلکہ باواسطہ یا بلاواسطہ تمام دنیا سے وابستہ ہے۔ باعتبار نشوونمائے مذہبِ اسلام، اگرچہ صرف **عرب** کی تاریخ کو اسلام کی تاریخ کہہ سکتے ہیں۔ کیونکہ اسلام کی ابتدائی حکومت یا دارالخلافت کا سرچشمہ جزیرہ نمائے عرب تھا۔ لیکن ابتدائے زمانہ اسلام سے آج تک جو ۱۳۱۴ھ تک پہنچ گیا ہے۔ اسلام کے مختلف خاندان سلطنت اور وزارت کے مالک ہوئے ہیں، ان سب خاندانوں کے کارناموں کا نام "**تاریخ اسلام**" ہے۔ ہر خاندان خاص فضائل سے مشہور تھا۔ آج اگر انکے زمانے کے حالات اور واقعات کوئی دیکھنا چاہے تو کہاں دیکھے؟ کیونکہ یہ دفتر کے دفتر عربی الماریوں میں بند پڑے ہیں۔ لیکن سخت مشکل ہے کہ جو عربی کے مالک ہیں ان کو تاریخ کی طرف مطلق التفات نہیں! باقی رہے وہ نوجوان جنھوں نے زمانہ حال میں تعلیم و تربیت پائی

Marfat.com

ہے۔ اُن کی عربی تاریخوں پر دسترس نہیں! کیونکہ زمانے کی سخت ضرورتوں نے علوم جدیدہ کے اکتساب پر عوام وخواص کو متوجہ کر دیا ہے۔ اس لئے موجودہ نسلوں سے علم عربی مفقود ہوتا جاتا ہے۔ تاہم جس قدر ہو سکتا ہے انگریزی سے بذریعہ تراجم اپنی ملکی اور قومی زبان کی امداد کرتے ہیں۔ لیکن جب یہ خیال آتا ہے کہ ہندوستان دنیا کی تاریخ میں علمی حیثیت سے مصرؔ پر بھی مقدم تھا۔ اور آج اُس کی یہ حالت ہے کہ جہالت میں روز افزوں ترقی کرتا جاتا ہے تو سخت افسوس ہوتا ہے۔ اور حقیقت میں کیا ہمارے لئے یہ حیف کی جگہ نہیں ہے؟ کہ وہ علمی خزانے جن کی کنجیاں فیاض ازل نے مسلمانوں کو بخشیں تھیں آج دوسری قوموں کے ہاتھ میں ہیں۔ چنانچہ ایک **عیسائی**[1] مؤرخ اسلامی تاریخ لکھتے ہوئے ہمارے علوم اور اُس کے زوال پر تحریر کرتا ہے کہ "مسلمان تو بہت ہیں مگر وہ جانتے کیا ہیں؟ اگر آج عربی کا ایک عمدہ دیوان یا تاریخ کی کتاب درکار ہو تو یورپ سے لینی پڑیگی۔ **ابن خلدون۔ ابوراشد۔ حاجی خلیفہ۔ ابن بطوطہ۔ ابن الاثیر۔** اور **مقریزی**۔ وغیرہ جو اسلام میں آسمان علم کے آفتاب تھے۔ یہاں (ہندوستان میں) اِن کو

حاشیہ [1] مورخین علوم نے اپنے موقع پر یہ طے کر دیا ہے کہ عہد قدیم میں جب علمی ترقی ہوئی تو سب سے پہلے ہندوستان یا فارس میں اُسکا ظہور ہوا۔ پھر غالباً ہندوستان سے مصر نے لیا۔ مصر، ہند اور فارس کا مجموعہ یونان گیا۔ اور یونان سے روما (کہ نے دارالسلطنت اٹلی) روما سے عرب پھر عرب اور روما اور یونان سے یورپ نے فیض اُٹھایا۔ لیکن اس مجموعہ کے علاوہ ہزاروں علمی مسائل ایسے ہیں کہ جو براہ راست ہندوستان سے عرب اور یورپ میں گئے ہیں۔

حاشیہ [1] سنین الاسلام جلد اول صفحہ ۱۱ مطبوعہ پبلک انڈین اورینٹین پریس لاہور مصنفہ ڈاکٹر لیٹنر صاحب۔

Marfat.com

کوئی جانتا بھی نہیں۔ تابط۔ شرا۔ امرء القیس۔ عنترہ۔ حاتم۔ بحتری۔ اور ابو تمام کا دیوان کئی آدمیوں نے پڑھا ہے؛ انگلنڈ۔ جرمن۔ فرانس۔ میں صدہا آدمی یہ کتابیں پڑھتے ہیں اور ترجمۂ قرآن تو لاکھوں" لائق مؤرخ کی تحریر آنکھوں میں عبرت کا سرمہ لگاتی ہے اور نظر اغماض سے کہہ رہی ہے کہ "فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ" اگر قوم میں اپنے علوم کا رواج ہوتا تو شاید ایک مؤرخ کے قلم سے ایسے الفاظ نہ نکلتے۔ بیشک یہ افسوس کی جگہ ہے کہ ہم ایسے سلف کے خلف ہیں اور اپنے موروثی ترکہ سے بھی محروم ہیں۔ اور اس سے بڑھ کر یہ بدنصیبی ہے کہ جو سلف کے کارنامے یاد رکھنے کے قابل ہیں اُن کو بھی بھلا دیں۔ لیکن قوم اِس الزام سے پھر کسی قدر سبکدوش ہو جاتی ہے جب کوئی یہ سوال کرتا ہے کہ حضرت یہ تو فرمائیے کہ بزرگوں کے دلچسپ حالات۔ اور پُر فخر واقعات جس کے آپ اِس قدر مداح ہیں۔ ہم کو کہاں مل سکتے ہیں۔ اور اُن کی بہرسی کا کیا ذریعہ ہے"؛ اُس کا جواب سوائے خاموشی کے اور کیا ہو سکتا ہے۔ لیکن نہایت فخر و مسرت کا مقام ہے۔ ہمارے محترم مخدوم واجب التعظیم۔ شمس العلما۔ مولانا شبلی نعمانی؛ فیلو یونیورسٹی الہ آباد؛ و پروفیسر مدرسۃ العلوم علیگڑھ نے ایک سلسلہ نامور فرمانروایان اسلام کا لکھنا شروع کیا ہے۔ چنانچہ سلسلۂ خلافت سے "المامون" یعنی خلیفہ مامون الرشید عباسی کی سوانح متعدد مرتبہ شائع ہو چکی ہے۔ اس تصنیف سے جو اعتراض علما پر عدم توجہی تاریخ کا تھا وہ بطور فرض کفایہ کسی قدر ساقط ہو گیا ہے۔ بزرگانِ قوم نے المامون کو قبول کے ہاتھوں میں لیا۔ اور اس کے مضامین کو رغبت کے کانوں سے سُنا۔ اس شوق اور شغف سے پایا جاتا ہے کہ گئی گزری ہوئی حالت میں بھی مسلمانوں کو اپنی

قومی تاریخ سے خاص دلچسپی ہے۔ اور زمانے میں اب ایسے بزرگوں کی تعداد روز بروز کم ہوتی جاتی ہے جن کی گرانمایہ عمر کا بڑا حصّہ بوستان خیال۔ داستان امیر حمزہ۔ خاورنامہ۔ نلدمن۔ مثنوی بدرمنیر۔ اور زہر عشق۔ وغیرہ کی ورق گردانی میں گزرتا تھا۔ اگر کوئی اہل نظر تجربے کی عینک سے دیکھے۔ تو اس کو صاف معلوم ہوگا کہ جن ڈالیوں پر کبھی طوطے و مینا کے بڑے بڑے غول شام و سحر آن کر بیٹھتے تھے۔ جن کی سُریلی آوازوں سے دل میں جان اور جان میں زندہ دلی پیدا ہوتی تھی۔ اب اُن پر یورپ کی خوش رنگ و خوب صورت چڑیاں چہچہا رہی ہیں۔ جن لوگوں کو یہ دلکش ترانے مرغوب ہیں۔ اُنھیں کوئل و پپیہے کی آواز اور بلبل و ہزار کے زمزمے ناگوار ہیں اور جو ہندی راگنیوں پر مٹے ہوئے ہیں وہ فاختہ کی کوکو۔ اور قمری کی حق سرہ[1] کو ارگن پر ترجیح دیتے ہیں۔ لیکن قانون قدرت کو کون توڑ سکتا ہے؛ باد صرصر کے سخت جھونکوں نے ہزاروں آشیانے برباد کر دیئے ہیں۔ اور بعض بعض شکستہ ڈالیوں پر جو باقی ہیں۔ امید نہیں ہے کہ وہ بھی زیادہ مدت تک قائم رہ سکیں۔ بہرحال یہ پچھلی بہار بھی خاتمہ پر ہے۔ اور زمانے کی ترقی کا ہر قدم آگے بڑھتا جاتا ہے اسلئے "در ہم الدھر کیف ما دار" کو اپنا دستور العمل بنانا چاہئے۔ اور مقتضائے زمانہ وہ کام کرنا چاہیئے جس سے کچھ سود و بہبود ہو۔ لیکن بقول بعض مصلحانِ قوم کہ "اب ہماری قسمت کے پیمانے عمدہ تصنیفات ہیں جو کچھ ملیگا انھیں پیمانوں پر ملیگا" اس لئے سخت ضرورت ہے کہ علاوہ کتب علمیہ کے ایسی تصنیفات بھی اُردو میں شائع کیجائیں؛ جو ہمارے بزرگوں کے رسوم و اخلاق کا آئینہ ہوں۔ تاکہ ہم اپنی آنکھ سے ہر داغ دھبے

[1] چلو تم ادھر کو ہوا ہو جدھر کی "یا جس رُخ زمانہ پھرے اُسی رُخ پھر جاؤ۔"

کو دیکھ سکیں۔ لیکن یہ صفت دوسری تصنیف میں بجز تاریخ یا سیرت کے مفقود ہے۔ اسلئے شائقین کی بصیرت کے لئے مختصراً تاریخ اور سیرت کی غایت لکھی جاتی ہے۔

تاریخ کے فوائد

خلّاقِ عالم نے زمین کو نہایت وسیع پیمانے پر بنایا ہے۔ یہاں تک کہ تمام عمر میں بھی کوئی سیاح ایک کنارے سے دوسرے تک پیادہ پا طے نہیں کرسکتا ہے۔ تمام کرۂ زمین کی تقسیم اقلیم جداگانہ پر ہے۔ ہر اقلیم میں مختلف خاندان تخت وتاج کے مالک ہیں۔ عدالت وتجارت میں ہر سلطنت کے اُصول جداگانہ ہیں۔ پیداوار موسمی حالتوں کا تغیر وتبدل بالکل نرالا ہے۔ رعایا کے اوضاع۔ اطوار۔ آداب نشست وبرخاست۔ رسوم واخلاق۔ ایک دوسرے کے مخالف ہیں۔ اگر ایک شخص کل حالات کا استدراک کرنا چاہے تو کیونکر کرسکتا ہے؟ جب تک وہ تاریخ نہ پڑھے۔ جب انسان کے دل پر زمانے کے افکار اور غم والم کا ہجوم ہوتا ہے۔ اُس وقت تفریح قلب اور رفع وحشت کا کوئی ذریعہ بجز علم تاریخ کے نہیں ہے۔ چنانچہ حکمانے معلومات کے دو ذریعے قرار دئے ہیں ایک عقل۔ دوسرے حس۔ عقل اگرچہ گرانمایہ جوہر ہے۔ لیکن حقایق الاشیا سے کما ہی نہ تو مستفید ہوسکتی ہے۔ نہ تمام عالم کے حالات کا ادراک کرسکتی ہے۔ اسلئے انکشاف عالم کا مدار محسوسات پر ہے۔ پھر محسوسات کا انحصار مشاہدات۔ اور مسموعات پر۔ لیکن تمام دنیا کے مشاہدے اور اُس کا تجربہ چل پھر کر حاصل کرنا تو محال ہے پس لامحالہ مسموعات پر جو علم تاریخ کا ماخذ ہے تامل کرنا پڑتا ہے۔ اور اس تامل سے سب عقدے کھل جاتے ہیں اور صرف تاریخ ہی ایسا علم ہے کہ جس کے ذریعے سے ایک شخص ہندوستان میں بیٹھ کر اقلیم سبعہ کے حالات معلوم کرسکتا ہے۔ اور اُن سے

ویساہی تجربہ پیدا کرسکتا ہے جیساکہ ذاتی مشاہدے سے۔ علاوہ ان صفات کے قدرتی طور پر بھی انسان کو تاریخ سے مناسبت خاص ہے۔ کیونکہ جس طرح آنکھوں کو حسن منظور نظر ہے۔ ویسے ہی کانوں کو اچھی خبریں مرغوب ہیں۔ چنانچہ عرب کا مقولہ مشہور ہے کہ "لَا تَشْبَعُ الْعَيْنُ مِنْ نَظَرٍ وَلَا السَّمْعُ مِنْ خَبَرٍ وَلَا الْأَرْضُ مِنْ مَطَرٍ"[1] اور اگر بلحاظ تقدس مذہب غور کیا جائے تو علم تفسیر۔ فقہ۔ حدیث کے بعد تاریخ کا درجہ ہے۔ کیونکہ انبیائے کرام۔ خلفائے عظام۔ بزرگانِ دین۔ اور سلاطین کے اخبار و آثار اسی علم سے معلوم ہوتے ہیں۔ بادشاہوں کے ادبار و اقبال کے مرقعے انبیائے مرسلین کی سیرت و بعثت کی تصویر۔ مؤرخوں ہی کے قلم سے کھینچی جاتی ہے۔ اور غالباً اسی شرافت کا اثر ہے کہ یہ علم ہمیشہ انھیں بزرگوں میں رہا ہے۔ جو باعتبار اپنے علمی کمالات کے زمانہ میں مشہور عام رہے ہیں۔ اور کبھی ایسا نہیں ہوا۔ کہ کوئی بازاری یا ادنیٰ درجے کا آدمی مؤرخ ہوا ہو اور نہ اس قسم کا آدمی کبھی تاریخ سے فائدہ اٹھا سکتا ہے کیونکہ تاریخ حقیقت میں ان لوگوں کے محاسن و مناقب کا ایک مجموعہ ہے۔ جن کو بارگاہِ عالم میں خداوند تعالےٰ نے درجۂ خاص کی کرسی مرحمت فرمائی تھی اور ایک بڑی فضیلت تاریخ کی یہ ہے کہ تمام کتب سماویہ میں جو حقیقت میں خدا کا کلام ہے۔ انبیا علیہم السلام کے معاملات۔ اور ان کی عہد زندگی کے حالات۔ اور نیز پچھلے بادشاہوں کے قہر و جلال کے اخبار۔ جو بنی آدم پر حکمران رہے ہیں۔ درج ہیں۔ اور یہی تعریف تاریخ کی ہے اور ائمہ حدیث کے قول کے مطابق کہ "اَلْحَدِيْثُ وَعِلْمُ التَّارِيْخِ تَوْأَمَانِ" تاریخ کی فضیلت بہت بڑھ جاتی ہے۔ اور

---

[1] آنکھ دیکھنے سے۔ کان سننے سے۔ زمین پانی سے کبھی پیٹ نہیں بھرتا ہے۔

Marfat.com

اس میں کوئی شک بھی نہیں ہے کہ رواۃ کی جانچ۔ اور روایت کی صحت۔ معاملات کی تحقیقات و تنقید تاریخ ہی سے وابستہ ہے۔ کیونکہ اگر کوئی محدث۔ مؤرخ نہو اور اُس کو رسول اللہ صلعم و صحابۂ کرام کے معاملات کی (جو ارکان رواۃ احادیث کے ہیں) خبر نہو۔ اور اُن کی دوستی۔ سچائی۔ خالص محبت اور منافقین وغیرہ کی عداوت کا علم نہو۔ اُس وقت تک کسی حدیث کا سچا حال نہیں ظاہر ہو سکتا ہے۔ اور نہ روایت کا حق ادا ہو سکتا ہے۔ علاوہ اس کے وہ مفصل تذکرے اور اسلامی واقعات جو قرن نبوت یا قرن صحابہ سے متعلق ہیں تاریخ ہی سے معلوم ہو سکتے ہیں۔ ارسطاطالیس اور بزرجمہر کا قول ہے کہ "جو لوگ رائے صائب رکھتے ہیں۔ تاریخ اُن کی ہر وقت مددگار ہے" اور مؤرخ کو جو سانحہ پیش آتا ہے اُس کے انسداد کی تدبیریں۔ موجودہ حالت۔ اور گزشتہ واقعات۔ سے بہت جلد کرتا ہے۔ اور مشکلات میں دل کو صبر۔ اور اطمینان ہو جاتا ہے کیونکہ امم سابقہ کے حالات یاد آجانے سے اپنی حالت کو بھول جاتا ہے۔ تاریخ کے مطالعہ سے انسان میں راستی اور سچائی پیدا ہوتی ہے۔ اور نیکوکاری کے ثمرات اور بدکاری کے نتائج معلوم ہو جاتے ہیں۔ اور ہر قسم کا تجربہ حاصل ہوتا ہے۔ ایسی حالت میں قومی تاریخ کا زندہ رکھنا اور اس پر عمل کرنا حیاتِ انسانی کا ایک اعلےٰ اُصول ہے۔ اور جو قومیں اپنی گزشتہ تاریخ مٹا دینگی نہ وہ قوم کہلانے کی مستحق ہیں اور نہ اُنکو دنیا میں زندہ رہنے کا کوئی حق ہے۔

سوانحعمری کے فوائد

ایک شعبہ تاریخ کا تذکرہ ہے۔ جس کو یونانی میں بیوگرفی۔ اور انگریزی میں لائف۔ عربی میں سیرت۔ اور ہماری زبان میں سوانحعمری کہتے ہیں۔ اگرچہ تذکرہ لکھنے کا دستور قدیم زمانے سے چلا آتا ہے۔ لیکن یہودیوں۔ یونانیوں۔ رومیوں کے بعد جنھوں نے

ابتداءً اس فن میں ترقی کی تھی۔ یہ خاص فخر دانشمندانِ یورپ کو ہے۔ جنھوں نے سترھویں صدی میں اس فن کے اصول و فروع پر کافی غور کیا اور اُس کے مطالب اور اغراض میں تبدل و تغیر کر کے ایک جداگانہ مفید فلسفہ اور عظیم الشان علم بنا دیا۔ کیونکہ عیسائی گزشتہ دو صدی سے پہلے سوانح عمریوں میں پیشوایانِ مذہب کے افسانے لکھا کرتے تھے۔ بلکہ مذہبی علم ادب کا یہی بڑا عنصر تھا۔ لیکن موجودہ تہذیب اخلاق کے زمانے میں سیرت ایک ممتاز درجہ رکھتی ہے جس کی تعریف معمولی الفاظ میں نہیں ہو سکتی ہے۔ جیسا فخر یورپ کو موجودہ زمانے کی سوانح عمریوں کے طرز تحریر پر ہے ویسا ہی کمال۔ و افتخار مسلمانوں کو زمانہ متوسط میں تھا اور اُس عہد کے تذکرے سب سے زیادہ قابل وقعت ہیں لیکن اگر افسوس ہے تو اِس قدر کہ یہ تحقیق و تدقیق اسماء الرجال تک محدود ہے۔ باقی ایۂ فن اور مجتہدین علوم کے تذکرے ہیں جس میں صرف روایت[1] کی جھلک ہے اور درایت کو کچھ دخل نہیں ہے۔ برخلاف اُس کے اس زمانے میں تمام مشاہیر کی جداگانہ سوانح موجود

حاشیہ [1] روایت۔ اور درایت یہ دو معمولی لفظ ہیں جو تاریخ یا تذکرے میں اکثر آتے ہیں لیکن جن وسیع معنوں میں ان لفظوں کا استعمال ہوتا ہے اُس سے ہر شخص واقف نہیں ہے لہذا حسب ذیل تصریح کیجاتی ہے تاکہ کتاب کے دیگر محل پر اس کے معنے سمجھنے میں دقت نہو وہو ہذا۔ واقعات تاریخی کے ثابت کرنے کے دو طریقے ہیں۔ روایت و درایت۔ روایت سے یہ مطلب ہے کہ جو واقعہ بیان کیا جاتا ہے اُس کی سند اُس شخص تک پہونچائی جائے جو خود اُس واقعہ میں موجود رہا ہو۔ عرب کی تمام مستند تاریخیں اسی اصول پر لکھی گئی ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ اُس میں اَخبَرَنَا وَحَدَّثَنَا کے ذریعے سے سند کا تمام سلسلہ مذکور کیا جاتا ہے اور اُن تمام راویوں کا نام لیا جاتا ہے جن کے ذریعے سے واقعہ کی سند اُس شخص تک پہنچتی ہے جو خود

ہیں جن میں بات بات پر جرح کی گئی ہے، اور اُن کی زندگی کا کوئی ایسا کارنامہ نہیں ہے کہ جس پر منطقی دلائل اور فلسفہ تاریخ سے کوئی نتیجہ نہ نکالا گیا ہو۔ سیرت کے فوائد کم و بیش ہر قوم کے حکمانے قلمبند کئے ہیں۔ لیکن حکماے یورپ نے خاصکر اِس مضمون میں زیادہ حصّہ لیا ہے۔ مسٹر کارلائل ایک موقع پر لکھتے ہیں کہ "معزز طبقہ کے اسلاف کی تاریخ بہ نسبت دنیاوی تاریخ کے زیادہ ضروری ہے۔ کیونکہ قومی زندگی کا طرز معاشرت اُس سے اچھی طرح ثابت ہوتا ہے۔ گو اُن کا عمل اُسی زمانے کا نتیجہ ہے۔ لیکن جو مجموعہ مفید خیالات کا ہے وہ اُنھیں کے دماغ کا ترتیب دیا ہوا ہے"۔ ڈاکٹر اسمائلس مصنف سلف ہیلپ کا مقولہ ہے کہ "مشہور آدمیوں کی سوانح عمری نوع انسان کی ترقی کا مفید ذریعہ ہے۔ جس طرح کہ پہاڑی پر چاروں طرف روشنی پھیل جاتی ہے۔ اُسی طرح اُن کی روحانی روشنی آیندہ نسلوں کے واسطے اپنی چمک جاری رکھتی ہے"۔ اور ہمارے زمانے کا مشہور و معروف قومی شاعر۔ حیات سعدی کے دیباچہ میں لکھتا ہے۔ کہ "یہ گرفی اُن بزرگوں کی ایک لازوال یادگار ہے۔ جنھوں نے اپنی نمایاں کوششوں سے دنیا

(بقیہ حاشیہ) اس واقعہ میں شریک تھا۔ چوتھی صدی تک اسلامی تاریخوں کا یہی طرز رہا اور گو زمانہ مابعد میں اسکا رواج کم ہو چلا لیکن گزشتہ تین صدیوں کے واقعات میں اب تک اسکا لحاظ ہے یعنی اُس زمانے کے اُنھیں واقعات کا اعتبار کیا جاتا ہے جو سلسلۂ سند کے ساتھ ثابت ہوں۔ درایت سے یہ غرض ہے کہ جو واقعہ بیان کیا جاتا ہے اُس پر اس لحاظ سے غور کیا جاوے کہ وہ طبیعت انسانی کے اقتضاء زمانہ کی خصوصیتوں، منسوب الیہ کے حالات، اور اسی قسم کے اور قرائن کیساتھ مطابقت رکھتا ہے یا نہیں۔ اگر وہ واقعہ اس معیار پر پورا نہیں اترتا تو اسکی صحت مشتبہ ہوگی یعنی احتمال ہوگا کہ روایت کے تغیرات نے واقعہ کی صورت بدل دی ہے۔ از رسالۂ اسکندریہ پروفیسر شبلی نعمانی"

میں کمالات اور نیکیاں پھیلائی ہیں۔ اور جو انسان کہ آئندہ نسلوں کے لئے اپنے مساعی جمیلہ کے عمدہ کارنامے چھوڑ گئے ہیں۔ خصوصاً جو قومیں علمی ترقیات کے بعد پستی اور تنزل کے درجے کو پہنچ جاتی ہیں اُن کے لئے بیوگرفی ایک تازیانہ ہے جو اُن کو خواب غفلت سے بیدار کرتا ہے۔ جب وہ اپنے اکابر و اسلاف کی زندگی کے حالات اور اُن کے کمالات دریافت کرتے ہیں۔ تو اُن کی غیرت کی رگ حرکت میں آتی ہے۔ اور اپنی کھوئی ہوئی عزت اور برتری کے دوبارہ حاصل کرنے کا خیال اُن کے دلوں میں پیدا ہوتا ہے۔ دنیا میں اکثر لوگ ایسے گزرے ہیں۔ جنھوں نے بڑے بڑے آدمیوں کی زندگی کے حالات صرف کتابوں میں پڑھ پڑھ کر اپنے تئیں انسانیت کے اعلےٰ درجے پر پہنچایا تھا۔ چنانچہ لکھا ہے کہ لوتھر[1] کے دل میں جو ایک غیر معمولی تحریک پیدا ہوئی۔ اور انجمن فرینکلن[2] نے نہایت پست حالت سے اعلےٰ درجے کی ترقی اور شہرت حاصل کی اس کا بڑا سبب یہی بیوگرفی کا مطالعہ تھا۔"

انگلستان کے ایک مشہور مصنف کا قول ہے کہ "بیوگرفی چلا چلا کر اور سمندر کے طوفان کی طرح غل مچا کر یہ آواز دیتی ہے کہ جاؤ اور تم بھی ایسے ہی کام کرو۔"[3]

حاشیہ۔ [1] لوتھر جرمن کا رہنے والا عیسائی مذہب کا ایک مشہور مصلح اور تمام یورپ کو پوپ کے پنجے سے نجات دینے والا ہے۔ ۱۴۸۳ء میں پیدا ہوا۔ ۱۵۴۶ء میں فوت ہوا۔

[2] انجمن امریکا کا ایک مشہور فاضل ہے جس نے سب سے اوّل علم برق کے اصول دریافت کیئے ہیں۔ ۱۷۰۶ء میں بمقام بوسٹن پیدا ہوا اور ۱۷۹۰ء میں فوت ہوا۔

[3] صفحہ ۴-۵ حیات سعدی مصنفہ ملک الشعرا شمس العلما خواجہ الطاف حسین صاحب حالی پانی پتی مدظلہ العالی۔

بہرحال اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اکابر قوم کے تذکرے آئندہ نسلوں کے واسطے ایسے ہی لازمی ہیں جیسے جسم کو روح یا آنکھ کو نور۔ اس لئے ہر شخص پر لازم ہے کہ وہ بزرگوں کی سوانح عمری سے فائدہ اُٹھائے۔ اور اُن کے نقشِ قدم پر چلنے کی کوشش کرے۔ اور بیوگرفی کے اس سبق کو نہ بھولے کہ "ہم کو کیا کرنا چاہئے"۔ اور کیا ہونا چاہئے"۔ کیونکہ کسی فلسفی کا یہ مقولہ ہے کہ "تم وہی ہو جو ہونا چاہو"۔ صبح سے شام تک لوگ سوانح عمریاں پڑھتے ہیں۔ مگر ایک قصے کی حیثیت سے۔ اور نتائج کی طرف کسی کا ذہن منتقل نہیں ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ ہم آج تک کوئی معتد بہ فائدہ نہیں اُٹھا سکے ہیں"۔

بلحاظ نتائج مذکورہ بالا، میں نے بھی تذکرہ نویسی پر قلم اُٹھایا ہے۔ اور اِس مقصد کے واسطے خاندان برامکہ انتخاب کیا ہے۔ جو خاص فضائل سے منسوب تھا۔ برامکہ کے جود و کرم کے افسانے اور اُن کے علمی کارنامے بطور ضرب المثل آج تک تاریخوں میں یادگار ہیں۔ چنانچہ ماثر محمودی[1] میں امام قفّال تحریر فرماتے ہیں کہ "میں سلطان محمود غزنوی کی خدمت میں اکثر حاضر ہوا کرتا تھا ایک دن اثنائے کلام میں دنیا کے مشہور اور فیّاض لوگوں کا تذکرہ شروع ہوا۔ میں نے برامکہ کا ذکر چھیڑا اور عرض کیا کہ فیّاضی اِس خاندان کے حصّے میں تھی"۔ سلطان نے ارشاد فرمایا کہ "معجزات انبیا و کرامات اولیا کے بعد مجھ کو فیّاض لوگوں کے حالات سُننے کا کمال شوق ہے"۔ میں نے عرض کیا کہ "یہ خیال سلطان کی نیکی پر دلالت کرتا ہے"۔ پھر سلطان نے فرمایا کہ میں نے برامکہ کا

حاشیہ [1] تاریخ ضیاء برنی مطبوعہ بمبئی صفحہ ۳۰۔

کا واقعہ سُنا ہے۔ مجھے اُن سے محبت اور ہمدردی ہے۔ معلوم نہیں[1] کہ خلیفہ ہارون الرشید نے کیوں ایسے فیاض خاندان کو ہلاک کر دیا۔ قیام زمانہ تک اُن کے مآثر اور مناقب کتابوں میں باقی رہیں گے"

چونکہ برامکہ کے حالات سے ایک خاص دلچسپی لوگوں کو زمانہ دراز سے ہے اسلیئے میں نے مناسب جانا کہ برامکہ کے مفصل حالات جس قدر دستیاب ہوسکیں اُن کو بطور تذکرے کے لکھوں تاکہ اُن کا نام دنیا میں زندہ ہو اور اُن کے فضائل اور کمالات سے قوم میں ایک عمدہ تحریک پیدا ہو۔ اِس کتاب کے پڑھنے سے یہ اچھی طرح معلوم ہوسکتا ہے کہ فیاضی حقیقت میں کیا چیز ہے۔ اور عوام اور خواص کو اُس سے کیا نفع پہنچ سکتا ہے۔ خیر یہ صفت تو مشترک ہے لیکن ارکانِ سلطنت کو بڑے تجربے کی یہ بات معلوم ہوگی کہ شخصی سلطنتوں میں جب کوئی وزیر یا امیر اپنا درجہ بادشاہ سے بڑھانا چاہتا ہے تو اُس وقت غیرت یا مصلحت ملکی سے بادشاہ اُس خاندان کے ساتھ کیا کرتے ہیں۔ اور کس طرح پر ایک چشم زدن میں اُس کو مٹا دیتے ہیں۔ جس طرح خلیفہ ہارون الرشید عباسی نے جعفر وزیر السلطنت کو جبکہ اُس کی قوت سلطنت سے بڑھ گئی تو ہلاک کرادیا۔ سارے خاندان کو اوج حشم سے گرادیا جس طرح اِس خاندان کے ابتدائی ترقی کے حالات قابل تقلید ہیں ویسے ہی اُسکی تنزل اور ادبار کی تاریخ قابل عبرت ہے۔ **ولید بن عبدالملک** کے زمانے سے تاریخ میں برامکہ کا ذکر شروع ہوتا ہے۔ لیکن اُن کے عروج اور زوال کی اصلی تاریخ خلافت عباسیہ سے وابستہ ہے

---

[1] محمود غزنوی برامکہ کی ہلاکت سے آگاہ تھا۔ لیکن اُس کو اسباب ہلاکت معلوم نہیں تھے۔

ہارون الرشید عباسی کے عہد سلطنت میں برامکہ کا ستارہ فلک اقبال پر چمکا۔ لیکن چند ہی سال کی گردشوں میں ڈوب گیا۔ مؤرخین کے نزدیک ہارون الرشید کے عہد حکومت میں اگر کوئی داغ ہے تو وہ برامکہ کا قتل ہے۔ شمس العلما مولانا شبلی نعمانی المامون میں تحریر فرماتے ہیں "حق یہ ہے کہ اگر اس کا (ہارون الرشید) دامن انصاف برامکہ کے خون سے رنگین نہ ہوتا تو ہم اس کے ہوتے عباسیوں میں کسی فرمانروا کو انتخاب کی نگاہ سے نہ دیکھ سکتے" چونکہ برامکہ کے حالات نہایت دلچسپ تھے۔ اور اس وقت تک اردو زبان میں تحریر نہیں ہوئے تھے۔ اسلئے قوم کے سامنے یہ تالیف پیش کی جاتی ہے اور برامکہ کی مناسبت سے "البرامکہ" نام ہے برامکہ کی مستقل تاریخیں عربی میں دو مشہور ہیں ایک المسالک فی احوال البرامک۔ دوسری اخبار البرامکہ۔ المسالک کی نسبت تحقیق نہیں ہوا کہ کس سنہ میں تصنیف ہوئی اور کون اس کا مصنف ہے۔ البتہ اخبار البرامکہ علامہ مرزبانی کی تصنیف ہے جو ابن ندیم محمد بن اسحاق (مصنف الفہرست) کا معاصر ہے اور الفہرست ۳۷۷ھ ہجری میں تصنیف ہوئی ہے۔ لہذا کم و بیش یہی زمانہ اخبار البرامکہ کی تصنیف کا ہے۔ مرزبانی نے یہ کتاب ابتدائی خاندان سے زوال برامکہ تک پانچسو ورق میں لکھی ہے۔ علاوہ ان کے ابوالفرج علامہ اصفہانی مصنف اغانی نے بھی ایک بسیط تاریخ موسومہ اخبار البرامکہ لکھی ہے مگر وہ بھی نایاب ہے۔ البرامکہ کی تالیف کے زمانے میں میں نے بے انتہا کوشش کی کہ کوئی ایک نسخہ دستیاب ہو جائے لیکن بدنصیبی سے ہندوستان کے کسی کتب خانے میں پتہ نہیں لگا۔ بلکہ مختلف تحقیقات سے یہ معلوم ہوا کہ ممالک اسلامی کے کتب خانے بھی ان کتابوں سے خالی ہیں۔ تب مجبور ہو کر فارسی اور عربی کی بسیط تاریخیں بنظر انتخاب دیکھنا شروع کیں۔ خیال تھا

Marfat.com

کر روضۃ الصفا اور فارسی کی دیگر تاریخوں میں بہت کچھ حالات ملیں گے۔ لیکن اس میں بھی کامیابی نہوئی تب مجبوراً عربی علم ادب۔ اور تاریخوں کی ورق گردانی شروع کی۔ کم و بیش حالات جن مستند تاریخوں سے لئے گئے ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔ علاوہ اس کے اخبارات اور علمی رسالے ہیں جن کے نام بسبب طوالت فہرست سے خارج کر دیے ہیں اور وہ تمام کتابیں بھی اس فہرست سے خارج ہیں جن کو بامید حالات برامکہ اول سے آخر تک دیکھا لیکن متعلق برامکہ کے ایک واقعہ بھی نہیں ملا۔

فہرست کُتب جن سے البرامکہ ماخوذ ہے

طبری کبیر[۱]۔ ابن خلدون[۲]۔ کامل[۳] بن الاثیر جزری۔ مروج[۴] الذہب و معادن الجوہر مسعودی۔ تاریخ[۵] ابن خلکان۔ الفخری[۶] ابن الطقطقی۔ کتاب[۷] الفہرست ابن الندیم۔ تاریخ[۸] ابو الفدا۔ کتاب[۹] الاغانی علامہ اصفہانی۔ عیون[۱۰] الانباء فی طبقات الاطباء ابن ابی اصیبعہ۔ مرآۃ[۱۱] الجنان یافعی۔ التوفیقات[۱۲] الالہامیہ محمد مختار پاشا۔ روضۃ[۱۳] المناظر فی اخبار الاوائل والاواخر۔ اخبار[۱۴] الاول فیمن تصرف فی مصر من ارباب الدول۔ تحفۃ[۱۵] الناظرین فیمن ولی مصر من الولاۃ والسلاطین۔ اعلام[۱۶] الناس بما وقع للبرامکہ مع بنی عباس۔ کتاب[۱۷] المعارف قتیبہ مسلم۔ مختصر[۱۸] الدول ملطی۔ کتاب[۱۹] الاعلام باعلام بیت اللہ الحرام۔ کتاب[۲۰] ابناء نجباء الابناء۔ معجم[۲۱] البلدان جغرافیہ یاقوت حموی۔ خریدۃ[۲۲] العجائب و فریدۃ الغرائب ابن الوردی۔ سفرنامہ[۲۳] ابن جبیر۔ کشف[۲۴] الظنون۔ آثار[۲۵] الاول فی الترتیب الدول۔ البتر[۲۶] المسبوک فی نصائح الملوک امام غزالی رح۔ کتاب[۲۷] الاذکیاء ابن جوزی۔ عقد[۲۸] الفرید ابن عبد ربہ۔ عقد[۲۹] الفرید ملک سعید۔ نثر[۳۰] النظم و حل العقد امام ثالبی۔ ثمرۃ[۳۱] الاوراق۔ المستطرف[۳۲] فی کل فن مستطرف۔ زہر[۳۳] الادب علامہ ابو اسحٰق۔ نزہۃ[۳۴] الالباء فی طبقات الادباء ابن الانباری

شرح[۳۵] مقامات حریری ابوالعباس احمد شریسی۔ رنات[۳۶] المثالب والمثانی فی روایات الاغانی
حیوۃ[۳۸] الحیوان دمیری۔ ربیع[۳۸] الابرار زمخشری۔ تاج[۳۹] العروس شرح القاموس۔ محیط[۴۰] المحیط بطرس بستانی
دیوان[۴۱] ابونواس۔ دیوان[۴۲] ابوالعتاہیہ۔ علاوہ[۴۳] حبیب السیر و روضۃ[۴۴] الصفا کے فارسی کی حسب ذیل
تاریخوں سے بھی انتخاب کیا گیا ہے۔ تاریخ[۴۵] نزہۃ القلوب حمداللہ مستوفی۔ تاریخ[۴۶] نگارستان محمد بن احمد
کونی۔ جامع[۴۷] الحکایات المشہور بفرج بعد الشدۃ۔ زہر[۴۸] الربیع سید نعمت اللہ جزائری۔ ترجمہ[۴۹] تاریخ عبداللہ
بن محمد اثری المشہور بہ تاریخ ضیاء برنی۔ تاریخ[۵۰] ماوراء النہر معتمد السلطان محمد تقی خاں۔ تاریخ[۵۱] الفی قلمی
صور[۵۲] الممالک۔ تاریخ[۵۳] خراسان قلمی۔ سیاست[۵۴] نامہ خواجہ نظام الملک طوسی۔ گنج[۵۵] دانش جغرافیہ ایران۔
جغرافیہ[۵۵] جام جم شہزادۂ فرہاد میرزا۔ یہ وہ تاریخیں ہیں جن سے زیادہ جامع اور معتبر ہونا مشکل ہے اور
بعض بعض تاریخیں مثلاً طبری۔ مسعودی۔ کامل۔ ابن خلدون دس دس جلدوں سے بھی زیادہ
ضخیم ہیں۔ لیکن ان تمام کتابوں میں متفرق طور پر برامکہ کا ذکر آیا ہے۔ اور کوئی واقعہ تاریخی ترتیب
سے منضبط نہیں ہے۔ اس لحاظ سے اگر برامکہ تمام مذکورہ بالا عربی فارسی تاریخوں کا ایسا جامع و مانع
انتخاب ہے کہ جس سے زیادہ فراہم کرنا میرے اختیار سے باہر تھا۔ جعفر اول سے لے کر جو مورث
اور ابوالآبا خاندان برامکہ کا تھا۔ جعفر ثانی تک جو عہد خلافت ہارون الرشید میں قتل ہوا۔ ہر ایک کے
حالات اس طرز پر قلمبند کئے گئے ہیں کہ جسکی آجکل ضرورت ہے۔ اور اول سے آخر تک اس کا
لحاظ رکھا گیا ہے کہ جو بات لکھی جائے مستند کتابوں سے لکھی جائے۔ اسلئے ہر ایک روایت کا ماخذ
حاشیہ میں لکھدیا گیا ہے۔ لیکن باوجود اس محنت کے مجھے یہ ہرگز دعوے نہیں ہے کہ میں نے تذکرہ
نویسی کا حق ادا کیا ہے۔ اور وہ زمانہ حال کی معیار کے مطابق ہے۔ یا یہ کہ البرامکہ خاندان برامکہ کا جامع

Marfat.com

تذکرہ ہے۔ البتہ یہ ایک بنیاد ہے جس پر زمانہ آئندہ میں بڑی عمارت بن سکتی ہے۔ حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ نِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرُ۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ

لفظ برمک کی تحقیقات اور خاندان برامکہ کی وجہ تسمیہ

برمک کی جمع برامکہ اور برامک آتی ہے۔ اس لئے یہ شبہ ہوتا ہے کہ برمک عربی لفظ ہے لیکن تحقیقات سے معلوم ہوا کہ علم اللسان نے اپنے اصول کے موافق فارسی سے اس لفظ کو عربی سانچے میں ڈھالا ہے۔ لیکن اس لفظ کی اصلیت ظاہر کرنے سے پہلے۔ کہ ابتداءً کیا تھا اور پھر کس طرح پر تبدیل ہوا۔ ارباب لغت کا قول نقل کیا جاتا ہے۔ جس سے اندازہ ہو سکیگا کہ ہماری تحقیقات کہاں تک صحیح ہے۔ مصنف برہان قاطع بحوالہ رشیدی و لطائف لکھتا ہے کہ "**برمک** نام جائے و ولایتے ست۔ و لقب جعفر پدر خالد کہ در اوائل حال مجوس بود و متولی **شمدانیہ** کہ از موقوفات **نوبہار** کہ آں بتخانہ و آتشکدۂ **بلخ** است و ہر کہ متولی آنجا شدے برمک گفتندے" چونکہ لغت کا ایک ایک حرف صحیح سمجھا جاتا ہے اس لئے عوام کو یقین ہوگا کہ بیشک برمک کسی شہر کا نام ہے لیکن مجھے خوف ہے کہ اگر میں بھی برمک کو شہر تسلیم کروں تو اس زمانہ میں کہ جس میں علم جغرافیہ کا ستارہ نصف النہار پر پہنچ گیا ہے۔ یہ ثابت کرنا پڑے گا کہ برمک کرۂ ارض کے فلاں اقلیم میں ہے۔ اور **ایشیا۔ یورپ۔ افریقہ۔ امریکہ** کے نقشجات میں فلاں شہر یا جزیرہ کے متصل واقع ہے لیکن کسی جغرافیہ میں برمک کا پتہ نہیں ہے۔ اسلیئے یہ اسم فرضی قابل اعتبار نہیں ہے۔

Marfat.com

البتہ دوسرا حصہ صحیح ہے کہ آتشکدۂ نوبہار کے متولی کو برمک کہتے تھے۔ لیکن پھر بھی یہ نہیں لکھا کہ متولی آتشکدہ کو برمک کہتے کیوں تھے؟ اور جب تک یہ ثابت نہ کیا جائے تعریف ناقص ہے دوسری غلطی جغرافیہ کے ارباب لغت نے یہ کی ہے کہ سدانہ کو منجملہ اُن مواضعات کے قرار دیا ہے جو اخراجات آتشکدہ کے واسطے وقف تھے۔ حالانکہ سدانہ عربی لفظ[1] ہے۔ جس کے معنے جاگیر اور جاگیردار کے ہیں اور مجاور خانۂ کعبہ و بت خانہ کو بھی کہتے ہیں۔ لیکن حقیقۃً سدانہ کسی موضع کا نام نہیں ہے۔ صور الممالک تاریخ خراسان میں بلخ کے تمام پرگنے اور آباد مواضعات کی فہرست لکھی ہے اس میں سدانہ کوئی موضع نہیں ہے۔ نہ عربی جغرافیوں میں اس کا کچھ ذکر ہے بلکہ واقعہ نفس الامری یہ ہے کہ اسی عربی لفظ کو بعینہٖ فارسی میں لے لیا ہے۔ اور قیاساً گاؤں سمجھ کر وقف قرار دیا ہے۔ لیکن انصاف یہ ہے کہ برمک کی وجہ تسمیہ لکھنے میں فارسی اور عربی دونوں تصنیفات یکساں ہیں۔ اور قرین قیاس تعریف کسی میں نہیں۔ چنانچہ علامہ زمخشری آتشکدہ نوبہار کے حالات میں لکھتے ہیں کہ یہ بت خانہ[2] مکہ معظمہ کے جواب میں بنایا گیا تھا۔ اور جس طرح پر کعبہ کا لوگ حج

حاشیہ [1] علم بطرس البستانی نے جو عربی کا لغت لکھا ہے اس میں سدن اور سدانہ کے یہ معنی لکھے ہیں۔

"سدن الرجل یسدن سدنا وسدانۃ خدم الکعبۃ او بیت الصنم وعمل الحجابۃ" محیط المحیط جلد اول صفحہ ۹۴۰ مطبوعہ بیروت

[2] "بیت بناہ احد جدہ وخالد بن برمک عارضوا بہ الکعبۃ المشرفۃ وکانوا یطوفون برقبیج الیہ اہل مملکتہم ویکسونہ الحریر وکان بیتا عظیما حولہ الاروقۃ وثلث مائۃ وستون مقصورۃ یسکنہا خدامہ وقوامہ وکان من یلیہ یسمی برمکا یعنی والی مکہ وانتہت البرمکۃ الی خالد بن برمک واسلم علی ید نا عثمان رضی وسماہ عبداللہ" ربیع الابرار زمخشری۔

کرتے تھے ویسے ہی نوبہار کا طواف کرتے تھے۔ اور جو متولی اُس کا ہوتا تھا وہ "برمکا" یعنے والی مکہ کہلاتا تھا"، یہ وجہ تسمیہ اس وجہ سے خلاف قیاس ہے کہ قدیم عجم[1] نے اسلام سے پہلے کبھی عرب کو عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھا ہے۔ نہ کعبہ کی کچھ عزت کی ہے۔ اِس لئے یہ کہنا کہ عجمیوں نے کعبہ کی شہرت اور عزت کے مقابلے میں اپنے بتکدے یا اُس کے متولی کا نام برمکا رکھا تھا محض غلط ہے۔ لیکن لغت کی بناوٹ پر غور کرنے سے معلوم ہوا کہ لفظ برمک اصل میں بَرْمُغ ہے۔ کیونکہ عرب نے مُغ کے لفظ میں عجیب عجیب تصرفات کئے ہیں چنانچہ مجوسی۔ ومجوس بھی اسی لفظ کی بگڑی ہوئی صورت ہے۔ اِس لئے بَرْمُغ سے بَرْمَک بنایا گیا ہے۔ اور پھر تخفیف کے لئے ضمہ فتحہ سے تبدیل ہوکر بَرْمَک ہوگیا۔ ضمہ کا فتحہ تو یوں ہُوا۔ اب باقی رہا غین کا کاف سے بدلنا یہ ایک معمولی بات ہے۔ کیونکہ اوّل غین جیم سے بدلا گیا جیسے ارغوان سے ارجوان پھر جیم کاف ہوگئی اور غین براہ راست بھی کاف سے بدل جاتا ہے۔ جیسے الاغوخاں کو عربوں نے ہلاکوخاں کرلیا ہے اب اگر لفظی ترکیب پر خیال کیا جائے تو بمقابلہ برمکا کے برمغ زیادہ قرین قیاس ہے کیونکہ مُغ آتش پرست کو کہتے ہیں۔ فارسی قاعدے سے لفظ بَرْ اضافہ

---

[1] فردوسی طوسی باوجودیکہ مسلمان تھا لیکن عجمی الاصل ہونے کی وجہ سے مسلمانوں سے ہنوز تعصب باقی تھا چنانچہ شاہنامہ میں لکھتا ہے کہ "زشیرِ شتر خوردنِ سوسمار + عرب را بجائے رسید ست کار + کہ تاجِ کیاں را کنند آرزو + تفو برتو اے چرخ گرداں تفو"، اگرچہ فردوسی دوسرے شخص کی زبان سے ایک واقعہ بیان کر رہا ہے لیکن اس سے قومی خیال کی ایک جھلک پائی جاتی ہے +

Marfat.com

ہونے سے برمغ سے وہ شخص مراد ہوا جو مغوں کا سردار ہو۔ لیکن مذکورہ بالا بحث صرف اُن لوگوں کی تسکین کی خاطر کے واسطے لکھی گئی ہے جو عربی تصرفات سے ناواقف ہیں ورنہ محض برمغ لکھدینا کافی تھا۔ کیونکہ عربی میں بکثرت ایسے لغت موجود ہیں۔ جن کی نسبت یہ شبہ بھی نہیں ہوسکتا ہے کہ وہ معرّب ہیں مثلاً منجنیق[۱] کہ اصل میں میکانک تھا یا بیدق وخندق کہ اصل میں پیادہ وکندہ تھا یہ یونانی وفارسی الفاظ ہیں۔ جو عربی سانچے کے ڈھلے ہوئے ہیں۔ اور ناواقف جانتا ہے کہ خالص عربی الفاظ ہیں۔ بہرحال اس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے کہ برمک صرف وہی ایک خاندان ہے جس کو آتشکدۂ نوبہار کی تولیت حاصل تھی اور بسبب سرداری و مرجع خلائق ہونے کے نوبہار کا متولی مغوں کا افسر بالادست سمجھا جاتا تھا۔ جسے اہل فارس برمغ اور اہل عرب برمک کہتے تھے۔ اور تمام کتابوں میں جہاں کہیں برامکہ کا ذکر آیا ہے اُس سے یہی خاندان سمجھا جاتا ہے اور مثل[۲] قیاصرۂ روم۔ اکاسرۂ عجم۔ فراعنہ مصر۔ خاقانِ چین۔ کے برامکۂ بلخ بھی اپنے اعزازی خطاب میں ضرب المثل ہیں۔ کیونکہ لغت کی شہادت کے ماسوا، تمام مستند مؤرخین کا بھی یہی قول ہے۔ چنانچہ علامہ مسعودی تاریخ مروج الذہب ومعاون الجوہر میں دنیا کے مشہور آتشکدوں اور بت خانوں کے حالات میں تحریر فرماتے ہیں +

حاشیہ [۱] بطور نمونہ کے عربی تصرفات کی روزمرہ کی مثالیں لکھی گئی ہیں اگر ناظرین کو تحقیقات کا شوق ہو تو فرائد اللغت مطبوعہ بیروت ملاحظہ فرمائیں جس میں ۱۹۰ لفظ جو غیر زبانوں سے معرّب کیے گئے ہیں بطور مثال کے درج ہیں۔

[۲] صور الممالک قلمی تاریخ خراسان۔

135119

Marfat.com

والبیت الرابع هو النوبهار الذی بناه منوشهر بمدینة بلخ من خراسان علی اسم القمر وکان من بلی سدانته تعظمه الملوک فی ذلک البقع وتنقاد الی امره وتترجع الی حکمه وتحمل الیه الاموال و کانت علیه وقوف وکان الموکل بسدانته یدعی البرموک هو سمة عامة لکل سدنته ومن اجل ذلک سمیت البرامکه لان خالد بن برمک کان من ولد من کان علی هذا البیت الخ

مشہور آتشکدوں میں چوتھا نوبہار ہے جس کو فارس کے بادشاہ منوچہر نے ماہتاب کے نام پر صوبہ خراسان کے شہر بلخ میں تعمیر کیا تھا۔ تمام عجم کے بادشاہ متولی آتشکدہ کی تعظیم اور حکم کی فرماں برداری کرتے تھے۔ بڑے بڑے چڑھاوے اس پر چڑھاتے تھے۔ اور جاگیریں مصارف کیواسطے وقف تھیں جو متولی ہوتا تھا وہ برموک کہلاتا تھا۔ اور یہ ایک عام لقب تھا جو ہر متولی نوبہار کو دیا جاتا تھا۔ یہی وجہ تسمیہ برامکہ کی ہے کیونکہ خالد بن (جعفر) برمک اسی آتشکدہ کے متولی کا بیٹا تھا۔"

یہی قول ابوالقاسم عبدالملک بن بدرون کا ہے چنانچہ مصنف اعلام الناس بحوالہ شرح قصیدہ عبدالمجید بن عبدون لکھتا ہے۔"

لہ صفحہ ۹ جلد ۵ حاشیہ کامل ابن اثیر مطبوعہ مصر۔

ع علامہ مسعودی نے برمک کو برموک لکھا ہے لیکن یہ تغیر صرف لہجہ کا ہے کیونکہ بصیغہ جمع برامکہ لکھا ہے۔

س صفحہ ۱۴۰ اعلام الناس مطبوعہ بمبئی مطبع فتح الکریم ع یہ شرح میسر نہیں ہوئی لیکن قلائد العقیان میں وہ پورا قصیدہ موجود ہے۔

جسکا مطلع یہ ہے ؎

الدھر یفجع بعد العین بالاثر　　فما البکاء علی الاشباح والصور

Marfat.com

وَالبرمك هو الذی یعمر بیت النار وکان برمك من مجوس بلخ وکان عظیم القدر فیهم وولده خالد۔"	کہ "برمک آتشکدۂ بلخ کا متولی تھا۔ اور مجوسیوں میں اس کا بڑا درجہ تھا۔ خالد اسی برمک کا بیٹا ہے۔"

یہی رائے[1] ابن خلکان کی ہے۔ لیکن فارسی تاریخوں[2] میں برمک کی ایک وجہ تسمیہ اور بھی لکھی ہے جس کی ارباب لغت نے نہایت زور سے تائید کی ہے۔ اس لئے ہم بھی اس وجہ تسمیہ کو مع اپنی رائے کے لکھتے ہیں امید ہے کہ ناظرین اس لطیفہ سے بہت خوش ہونگے۔ اور چونکہ لغت اور تاریخ کے قریباً ایک ہی الفاظ ہیں لہذا برہان قاطع[3] سے بقیہ عبارت متعلق لفظ برمک لکھی جاتی ہے کہ "چوں جمال حالش (یعنے جعفر بن جاماس پدر خالد برمکی) بہ زیور اسلام آراستہ گردید۔ با عیال و اطفال بجانب دمشق کہ دارالملک حکام بنی امیہ بود توجہ نمود۔ بعد از چند روز بہ بارگاہ سلیمان بن عبدالملک آمد۔ چون چشم سلیمان بر جعفر افتاد رنگش متغیر شد۔ اشارہ فرمود تا او را از مجلس بیرون برند خواص وندمائے مجلس از صدور این حکم تعجب نمودہ از سبب آن پرسیدند۔ سلیمان گفت این شخص زہر ہمراہ دارد۔ گفتند چون معلوم خداوند شد؟ گفت دو مہرہ بر بازوے من بستہ است کہ ہرگاہ زہر یا طعام و شراب زہر دار بہ مجلس درآورند۔ آنہا بحسب خاصیت حرکتے عنیف میکنند۔ حضار کیفیت حال از جعفر پرسیدند جواب داد بلے قدرے زہر در زیر نگین

حاشیہ [1] وفیات الاعیان لابن خلکان جلد دوم صفحہ ۲۱۴ مطبوعہ مصر [2] دیکھو روضۃ الصفا و تاریخ برنی وغیرہ۔

[3] تشریح برمک صفحہ ۱۲۰ مطبوعہ دارالسلطنۃ کلکتہ۔

انگشتر دارم بحجت آنکہ در ہنگام شدت الم برمکم واز مذلت برہم لہذا او ببرمک واولاد او برمکی ملقب ومشہور شدند"

یہی مضمون بادنے تغیر صاحب روضۃ الصفا وعلامہ ضیاء برنی نے لکھا ہے۔ صرف اسقدر اختلاف ہے کہ مؤرخین کے نزدیک یہ واقعہ عہد سلطنت خلیفہ ولید بن عبدالملک کا ہے۔ اس موقع پر ہم کو اس تحقیقات کی ضرورت نہیں ہے کہ جعفر بن جاماس دمشق میں کس خلیفہ کے عہد حکومت میں آیا۔ البتہ یہ تحقیق کرنا ضرور ہے کہ یہ وجہ تسمیہ کہاں تک موزوں ہے۔ ہمارے نزدیک عبارت مذکورہ بالا محض ایک لطیفہ ہے یا شاعرانہ خیال جس کو تحقیقات سے کچھ بھی تعلق نہیں ہے۔ کیونکہ دربار خلافت میں آنے سے پہلے جعفر برمک کے لقب سے مشہور ہو چکا تھا۔ علاوہ بریں دمشق میں آنے کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ گردش فلکی اور افلاس جعفر کو بلخ سے دمشق میں کھینچ لایا تھا۔ اور یہ بھی مؤرخین کو تسلیم ہے کہ جعفر علاوہ فنون کے علم انشاء اور شاعری میں فرزانۂ روزگار اور اپنے زمانے میں ایک دانشمند اور ضرب المثل شخص تھا۔ جب ہم جعفر کا یہ کمال تسلیم کرتے ہیں تو پھر یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ جعفر ایسا شخص عرب کی زبان سے واقف نہ ہوگا۔ جو دربار کی زبان تھی؛ کیونکہ ولید بن عبدالملک فارسی نہیں جانتا تھا لیکن ہمارے اس شبہ پر یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ کوئی ضرورت جعفر کو عربی زباندانی کی نہیں تھی۔ کیونکہ گفتگو ترجمان کے ذریعے سے ہوئی ہوگی۔ بالفرض اگر ایسا ہوا تو یہ وجہ تسمیہ جو لفظ برمکم سے ماخوذ ہے بالکل بیکار ہو جاتی ہے۔ کیونکہ دعوے یہ ہے کہ جس وقت جعفر کی زبان سے برمکم نکلا اس وقت سے اس کا برمک لقب ہو گیا۔ یہ وجہ تسمیہ بناوٹ سے خالی نہیں ہے سیدھی بات

Marfat.com

یہ ہے کہ جعفر برمکی کا یہ ابتدائی واقعہ جب عربی سے فارسی تاریخوں میں نقل ہوا تو مترجمین نے اس عربی لفظ کا جو اپنے موقع پر جعفر نے استعمال کیا ہوگا۔ بجائے بخورم یا اسی قسم کے دوسرے الفاظ کے اپنے فصیح محاورے میں برمکم ترجمہ کیا اور انصاف یہ ہے کہ پورا حق ترجمہ کا ادا کیا ہے کیونکہ برمکم تو کوئی نیا لغت ہے۔ نہ اس میں کوئی ندرت ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ قلیل الاستعمال ہے۔ اور نثر کے علاوہ نظم میں بھی شعرا نے مک[۲] اور برمک (مکیدن کے مشتقات ہیں) لکھا ہے۔ چنانچہ مک کو بمعنی مکندہ حکیم سوزنی نے جو مشہور شاعر ہے اس طرح پر باندھا ہے ؎

یابد ز تو جواب نعم سائل نعم
از پیر سالخوردہ۔ تا طفل شیر مک

ایک دوسرا شاعر خاندان برامکہ کے زوال کا پر اثر نظارہ دکھلا کر ارباب زمانہ کو یوں نصیحت کرتا ہے۔

اے طفل دہر گر تو ز پستان حرص و آز
روزے دو شیر۔ دولت و اقبال برمکی (فعل)

حاشیہ [۱] جعفر کا دربار میں پیش ہونا واقعہ تاریخی ہے۔ باقی افسانہ ہے! اسلئے لفظ برمکم کی تشریح باعتبار لغت فارسی کے ہے جس کو واقعہ تاریخی سے کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ بحیثیت تاریخ ہم اس کو تسلیم کرتے ہیں چنانچہ آئندہ وہ غلط قصہ بھی جو مشہور عوام ہے لکھا جائیگا۔

[۲] دیکھو نوادر المصادر مصنفہ منشی نیک چند بہار مصنف لغت بہار عجم (تحقیقات مصادر فارسی میں یہ ایک بینظیر کتاب ہے۔)

در مہدِ عمر غنچہ مشو! از کمالِ خویش

یاد آور از زمانِ بزرگانِ برمکی۔ (اسم)

متاخرین شعراء میں سے غالب مرحوم نے بھی کسی فارسی قصیدے میں برمکیین کا استعمال کیا ہے جو سند ہم نے پیش کی ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ جعفر نے جو کچھ کہا ہوگا وہ عربی میں کہا ہوگا۔ اور فارسی کے جس لفظ میں ترجمہ کیا گیا ہے وہ صرف ایک محاورہ ہے جس میں کسی تاویل اور معنی آفرینی کی ضرورت ہی نہیں ہے۔

خاندان برامکہ کی ابتدائی حالت

روزازل سے جس کی قسمت میں برمک اعظم ہونا لکھا تھا، وہ مشہور حکیم جاماس کا بیٹا۔ اور یشتاسف کا پوتا تھا جس کا نام جعفر برمکی ہے۔

یشتاسف کے حالات زندگی بالکل تاریکی میں ہیں اور جاماس جو اپنے زمانہ کا ایک نامور مدبر اور حکیم گزرا ہے اس کے مختصر حالات شاہنامہ فردوسی سے معلوم ہو سکتے ہیں لیکن ہماری تاریخ جعفر بن جاماس سے شروع ہوتی ہے۔ خاندان برامکہ میں یہ بھی ایک عجیب و غریب بات ہے کہ جس طرح خاندانی عروج و اقبال جعفر کے نام سے شروع ہوا تھا ویسا ہی اس کا ادبار اور زوال جعفر کے نام پر ختم ہو گیا۔ خاندان برامکہ سے عوام میں سب سے زیادہ جس کا نام مشہور و معروف ہے وہ جعفر بن یحییٰ ہے اور الف لیلہ میں جابجا اسی کے عہد وزارت کے افسانے لکھے ہوئے ہیں۔ چنانچہ ذیل کے شجرے سے خاندان کی ترتیب معلوم ہوگی۔

Marfat.com

شَجَرَۃُ النَّسَبِ اٰلِ بَرمَک

جعفر بن جاماس

جعفر بن جاماس جو خاندان برامکہ کی تیسری پشت میں ہے اِسکے واقعات زندگی بھی محدود ہیں اور یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ خاندان برامکہ کا مورث اعلےٰ اور ابو الآبا ثیتاسف ہے لیکن تمام مؤرخین نے برامکہ کی تاریخ کی ابتدا عموماً جعفر سے کی ہے۔ بلکہ شہرت عام نے جعفر کا نام بھی مٹا دیا ہے۔ اور صرف برمک اصغر بجائے جعفر برمک کے لکھا جاتا ہے۔ چنانچہ حمد اللہ[1] مستوفی نے اپنی مشہور تاریخ نزہت القلوب

حاشیہ [1] نزہت القلوب صفحہ ۳۹ مطبوعہ بمبئی۔ [2] لقب یہ دینار برمکی۔

Marfat.com

یں اسلام کے ابتدائی واقعات لکھتے ہوئے برامکہ کے متعلق تحریر کیا ہے کہ در ۹۷ھ سنہ ۷۱۵ء سبع وتسعین آغاز دولت برامکہ بود۔ واوّل شان جعفر برمکی کہ بہ جعفر بلخی مشہور بود۔ از تخم گودرز۔ دستور اردشیر[1] بابکان است۔ و نود سال دولت وزارت در آن خاندان بود از ایشان پنج کس وزارت کردند وجہان کرم و کریم جہان بودند" اس تحریر سے یہ معلوم ہوا کہ جعفر برمکی جو اپنے مقدس شہر[2] بلخ کی وجہ سے دنیا میں مشہور تھا۔ گودرز وزیر اردشیر بابکان کی نسل میں تھا اور وزارت اس کا موروثی ترکہ تھا۔ چنانچہ اس عزت سے وہ خود بھی ممتاز ہوا۔ اور اس کی اولاد میں سے چار شخصوں کو شرف

حاشیہ [1] ولید بن عبدالملک کی حکومت کا خاتمہ ہو چکا تھا اور سلیمان بن عبدالملک سلطنت پر بیٹھا تھا۔

[2] اردشیر بن بابک بن ساسان عجم کا مشہور بادشاہ ہے۔

[3] منوچہر بن ایرج بن فریدون نے اس شہر کو آباد کیا تھا۔ اور عہد لہراسپ میں دارالسلطنت رہا۔ صوبہ خراسان میں یہ اوّل درجہ کا شہر تھا۔ اور بہ سبب نوبہار کے مقدس سمجھا جاتا تھا۔ یونانی اسکو بکٹریہ کہتے ہیں۔ عربوں نے یہاں کے موسم گرما کی بڑی تعریف لکھی ہے۔ مسلمانوں نے خلیفہ سوم کے زمانہ میں یہ شہر فتح کیا تھا۔ ابراہیم ادہم اور شفیق بلخی اس شہر کے مشہور و معروف لوگ ہیں چنگیز خان نے سنہ ۶۱۷ھ / ۱۲۲۱ء ہجری میں اس پر قبضہ کیا تھا۔ اس وقت سے آج تک برابر تنزل کی حالت میں ہے۔ اب اس شہر میں ۳۶۰ گاؤں ہیں۔ افغان۔ ازبک۔ تبخت۔ اور پہاڑی جرگے آباد ہیں۔ جس زمانے میں اسلام کی عملداری تھی اسوقت شہر و قصبات ملاکر ۱۲۰۰ مسجدوں میں صرف جمعہ کی نماز ہوتی تھی۔ آثار قدیمہ میں سے سلطان سنجر کی ٹوٹی پھوٹی مسجد اب تک موجود ہے۔ ماخوذ از تاریخ ماوراء النہر آثار الاول و جغرافیہ جام جہم ذخیرۃ الغرائب۔ وصور الممالک۔

Marfat.com

وزارت حاصل ہوا۔ اور نوے برس تک آل برمک میں وزارت قائم رہی۔

نام ونسب

جعفر نسباً و مذہباً آتش پرست تھا۔ دنیاوی اعزاز۔ اور مذہبی تقدس میں اس سے زیادہ اور کیا درجہ ہو سکتا ہے۔ کہ آتشکدۂ نوبہار کا متولی تھا۔ جس کے سامنے سلاطین کی گردنیں جھک جاتی تھیں۔ اور تمام قوم اور ملک میں جعفر برمکی کا اعزاز صرف نوبہار کے صدقے میں تھا۔ چونکہ برامکہ کی شہرت اس آتشکدے سے وابستہ ہے لہذا مختصر کیفیت نوبہار کی بھی لکھی جاتی ہے جس سے جعفر برمکی کی وقعت کا ناظرین خاص اندازہ کر سکیں۔

آتشکدۂ نوبہار

دنیا میں جس قدر مشہور و معروف آتشکدے تھے۔ منجملہ ان کے نوبہار[1] بھی بلخ کا آتشکدہ ایک تاریخی یادگار ہے۔ اور مؤرخین نے بلحاظ عظمت و شہرت کے نوبہار کا چوتھا نمبر لکھا ہے اور چونکہ[2] ہر آتشکدہ کسی نہ کسی دیوتا کے نام سے منسوب ہوتا تھا اس لئے منوچہر بادشاہ فارس نے ماہتاب کے

حاشیہ۔ [1] دیکھو نوٹ صفحہ ۲۳ و تاریخ مسعودی جلد پنجم حاشیہ کامل ابن اثیر صفحہ ۷۰۔ حالات بیوت النیران۔

[2] عہد فریدون سے آتشکدوں کی بنیاد پڑی ہے۔ کیونکہ اہل فارس آگ کو نور مجسم سمجھ کر اس کی پرستش کرتے تھے۔ اور سمجھتے تھے کہ خالق اور مخلوق میں آگ ایک واسطہ ہے اور تمام دنیا کی ابتدا آگ سے ہوئی ہے۔ اور مجوسی آتشکدوں میں اعتکاف کیا کرتے تھے چنانچہ اصول مذہب کی رو سے فریدون نے اول خراسان میں ایک آتشکدہ بنایا۔ بعد کو جشنان اور آرے میں بنائے گئے۔ چنانچہ دشت نوبہی کے ظہور سے قبل دس آتشکدے مختلف مقامات میں موجود تھے۔ اور اسکے ظہور کے بعد تو وہ کثرت ہوئی کہ جس کا شمار نہیں ہو سکتا ہے۔ چنانچہ بعض بعض آتشکدے بہت مدت تک قایم رہے۔ اور چوتھی صدی تک فارس میں جس قدر آتشکدے تھے۔ اس کی نسبت ابن حوقل بغدادی اپنے جغرافیے میں لکھتا ہے کہ "وہ اس کثرت سے ہیں۔ اور مشہور کہ بجز سرکاری کاغذات کے کوئی شخص ان کا احصا نہیں کر سکتا" اور اس کثرت کی نسبت علامہ مسعودی کا یہ خیال ہے کہ جب اسلام نے زیادہ ترقی

Marfat.com

نام پر یہ آتشکدہ بنایا تھا۔ اس کی عمارت نہایت مضبوط۔ اور رفیع الشان تھی سو گز مربع اراضی میں عمارت تھی۔ اور سو گز بلند تھی اور چھت پر بلند نیزے گڑے ہوئے تھے جس پر حریر سبز کے پھریرے اُڑا کرتے تھے۔ اور ہر ایک پھریرہ طول میں سو گز ہوتا تھا۔ چنانچہ شدّت ہوا سے جب کبھی نیزے سے کوئی پھریرہ الگ ہو جاتا تھا۔ تو کئی کئی میل کے فاصلے پر جا کر ٹھہرتا تھا پورا آتشکدہ حریر اور دیبا کے پردوں اور جواہر نفیسہ سے آراستہ تھا۔ اور مجاوروں کے رہنے کے واسطے تین سو ساٹھ حجرے بنے ہوئے تھے۔ اور اکثر چڑھاوے میں علاوہ بڑی بڑی رقموں کے اہل ملک حریر سبز کے پھریرے چڑھاتے تھے جس کا یہ اثر تھا کہ ایک ایک معمولی خادم اس آتشکدہ کا امیر کبیر بنا ہوا تھا۔ اور جعفر برمکی جس کو بقول ایک ظریف کے پیر مغاں کہنا مناسب ہے اُس کی دولت و ثروت کا اندازہ کون کر سکتا ہے؟

بقیہ حاشیہ شروع کی تو مجوسیوں نے اس خیال سے متفرق مقامات میں آتشکدے قائم کرنا شروع کر دیئے کہ اگر ایک برباد ہو جائیگا تو دوسرا ضرور باقی رہے گا۔ چنانچہ عہد قدیم کے خاص خاص آتشکدے حسب ذیل مقامات میں تھے۔

نام مقام	نام تعمیر کنندہ
سابور ۱	دارا بن دارا۔
جور ۲	اردشیر بن بابک۔ اس آتشکدہ کا نام برمال تھا۔ دوسرا آتشکدہ خلیج قسطنطنیہ میں بنایا تھا جو عہد خلیفہ مہدی عباسی تک قائم رہا
قومس ۳	عہد فریدون میں تعمیر ہوا کو مسجد نام تھا۔
جبل اصفہان ۴	یشتاسف بادشاہ۔ اس آتشکدے کا نام مارس تھا۔ پہلے یہ صنم خانہ تھا۔
صنعاء ۵	ضحاک۔ اس آتشکدے کا نام غمدان تھا۔ عہد خلیفہ سوم میں توڑا گیا۔ ایک برج اس کا آج تک موجود ہے۔
ارض عراق (بغداد) ۶	تعمیر کردہ بوران بنت کسریٰ۔
اصطخر ۷	قدیم آتشکدہ تعمیر کردہ ہما دختر بہمن۔ اسکے علاوہ کرمان۔ طبرستان۔ الجبال۔ آذربیجان۔ ہند و سندھ میں بکثرت آتشکدے تھے۔

غرضکہ نوبہار اپنے زمانے میں عجمیوں کا کعبہ تھا۔ اور اصول مذہب کے مطابق سالانہ حج ہوتا تھا۔ طواف بھی کیا جاتا تھا۔ نوبہار کا متولی خود مختار والی تھا۔ اور اس کی حکومت نوبہار سے اکیس میل تک تھی۔ جس میں وہ شاہانہ اختیارات برتتا تھا۔ اور نوبہار کی عظمت اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتی ہے۔ کہ عجم کا پیغمبر (بقول مجوسیان) زردشت اس آتشکدہ میں مدتوں معتکف رہا ہے اور لہراسپ بادشاہ جب بوڑھا ہو گیا تو اس نے سلطنت اپنے بیٹے گشتاسپ کو سپرد کر دی۔ اور خود نوبہار کا مجاور بن گیا۔ چنانچہ اس واقعہ کو استاد دقیقی نے گشتاسپ نامہ میں اس طرح پر لکھا ہے۔

چو گشتاسپ را داد لہراسپ تخت — فرود آمد از تخت و بر بست رخت

بہ بلخ گزیں شد دراں نوبہار — کہ یزداں پرستانِ آں روزگار

مر آں خانہ را داشتندے چناں — کہ مر کعبہ را تازیاں ایں زماں

لیکن نوبہار کی عمر طبعی ہو چکی تھی اِس لئے اب اُس کی خزاں کا وقت آیا۔ اور سنہ ۳۱ھ ۶۵۱ء ہجری میں خراسان فتح ہوا۔ اور حکومت اسلام تمام اطراف میں پھیل گئی۔ اُس وقت یہ آتشکدہ بھی سرد ہو گیا۔ اور جو آگ عہد منوچہر سے جلتی چلی آتی تھی۔ وہ چشم زدن میں راکھ ہو کر اُڑ گئی۔

حاشیہ ۱؎ جغرافیہ گنج دانش صفحہ ۱۱۴۔ حالات بلخ مطبوعہ طہران سنہ ۱۳۰۵ھ و صور الممالک تاریخ خراسان حالات بلخ نسخہ قلمی

۲؎ علامہ زمخشری نے ربیع الابرار میں لکھا ہے کہ خالد برمکی کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مسلمان کیا تھا۔ اور اس کا نام عبداللہ رکھا تھا۔ اور تاریخ ماوراء النہر کا مصنف لکھتا ہے کہ جب بلخ فتح ہوا ہے اُس وقت متولی برمک (نام نہیں لکھا ہے) مسلمان ہو گیا۔ اور چونکہ بلخ کی حکومت پہلے سے برمک کے قبضہ اقتدار میں تھی۔ اس وجہ سے ادائے خراج کی ذمہ داری خلیفہ سوم نے بدستور برمک کی سپردگی میں رکھا۔ صفحہ ۵۰ تاریخ ماوراء النہر مصنفہ معتمد السلطان محمد تقی خاں۔ زمخشری کی

Marfat.com

اور خاندان برامکہ پر بھی مصیبت کا لشکر ٹوٹ پڑا اور اُن کا جاہ و جلال جاتا رہا۔ فتح خراسان کے بعد اِس خاندان پر کیا کیا انقلاب آئے۔ اِس کی تاریخوں میں کوئی تفصیل نہیں ہے۔ مگر اس میں شک نہیں ہے کہ ایک زمانہ دراز تک جعفر نے اپنے وطن کو نہیں چھوڑا لیکن آخر کار امید منفعت یا شوق سیاحت نے ایک مدّت کے بعد جعفر برمکی کو بھی بلخ سے ہمیشہ کے لئے خیرباد کہنے پر مجبور کیا اور وطن سے دمشق میں پہنچا دیا۔

جعفر کی قابلیّت

جعفر علاوہ حسن صورت کے علم و فضل میں خاص امتیاز رکھتا تھا۔ علم ادب۔ انشاپردازی۔ شاعری میں ضرب المثل تھا۔ غرض کہ دنیاوی اعزاز کے واسطے کوئی ایسی صفت نہ تھی جو فیّاض ازل نے جعفر سے دریغ رکھی ہو۔ اور غالباً یہی کمال جعفر کو بلخ سے دمشق میں لایا تھا۔ کیونکہ اِس عہد میں دربار خلیفہ کے سوا اظہار کمالات کا کوئی دوسرا موقع اہل علم کے حق میں نہ تھا۔ جب جعفر دمشق پہنچا ہے اُس وقت

عہد خلافت ولید ابن عبدالملک

خاندانِ اُمیّہ کا ساتواں تاجدار ولید بن[1] عبدالملک تختِ سلطنت پر جلوہ افروز تھا۔ یہ خلیفہ ۸۶ھ میں اگرچہ تخت نشین ہوا۔ اور ۹۶ھ میں فوت ہوگیا۔ لیکن اِس عرصے میں فتوحات کی نہایت ترقی ہوئی۔ ہندوستان

بقیہ حاشیہ کی روایت میں خالد کا نام ہے یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ خالد ۹۰ھ ہجری میں پیدا ہوا تھا۔ اور اُسوقت بلخ فتح ہوئے ۹۰ برس ہو چکے تھے اور تفویض حکومت بلخ کا واقعہ بجز اس تاریخ کے اور کسی تاریخ میں نہیں ملا۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ موجودہ متولی اسلام لایا ہو یا جیسا کہ دوسری روایت میں ہے۔

[1] صفحہ ۱۰۰۔ تاریخ سیوطی مطبوعہ معرکالات الولید بن عبدالملک۔

Marfat.com

پر فوج کشی ہوئی۔ دیبل (ٹھٹھہ) فتح ہوا۔ خوارزم۔ وسمرقند و کابل و فرغانہ پر اسلامی نشان اڑتا تھا۔ علاوہ اِس کے حدود اسلامی کے دائرے میں شام و اندلس اور تمام افریقہ کا رقبہ داخل تھا۔ اور خاص دارالخلافہ دمشق کی شان و شوکت کا کیا پوچھنا ہے۔ چنانچہ پائے تخت کی عظمت و جلال دیکھ کر جعفر حیرت زدہ رہ گیا۔ اَب جعفر کو یہ فکر ہوئی کہ کسی حیلے سے دربار کا داخلہ میسّر ہو۔ اور حقیقت میں غریب مسافر کے لئے یہ ایک مشکل موقع تھا۔ مگر اپنے مطلب میں کامیاب ہونے کے واسطے جعفر نے یہ تدبیر نکالی کہ اوّل امرائے دربار اور اراکینِ سلطنت سے ملنا شروع کیا۔ چونکہ جعفر ایک مشہور آتشکدہ کا متولّی اور رئیسِ اعظم تھا۔ عام اس سے کہ وہ مسلمان ہو چکا تھا یا اسلام کی جانب مائل تھا، اس لئے تمام اسلامی مجالس میں اس کی عزّت ہوتی تھی۔ اور قطع نظر اِس خصوصیّت کے جعفر کی شیریں کلامی اور فصاحت و بلاغت کا جادو عبدالملک کے ہر ندیم پر اپنا اثر کر چکا تھا۔ اِس لئے دمشق[1] کے ہر گلی کوچے میں جعفر کی نکتہ سنجی کی داد دیجاتی تھی۔ اراکینِ سلطنت نے جب ہر طرح پر جعفر کی قابلیّت کا اندازہ کر لیا اُس وقت بسبیلِ تذکرہ خلیفۂ ولید سے جعفر کے مفصّل حالات بیان کئے۔ خلیفہ نے جعفر کے

حاشیہ [1] اقلیم چہارم میں یہ شہر بہت قدیم ہے۔ اور شام کے تمام شہروں سے بڑا ہے۔ چار ہزار برس سے زیادہ عرصہ گذرا جب ارم بن سام بن نوحؑ نے اس کو آباد کیا تھا۔ آٹھ میل کے دور میں آباد ہے۔ مؤرّخین کا بیان ہے کہ باغ ارم اسی شہر میں تھا جس کو شدّاد عاد نے عمارت بنا کر وسیع کر دیا تھا۔ لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ اسی کی صفت ہے ابتدائے زمانے سے آج تک مختلف خاندانوں میں اسکی حکومت رہی ہے۔ اور اسکے فتح کرنے میں ہر قوم کا قریباً حصّہ ہے چنانچہ اوّل شلمان بابل و فارس نے اس پر قبضہ کیا۔ اور چار سو برس تک اُن کا ماتحت رہا۔ اسکے بعد ڈھائی سو برس تک یونانیوں کا فرمانبردار رہا۔ جب یونان کا زوال ہوا تو رومیوں کے سائے میں چلا گیا۔ ساڑھے سات سو برس کے بعد رومیوں سے عربوں نے چھین لیا۔

حالات سُنکر یہ خیال کیا کہ اگر فی نفسہ جعفر جامع صفات نہ ہوتا تو کسی کو اُس کے فضائل بیان کرنے کی میرے حضور میں جسارت نہ ہوتی۔ اور خود اہلِ دربار کا جعفر کو پیش کرنا اُس پر دلیل ہے کہ وہ ایک گرانمایہ جوہر ہے۔ کیونکہ اہلِ دربار کو یہ اندیشہ تو ضرور ہی ہوا ہوگا۔ کہ جعفر کی شہرت عام مجھ تک تو ضرور پہنچ جائے گی۔ اِس لئے خود اُنہوں نے تمام حالات عرض کر دیے،، چنانچہ ولید بن عبدالملک نے دل ہی دل میں یہ فیصلہ کر کے حکم کر دیا کہ اچھا جعفر کو دربارِ عام میں پیش کرو۔ چنانچہ جعفر خلیفہ کے روبرو حاضر لایا گیا۔ لیکن خلیفہ نے اُس کی شکل دیکھتے ہی چوب دار کو یہ حکم دیا کہ "جعفر[1] کو سزا دیجائے،، خلیفہ کے حکم کی فوراً تعمیل ہوئی اور وہ بھی اس سختی سے کہ جعفر کھڑے سے گر پڑا اور گرتے ہی بیہوش ہوگیا۔ جعفر نیم کشتہ بخوں آلودہ دربار سے باہر بھیج دیا گیا۔ اہلِ دربار کے واسطے جعفر کی سزا ایک پہیلی تھی جس کا بوجھنا مشکل تھا۔

بقیہ حاشیہ اور ساڑھے چار سو برس اُس پر حکمران رہے۔ ۳۳۳ برس قبل حضرت عیسےٰ کے سکندر اعظم نے فتح کیا۔ اور ۵۲۰ء میں ایرانیوں نے بالکل تباہ کر دیا۔ لیکن ۶۳۴ء سنہ ۱۳ھ میں خلیفۂ اوّل کے اخیر عہد میں مسلمانوں کے قبضے میں آیا۔ اور ۶۶۲ء سنہ ۴۲ھ میں امیر معاویہ نے اپنا دارالخلافہ بنایا۔ چنانچہ اُس وقت سے دمشق ترقی کرتا گیا اور جس وقت جعفر یہاں پہونچا ہے یہ اُسکے عروج کا زمانہ تھا۔ اس کے بعد سلطنت عباسیہ۔ فاطمیہ۔ سلجوقیہ کے قبضے میں رہا۔ ۱۱۴۷ء سنہ ۵۴۲ھ و ۱۱۵۲ء سنہ ۵۴۸ھ جنگ صلیبی کے بعد پندرھویں صدی میں تیمور نے قبضہ کر کے برباد کیا۔ لیکن ۱۵۱۶ء سنہ ۹۲۲ھ یعنے عہد سلیم اوّل سے ترکوں کے قبضے میں ہے۔ اور اب غازی عبدالحمید خاں خلداللہ ملکہ کی تلوار کے نیچے سر جھکائے ہے۔ قدامت کے ہزارہا منظر اس شہر میں ہیں۔ چنانچہ ولید بن عبدالملک کی بنوائی ہوئی مسجد جس میں ۵ کروڑ ۳ لاکھ روپیہ صرف ہوا تھا تمام دنیا میں بے نظیر تھی۔ اوّل یہ مسجد ایک ہیکل عظیمہ تھی جو مشتری کے نام پر بنائی گئی تھی۔ جب یونانیوں سے عیسائیوں کے قبضے میں آئی تو کنیسہ ہوئی جب مسلمانوں نے لیا تو مسجد بنا دیا۔ اور دنیا کی مشہور سیر گاہوں یعنے صغد سمرقند۔ شعب بوان ابلہ بصرہ کے بعد غوطہ۔ دمشق ہے۔ بقول ابن حوقل سیاح کے آٹھ دن تک مسافر اس سیر گاہ کی حد میں سفر کر سکتا ہے۔ اور اُس کو سایہ دار درخت باغستان جاں فزا۔ اور خوشگوار پانی کے چشمے ملتے ہیں۔" ماخوذ از جغرافیہ جانم و سفرنامہ ابن جبیر۔ و جغرافیہ یاقوت۔ و تاریخ نزہتہ القلوب و فریدۃ العجائب ابن الوردی۔ و تاریخ مسعودی وغیرہ۔

[1] اس جگہ سے تاریخ نے ناول کی صورت اختیار کی ہے۔ اور تمام عجمی مؤرخوں کے خوب خوب اس واقعہ کو رنگا ہے۔ صرف لحاظ شہرت ہم نے بھی لکھ دیا ہے تاکہ ناظرین کو اُس کی اصلی حالت معلوم ہو جاوے اور مغالطہ میں نہ رہیں۔

Marfat.com

اکثر اہل دربار نے چاہا کہ اس معمے کو حل کریں۔ لیکن جلال شاہی سے اُس وقت کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ اس طلسم کی پردہ کشائی کرے۔ اور سب حیرت زدہ رہ گئے لیکن اپنے کئے ہوئے فعل سے خجل تھے۔ کہ ناحق ہم نے غریب جعفر کو سردربار رسوا کیا"، اس واقعہ کے بعد ایک عرصہ تک دربار میں جعفر کا تذکرہ نہیں ہوا۔ پھر چند احباب جعفر کی عیادت کو گئے۔ دیکھا تو سقیم الحال پایا۔ ضعف اور ناتوانی نے جعفر کو نڈھال کر دیا تھا۔ سب کو اُس کی شکستہ حالی اور غریب الوطنی پر ترس آگیا۔ اور مختلف طور پر سب نے خدمت کی۔ جعفر نے احباب کا شکریہ ادا کیا۔ اور چلتے وقت نہایت عاجزانہ لہجے میں یہ درخواست کی کہ "جس طرح ممکن ہو۔ براہِ مہربانی خلیفہ سے یہ دریافت کیجئے کہ آخر میری سزا کا باعث کیا تھا؟ سب نے اقرار کیا اور وقت کے منتظر رہے ایک دن خلیفہ کو بشاش دیکھ کر عرض کیا کہ "اگر خدام والا کو معلوم ہو کہ جعفر برمکی کا یہ قصور تھا۔ تو جہاں تک ممکن ہو اُس کام سے پرہیز کیا جائے" اُس وقت خلیفہ نے اپنے مصاحبوں کے جواب میں یہ ارشاد فرمایا کہ "جعفر کو دربار میں حاضر ہونے کا کچھ بھی شعور نہیں ہے۔ جب وہ میرے حضور میں آیا تو اُس کے پاس زہر موجود تھا۔ بس یہی اُس کا قصور تھا جس کی سزا دی گئی۔ کیونکہ بادشاہوں کے حضور میں جانا اور اپنے پاس زہر رکھنا کون سے سلیقے کی بات ہے؟ خصوصاً ایسے شخص کے لئے جو بادشاہوں کی مناومت کا امیدوار ہے۔ میرے نزدیک اسکا یہ فعل نہایت ہی قابل نفرت ہے۔ اور یہ حال مجھے اِس طرح معلوم ہوا کہ میرے بازو پر دو مہرے بندھے ہیں۔ اُن کی خاصیت یہ ہے کہ جس وقت زہر کی بو اُن کے پاس پہنچتی ہے تو اُن میں حرکت ہوتی ہے۔ چنانچہ جعفر جس وقت میرے سامنے آیا ہے اُس وقت اُن دونوں مہروں

Marfat.com

میں سخت حرکت ہوئی جس سے مجھے معلوم ہو گیا کہ جعفر کے پاس زہر ہے"۔ جعفر نے یہ خبر سُنی تو اس کا اعتراف کیا۔ اور کہا کہ "حقیقت میں اُس وقت میرے پاس زہر موجود تھا۔ اور یہ میری محض گستاخی اور بے ادبی تھی کہ میں دربار میں زہر لے کر حاضر ہوا"۔ جعفر کا یہ واقعہ عبداللہ اثری کی تاریخ میں موجود ہے۔ اور بعض اور تاریخوں میں بھی اِس کا ذکر ہے لیکن مستند مؤرخین[1] نے اس قصہ کو ہمیشہ غلط سمجھا ہے اور ایسے واقعہ نگاروں کو سادہ دل اور عجائب پرست قرار دیا ہے۔ اور حقیقت میں یہ واقعہ منجملہ اُن عجیب و غریب قصہ کہانیوں کے ہے

حاشیہ [1] میں نے تاریخ اسحاقی مشہور باخبار الاول میں بھی یہ قصہ پڑھا ہے اور وہ اس طرح پر کہ ایک دن منصور عباسی کے دربار میں خالد برمکی حاضر ہوا۔ لیکن خلیفہ نے خالد کو بیٹھنے کی اجازت نہیں دی اور کہا کہ "تمہارے پاس زہر ہے"۔ خالد نے تسلیم کیا اور کہا کہ "بیشک میری انگوٹھی میں نگینے کے نیچے زہر ہے۔ اور وہ اس لئے ہے کہ درباریوں کے دشمن بہت ہوتے ہیں معلوم نہیں کہ کس وقت زندگی سے دل سیر ہو جائے اور موت کی آرزو ہو۔ چنانچہ اِس غرض سے میں زہر رکھتا ہوں کہ وقت ضرورت کے کھالوں اور رسوائی سے محفوظ رہوں"۔ (جعفر کی وجہ تسمیہ میں اسی فقرے پر استدلال کیا جاتا ہے کہ در ہنگام شدت الم برمکم و از مذلت برہم) چنانچہ یہ عذر خلیفہ نے تسلیم کیا۔ باقی افسانہ مہروں کی لڑائی کا بجنسہ ہے۔ لیکن تاہم بہت مختصر ہے۔ فارسی تاریخوں میں طول دے کر فسانۂ عجائب بنا دیا گیا ہے۔ چنانچہ ضیاء برنی نے اس کے ثبوت میں ایک نظیر بھی پیش کی ہے اور وہ یہ ہے کہ شاہ طبرستان کے پاس ایک طلائی مچھلی تھی۔ اور وہ دریا سے پھینکی ہوئی انگوٹھیاں ڈھونڈھ کر نکال لاتی تھی اور سطح دریا کے کنارے پہنچ کر منھ سے انگوٹھی اوگل دیتی تھی جس کا تجربہ خود اسی جعفر نے کیا تھا۔ اور صاحب نگارستان بحوالہ تاریخ حبیب السیر لکھتا ہے کہ "خلیفہ ولید نے یہ مچھلی طبرستان سے منگا کر خود تجربہ کیا تھا۔ بلکہ اس مچھلی کے مقابلے میں اُنھوں نے ایک قمری کو پیش کیا ہے۔ یعنی سلطان محمود غزنوی کو ہندوستان کے کسی راجہ نے ایک قمری بھیجی تھی۔ اور اُس میں یہ صفت تھی کہ جب دسترخوان پر مسموم طعام آتا تو قمری کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے تھے۔ اور جو قطرہ ٹپکتا تھا وہ مثل پتھر کے ٹکڑے کے ہو جاتا تھا۔ اور زخموں پر لگانے سے مرہم کا کام دیتا تھا۔ علاوہ حبیب السیر وغیرہ کے نظام الملک وزیر ملک شاہ سلجوقی نے بھی نہایت عمدہ الفاظ میں جعفر کا یہ قصہ لکھا ہے۔ ناظرین اگر مفصل دیکھنا چاہیں تو کتاب سیاستنامہ نوشتہ نظام الملک صفحہ ۱۵۱ تا ۱۵۶ مطبوعہ پیرس (دارالسلطنۃ فرانس) ۱۸۹۱ء ملاحظہ فرمائیں۔

Marfat.com

جو بادشاہوں کے دربار میں قصہ گو بیان کیا کرتے ہیں۔ جس کو تاریخ سے کوئی واسطہ اور تعلق نہیں ہوتا ہے۔ چنانچہ بطور نمونہ ہم نے بھی جعفر کا یہ قصہ لکھا ہے ورنہ فی نفسہ یہ کوئی واقعہ نہیں ہے وللہ درمن قال ؎

اگلے وقتوں کے ہیں یہ لوگ انھیں کچھ نہ کہو جو کہ قصوں کو صحیح اور بجا کہتے ہیں

بہرحال تاریخی حیثیت سے یہ ثابت نہیں ہے کہ ولید بن عبدالملک کے دربار میں جعفر اوّل مرتبہ کس تقریب سے پیش ہوا۔ اور پھر اس نے کس طرح پر ولید کو اپنا گرویدہ بنالیا۔ لیکن یہ ضرور ثابت[1] ہے کہ ولید بن عبدالملک نے جعفر کو درجۂ کتابت[2] تک پہنچا دیا تھا۔ اس سے زیادہ کوئی اور کارنامہ جعفر کا ایسا نہیں ہے جو ناظرین کے سامنے پیش کیا جائے۔ البتہ دو امر قابلِ اظہار ہیں ایک یہ کہ خلیفہ ولید کے فیض صحبت سے جعفر مسلمان[3] ہوا۔ اور پھر تمام خاندان میں اسلام باقی رہا۔ بلکہ بہ حیثیت اسلامی جو کارنامے کئے ہیں وہ زمانے میں یادگار ہیں۔ دوسرے یہ کہ اسی مبارک زمانے میں جعفر کے ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام خالد ہے۔ اور یہی وہ بلند اقبال لڑکا ہے جو پچھلے دور میں خاندان برمک کی شہرت عام کا ذریعہ ہوا ہے۔

حاشیہ [1] دیکھو تاریخ ضیاء برنی و ہفت قلزم جلد ۶ صفحہ ۱۸۔

[2] زمانہ حال کی اصطلاح میں کتابت کا عہدہ چیف سکرٹری کے معنے میں ہے۔

[3] عربی تاریخوں میں جعفر کے اسلام کی کوئی صراحت نہیں ہے لیکن یہ قرین قیاس ہے کہ جعفر اسی زمانہ میں مسلمان پیدا ہوا ہے جیسا کہ ضیاء برنی نے لکھا ہے۔

Marfat.com

خالد بن جعفر برمکی

خالد کی ولادت

جعفر برمکی کا یہ ہونہار۔ اور بلند اقبال لڑکا خلیفہ ولید بن عبدالملک کے زمانے میں پیدا ہوا۔ ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں خالد برمکی کا سنہ ولادت ۹۰ھ لکھا ہے۔ لیکن مورخین کا اس میں اختلاف ہے کہ دراصل خالد جعفر برمکی کا لڑکا تھا یا نہیں۔ تاریخ طبری، ابن خلدون۔ وکامل بن الاثیر۔ کی تحریر کا یہ خلاصہ ہے کہ ۸۶ھ میں قتیبہ بن مسلم حجاج کی طرف سے خراسان میں والی ہو کر آیا۔ اور کثیر التعداد فوج جمع کر کے مرو پر فوج کشی کی طیاری کی۔ جہاد کے جوش میں بلخ کی اطراف و جوانب سے قافلے جمع ہوتے جاتے تھے چنانچہ صالح بن مسلم کی سپہ سالاری میں بہ معیت ایاس[1] بن عبداللہ بن عمرو۔ علے[2] الخراج اور عثمان[3] بن العدی جیسے پرجوش اور بہادر

حاشیہ [1] ابن خلکان صفحہ ۱۳۲۔ جلد ۲ [2] طبری جلد سوم [3] ابن خلدون جلد ۳ صفحہ ۵۹۔

[4] کامل اثیر جلد ۵ صفحہ ۲۰۰ و ۲۰۱ [5] یہ حجاج بن یوسف ثقفی ہے۔ جو خلیفہ عبدالملک کی طرف سے عراق کا والی تھا۔ اس کا ظلم حاتم کی سخاوت سے کم مشہور نہیں ہے۔ حجاج کی سفاکیاں زیادہ تر ائمہ مذہب اور پیشوایان دین پر تھیں صحابہ کرام اور عامہ مسلمین کی تعداد جو حجاج نے قتل کرائی ایک لاکھ بیس ہزار ہے۔ اس کے ظلم کی انتہائی تعریف یہ ہے کہ جو حضرت عمر بن عبدالعزیز۔ (نویں خلیفہ خاندان امیہ) نے کی ہے کہ "اگر اور پیغمبروں کی امتیں سب مل کر اپنے اپنے زمانے کے بدکاروں کو پیش کریں اور ہم صرف حجاج کو مقابلے میں لاویں تو واللہ ہمارا پلہ بھاری رہے گا" بے سقف قید خانہ اسی کا ایجاد ہے۔ مرد و عورت سب کو ایک زنجیر میں اسی نے قید کیا۔ صحرا نشین لوگوں کے ہاتھوں پر ان کے اور ان کی ولادت گاہ کے نام گدوائے۔ عرب کی کشتیوں پر رال کا روغن لگایا۔ سب سے پہلے جس کے دربار میں ہزار خوان کھانے کے اہل مجلس کے سامنے رکھے گئے وہ یہی حجاج ہے۔ تاریخ الفی جلد اول قلمی۔

Marfat.com

افسروں کے مرو پر لشکر روانہ ہوا۔ اور صالح اس مہم میں کامیاب ہوگیا۔ لیکن خاتمہ جنگ کا صلح پر ہوا۔ اِس لڑائی میں جو لونڈیاں گرفتار ہوکر آئیں اُن میں برمک[1] اصغر کی عورت جو آتشکدہ نوبہار سے گرفتار ہوکر آئی تھی۔ موجود تھی۔ جب غنیمت تقسیم ہوئی تو یہ عورت عبداللہ بن مسلم کے حصے میں آئی چند روز بعد صلح ہوئی تو قتیبہ کے حکم سے لونڈیاں بھی واپس ہوئیں۔ تب مجبوراً عبداللہ کو بھی یہ عورت واپس کرنا پڑی۔ اس وقت عورت نے کہا کہ "اے عرب مجھے تیرا حمل رہ گیا ہے" لیکن مطابق صلح کے یہ لونڈی واپس کر دی گئی۔ مگر یہ طے پایا کہ "اگر بیٹا ہوا تو ہمارا ہے" چنانچہ اُس عورت سے خالد پیدا ہوا۔ بہرحال خالد خواہ عبداللہ بن مسلم کا ہی بیٹا کیوں نہو۔ مگر سلسلۂ نسب میں عام طور پر جو تاریخی شہرت ہے وہ جعفر کے نام سے ہے اور خالد بن جعفر برمکی مشہور ہے اور اس کا اعتراف تو ہر مؤرخ کو ہے کہ خالد کی پرورش جعفر برمکی کے سایۂ عاطفت میں ہوئی ہے۔

تعلیم و تربیت

لیکن تعلیم و تربیت کے مزید حالات میں ہماری واقفیت محدود ہے البتہ تاج العروس سے صرف اِس قدر پتہ معلوم ہوا ہے کہ کشمیر کے پہاڑوں میں خالد کی تعلیم ہوئی تھی۔ چونکہ یہ زمانہ علوم و فنون کی بہار کا تھا۔ اور تمام اطراف ہندوستان علمی خزانوں سے معمور تھے۔ اِس لئے تعجب نہیں کہ دمشق سے سیر و سیاحت اور حصول علم کے لئے خالد کشمیر بھیجا گیا ہو۔ اور چونکہ جعفر خود بھی فرزانۂ روزگار تھا اس لیئے یہ صحیح سمجھنا چاہیئے کہ خالد بھی اعلےٰ تعلیم و تربیت کا ایک عمدہ نمونہ تھا۔

حاشیہ [1] یحییٰ کے دادا جعفر برمک کا لقب برمک اصغر اور جاماس کا برمک اکبر تھا۔ تاج العروس جلد ۹ صفحہ ۱۰۹۔ [1] جلد ۹ صفحہ ۱۰۹ جلد ۹ تاج العروس

Marfat.com

جس طرح تاریخوں سے یہ ثابت نہیں ہوا کہ جعفر برمکی نے خلافت اُمیہ میں کیا کیا کام کئے۔ بعینہ یہی حالت خالد کی ہے۔ اور کوئی واقعہ ایسا نہیں ہے جو ہشام بن عبدالملک کے عہد تک قابل تحریر ہو۔ کیونکہ ہشام[1] کے زمانے تک جعفر بن جاماس بھی زندہ تھا۔ بہرحال خالد کی شہرت عام اور اُس کی تمام کارگزاریاں خلافت عباسیہ سے وابستہ ہیں لیکن خلافت عباسیہ کے ابتدائی دَور میں خالد نے آل عباس کے ساتھ کیا سلوک کیا اور اُس کی اولاد نے آئندہ خلفا کو کس عروج پر پہنچا دیا۔ اس مسئلے کے سمجھنے کے واسطے چند سطریں لکھی جاتی ہیں جس سے خلافت کا اجمالی سلسلہ اور بنو امیہ کی سلطنت اور دولت عباسیہ کے آغاز کا حال معلوم ہوگا۔

بنو اُمیہ کی سلطنت کا زوال اور دولت عباسیہ کا آغاز

دولت بنی اُمیّہ کا زوال اور آل عباس کا ظہور اقبال کیونکر ہوا۔ یہ ایک وسیع مضمون ہے جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے۔ لیکن مختصر یہ ہے کہ آنحضرت صلعم سے پہلے عرب کے اصل جاہ وجلال کا گھر قریش کا قبیلہ تھا۔ اور پھر قریش کے تقسیم شدہ جرگوں میں ہاشم اور امیّہ دو برابر کے حریف تھے لیکن ان میں بھی مُلکی اقتدار میں بنو اُمیّہ بنو ہاشم سے بڑھکر تھا۔ پھر آں حضرت صلعم کے انتقال کے بعد خلیفۂ سوم کے دور میں بنی اُمیّہ کا ستارہ اور بھی

حاشیہ [1] ہشام بن عبدالملک ۱۰۵ھ میں تخت نشین ہوا۔ اور ۱۲۵ھ میں فوت ہو گیا۔ اسکے عہد میں زید بن علی بن حسین نے اہل کوفہ سے بیعت کی۔ مگر جب ہشام کی طرف سے فوج آئی تو تخمیناً ۵۰ آدمیوں نے امام کا ساتھ دیا۔ آخر امام شہید ہوئے۔ خاندان عباسیہ کی سلسلہ جنبانی پہلے پہل اسی کے عہد میں ہوئی۔ اور اسلامی ترقی یورپ میں فرانس تک پہنچ کر رک گئی۔ مثنوی صبح امید میں علامہ شبلی نعمانی نے اسی مضمون کی طرف اشارہ کیا ہے ؎

وہ نیزۂ خونفشاں کہ چل کر ٹھہرا تھا فرانس کے جگر پر

اور مروان حمار پر۔ خلافت امیہ کا خاتمہ ہو گیا۔ جو ۱۳۲ھ میں تخت پر بیٹھا تھا۔

Marfat.com

چمک گیا تھا۔ حتیٰ کہ امیر معاویہ کی ڈالی ہوئی نیاویں مروان بن حکم کی کوششوں سے عہد ہشام تک آسمان سے باتیں کرنے لگی تھیں۔ اور خلافت امیہ ایک عظیم الشان درجے پر پہنچی ہوئی تھی۔ یہ ترقی کے منظر بنی ہاشم کے پیش نظر تھے۔ گرولید وغیرہ کی سیاسی چالوں اور پرزور کوششوں نے خلافت کو سنبھالے رکھا۔ اور بنی ہاشم کی کوششیں رائگاں گئیں لیکن جب اُمیّہ خاندان کے اُلوالعزم بہادر دنیا سے کوچ کر گئے اور خلافت کا جاہ وجلال جاتا رہا۔ اُس وقت سادات اور علویین کے مقابلے میں ایک اور گروہ اُٹھا۔ جو آل عباس کے نام سے مشہور ہے۔ کیونکہ علویین میں سے حضرت عبداللہ (محمد بن حنیفہ کے بیٹے اور حضرت علی کے پوتے) کو زہر دے دیا گیا تھا۔ اور خراسان وایران کے حدود میں جو شورش تھی وہ جاتی رہی تھی۔ اب سادات میں کوئی بااثر باقی نہیں تھا۔ اور حضرت عبداللہ لاولد فوت ہوئے تھے۔ اِس لئے محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس (عم بزرگوار رسول اللہ صلعم) جانشین ہوئے۔ اور محض اس سجادہ نشینی کا یہ اثر ہوا کہ علویین کی مجتمع قوت خاندان عباسیہ میں منتقل ہو گئی۔ اور تمام ملک عراق وخراسان میں آل عباس کے نقیب اپنی منادی کرنے لگے۔ چونکہ عام نقیبوں کا اثر ملک میں پھیل چکا تھا۔ اِس لئے علویین کو پھر ابھرنے کا موقع نہیں ملا اگرچہ ۱۲۱ھ/۷۳۹ء میں زید بن علی و ۱۲۵ھ/۷۴۲ء میں یحییٰ بن زید اپنی بہادری کے جوش میں علمِ خلافت لیکر اُٹھے۔ لیکن نتیجہ یہ ہوا کہ دل کی آرزو دل میں رہی اور میدانِ کارزار میں مارے گئے اور خلافت کی اُمیدوں کے ساتھ فوجی طاقت بھی تشریف لے گئی۔ اور عباسیوں کے واسطے میدان صاف ہو گیا۔ ۱۲۶ھ/۷۴۴ء میں محمد بن علی نے انتقال فرمایا اور اُن کے بیٹے

Marfat.com

ابراہیم جانشین ہوئے۔ اور قوم و ملک سے امامت کا معزز خطاب حاصل کیا۔ امام ابراہیم سب سے زیادہ خوش نصیب تھے کہ ان کو ۱۲۴ھ ہجری میں ابو مسلم خراسانی (گو در پردہ کیانی یا بزرجمہر کی اولاد میں تھا) ایک ایسا بہادر اولوالعزم اور تجربہ کار شخص ہاتھ آگیا جس نے اپنی ان تھک کوششوں سے خلافت کو بلند درجے پر پہنچا دیا اور نقیب آل محمد اور بانی دولت عباسیہ کے لقب سے مشہور ہوا۔ ۱۳۲ھ ہجری میں لڑائیوں کے بعد امام ابراہیم مروان الحمار کی قید میں مارے گئے۔ اس لئے جمعے کے دن ۱۲۔ ربیع الاول یکم جنوری ۱۳۲ھ کو بمقام کوفہ بھائی کی جگہ پر ابو العباس بن محمد ملقب بہ سفاح خلیفہ بنایا گیا۔ اور سب سے پہلا خلیفہ خلافت عباسیہ کا ہوا۔ ادھر ابو مسلم کے زور بازو سے سمرقند۔ طوس۔ رے۔ جرجان۔ ہمدان۔ ونہاوند وغیرہ فتح ہوا اور شہر زور پر خود مروان کے بیٹے عبداللہ سے مقابلہ ہوا۔ ابو عون نے جو ابو مسلم کا ایک فوجی افسر تھا۔ عبداللہ کو شکست فاش دی۔ یہ خبر سنکر مروان ایک فوج عظیم کے ساتھ جو تعداد میں لاکھ سے زیادہ تھی اور جس میں بنو امیہ کا تمام خاندان شاہی شریک تھا۔ ابو عون کے مقابلے کو بڑھا ادھر سفاح نے محمد بن علی اپنے چچا کو ابو عون کی مدد کو بھیجا۔ مروان نے شکست کھائی۔ اور مصر کو روانہ ہوا چند روز بھاگتا پھرا اور آخر ۲۔ ذیحجہ ۱۳۲ھ کو بوصیر (مصر کا ایک شہر ہے) کے ایک گرجے میں محصور ہو کر مارا گیا۔ اور اس کے قتل کے ساتھ مروانی حکومت کا بھی خاتمہ ہوگیا" نتیجہ اس تمہید کا یہ ہے۔ کہ یہ فوجی بہادر مالک ....

حاشیہ ۱ نسب نامہ میں اختلاف ہے۔ بعض مورخ ابو مسلم کو عربی النسل قرار دیتے ہیں دیکھو الفی جلد اول۔

۲ صفحہ ۱۰ المامون۔

Marfat.com

بن ہشم عبدالملک بن یزید الازدی تھا جس کے حسن تدبیر اور زور بازو نے خلافت امیہ کا خاتمہ کر دیا۔ اور فتحمندی کا جھنڈا اُس کے ہاتھ رہا اِس آخری لڑائی میں جیسی شہرت عبدالملک نے پائی ہے۔ اُس سے زیادہ آل عبّاس کی حمایت میں خالد برمکی نے کوششیں کی ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ مؤرخین نے اس کو مفصل نہیں لکھا ہے۔ بلکہ ابتدائی لڑائیوں میں جابجا یہ لکھدیا ہے کہ اس لڑائی میں خالد برمکی بھی شریک تھا لیکن شارح قاموس کی تحریر سے یہ واضح ہوتا ہے کہ خالد نے دولت عباسیہ کے استحکام اور قیام سلطنت میں بڑی بڑی کوششیں کی ہیں اور ابوعون اوّل (عبدالملک) سے یہ ابوعون بھی کچھ کم نہیں ہے چنانچہ تاج العروس سے وہ عبارت نقل کی جاتی ہے "خالد کی کنیت[1] ابوعون اور ابوالعباس تھی۔ عبدالحمید کاتب سے روایت ہے کہ دعوت بنی عبّاس کے واسطے جو لوگ منتخب ہوئے تھے منجملہ اُن کے ایک خالدؓ بھی تھا۔ اور ابن العدیم نے بروایت ابن الارزق تاریخ حلب میں لکھا ہے کہ جعفر برمکی ہشام بن عبدالملک کے درِ دولت پر حاضر تھا۔ کہ وہاں محمد بن علی

حاشیہ [1] تاج العروس شرح قاموس جلد ۲ صفحہ ۱۰۹ مطبوعہ خیریہ پریس مصر

[2] دولت عباسیہ کے نقیب جو ممالک عراق اور خراسان میں دعوت دیتے تھے تعداد میں ستر تھے۔ عربی قبائل سے حسب ذیل داعی تھے جن کی بدولت سلطنت عباسیہ قائم ہوئی۔ سلیمان بن کثیر خزاعی۔ زہیر بن قحطبہ طائی۔ موسےٰ بن کعب تمیمی۔ خالد بن ابراہیم۔ ابوداؤد۔ ابوالقاسم بن مجاشع۔ عمران بن اسمٰعیل۔ ابوالنجم۔ مالک بن ہیثم خزاعی۔ طلحہ بن اشرس۔ عیسیٰ بن عین اور عجمیوں میں سے خالد برمک۔ ابومسلم خراسانی۔ اور ابوعلی ہروی مشہور و معروف ہیں۔ دیکھو طبری کبیر والفی۔

بن عبداللہ بن عباس تشریف لائے چنانچہ جعفران کا جاہ وجلال دیکھ کر تعجب میں رہ گیا اور حال پوچھا تو معلوم ہوا کہ آپ خاندانِ رسالت سے ہیں۔ تب جعفر نے اپنے بیٹے خالد سے کہا۔ کہ میرے عزیز بیٹے! یہ اہلبیتِ رسالت ہیں۔ اور ہر طرح پر یہی خلافت کے مستحق ہیں جہاں تک تم سے ہوسکے ان کی مدد کرو کہ یہ بڑی یادگار ہے۔" چنانچہ خالد نے باپ کی نصیحت پر دل سے عمل کیا۔ اور جب آل عباسؓ نے علمِ خلافت بلند کیا اُس وقت خالد بھی منجملہ دیگر اشخاص کے ایک اعلےٰ رکن تھا۔ حقیقت میں خالد برمکی نے جو کوشش ابتدائی زمانے میں سفاح کی استحکام سلطنت میں کی وہ آل برمک کے واسطے فخر تھی۔ اور خالد کی اس کوشش کا صلہ خلفاءِ عباسیہ سے جو کچھ یحییٰ وغیرہ کو ملتا وہ تھوڑا تھا۔ اور آل برمک نے جو جو احسان خلافت عباسیہ سے کئے ہیں اُن سب میں خالد کا یہ کارنامہ فوق رکھتا ہے۔ بہرحال اس محنت اور خیر خواہی کا صلہ بھی خالد کو جلد مل گیا۔ کیونکہ حفص بن سلیمان ابوسلمہ الخلال (وزیر آل محمد) کی سفارش سے جو سفاح کا وزیر اعظم تھا۔ فوجی صیغہ سے ملکی عہدے[۵۲]

حاشیہ [۵۲] کامل اثیر صفحہ ۱۴۹ جلد ۵ ذکر قتل عامر بن صنارۃ

[۵۳] اعلام الناس صفحہ ۱۴۸ مطبوعہ بمبئی حفص بن سلیمان ابوسلمۃ الخلال ملقب بہ وزیر آل محمد۔ دولت عباسیہ کا سب سے پہلا وزیر تھا۔ یہ وزیر کوفہ (محلہ خلالین) کا رہنے والا تھا۔ اور دعاۃ بنی عباس پر اپنی دولت کا کثیر حصہ خرچ کیا کرتا تھا۔ اور اسکا خسر یکسیہ بن ماہان امام ابراہیم کا کاتب تھا۔ جب یکسیر مرنے لگا تو امام ابراہیم سے حفص کے لئے سفارش کر گیا اور امام صاحب نے جعفر کو کوفہ سے بلالیا۔ چند روز میں اپنی کارگزاریوں سے وزیر مقرر ہوگیا۔ لیکن اخیر زمانے میں حفص کا یہ خیال ہوگیا تھا کہ حضرت جعفر بن محمد صادق۔ عبداللہ بن حسن بن علی۔ عمر الاشرف بن زین العابدین علیہم السلام میں سے کسی ایک کو سفاح کی جگہ تخت نشین کردے۔ چنانچہ خطوط بھی جاری کردئے گئے تھے۔ جب اِس

Marfat.com

پر خالد برمکی منتقل کیا گیا۔ اور چونکہ اقبال یاور تھا۔ اِس لئے ملکی مصلحتوں[1] سے سفاح نے ابو سلمہ کو قتل کرا دیا۔ اور بجائے[2] اُس کے خالد کو وزیر مقرر کر دیا۔ اس واقعہ سے بھی یہ امر ثابت ہے کہ سفاح نے پیشتر خالد کی قابلیت کا اندازہ کر لیا ہو گا۔ تب وزارت سپرد کی ہو گی۔ کیونکہ بغیر خاص اسباب کے کوئی بادشاہ یکایک کسی شخص کو وزارت کا عہدہ نہیں دیتا ہے خلافت عباسیہ میں یہ دوسرا وزیر تھا۔ جو خاندان برامکہ سے وزارت کے ممتاز عہدے پر مقرر[3] ہوا۔ چنانچہ سفاح کے مرنے تک خالد نے وزارت کی بعد انتقال سفاح کے ۳۰۔ جنوری ۱۳۶ھ / ۷۵۴ء میں المنصور ابو جعفر عبداللہ دوانیقی بھائی کی جگہ پر تخت نشین ہوا۔ چنانچہ اس عہد میں بھی خالد نے ایک سال ایک مہینے تک وزارت کی۔ لیکن ابو ایوب الموریانی نے ایک حکمت عملی سے خالد کو موصل بھیج دیا۔ تب منصور نے بجائے خالد کے ابو ایوب کو وزیر مقرر کیا۔ خالد نے موصل پہنچ کر معقول انتظام کیا۔ اور اکراد نے جو شور و خل مچا رکھا تھا۔ اس کو رفع کر دیا۔ لیکن وزارت بدستور ابو ایوب کے قبضے میں رہی اور خالد کو دیوان[4] الخراج کا دفتر سپرد کیا گیا جس کو نہایت

بقیہ حاشیہ سازش کا سفاح کو علم ہو گیا تو اس نے جعفر کو قتل کرا دیا۔ اور خالد برمکی کو بجائے اسکے مقرر کر دیا۔ تفصیل کے لئے دیکھو الفخری صفحہ ۱۳۱ مطبوعہ مصر۔

[1] صفحہ ۱۶۳ جلد ۵ کامل ابن اثیر [2] صفحہ ۳۲۱ - ابن خلکان جلد ۲

[3] صفحہ ۱۳۲ جلد ۲ - ابن خلکان حالات جعفر برمکی۔

[4] دیوان الخراج کا دفتر۔ تحصیل مالگزاری کا دفتر تھا۔ لیکن اس وسیع پیمانے پر جیسا کہ زمانہ حال میں صیغہ مال کا اعلیٰ افسر "بورڈ آف ریونیو" ہے یہ عہدہ دار وصول مالگزاری اور وصول جزیہ کا خاصکر ذمہ دار ہوتا تھا علاوہ اس کے اور بھی بہت سے ذمہ داری کے کام سپرد ہوتے تھے۔ دیانت عدالت کے سوا علم حساب اور علم مساحت جاننا لازمی تھا۔ دیکھو آثار الاول فی ترتیب الدول صفحہ مطبوعہ مصر حاشیہ تاریخ الخلفاء سیوطی۔

Marfat.com

دیانت اور قابلیت سے خالد نے انجام دیا اور چونکہ خلیفہ منصور کو خالد کے کاموں پر بہت اعتبار تھا اس لئے کوئی ملکی معاملہ ایسا نہ تھا کہ جو بغیر مشورہ خالد کے کیا جاوے لیکن افسوس ہے کہ برامکہ کے ملکی انتظامات کو مؤرخین نے بالکل قلم انداز کر دیا ہے اور اگر سچ پوچھئے تو ارکان سلطنت کی سیرت میں یہی ایک چیز ہے جو اس کی جان ہوتی ہے اسلئے ملکی انتظامات کے نظائر سے ہماری تاریخ بھی خالی ہے البتہ ایک واقعہ خالد کی اصابت رائے کا تعمیر بغداد ہے جس کو مستند مؤرخین نے لکھا ہے اس لئے ہم بھی اجمالاً اس کو لکھتے ہیں۔

ذکر آبادی بغداد[1]

عبداللہ ابوالعباس سفاح نے (اپنے عہد خلافت میں) کوفہ کے نواح میں ایک مختصر آبادی کی بنیاد ڈالی تھی اور اس کا نام ہاشمیہ رکھا تھا۔ اب تک یہی مقام دار الخلافت تھا۔ لیکن ابوجعفر منصور کی حکومت کے واسطے یہ مختصر مقام کافی نہ تھا۔ علاوہ بریں راوندیہ کی بغاوت۔ اور کوفہ کا قرب، بھی منصور کو ناپسند تھا۔ اس لئے پُر فضا اور وسیع اراضی کی تلاش ہوئی۔ ملک کے گوشہ نشین بطریق[2] اور راہب دریافت حال کے لئے بلائے اور

حاشیہ [1] یہ مضمون حسب ذیل تاریخوں سے ماخوذ ہے۔ صفحہ ۱۹۶ جلد ۳ ابن خلدون صفحہ ۱۰۰ جلد ۵ کامل اثیر و کربلائے بغداد صفحہ ۱۰۳ جلد ۳ روضۃ الصفا۔ صفحہ ۱۴ تاریخ برمکی۔ صفحہ ۱۴۰ از نزہت القلوب حمداللہ مستوفی۔ جغرافیہ جام جم۔ و جغرافیہ فرید و العجائب الماسونی و تاریخ بغداد و تفرق مقامات۔ العزی ۱۴۳۔

[2] یہ خلیفہ چونکہ طبیعت کا خونریز تھا اسلئے سفاح لقب ہوا لیکن باوجود خونریزی کے اور ریز تھا۔

[3] بطریق روم کا پوپ جس کی ماتحتی میں دس ہزار آدمی ہوں اس کے بعد دوسرا نمبر مطران کا ہے اور قسیس قومس کا اور کم و بیش نصاریٰ میں اسکے بعد

اُن سے مشورہ کیا۔ گرمی۔ سردی۔ بارش۔ اور حشرات الارض کے حالات دریافت کئے۔ چنانچہ تمام اہل الرائے کے مشورے کے بعد نوشیروان عادل کا باغ داد[1] جس کا مختصر نام بغداد مشہور تھا۔ انتخاب ہوا۔ باعتبار اعتدال آب وہوا۔ اور نیز ملکی مصلحتوں کے بھی یہ جگہ نہایت موزوں تھی اور چاروں طرف نہایت زرخیز صوبے واقع تھے۔ دریائے دجلہ اور فرات کا اتصال۔ شام۔ رقہ۔ مصر۔ مغرب۔ چین۔ ہند۔ بصرہ۔ واسط۔ دیار بکر۔ روم اور موصل ممالک اسلامی کی تجارت کے واسطے دسامور (منڈی یا مشترک تجارت گاہ) ہوسکتا تھا۔ چنانچہ منصور نے بھی اسی جگہ کو پسند کیا۔ اور خود ملاحظے کے لئے موقع پر گیا۔ مؤرخین نے لکھا ہے کہ جس وقت منصور بغداد کے معائنے کو جارہا تھا اُس وقت راہبوں نے خاص خاص پیشین گوئی کیں۔ منجملہ اُن کے ایک یہ تھی۔ کہ بانی عمارت کا لقب مُقلاص[2] ہوگا۔ منصور نے سُنا تو تصدیق کی اور کہا کہ "خدا کی قسم میرا ہی لقب مقلاص ہے۔" اور بہت خوش ہوا اور فوراً منتخب شدہ اراضی بقیمت مناسب راہبوں سے خرید کرلی گئی۔ اور فرامین بھیج کر شام۔ موصل۔ کوفہ۔ واسط۔ کوہستان۔ جبل۔ اور بصرہ سے صناع اور کاریگر طلب کئے گئے۔ طبیعت میں چونکہ بخل تھا۔ اور اسی وجہ

بقیہ حاشیہ جالیق اور مطران واسقف کا درجہ ہے از فرائد اللغۃ صفحہ ۳۲ و ۳۳ مطبوعہ بیروت [1] بغداد کی وجہ تسمیہ میں سب سے زیادہ قرین قیاس یہی ہے کہ یہ مختصر آبادی جو دارالخلافت کے واسطے تجویز ہوئی تھی اس کے قریب نوشیروان کا باغ تھا۔ جہاں وہ مقدمات فیصل کیا کرتا تھا۔ اور اسی وجہ سے وہ باغ داد کہلاتا تھا (انصاف کا باغ) [2] تاریخ بغداد و کامل ابن اثیر میں مقلاص کا قصہ لکھا ہوا ہے۔ اور یہ ایک بڑے عالم راہب کی پیشین گوئی کہی جاتی ہے لیکن کیا عجب ہے کہ اس راہب کو منصور کا یہ نام خارج معلوم ہوگیا ہو

سے دوانقی کہلاتا تھا۔ اس لئے عام نگرانی اور حساب کی جانچ پڑتال کے لئے نہائت امانت اور دیانت کے لوگ جمع کئے گئے۔ امام ابو حنیفہؒ صاحب کو خشت شماری کا نہایت کام سپرد کیا گیا اور تعمیر کی خدمت نامی انجنیروں کے سپرد کی گئی۔ ایسے بڑے دارالحکومت کی تیاری میں چونکہ کروڑوں روپے کا صرف تھا اسلئے کفایت شعاری کا خیال پیدا ہوا۔ اس وقت ابو ایوب الموریانی کے مشورے سے خلیفہ منصور کی یہ رائے ہوئی کہ نوشیروان عادل کے شاہی محلات جو مدائنؔ میں موجود ہیں۔ اور خاص کر ایوان کسریٰ جو نہایت وسیع عمارت ہے اس کو مسمار کر کے اسی اینٹ۔ چونہ اور لکڑی سے بغداد کی تعمیر شروع کی جائے چنانچہ تائید کلام کے واسطے خالد برمکی سے اپنا ارادہ ظاہر کیا۔ لیکن منصور کی امید کے خلاف خالد نے نہایت ادب سے عرض کیا "کہ امیر المومنین آپ کا یہ خیال نہایت پست ہے۔ خزانے میں کس چیز کی کمی ہے کہ آپ شاہانِ عجم کی عمارت جو زمانے میں یادگار رہے مٹانا چاہتے ہیں (عرفیؔ کا یہ شعر اس کا مصداق ہے از مؤلف)

از نقش و نگار در و دیوار شکستہ
آثار پدید ست صنادید عجم را

حاشیہ ؎ امام صاحب سے جو سختی کی گئی اس کا خاص سبب یہ تھا کہ منصور نے کئی بار امام صاحب کو عہدۂ قضا کے واسطے نامزد کیا لیکن امام صاحب نے فرمایا کہ میں اس منصب کے قابل نہیں ہوں۔ منصور نے غیظ میں کہا کہ "تم جھوٹ کہتے ہو" امام صاحب نے جواب دیا کہ "میرا دعوے سچا ہے کیونکہ جھوٹا شخص قاضی نہیں مقرر ہو سکتا ہے۔

؎ مدائن ارض بابل میں قدیم شہر تھا اور سب سے بڑا اور اس میں ایوان کسریٰ واقع تھا۔ جسکے ارتفاع اور استحکام کی تاریخ میں مثال دیجاتی ہے جس کی نسبت ایک شاعر لکھتا ہے ؎ جزائے حسن عمل ہیں کہ روزگار ہنوز + خراب مے نکند بارگاہ کسریٰ را۔ اس وقت ویران پڑا ہوا ہے۔ اور شہر حلہ کے پرگنہ میں شمار ہوتا ہے۔ اور وہ مشہور و معروف کنواں بھی اسمیں ہے جسمیں بیان کیا جاتا ہے کہ ہاروت و ماروت قید ہیں

Marfat.com

اور قطع نظر اس کے باعتبار فتوحات اسلام کے بھی ایوان کسریٰ آثار اسلام سے ہے جس کے دیکھنے سے ابتدائی زمانہ رسالت مآب کا یاد آتا ہے اور آپ کے ایک معجزے کی تصدیق ہوتی ہے جو وقت ولادت باسعادت کے ہوا تھا جیسا سعدی علیہ الرحمۃ کا قول ہے (از مؤلف)

چو صیتش در افواہ دنیا فتاد
ترزلزل در ایوان کسریٰ فتاد

اور حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کا مصلّٰے تو اب تک موجود ہے۔ علاوہ اس مذہبی تقدس کے نوشیروان اور خسرو پرویز نے ایوان کو ایسا مستحکم بنایا ہے کہ اس کی ایک اینٹ بھی مسلّم اپنے محل سے الگ نہ ہوگی اور جس قدر رقم مسماری میں صرف ہوگی اتنی ہی میں جدید عمارت تیار ہو جائیگی اور امیر المؤمنین کا یہ خیال بادشاہوں کی نظر میں حقارت سے دیکھا جائیگا اس لئے میں آپ کی اس رائے کا مخالف ہوں" افسوس! کہ منصور نے خالد کے اس بلا تعصب اور عاقلانہ مشورے کا کچھ بھی خیال نہیں کیا اور خالد کے جواب میں کہا کہ "تیرے آباو اجداد خاندان کسریٰ کے نمکخوار تھے اس لئے اب تک اُن کی محبت تیرے دل میں جاگزین ہے اور تو نہیں چاہتا ہے کہ آتش پرستوں کے آثار دنیا سے مٹائے جائیں" خالد یہ سُنکر بمقتضائے ادب خاموش ہو رہا لیکن منصور نے اپنی خودرائی سے حکم دے دیا کہ اوّل ایوان کسریٰ کا ایک چھوٹا ٹکڑہ جو قصر ابیض

حاشیہ ۱؎ الفخری صفحہ ۱۴۰۔

Marfat.com

(سفید کوٹھی) کے نام سے مشہور ہے توڑا جائے۔ چنانچہ کام جاری کر دیا گیا۔ لیکن چند روز کے حساب دیکھنے پر معلوم ہوا کہ جس قدر ڈھلائی اینٹوں کی دی گئی ہے وہ اُس لاگت سے زیادہ ہے جس سے نئی اینٹیں تیار ہو سکتی تھیں۔ تب منصور نے اپنی غلط فہمی کا اعتراف کیا اور قصر ابیض کا توڑا جانا ملتوی کر دیا اور خالد سے کہا کہ اب میرا ارادہ ایوان کسرےٰ کے مسمار کرنے کا نہیں ہے" اُس وقت خالد نے عرض کیا کہ "میں آپ کی اس راے کا بھی مخالف ہوں کام بدستور جاری رہنا چاہئے اور کل ایوان مسمار کرا دیا جائے۔" یہ سنکر منصور جھلّا اُٹھا اور غضب ناک ہو کر کہا کہ تیری یہ راے بھی غلط ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ تو کیا کہتا ہے؟ تب خالد نے عرض کیا کہ امیر المومنین خدا کی قسم میری دونوں رائیں نصیحت اور خیر خواہی کی تھیں۔ میں نے اوّل انہدام ایوان سے اسلئے منع کیا تھا کہ ایوان ملوکِ[1] عجم کی یادگار ہے جن کی سلطنت تو زائل ہو چکی ہے۔ لیکن اُن کی ہیبت و شوکت کی مثال موجود ہے۔ اور یہ عمارت زبان حال سے آنے والی نسلوں کو بتاتی ہے۔ کہ باوجودیکہ ملوک فارس نہایت زبردست تھے۔ لیکن جس قوم نے اس پر فتوحات حاصل کیں وہ اُس سے زیادہ قوی تھی اس سے اسلام کی عظمت و شان معلوم ہوتی ہے۔ جسنے عجم کو تہ و بالا کر ڈالا ہے۔ اور اب جو میں کہتا ہوں کہ ایوان مسمار کرا دیا جاے۔ اس میں یہ حکمت ہے کہ جب آئندہ نسلیں بنی ہوئی عمارت کے بعض حصّے کو ٹوٹا پھوٹا دیکھیں گی تو

حاشیہ [1] اینٹ و چونہ کی جیسی یہ عمارت تھی تمام دنیا میں ویسی عالیشان عمارت کسی نے نہیں بنائی۔ صرف مکان کا اندرونی صحن ۱۵۰ گز مربع تھا۔ جس میں ۴۲ گز طول ۶۵ گز عرض ۸۲ گز ارتفاع کا ایک خوبصورت چبوترہ بنا ہوا تھا۔ نزہت القلوب مستوفی۔

Marfat.com

کہیں گی کہ ایک وہ قوم تھی جس نے ایسی مستحکم عمارت بنائی اور دوسری وہ تھی کہ بنی ہوئی عمارت کو توڑ بھی نہ سکی" (حالانکہ بنانے سے عمارت کا توڑنا سہل ہے) اب اگر یہ ایوان مسمار نہ کیا جائیگا تو ملوک فارس کی تعظیم اور شاہانِ اسلام کی توہین ہوگی بلکہ لوگوں کو یہ کہنے کا موقع ملیگا کہ بخل کے سبب خلیفہ اس عمارت کو بھی مسمار نہ کرسکا" لیکن منصور نے اِس مفید اور عاقلانہ مشورے پر کچھ خیال نہیں کیا اور قصر ابیض کو ٹوٹا پھوٹا اپنے حال پر چھوڑ دیا[1]۔ اور جدید عمارت کی تیاری کا حکم صادر کیا۔ چنانچہ بنیادی پتھر رکھنے کا وقت آگیا تو نوبخت مجوسی منجم کو (یہ منجم منصور کے ہاتھ پر اسلام لایا تھا) حکم دیا کہ احکام نجوم کے مطابق زائچہ تیار کرو (خلفاے عباسیہ میں منصور کو نجوم پر زیادہ اعتقاد تھا) اور مزید اطمینان کے لئے خالد برمکی۔ حجاج بن ارطاہ ابراہیم الفرازی و علی بن عیسےٰ منجمین کو بھی زائچہ دکھایا جائے۔ چنانچہ بہ تعمیل حکم تمام منجمین نے حسب ضابطہ زائچہ تیار کرکے پیش کیا باعتبار مصطلح معنوں کے خانہ طالع میں قوس تھا۔ نوبخت نے صاف الفاظ میں حکم لگا دیا کہ یہ جگہ مبارک ہے اور زمانہ دراز تک عمارت قائم رہیگی۔ خلائق کی کثرت سے ملک آباد رہے گا اور سب سے زیادہ حیرت انگیز یہ حکم لکھا کہ "دار الخلافت میں کوئی تخت نشین فوت نہوگا۔ منصور نے یہ احکام سُنے تو خوش ہوا اور ہنسکر کہا کہ "الحمد للہ علے ذلک" جب سب مرحلے طے ہوگئے تو بروز سہ شنبہ جمادی الاول ۱۴۷ھ ۷۶۲ء ۲۹ جون میں خود اپنے ہاتھ سے بنیاد کا پتھر رکھا اور اُسوقت قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰہِ یُوْرِثُھَا

حاشیہ [1] جس طرح خالد نے منصور سے ایوان کسرنے کے انہدام پر مخالفت کی تھی۔ ویسی ہی ایک موقع پر یحییٰ برمکی نے ہارون سے اختلاف کیا تھا کہ ایوان کا کوئی حصہ مسمار نہ کرایا جائے۔

[2] عمارہ بن عقیل نے اسی مضمون کی طرف اشارہ کیا ہے چنانچہ لکھتا ہے ؎ قضیٰ ربہا ان لا یموت خلیفۃ + بہا و بما قد شاء فی خلقہ یقضے

مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ یعنے کل زمین خدا کی ہے اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اُس کو عنایت کرتا ہے۔ میر عمارت نے اپنا کام شروع کیا۔ اصول ہندسہ کے مطابق تمام عمارت تعمیر کرائی گئی پچاس ہاتھ چوڑی بنیاد رکھی گئی۔ لیکن سطح خاک کے برابر پہنچ کر صرف بیس ہاتھ کا عرض رہ گیا ایوان شاہی وسط میں تیار کرایا گیا علاوہ اسکے **قصر الخلد** — **قصر الذہب** **قبۃ الخضرا** مسجد جامع بےنظیر عمارتیں تیار ہوئیں۔ اور ان سب عمارات کی تیاری میں دو کروڑ درہم یعنے پچاس لاکھ مطابق سکۂ انگریزی کے صرف ہوئے اور پانچ برس کی محنت میں (تاریخ چہارم صفر یوم سہ شنبہ ۱۸ مارچ ۷۶۶ء ۱۴۹ھ ہجری میں) تعمیر کا کام ختم ہو گیا۔ اور بجائے بغداد کے اسلامی نام مدینۃ الاسلام رکھا گیا۔ جو تصنیفات میں اب تک باقی ہے شعرائے فصیح و بلیغ قصائد فارسی و عربی میں بغداد کی تعریف میں لکھے ہیں جن میں سے حکیم انوری[1] کا قصیدہ نہایت دلچسپ ہے جسمیں بغداد[2] کی خوشگوار اور لطیف آب و ہوا اور دجلہ

حاشیہ [1] انوری بڑے رتبے کا شاعر اور نجومی تھا ۵۴۵ھ میں بمقام بلخ فوت ہو گیا۔ سلطان سنجر کی مدح میں اسکے قطائد قابل تعریف ہیں۔ از تذکرہ دولت شاہ سمرقندی صفحہ ۱۴۲۔ [2] جس بغداد کی تمام دنیا میں دھوم تھی افسوس ہے کہ اب وہ ایک معمولی شہر رہ گیا ہے۔ مصنف جام جم اس کی موجودہ حالت لکھتا ہے کہ اب تخمیناً اسّی ہزار کی مردم شماری ہے۔ خلیفہ ہارون الرشید کے عہد سلطنت میں جب برامکہ کی وزارت تھی۔ بغداد کی شان و شوکت بہت بڑھ گئی تھی۔ تاریخ الفی کا مصنف لکھتا ہے کہ صرف شہر میں عام حمام ساٹھ ہزار تھے۔ اور ہر حمام میں کم از کم سات خدمتگار ہوتے تھے۔ تیس ہزار مسجدیں تھیں اور امام و مؤذن کو مشٹنے اکر کے پانچ چھ آدمیوں کی جماعت سے نماز ہوتی تھی۔ کل شہر سولہ دروازوں پر تقسیم تھا اور مابین ہر دروازے کے آٹھ میل کی مسافت تھی قریب دس لاکھ کے خاص شہر کی مردم شماری تھی۔ اگر مساجد و حمام کی تعداد زمانہ حال میں مبالغہ سمجھی جاوے تو چہارم تعداد میں تو کوئی شک و شبہ نہیں ہو سکتا ہے [3] دریائے دجلہ آرمینیہ کے پہاڑوں سے نکلا ہے عراق عرب کے حق میں یہ دریا رحمت ہے۔ بڑی تیزی سے بہتا ہے۔ ۳۰ فرسنگ طولاً اسکا بہاؤ ہے یعنے ۶۳۰۰۰ ہزار گز انگریزی زندہ رود۔ ارل رود۔ ارونڈ رود۔ بھی کہتے ہیں ہوا نے میں اس کے کنارے پر بڑے بڑے شہر آباد ہوئے ہیں مثلاً نینوہ۔ سلیوشیہ۔ طیسفون۔ بغداد۔ موصل۔ دیار بکر وغیرہ۔ یہ دریا سال میں دو مرتبہ طغیانی پاتا ہے اول اپریل بعدہٗ نومبر اور یہ طغیانی بسبب پگھلنے برف اور شدت بارش کے ہوتی ہے۔

Marfat.com

کی روانی اور باغوں کی فضاؤں کا بیان بہت خوب صورتی سے کیا ہے لہذا ہم بھی اسکے چند اشعار پڑھکر بغداد سے رخصت ہوتے ہیں۔

اشعار منتخب قصیدۂ حکیم انوریؒ

خوشا نواحیِ بغداد جاے فضل و ہنر
کہ کس نشاں ندہد در جہانِ چناں کشور

سواد او بہ مثل چون سپہر مینا رنگ
ہوائے او صفت چون نسیم جاں پرور

کنار دجلہ ز ترکانِ سیمتن خلخ
میان رجبہ ز خوبان ماہ رخ کشمر

ہزار زورق خورشید شکل بر سر آب
بر اں صفت کہ پراگندہ بر سپہر اختر

بہ شبہ باغ شود آسماں بہ وقت غروب
بہ شکل چرخ شود بوستاں بوقتِ سحر

بوقت شام ہمے ایں بآں سپار و گل
بگاہ بام ہمے آں بایں دہد اختر

شگفتہ نرگس بویا۔ بہ طرف لالہ ستاں
چنانکہ در قدحِ گوہریں مئے اصفر

بخاصیت ہمہ سنگش عقیق لولو بار
بہ منفعت ہمہ خاکش عبیر غالیہ بر

صبا سرشتہ بخاکش طراوتِ طوبےٰ
ہوا نہفتہ در آبش حلاوتِ کوثر

نواے طوطی و بلبل۔ خروش عکہ و سار
ہمیں کنند خجل لحنہاے خنیاگر

خلیفہ منصور کو خالد کی ذہانت۔ تجربہ اور اصابت راے کا چونکہ کامل یقین ہو گیا تھا۔

حاشیہ ۱؎ حکیم انوری کے علاوہ دیگر شعرا نے بھی قصائد و رباعیات لکھی ہیں اور عربی قصائد بھی بکثرت ہیں لیکن بطور نمونہ کے صرف ایک رباعی پر اکتفا کیا جاتا ہے ؎ بغداد خوش ست لیکن از بہر کسے + کو را برادراں بود و دستہ ہے + با ہمنفسے بسر بود عمر عزیز + ضائع نگزارد از جوانی نفسے +

Marfat.com

اِس لئے تعمیر بغداد کے بعد کوئی ایسا معاملہ نہیں ہُوا کہ جس میں خالد کے مفید مشورے کے مطابق عملدرآمد نہ کیا گیا ہو۔ اس لئے بیعت مہدی کے معاملے میں بھی منصور نے خالد کو

بیعت مہدی و خلع عیسیٰ بن موسیٰ

اپنا ہمراز بنایا اور تفصیل اس واقعہ کی یہ ہے کہ ربیع الاول ۱۴۷ھ سنہ ۷۶۴ء ہجری میں خلیفہ منصور نے اپنے بھتیجے عیسےٰ بن موسےٰ کو جو عہد سفاح سے اب تک کوفے کا والی تھا معزول اور ولیعہد مہدی سے خارج کر کے شہزادہ مہدی کے لئے بیعت لینا چاہی چنانچہ خالد برمکی معزز ارکانِ سلطنت کو (جو تعداد میں تیس ۳۰ تھے) اپنے ہمراہ لے کر کوفہ روانہ ہوا۔ اور عیسیٰ کو بیعت مہدی پر آمادہ کیا۔ لیکن عیسےٰ نے کسی کا کہنا نہیں مانا اور اپنے دعووں پر مستقل رہا۔ تب خالد نے منصور کے روبرو بموجودگی ارکان وفد یہ شہادت دی کہ "حقیقت میں عیسےٰ نقضِ بیعت پر آمادہ ہے"۔ چنانچہ[1] اِس شہادت پر منصور نے عیسےٰ کو حکومت کوفہ سے معزول کر کے محمد بن سلیمان بن علی کو مقرر کر دیا۔ اور علی رؤس الاشہاد خالد نے شہزادہ مہدی کے واسطے بیعت لینا شروع کی۔ اس کارگزاری کے صلے میں علاوہ انعام کثیر کے منصور نے خالد اور اُس کی اولاد کے حق میں عمدہ سلوک کئے اور سب سے بڑھکر یہ قدردانی کی کہ مہدی

خالد اتالیق مہدی عباسی

کا اتالیق خالد کو مقرر کر دیا۔ اور خالد کو یہ ہدایت کی گئی کہ "ہر جگہ خواہ بزم ہو یا رزم مہدی کے ساتھ ساتھ رہے"

حاشیہ [1] کامل اثیر جلد ۵ صفحہ ۱۴۲ و ۱۴۳ و ابن خلدون جلد ۳ صفحہ ۱۹۰۔

Marfat.com

اور حصول تجربے کے لئے رے[1] اور طبرستان کی حکومت مہدی کے سپرد کر کے خالد کو ہمراہ کر دیا اور وقت رخصت کے خالد کو پھر سمجھایا کہ "ہمیشہ مہدی کے پاس رہنا" چونکہ مہدی کا عالم شباب تھا اس لئے دارالحکومت میں پہنچکر عیش و طرب کے جلسوں میں پڑ گیا دن کو سیر و شکار اور رات کو بے تکلفی کے جلسوں سے دل بہلایا کرتا تھا۔ خالد نے مہدی کا یہ رنگ دیکھ کر سمجھایا کہ صاحب عالم! امیر المومنین نے آپ کو ولیعہد سلطنت کیا ہے۔۔

خالد کی حکیمانہ نصیحت

آپ کے حاسد۔۔ دشمن۔ اور برابری کے دعویدار۔ بہت ہیں اور اس مقام کی روانگی سے بھی امیر المومنین کا یہ مقصد ہے کہ امور سیاست میں کامل دستگاہ حاصل ہو اطراف عالم میں بلند اقبالی اور ملک گیری کی شہرت ہو۔ دشمنوں کی نظروں میں عزت و وقار ہو۔ کیونکہ یہی عمر کام کرنے کی ہے۔ اگر اس وقت شہرت نہ ہوئی تو آئندہ قوم و ملک میں کیا اعتبار ہوگا۔ میری یہ عرض ہے۔ کہ حضور والا فوج بھرتی کریں اور مالگزاری اور ملک کی آمدنی کا بڑا حصہ فوج پر صرف کیا جائے۔ مالگزاری کے اصول مستقل طور پر بنائے جائیں۔ رعایا کے مقدمات میں عدل و انصاف سے تجاوز نہ ہو۔ سرحدی مقامات پر دشمنوں کی آمد کا انسداد کیا جائے اور جو راستے

حاشیہ [1] ارض طبرستان اور ارض رے عراق عجم کے دو مشہور صوبے ہیں۔ اور ان کے دارالسلطنت بھی اسی نام سے مشہور ہیں لیکن رے بہت قدیم ہے چنانچہ لحاظ قدامت کے عرب رے کو ام البلاد و شیخ البلاد کہتے ہیں۔ حضرت شیث علیہ السلام نے اس کی بنیاد ڈالی تھی۔ لیکن عہد ہوشنگ منوچہر۔ اور فریدوں میں دن بدن ترقی ہوتی رہی۔ اور بعد زوال حکومت فارس کے عہد اسلام میں مہدی عباسی نے اس کو خوب آباد کیا تھا۔ اب ویران ہے اور اسکے شمالی حصے میں طہران آباد ہے۔ طغرل سلجوقی کا گنبد آثار قدیمہ میں سے آج تک باقی ہے۔ از جام جم۔ و نزہت القلوب۔

Marfat.com

خطرناک ہیں اُن پر حفاظت کے لئے بہ تعداد مناسب فوج رہے۔ دشمن کے عام حالات سے ہر وقت خبردار رہنا چاہئے۔ اور تمام ملکی معاملات کی امیر المومنین کو اطلاع کرنا چاہئے۔ یہ بادشاہوں کے فرائض ہیں۔ جب ان کاموں سے فرصت ملے تو سیر و شکار کا بھی مضائقہ نہیں۔" چونکہ خالد کی تقریر دل سوزی اور حکمت آمیز مقولوں سے بھری ہوئی تھی اِس لئے مہدی پر اُس کا اچھا اثر پڑا۔ شکار کا جانا بھی کم ہو گیا اور امور سلطنت میں دل چسپی پیدا ہو گئی۔

خالد کی صائبت رائے کا ایک واقعہ

ایک دن کا واقعہ ہے کہ مہدی مع مختصر فوج کے ایک جنگل میں شکار کھیل رہا تھا۔ خالد ہمراہ رکاب تھا۔ کہ دور سے ایک قلعے کی بلندی معلوم ہوئی۔ مہدی نے قلعے کے اوپر جا کر نظارہ کرنا چاہا چنانچہ مع اپنے منتخب سپاہیوں کے قلعے کے اندر داخل ہوا۔ اور اُس کے بلند حصے پر چڑھ گیا۔ ناگاہ شمال کی جانب سے گرد اڑتی ہوئی نظر آئی خالد نے مہدی سے کہا کہ "یہ غبار خالی از علت نہیں ہے۔ کیا تعجب ہے کہ دشمن کے لشکر کی گرد ہو۔ کیونکہ آندھی کی یہ علامت نہیں ہے۔ اور ہوا کی معمولی رفتار میں کچھ اضافہ نہیں ہوا ہے۔ یہ غبار ضرور کسی لشکر کا ہے۔ اس لئے ہم کو ہوشیار رہنا چاہئے۔" مہدی کو خالد کی باتیں تعجب انگیز معلوم ہوئیں لیکن بزرگ ناصح کے کہنے سے روانہ ہوا ایک فرسنگ طے کیا ہوگا کہ گورخر، ہرن، اور صحرائی جانور بھاگتے ہوئے نظر آئے۔ خالد نے کہا کہ "لشکر حریف کے بھگائے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ آگے چلو۔" تھوڑی دور پہنچنے پر معلوم ہوا کہ لشکر دیالمہ لڑائی کے ارادے سے آرہا ہے۔ مہدی

نے واپس جانا غنیمت سمجھا۔ خالد نے بڑھ کر رکاب تھامی اور عرض کیا کہ یہی تو لڑائی کا موقع ہے۔ دشمن کی فوج منزل مارے ہوئے آرہی ہے۔ ہر ایک سپاہی تھکا ماندہ، بھوکا، پیاسا ہے۔ ہماری فوج اگرچہ حریف کے مقابلے میں کم ہے۔ لیکن تازہ دم، اور دھاوے کے قابل ہے سب کو درست کر کے حملہ کر دینا چاہئے۔ فتح ہمارے ساتھ ہے۔ اور بغیر مقابلہ واپس چلنے میں علاوہ بدنامی کے غنیم کو جرأت ہوگی۔ اور اگر تھوڑا سا بھی وقفہ مل گیا تو پھر ان سے مقابلہ مشکل ہوگا[1]" مہدی نے حسب مشورۂ خالد حملہ کر دیا۔ میدان میں تلواریں چمکنے لگیں تھوڑی دیر میں دیالمہ کو شکست ہوئی اکثر ہلاک ہوئے اور کسی قدر گرفتار۔ میدان مہدی کے ہاتھ رہا۔ اور بے شمار غنیمت ہاتھ لگی جس میں سے سب سے عمدہ اور منتخب چیزیں خالد کو عطا کی گئیں۔ اور امیر المومنین منصور کے حضور میں اس واقعہ کی ایک عرضداشت مہدی نے اپنے قلم سے لکھ کر روانہ کی۔ اس معرکے کے بعد سے خاندان عباسیہ کو آل برمک سے خاص محبت ہو گئی تھی۔ اور خالد برمکی منصور و مہدی کی نظروں میں معزز و ممتاز ہوتا جاتا تھا بلکہ تاریخی شہادت سے پایا جاتا ہے کہ آئندہ استحکام اور دوام خاندان برامکہ کا باعث یہی مہدی عباسی ہے۔ چونکہ خلیفہ منصور خالد کی عاقلانہ کارروائیوں سے نہایت خوش تھا۔ اس لئے[2] ۱۴۸ھ / ۷۶۵ء ہجری میں خالد

حاشیہ [1] خالد برمکی کا یہ واقعہ ابن خلکان کی جلد ۲ صفحہ ۳۲۲ میں بھی تحریر ہے۔ صرف اس قدر اختلاف ہے کہ ابن خلکان کے نزدیک یہ واقعہ اس وقت کا ہے۔ جب ابو مسلم خراسانی و قحطبہ بن شبیب الطائی نے یزید بن عمر بن ہبیرۃ الفزاری عامل عراقین پر حملہ کیا تھا۔

[2] کامل ابن اثیر صفحہ ۲۱۰ جلد ۵۔

Marfat.com

موصل کی حکومت

کو نہایت ذمہ داری کا کام یعنی موصل کی گورنری مرحمت ہوئی کیونکہ اس صوبے میں اکراد[1] نے نہایت شورش پھیلا رکھی تھی چنانچہ خالد نے اپنی عاقلانہ کوشش سے کل انتظام کر دیا اور بعد انتظام کے واپس آیا چونکہ قائم مقامی کی کارروائی میں خالد نے نیک نامی حاصل کی تھی اس وجہ سے منصور کو خالد کا خیال تھا ۱۵۸ھ میں جب موسیٰ بن کعب گورنر موصل نے سرکشی کی تو خلیفہ نے اس کی معزولی کا حکم صادر فرمایا اور شہزادہ مہدی کو حکم دیا کہ "تم رقہ کو موصل ہو کر روانہ ہو اور موسیٰ کو گرفتار کر کے اس کی معزولی کا اعلان کرو مگر عام طور پر یہ شہرت نہو۔ اور بظاہر بیت المقدس کی روانگی معلوم ہو" چنانچہ مہدی نے ایسا ہی کیا۔ اور کل احکام کی تعمیل کر کے واپس آیا لیکن اکراد کی شرارتوں کی متواتر خبریں پہنچ رہی تھیں اس لئے اب ایک عاقل اور منتظم حاکم کی ضرورت تھی۔ منصور نے ارکانِ سلطنت سے پوچھا کہ موصل کی گورنری کے قابل کون شخص ہے مسیب بن زہیر نے کہا کہ "میرے نزدیک خالد برمکی سے بڑھکر کون ہو سکتا ہے" منصور نے کہا یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ میں خالد کو مقرر کروں کیونکہ ابھی ایک معاملے میں وہ ماخوذ ہے۔ اور تیس[2] لاکھ درہم اس کے ذمے واجب الادا ہیں اور جس کی میعاد صرف تین یوم ہیں اگر اندر میعاد داخل نہوا تو وہ قتل کیا جائیگا لیکن مسیب نے بہت اصرار کیا اور کہا کہ میں خالد کی ضمانت کرتا ہوں۔ تب دوسرے دن خالد منصور کے سامنے پیش ہوا۔ اور یحییٰ بن خالد کی کوشش و عمارہ بن حمزہ کی فیاضی سے

حاشیہ [1] صفحہ جلد ۶ کامل ابن اثیر [2] کامل میں اسکی کوئی صراحت نہیں ہے لیکن اور تاریخوں سے پایا جاتا ہے موصل کی گورنری پر ۱۵۸ھ تک خالد مقرر رہا ہے۔ اور خزانۂ شاہی کی تیس لاکھ کی رقم خالد نے صرف کر ڈالی تھی جس کا الزام اس پر تھا۔

Marfat.com

کل روپیہ بھی داخل خزانہ ہوگیا۔ اور بقیہ تین لاکھ خلیفہ نے معاف کردیا۔ اور موصل کی گورنری کا فرمان خالد کو مل گیا۔ چنانچہ خالد نے پہنچتے ہی تمام فساد اور ہنگامے رفع کردئے۔ اور ملک کو اپنے احسانات اور انتظامات سے فرمانبردار بنالیا۔ اس وقت سے منصور کی وفات تک برابر خالد موصل کی گورنری[1] پر مقرر رہا۔ اور خلیفہ منصور کا یہ حسن سلوک صرف خالد تک محدود نہ تھا۔ بلکہ اس کے فرزند یحییٰ برمکی کو بھی بڑے بڑے صلے اور انعام ملا کرتے تھے۔ پھر رفتہ رفتہ مکی عہدے ملنے لگے۔ چنانچہ آذربیجان[2] کی گورنری نے یحییٰ کے مکی اقتدار کو اور بھی بڑھا دیا۔ بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ یحییٰ کی آئندہ ترقی اور شہرت عام کا یہ پہلا زینہ تھا۔

خالد کا علم و فضل و مکی اقتدار

خالد کے فضل و کمال، علم و رائے، تدبیر و شجاعت شوکت و ہیبت کی جس قدر صحیح تعریف کیجائے وہ کم ہے جس شخص نے خلافت عباسیہ میں اپنی آئندہ نسلوں کے واسطے امارت و وزارت بلکہ سلطنت کا اعزاز قائم کیا وہ یہی خالد برمکی ہے۔ خالد کی خداداد قابلیت کا اندازہ صرف اسی سے نہیں ہوسکتا ہے کہ وہ بڑی بڑی جاگیروں کا والی تھا۔ بلکہ اپنے خاندان اور اولاد کو اپنے ہی دور حکومت میں معزز عہدوں پر پہنچا دیا تھا۔ جس طرح خود مہدی عباسی کا اتالیق تھا اسی طرح انتظاماً ہارون الرشید کے واسطے اپنے بیٹے یحییٰ کو اتالیق مقرر کرادیا تھا۔ کیونکہ یہی شہزادہ آگے چل کر تاج و تخت کا وارث ہونے والا تھا۔ چنانچہ اس خیال کا نتیجہ یحییٰ کے حق میں نہایت مفید ہوا۔ خلیفہ سفاح عباسی

حاشیہ [1] کامل اثیر صفحہ ۵ جلد ۶ و ابن خلدون جلد ۳۔ صفحہ ۲۰۱ [2] کامل اثیر صفحہ ۵ جلد ۶ [3] ابن خلدون صفحہ ۲۲۳ جلد ۳

Marfat.com

خالد کی بڑی عزت کرتا تھا اور خالد کا اقتدار اسی زمانے میں عروج پر پہنچ گیا تھا۔ سفاح کی بیٹی ریطہ خالد کی بیٹی کے ساتھ ایک پلنگ پر سوتی تھیں۔

طرز حکومت

حکومت میں خالد کا طرز عمل منصفانہ تھا۔ جور و ظلم یا جبر و ستم مزاج میں پاس نہ آتا تھا۔ باوجود اس کے حکومت میں شان و شوکت کا جلوہ نظر آتا تھا۔ احمد[1] بن محمد سوار الموصلی کا قول ہے کہ "میں نے خالد سے زیادہ کسی کو ہیبت والا نہیں دیکھا۔ کوئی ایسا نہ تھا کہ جس کے دل میں خالد کی ہیبت نہ ہو" ابن[2] خلکان نے بروایت ابوالحسن مسعودی لکھا ہے کہ یحییٰ[1] عقل و رائے میں۔ فضل[2] فیاضی میں جعفر[3] کتابت و فصاحت میں محمد[4] عیش پسندی و ہمت میں۔ موسیٰ[5] شجاعت و ہیبت میں مشہور تھا۔ لیکن تمام محاسن کے لحاظ سے کوئی بھی خالد کی برابری کا دعوے نہیں کر سکتا ہے"۔ مصنف الفخری کا قول ہے وکان خالد بن برمک من رجال الدولۃ العباسیۃ فاضلاً جلیلاً کریماً حازماً یقظاً استوزرہ السفاح وخف علی قلبہ کان نسیمی وزیراً

اولیات

فیاضی[3] کی ابتدا خاندان برامکہ میں خالد سے شروع ہوتی ہے۔ صبح کے وقت خالد کے دروازے پر اہل غرض۔ شعرا۔ اور دیگر شرفا کا مجمع ہوا کرتا تھا۔ اور یہ سب "سائل" کہلاتے تھے۔ خالد نے کہا کہ لفظ سائل نہایت ذلیل اور مکروہ ہے۔ یہ اشراف اور اکابر کا مجمع ہے۔ آئندہ سے انکو "زوّار" کا خطاب دیا جائے۔ چنانچہ اس حکم کے بعد یہ مجمع ہمیشہ اسی خطاب سے پکارا گیا۔

حاشیہ سلہ کامل ابن اثیر صفحہ ۵ جلد ۶

[1] ابن خلکان جلد ۲ صفحہ ۳۲۱ حالات یحییٰ برمکی۔

[3] الفخری صفحہ ۱۳۹۔

Marfat.com

منصور عباسی کا علمی زمانہ

یحییٰ اور جعفر برمکی کی حالات میں وہ علمی ترقیاں دکھلائی جائینگی جو عہد خلافت ہارون الرشید میں ہوئی ہیں۔ لیکن عہد ہارون میں جو محکمہ ترجمہ قائم ہوا۔ اس کی بنیاد منصور کے زمانے میں پڑگئی تھی۔ اِس لئے خالد برمکی کے حالات میں منصور عباسی کا علمی کارنامہ لکھنا ضرور ہے۔ کیونکہ یہ علمی ترقی بھی خالد کی روشنضمیری کا نتیجہ[1] ہے جو منصور کے نام سے منسوب ہے۔ اور خاندانِ برامکہ کو سب سے زیادہ جس چیز نے تاریخ میں بقاے دوام کا اعزاز بخشا ہے۔ وہ یہی علمی کارنامے ہیں۔ بلکہ یہ کہنا واقعہ نفس الامری ہے کہ خلافت عباسیہ کو علمی حیثیت سے جو ترجیح دولت بنی اُمیّہ پر ہے وہ برامکہ کی قدردانی اور فیاضی سے ہے۔ خلفاے عباسیہ میں ابو جعفر منصور دوانیقی بخل میں ضرب المثل تھا۔ لیکن اہلِ علم کے ساتھ ہمیشہ فیاضی کیا کرتا تھا۔ جس کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ سلاطین یورپ سے مقابلہ کرنا پڑا تھا۔ اس لئے علوم و فنون کی ترویج پر خاصکر متوجہ ہوا۔ اور حوصلہ شاہانہ سے کام لیا۔ اور قیصر روم سے کتب علمیہ کے عربی ترجمے منگائے۔

حاشیہ [1] وزارت کے اعلےٰ درجے کے کام اکثر بادشاہ وقت کے نام سے مشہور ہوا کرتے ہیں جس طرح اکبر بادشاہ کی سلطنت ابوالفضل کے کارناموں سے آج تک مشہور ہے [2] روم کے نام سے باستثناے خواص کے عوام ناواقف ہیں اور وہ روم سے ہمیشہ قسطنطنیہ مراد لیا کرتے ہیں اس لئے لکھا جاتا ہے کہ اصلی روم ممالک اطالیہ میں ہے جو ۳۰۰ برس قبل حضرت عیسےٰ کے آباد ہوا تھا اور جن ممالک میں لاطینی زبان بولی جاتی تھی یہ اُن کا دارالسلطنۃ تھا۔ جب سلطنت جمہوری کو شکست ہوئی تو بادشاہ کا لقب قیصر ہوا یہاں کے لوگ بت پرست تھے۔ اور سلطنت کا وہ جاہ و جلال تھا کہ تمام دنیا اُس وقت کے جزافیے کے رو سے ماتحت تھی اور شل یونانی کے اِس ملک کی زبان بھی علوم و فنون کی مخزن تھی۔ ۳۲۶ء میں قسطنطین اعظم بادشاہ روم نے شہر بزنطس یا بزنطائن (یونان کا ایک شہر تھا) کو زیادہ وسیع کرکے اپنے نام سے آباد کیا اور اس کا قسطنطنیہ نام رکھا۔ لیکن شاہی زجہ سے یہ شہر بھی روم کہلانے لگا۔ اس زمانہ تک یہاں کی رعایا عیسوی مذہب رکھتی تھی۔ لیکن الپ ارسلان سلجوقی کی فتوحات کے بعد قسطنطنیہ کے مشرق میں اسلامی

کیونکہ اُس وقت دارالخلافت میں کوئی ایسا زباندان نہ تھا جو ان فلسفہ کی کتابوں سے واقف ہو۔ چنانچہ قیصر نے اقلیدس[1] اور بعض کتابیں فلسفہ کی ترجمہ کرا کر بھیج دیں جس[2] کو پڑھکر علماے اسلام اور زیادہ مشتاق ہوئے۔" اور خلیفہ کی صرف اس قدر دلچسپی کا یہ نتیجہ ہوا کہ دربار خلافت میں دور و دراز ممالک سے علما و حکما آنا شروع ہو گئے۔ اور بقول عیسائی مؤرخین کے منصور کے ذوق علمی سے بغداد ایسا مشہور ہو گیا کہ جیسے سکندر کا اسکندریہ۔ یہ حکما عیسائی اور مجوسی نسل سے تھے۔ کیونکہ وہ فنون فلسفہ جن کے ترجمے کی ضرورت تھی یونانی و سریانی زبان میں تھے۔ اور علماے اسلام میں اس وقت صرف چند اشخاص ان زبانوں کے ماہر تھے۔ لیکن جب علمی مذاق عام طور پر پھیلنا شروع ہوا تو علماے اسلام میں بھی تحریکی قوت کا برقی اثر پہنچ گیا۔ مذہبی مسائل۔ علمی کارنامے۔ تاریخی حالات۔ جو اب تک زبانی بیان ہوا کرتے تھے یا جانوران صحرائی کی کھال اور درختوں کی چھال یا پتوں پر تحریر کئے جاتے تھے؛ یہ سلسلہ بند ہوا۔ اسلامی علوم کی تدوین پر خاص توجہ شروع ہوئی۔ چنانچہ ۱۴۳ھ ہجری سے اس مبارک کام کا آغاز ہوا۔ اور زمانے کی رفتار کے ساتھ ترقی کرتا گیا۔

بقیہ حاشیہ حکومت بڑھنے لگی۔ حتے اکہ ۸۵۷ھ ہجری میں محمد خاں ثانی نے قسطنطنیہ فتح کر لیا جو اُس وقت سے آج تک ترکوں کے قبضے میں ہے۔ اس لئے روم قدیم سے دارالسلطنۃ اٹلی مراد ہے جس کو رومیہ کبرے یا مغربی روم کہتے ہیں اور روم جدید سے قسطنطنیہ جس کو روم مشرقی کہتے ہیں۔ استنبول اس کا وہ حصہ ہے جو مشرق جانب ہے۔

[1] تاریخ سیوطی صفحہ ۱۰۱ و ۱۰۲ مطبوعہ مصر و تاریخ کامل و مقدمہ ابن خلدون۔ [2] بعث ابو جعفر المنصور الی ملک الروم ان یبعث الیہ بکتب التعالیم مترجمۃً فبعث الیہ باقلیدس و بعض کتب الطبیعات وقرأ بھا المسلمون واطلعوا علی ما فیھا وازدادوا حرصاً علی الظفر بما بقی منھا کشف الظنون جلد ۳ صفحہ ۹۱

تاریخ میں جن بزرگوں کو اولیت کا فخر ہے وہ خاص خاص ائمہ ہیں۔ چنانچہ ابن جریج (عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج متوفی ۱۵۰ھ ہجری) نے مکہ معظمہ میں۔ امام مالک (ابو عبداللہ مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ ہجری) نے مدینہ منورہ میں۔ اوزاعی (عبدالرحمن بن عمر اوزاعی الفقیہ متوفی ۱۵۷ھ) نے شام میں۔ ابن ابی عروبہ (متوفی ۱۵۶ھ) اور حماد بن سلمہ (متوفی ۱۶۷ھ) وغیرہ نے بصرہ میں۔ معمر بن ابی عروبہ (متوفی ۱۵۳ھ) نے یمن میں سفیان ثوری (متوفی ۱۶۱ھ) نے کوفہ میں حدیث اور تفسیر کی کتابیں لکھیں۔ امام اعظم ابو حنیفہ کوفی (نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ) نے دلائل کے ساتھ فقہ کو ترتیب دیا۔ محمد بن اسحٰق بن یسار (متوفی ۱۵۰ھ) نے کتب السیر والمغازی سے تاریخ شروع کی۔ علیٰ ہذا القیاس علم ہیئت۔ طب وغیرہ میں بھی تصنیفات ہونے لگیں خالد برمکی نے بھی فیاضی اور توجہ سے کام لیا۔ اور ایرانی کتابوں کا خاصکر ترجمہ کرایا۔ کیونکہ فارسی تصنیفات سے بسبب فارسی النسل ہونے کے خالد کو نہایت شیفتگی تھی چنانچہ شمس العلما مولوی شبلی نعمانی ایک مضمون میں (اسلامی کتب خانے) تحریر فرماتے ہیں کہ "خلیفہ منصور نے غیر زبانوں کی سیکڑوں کتابیں عربی میں ترجمہ کرائیں۔ ایک طرف تو امام مالک کو بلا کر حدیثوں کے جمع کرنے اور ایک کتاب مستقل لکھنے کی ہدایت کی۔ دوسری طرف ایرانیوں کی سب سے قدیم اور مفصل تاریخ جس کا نام **بکیکین** تھا اور جو فارسیوں کے نزدیک ایسی ہی عزت رکھتی تھی جیسے کہ ہندوؤں کے نزدیک **مہابھارت** ترجمہ کرایا۔ ہندوستان کے علوم و فنون

حاشیہ لہ از محمدن نیشنل میگزین نمبر ۳ صفحہ ۱۰ جلد اول ۱۸۹۳ء مطبوعہ سیالکوٹ پنجاب۔

Marfat.com

کے ساتھ بھی کچھ کم اعتنا نہیں کیا گیا۔ بلکہ اُسی زمانے سے ہندو علما بغداد کے دربار میں جمع ہونے شروع ہوے۔ یہاں تک کہ خاندان برامکہ نے ایک ہندو طبیب کو اپنے ہسپتال کا مہتمم اور افسر مقرر کیا۔ اُن علما کی بدولت اور نیز اُن مسلمانوں کی وجہ سے جنھوں نے تحقیقات علمی کے لئے ہندوستان کا سفر کیا۔ سنسکرت کی اکثر عمدہ تصنیفات بغداد کے کتب خانوں میں جمع ہوئیں اور اُن میں سے[1] پاکھر۔ راجہ۔ سکھ۔ واہر۔ امکر۔ رنکل۔ جبہر۔ آمدی۔ جاری۔ مانک۔ سالی۔ نوکسل۔ روسا۔ رائے[14] پکل اور براہمر[16] کی تصنیفات کا ترجمہ عربی زبان میں ہوا۔ چنانچہ اس عہد کے مترجمین عبدالمسیح ابن عبداللہ الحصمی مشہور بابن ناعمہ۔ و سلام الابرش۔ و عبداللہ اہوازی ہیں جن کے اہتمام سے یونانی اور فارسی زبان کی بہت سی کتابیں ترجمہ ہوئیں۔ عہد منصور عباسی میں (۱۳۷ سے ۱۵۸ ہجری تک) جس قدر علمی ترقی ہوئی۔ بمقابلہ عہد ہارون کے اگرچہ وہ بہت ہی کم ہے۔ لیکن چونکہ یہ ابتدائی زمانہ تھا اِس لئے جس قدر اس عہد میں ہوا وہ بھی بے انتہا قابل سپاس گزاری ہے۔ جن حکما نے یونانی۔ سریانی۔ فارسی سے عربی میں ترجمہ کیا ہے۔ اب ہم صرف اُن کے ناموں پر اکتفا کرتے ہیں۔ اور مزید حالات ناظرین طبقات الاطبا ابن ابی اصیبعہ و کشف الظنون وغیرہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

جارجیس[1] بن جبرئیل۔ فرات بن سحنا۔ عیسیٰ ابن ماسرجیس۔ البطریق۔ یہ سب عیسائی عالم تھے۔ عبداللہ بن المقفع۔ و فضل بن نوبخت۔ و اسمٰعیل

حاشیہ [1] ان حکما کے ناموں کی صحت کرنا اُس فاضل کا کام ہے جو علوم عربی و سنسکرت میں کمال رکھتا ہو۔ لیکن یہ جاننا چاہئے کہ عربی خواہ پڑھنے سے اصل ناموں میں ضرور تغیر ہو گیا ہے۔

[2] اطبائے یونانی میں جارجیس نہایت مشہور ہے۔ جندی سابور کے شفاخانہ کا مہتمم اور معالج تھا۔ یونانی زبان کا بہت بڑا ماہر تھا اور

بن ابو سہل بن نوبخت (یہ مجوسی عالم تھے)۔

کتب فلسفہ۔ طب اور اخلاق کے ترجموں کے علاوہ علم ریاضی کی بھی عہد منصور میں بہت کچھ ترقی ہوئی۔ چنانچہ ۱۵۶ھ ہجری میں ہندوستان کا ایک بڑا ریاضی داں ہندو عالم منصور کی پایہ شناسی کا شہرہ سُنکر دارالخلافت میں داخل ہوا۔ اس نے ایک نہایت عمدہ زیچ جس کو اُس نے ایک عمدہ اور جامع تصنیف سے جو ہند کے ایک مہاراجہ مسمّٰے بہ بیگر کی طرف منسوب ہے خلاصہ کیا تھا منصور کی خدمت میں پیش کی۔ محمد بن ابراہیم فزاری نے منصور کے حکم سے عربی زبان میں ترجمہ کیا۔ اور اُس سے ایک کتاب مرتب کی جو ریاضی دانوں میں سند ہند کے نام سے مشہور ہے۔ مامون الرشید کے زمانے تک اعمال کواکب میں اسی زیچ پر اعتماد کیا جاتا تھا۔ خلیفہ منصور کی خلافت میں یا یوں کہنا چاہئے کہ خالد برمکی کے عہد امارت و وزارت میں جو علمی ترقی ہوئی اس کا مختصر بیان لکھا جا چکا ہے۔ اس سے زیادہ تشریح کی اس موقعہ پر ضرورت نہیں ہے۔ انشاءاللہ اپنے موقع پر مفصل بیان ہوگا۔ خالد کی سوانحعمری میں بجز اُس کی موت کے اور کچھ باقی نہیں ہے لہذا اب ہم ختم کرتے ہیں۔ بقول ابن عساکر بماہ شعبان یوم پنجشنبہ سنہ ۱۶۵ھ مطابق ۱۰ مارچ سنہ ۷۸۲ء اس نامور وزیر نے دنیا سے سفر آخرت قبول کیا۔

بقیہ حاشیہ طبابت میں تمام اطبا پر فوق رکھتا تھا۔ سنہ ۱۴۵ھ میں خلیفہ منصور کے علاج کے واسطے طلب ہو کر بغداد میں آیا تھا حنین بن اسحاق نے اسی کی تراباذین کا عربی میں ترجمہ کیا تھا۔ جو شفاخانوں کے استعمال کے لیے سریانی زبان میں لکھی گئی تھی۔ طبقات الاطبا جلد اول صفحہ ۱۲۳ سلسلہ گزشتہ تعلیم مسلمانان پروفیسر شبلی نعمانی صفحہ ۱۰ مطبوعہ لکھنؤ۔

ابوالفضل یحییٰ بن خالد برمکی

ولادت

خالد برمکی کا نامور، اور بلند اقبال بیٹا یحییٰ برمکی، ہشام بن عبدالملک کے عہد سلطنت میں اخیر ۱۱۹ھ ہجری یا شروع ۱۲۰ھ ہجری میں پیدا ہوا۔ جس زمانے میں یہ خویش تقدیر لڑکا پیدا ہوا اُس وقت باپ کی کیا حالت تھی یہ ظاہر کرنا مشکل ہے کیونکہ ابوالعباس سفاح عباسی کے دربار میں خالد برمکی کا زمانہ ۱۳۲ھ ہجری سے شروع ہوتا ہے۔ اور ولید بن عبدالملک کا عہد حکومت جس میں یحییٰ کا دادا جعفر برمکی دمشق میں آیا تھا ۹۶ھ میں ختم ہو جاتا ہے۔ اس لئے یحییٰ کا زمانہ طفولیت معمولی حالت میں گزرا ہوگا۔ کیونکہ خاندان برامکہ کو اسلامی حکومت سے کوئی حصہ اس مابین میں نہیں ملا تھا۔ لیکن ۱۲ یا ۱۳ برس بعد کا زمانہ

طفولیت

یحییٰ کے حق میں نہایت مبارک تھا۔ کیونکہ ابوسلمۃ الخلال کے قتل کے بعد خالد سفاح کا وزیر مقرر ہو چکا تھا۔ اور خلیفہ منصور عباسی کے زمانہ میں ابتداءً وزارت اعظم اس کے بعد وزیر الخراج (بورڈ آف ریونیو) و والی صوبجات کے ممتاز عہدے کیا کم تھے۔

تعلیم و تربیت

یحییٰ کے اساتذۂ فن کے متعلق ہماری واقفیت محدود ہے۔ تاہم نہایت دعویٰ سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ علمی روشنی اس زمانے میں پھیل گئی تھی۔ دربار خلافت میں علما اور مجتہدین فن موجود تھے۔ اس لئے یحییٰ کی تعلیم و تربیت بڑے اہتمام سے ہوئی ہوگی۔

حاشیہ ۱؎ یحییٰ برمکی کا سن ولادت مجھکو کسی تاریخ سے نہیں معلوم ہوا لیکن تمام مستند مؤرخین کا اس پر اتفاق ہے کہ ۱۹۰ھ ہجری میں ستر برس کی عمر میں یحییٰ نے انتقال کیا اس لئے سنہ ولادت اخیر ۱۱۹ھ یا شروع ۱۲۰ھ سمجھنا چاہئے جو حسابی قاعدے سے صحیح ہے۔

Marfat.com

کیونکہ یحییٰ کے جس قدر حالات معلوم ہوئے ہیں اُن سے ثابت ہوتا ہے کہ خالد برمکی نے جمیع علوم و فنون میں اپنے نامور بیٹے کی عمدہ تعلیم کی تھی۔ علم ادب۔ فصاحت۔ بلاغت۔ میں یحییٰ کا کمال مؤرخین کو تسلیم ہے۔ اس لئے اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یحییٰ برمکی دنیا کے ممتاز اور مشہور اہل کمال میں سے تھا۔

یحییٰ کا سن رشد و ملکی اعزاز

جب یحییٰ کے شباب کا زمانہ ہوا اُس وقت خالد برمکی حکومت عباسیہ میں کمال اقتدار رکھتا تھا۔ کیونکہ ابو جعفر منصور نے خالد کی کارگزاریاں دیکھ کر اُس کو موصل کا والی (گورنر) کر دیا تھا۔ ایسے معزز عہدے دار کو اسلامی سلطنت میں یہ مشکل نہ تھی کہ اپنے لڑکے کے واسطے وہ کوئی صورت ملازمت کی نہ نکال سکتا۔ چنانچہ منصور نے خالد کے استحقاق پر نظر کر کے یحییٰ کو بھی محرم ۱۱۔ نومبر ۷۵۸ء میں آذربیجان کا حاکم مقرر کر دیا۔[1] یہ پہلا عہدہ تھا کہ جو یحییٰ برمکی کو دیا گیا تھا۔ عہد منصور میں تو صرف اسی قدر ترقی ہوئی لیکن ابو عبداللہ مہدی عباسی کا عہد حکومت یحییٰ کے حق میں بہت مبارک تھا۔ کیونکہ مہدی تمام امور سلطنت میں خالد کی رائے پر چلتا تھا۔ اس لئے خالد نے کمال دور اندیشی سے یہ حکمت کی کہ یحییٰ کو شہزادہ ہارون الرشید کا اتالیق مقرر کرا دیا۔ کیونکہ ہارون کے طرز عمل سے خالد سمجھ گیا تھا کہ بعد مہدی کے ہارون تخت و تاج کا مالک ہوگا اور یحییٰ کی یہ اتالیقی خاندان برامکہ کے آئندہ عروج اور استحکام کی بنیاد ہو گئی اور خلافت عباسیہ میں برامکہ کی اتالیقی اب موروثی کے درجے پر پہونچنے والی تھی۔ کیونکہ مہدی عباسی کا اتالیق خلیفہ منصور نے خالد کو

حاشیہ [1] کامل ابن اثیر جلد ۔ صفحہ ۵ مطبوعہ مصر ابن خلدون جلد ۳ صفحہ ۲۰۱۔

مقرر کیا تھا۔ اسی طرح مہدی نے یحییٰ کو ہارون کا اتالیق مقرر کیا۔

یحییٰ اتالیق ہارون الرشید

ہارون چونکہ بچپن سے یحییٰ کی گود میں پلا بھی تھا۔ اسلئے یحییٰ سے بہتر دوسرا اتالیق ہونا مشکل تھا۔ اور ہارون کی قابلیت علمی کا اعلےٰ سبب بھی یہی تھا کہ اس نے یحییٰ کی نگرانی میں تعلیم و تربیت پائی تھی۔ اور خلافت عباسیہ میں منصور سے ہارون الرشید تک جو ممتاز خلیفہ ہیں ان کی اولاد کی عام نگرانی اور اتالیقی برامکہ کے سپرد تھی۔ خلفاے بنی امیہ کا دستور تھا کہ وہ اپنے لڑکوں کو قبائل عرب میں بھیج دیتے تھے۔ تب ان کو برجستہ گوئی۔ فصاحت و بلاغت آتی تھی لیکن یہ برامکہ کی کمال فصاحت و بلاغت کا نتیجہ ہے۔ کہ ہارون اور اس کے بیٹے مامون و امین گھر بیٹھے فصیح و بلیغ بن گئے تھے۔ یحییٰ برمکی ہارون کا ایسا اتالیق تھا کہ خواہ بزم ہو یا رزم کبھی جدا نہ ہوتا تھا۔ مجلسوں میں بیٹھتا تو ادب۔ لڑائی میں جاتا تو فنون جنگ سکھلاتا۔ ماہ رجب یوم یکشنبہ ۱۶۳ھ مطابق ۱۲۔ مارچ ۷۷۹ء میں مہدی نے روم[۲] پر جہاد کیا تو ہارون کو فوج کا سپہ سالار کر کے بھیجا۔ اگرچہ اس وقت ہارون کا پندرہ برس کا سن تھا۔ مگر بہادرانہ لشکر کشی کی اور لڑتا بھڑتا خلیج قسطنطنیہ تک پہنچ گیا[۳] اس لڑائی میں اس قدر لوٹ ہاتھ آئی کہ گھوڑا ایک ایک درہم کو بک گیا۔ یحییٰ برمکی ہمرکاب تھا۔ اور جب حدود مغرب۔ آذربیجان۔ و آرمینہ کی حکومت سپرد کی تو خاص خاص آدمی ہمراہ کیئے۔ ان میں بھی یحییٰ برمکی تھا۔ غرضکہ کوئی ایسی تعلیم

حاشیہ [۱] ابن خلکان جلد ۲ صفحہ ۳۲۲ مطبوعہ مصر [۲] کامل اثیر جلد ۶ صفحہ ۔ [۳] مطبوعہ مصر توفیقات الالہامیہ محمد مختار پاشا صفحہ ۸۲۔ تمام کتاب میں سنہ ہجری اور عیسوی کی مطابقت اسی مستند تاریخ سے کی گئی ہے [۴] ابن خلدون جلد ۳ صفحہ ۱۰۱ مطبوعہ مصر۔

نہ تھی کہ جو یحییٰ نے ہارون سے دریغ رکھی ہو۔

یحییٰ کے عام اخلاق و عادات اسماحانہ فیاضی اہل علم کی قدردانی

خاندان برامکہ میں جو چیز سب سے زیادہ قابل فخر اور باعث بقاے دوام ہے۔ وہ اس کی عام فیاضیاں۔ علمی کارنامے۔ اور ملکی انتظامات ہیں لیکن کتب تاریخ۔ اخلاق۔ اور علم ادب کی کتابوں میں فیاضی کے افسانے جستہ جستہ مذکور ہیں چنانچہ اس مقام پر بعض واقعات جسکو مستند مورخین نے یحییٰ کے حالات میں نقل کیا ہے ہم بھی لکھتے ہیں۔ لیکن ملکی معاملات کی نسبت ایک واقعہ بھی لکھنا مشکل ہے کیونکہ قدمانے عام معمولی اور جزئی واقعات سمجھکر نظر انداز کر دیا ہے۔ اسلئے امید ہے کہ ناظرین بھی اس کا الزام نہ دینگے کہ ہم نے کوئی ملکی واقعہ یحییٰ کے حالات میں تحریر نہیں کیا۔ حالانکہ یہی مضمون سب سے زیادہ مہتم بالشان تھا۔

یحییٰ برمکی کی نسبت مورخین کے متفقہ[1] الفاظ یہ ہیں کہ "تمام خاندان میں یحییٰ سے زیادہ کوئی صائب رائے۔ بردبار۔ عالی حوصلہ۔ خوش اخلاق۔ شجاع۔ فصیح و بلیغ۔ عقیل۔ اور فیاض نہیں ہوا" اور خاصکر فیاضی کے اس قدر واقعات ہیں کہ اگر فیصدی پانچ کا انتخاب کیا جائے تو بھی البرامکہ کی وسعت اس کے واسطے کافی نہیں ہے۔ تاہم چند روایات لکھی جاتی ہیں جو دلچسپی سے خالی نہیں ہیں۔ اور علاوہ فیاضی کے خاص خاص خوبیاں یحییٰ برمکی کی ان سے ظاہر ہوتی

حاشیہ [1] خلیفہ منصور عباسی نے یحییٰ کی قابلیت پر یہ جملہ لکھا ہے "ولد الآباء ابناء وولد خالد بن برمك ابناء" کتاب الاذکیا ابن جوزی حالات وزرا صفحہ ۳۴ مطبوعہ مصر۔

Marfat.com

ہیں یحییٰ[1] کا قول ہے کہ جب زمانہ موافق ہو اُس وقت بھی خوب فیاضی کرنا چاہئے۔ کیونکہ جود و کرم سے خزانہ میں کمی نہیں ہوتی ہے۔ اور جب ادبار ہو اُس وقت بھی فیاضی سے ہاتھ نہ روکنا چاہئے کیونکہ دولت روکنے سے اُس وقت نہ رُکے گی (کیونکہ دولت آنے جانے والی چیز ہے)۔

حسن بن سہل نے سُنا تو اُن کو بہت تعجب ہُوا اور اسی مضمون کو یحییٰ نے نظم کرنے کا حکم دیا تو ایک شاعر نے اس طور پر نظم کیا۔

لا تبخلن بدنیا وھے مقبلۃ	فلیس ینقصھا التبذیر والسرف
جب دنیا تیری طرف متوجہ ہو تو بخالت نہ کر	کیونکہ خراچی اُس کو گھٹا نہیں سکتی
فان تولت فاحری ان تجود بھا	فلیس تبقی ولکن شکرھا خلف
اور جب دنیا مُنہ موڑلے تو سخاوت کرنا اور بھی مناسب ہے	کیونکہ دُنیا اگر نہیں رہی تو اُس کا شکر تو رہ جائے گا

جس طرح خود فیاض تھا ویسے ہی ہمیشہ اپنے بیٹوں کو نصیحت کیا کرتا تھا کہ جب تک ہو سکے بھلائی اور احسان کرو چنانچہ جعفر سے یحییٰ کہا کرتا تھا کہ "یا بنی ما دام قلمك یرعد فامطر معروفا"

فیاضی پر شعرا کا فیصلہ

یحییٰ کے دروازے پر ہمیشہ عام سائلوں کے علاوہ ایک گروہ شعرا کا موجود رہتا تھا۔ جن کو مختلف موقعوں پر گراں بہا خلعت اور انعام ملا کرتے تھے۔ اور انھیں انعامات کا باعث ہے کہ جس زور شور سے یحییٰ کی صفت میں قصائد لکھے گئے ہیں اگر بادشاہ وقت کی بھی تعریف میں لکھے جاتے تو غالباً اس سے زیادہ

حاشیہ [1] مستطرف جلد اول صفحہ ۱۴۵ مطبوعہ مصر۔

Marfat.com

نہ ہوتے۔ کسی نے اسحٰق موصلی سے پوچھا کہ یحییٰ کی فیاضی کا کیا حال ہے تو اُس نے یہ اشعار پڑھے۔

سألت الندی ھل انت حر فقال لا	ولکنی عبد لیحیی بن خالد
میں نے سخاوت سے پوچھا کہ کیا تو آزاد ہے؟ اُس نے کہا "نہیں"	بلکہ میں یحییٰ بن خالد کی کنیز ہوں
فقلت شراء قال لا بل وراثۃ	توارثنی من والد بعد والد
میں نے کہا اُس نے تجھ کو خریدا تھا۔ اُس نے کہا "نہیں"	بلکہ باپ دادے سے مجھ کو وراثت میں پایا ہے

مصنف عقد الفرید[عہ] لکھتا ہے کہ جس شاعر نے یہ شعر یحییٰ کی مدح میں لکھے تھے اُس کو دس ہزار دینار صلے میں مرحمت ہوئے تھے۔ شاعر کا یہ قول بظاہر مبالغہ معلوم ہوتا ہے مگر حقیقت میں یہ خاندان حد سے زیادہ فیاض تھا۔ جس قدر شعرا نے لکھا ہے اس میں کچھ بھی مبالغہ اور عبارت آرائی نہیں ہے۔ بلکہ برامکہ کی فیاضی کے اصلی واقعات ہیں۔ ایک اور شاعر فیاضی کے عام جوش میں لکھتا ہے۔

حاشیہ [عہ] ابو محمد اسحٰق بن ابراہیم الموصلی۔ وہ مشہور شخص ہے کہ جس نے موسیقی کو معراج کمال تک پہنچا دیا تھا۔ اپنے ہم عصروں میں باعتبار شہرت بقبولیت اور کمالات موسیقی کے سب پر فائق تھا۔ اسحاق نے علامہ اصمعی۔ ابو عبیدہ۔ کسائی۔ فراسے فن ادب۔ انساب۔ روایات۔ فقہ۔ نحو۔ حاصل کیا تھا۔ اور ان تمام علوم میں مجتہدانہ کمال رکھتا تھا۔ لیکن یہ عبرت کا مقام ہے کہ موسیقی کے انتساب نے اس کو نہ تو فقیہ مشہور ہونے دیا۔ نہ ادیب۔ اور صرف مغنی کے حقیر لقب سے تمام دنیا میں اس کی شہرت ہوئی جس کو باوجود کوشش کے سلطنت بھی نہ مٹا سکی۔ عود بجانا زلزل سے سیکھا تھا۔ اور تمام راگنیاں اپنے باپ ابراہیم اور شہدہ سے سیکھی تھیں۔ خلیفہ مامون الرشید اس کی اس قدر عزت کرتا تھا کہ اس کو ندیموں کے زمرے میں جگہ دیتا تھا۔ اور دربار میں فقہا کا لباس پہن کر آنے کی اجازت تھی۔ خلیفہ معتصم باللہ اکثر کہا کرتا تھا کہ اسحاق جب گاتا ہے تو مجھے جوش مسرت میں یہ خیال ہوتا ہے کہ میری سلطنت میں کوئی نیا ملک اضافہ ہو گیا۔ ۲۳۵ھ میں خلیفہ المتوکل علی اللہ کے زمانے میں فوت ہوا۔

[عہ] دیکھو دیوان ابو نواس باب الاول فی المدیح صفحہ ۱۴ مطبوعہ بیروت مطبع جمعیۃ الفنون۔

[عہ] اعلام الناس صفحہ ۱۶۵ مطبوعہ بمبئی۔ عقد الفرید جلد اوّل صفحہ ۷۶ مطبوعہ مصر۔

Marfat.com

ولوکنت من بغداد فی الف فرسخ گو میں بغداد سے ہزار میل کے فاصلے پر ہوں	شممت نسیم الجود من ال برمک تب بھی خاندان برمک کی سخاوت کی خوشبو میرے دماغ میں آئیگی

برامکہ کے اوصاف ابونواس جو خلافت عباسیہ کا مشہور شاعر ہے برامکہ کی مدح میں اسطرح لکھتا ہے۔

انّ البرامکة الذین تعلموا برامکہ وہ ہیں جنہوں نے بادشاہانہ کام خود سیکھے	فعل الملوک وعلموہ الناسا اور لوگوں کو سکھلایا
کانوا اذا غرسوا سقوا واذا بنوا جب وہ کوئی پودا لگاتے تھے تو اس کی جڑ میں پانی دیتے تھے	لم یھدموا لبنائھم ماا سسا اور جب کوئی عمارت بناتے تھے تو اس کو ڈھاتے نہ تھے
واذا ھم صنعوا الصنیعة فی الوریٰ اور جب وہ لوگوں کے لئے کچھ کام کرتے تھے	جعلوا لھا طول البقاء لباسا تو اس کو بقاے دوام کا لباس پہناتے تھے

عام خاندانی حیثیت سے قطع نظر کرکے علیحدہ علیحدہ بھی یحییٰ۔ فضل۔ جعفر کی مدح میں شعرا نے پُرزور قصائد لکھے ہیں لیکن ان کا مع ترجمے کے اس موقع پر لکھنا تکلف سے خالی نہیں ہے جو علم ادب کے شائق ہیں وہ دیوان ابونواس اور ادبی تصنیفات ملاحظہ کریں۔

ایک شاعر کے فی البدیہہ اشعار کا صلہ اسحاق موصلی راوی ہے کہ یحییٰ کا دستور تھا کہ جب گھوڑے پر سوار ہوتا تو اس شخص کو جو سب سے پہلے سامنے آجاتا دو سو درہم[2] دیا کرتا تھا ایک دن روانگی کے وقت ایک سامنے آگیا اور اس نے برجستہ یہ اشعار پڑھے۔

حاشیہ [1] ابن خلکان حالات یحییٰ برمکی جلد ۲ صفحہ ۳۴۳ [2] درہم چار آنہ کا۔ اور دینار پانچ روپے کا ہوتا ہے۔

Marfat.com

یا سمی الحضور یحیی اتیحت	لك من فضل ربنا جنتان
اے حضرت یحییٰ کے ہمنام تیرے لئے	خدا کی مہربانی سے دو بہشتیں مقرر ہو چکی ہیں
کل من مر فی الطریق علیکم	فلہ من نوالکم مائتان
جو شخص راہ میں تمہارے سامنے آجاتا ہے	اُس کو تمہاری فیاضی سے دو سو درہم مقرر ہیں
مائتا درھم لمثالی قلیل	ھی منکم للقانس العجلان
دو سو درہم مجھ جیسے کے لئے تھوڑے ہیں	یہ تعداد تو اُس کے لئے ہے جسکو اتنی جلدی ہو۔ کہ گویا آگ لینے آیا تھا

یحییٰ نے سن کر کہا کہ "ہاں سچ ہے اور حکم دیا کہ اس شخص کو ٹھیراؤ" جب دربار سے واپس آیا تو اُس شاعر کو بلایا۔ حال پوچھا۔ اُس نے بیان کیا کہ "میں نے نکاح کیا ہے۔ جس کی تین شرطیں ہیں اوّل یہ کہ چار ہزار دین مہر ادا کروں۔ اگر نہ ادا کر سکوں تو عورت کو طلاق دوں۔ تیسری یہ کہ تمام سامان خانہ داری مہیا کروں۔ یحییٰ نے سُنا تو فوراً چار ہزار مہر ادا کیا۔ اور چار ہزار درہم خرید مکان اور چار ہزار ضروری سامان کے واسطے دیئے۔ علاوہ اس کے چار ہزار اور بھی دئے کہ بالکل اطمینان ہو جائے۔ چنانچہ تین شعر کے صلے میں سولہ ہزار دینار دئے اور رخصت کر دیا۔

(۲) فیاضی کا خاص طریقہ

اسحٰق موصلی اپنے باپ ابراہیم کا واقعہ بیان کرتا ہے کہ ایک دن یحییٰ کے پاس گیا اور اپنی تنگ دستی کی شکایت کی سُنکر افسوس کیا اور کہا کہ "میں کیا کروں اس وقت میرے پاس کچھ موجود نہیں ہے۔ مگر ایک تدبیر بتلاتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ خلیفہ مصر کا ایک وکیل مجکو تحفہ دینا چاہتا ہے۔ میں نے بہت انکار کیا ہے لیکن وہ اصرار کرتا ہے اور میں نے سُنا ہے کہ تمہاری ایک کنیز بکاؤ ہے جس کے

Marfat.com

تیس ہزار درہم فلاں شخص دیتا ہے اور یہ کنیز ہدیہ کے قابل بھی ہے۔ فوراً اس وکیل کو خبر کرو۔ جب اُس کی طرف سے ہدیہ پیش ہوگا تو وہ لونڈی تمہاری ہوگی۔ لیکن قیمت تیس ہزار سے نہ گھٹانا۔" اتنے میں ایک شخص میرے پاس آیا اور اس کنیز کا بھاؤ کرنے لگا۔ میں نے کہا کہ تیس ہزار سے کم پر نہ فروخت کرونگا۔ لیکن بیس ہزار پر توڑ ہوگیا۔ یعنی اس قدر رقم کثیر سُنکر مجھسے انکار نہ ہوسکا۔ اور قیمت وصول کرلی۔ اِس کے بعد یحییٰ کے پاس حاضر ہوا اور سارا قصہ بیان کیا۔ جب یحییٰ نے سُنا کہ بیس ہزار کو فروخت کردی تو کہا کہ بڑے سستے داموں بیچ ڈالا" اور وہ لونڈی میرے حوالے کردی جو ہدیئے میں آئی تھی اور اسی طرح وکیل فارس کے ذریعے سے تیس ہزار دینار وصول ہوئے[1]۔ یحییٰ کی فیاضی کا یہ ایک ادنےٰ نمونہ ہے کہ صرف ایک اشارے سے پچاس ہزار دینار وصول ہوگئے[2]۔

(۳) علم موسیقی کی کمال قدردانی

یحییٰ برمکی[3] نے اسحاق موصلی کے ساتھ جو فیاضی کی ہے اُس کا حال نہایت ہی دلچسپ ہے۔ جس کو خود اسحاق نے اس طرح روایت کیا ہے کہ میرے پاس ایک نہایت خوبصورت گانے والی کنیز تھی جس کے حسن وجمال پر میں فریفتہ تھا۔ اُس سے ایک بیٹا پیدا ہوا۔ عبداللہ بن مالک خزاعی کو جو دربار میں ایک مقتدر امیر تھا۔ جب اِس کی خبر ہوئی تو ایک رقعہ میری طلبی میں لکھا اور دس ہزار درہم تہنیت میں اُس رقعہ کے ساتھ بھیجے۔ میں حسب الطلب چلا گیا۔ دیکھتا ہوں تو عبداللہ نشے کے عالم میں

حاشیہ [1] خلکان جلد ۲ صفحہ ۳۲۲ و ۳۳۲ و کتاب الاذکیا ابن جوزی صفحہ ۳۴۔ [2] دیکھو ضیاء برنی صفحہ ۶۸ لغایت ۷۴ مطبوعہ بمبئی و حدیقۃ الاقالیم۔ اقلیم سوم صفحہ ۲۱۴۔ [3] اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ یحییٰ کا عمل اس حدیث شریف پر تھا کہ الدال علی الخیر کفاعلہ یعنے جو شخص نیکی کی راہ بتاتا ہے وہ بھی مثل نیکی کرنے والے کے ہے۔

Marfat.com

جھوم رہا ہے۔ اور رات کے نشے کا اب تک خمار باقی ہے۔ مجھے دیکھ کر کہا کہ اسحاق! اسوقت ساز چھیڑو۔ اور اس لئے سے کوئی چیز سناؤ۔ کہ میری موجودہ حالت میں اضافہ ہو جائے" چونکہ اس قسم کے خلاف تہذیب کلمات میں نے اب تک عبداللہ سے نہیں سنے تھے۔ اسلئے میں نے سمجھا کہ غالباً یہ اسی دس ہزار درہم کا سبب ہے۔ ورنہ میں ندیم اور مغنی خلیفہ ہارون الرشید کا ہوں! اس تحکم سے کوئی شخص مجھسے فرمائش نہیں کر سکتا ہے لیکن تاہم مصلحت وقت سمجھکر میں نے کچھ گانا شروع کیا۔ مگر بے دلی کے ساتھ۔ چونکہ اس وقت کی راگنی سے مجھے خود مسرت نہ تھی اور دل اچاٹ ہو رہا تھا۔ اس لئے عبداللہ کا بھی جی نہ لگا اور دو تین بار اپنے مصاحبوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ "اسحٰق تو کچھ برامکہ ہی کی مجلس میں خوب گلے بازیاں کرتا ہے۔ ہمارے یہاں کیوں جی لگا کر گانے لگا؟ اور یہ برامکہ حقیقت میں نسل مجوسیوں سے ہیں اور معمولی آدمی ہیں۔ امیر المومنین منصور نے خالد کو عروج پر پہنچا دیا تھا۔ اور ہم نسل عرب سے ہیں۔ اہل نسب ہم کو خوب جانتے ہیں۔ پھر برمکی ہم سے کیونکر افضل؟ اور فیاضی میں کیسے ہمارے برابر ہو سکتے ہیں"؟ عبداللہ کی یہ باتیں سنکر مجھسے ضبط نہ ہو سکا اور نہایت ہی صدمہ ہوا۔ چونکہ میں پہلے سے بھرا بیٹھا تھا۔ اس لئے یہ چھیڑ چھاڑ اور بھی غضب ہو گئی اور اسی مجلس میں بول اٹھا کہ "جناب کو ایسی گفتگو مناسب نہیں ہے۔ جو فیاضیاں کہ برامکہ نے کی ہیں وہ دوسرے سے ہوئی نہیں سکتی ہیں۔ ہاں یہ سچ ہے کہ وہ بھی انسان ہیں لیکن مروت و سخاوت میں کوئی شخص عرب و عجم میں اُن کا مقابل نہیں ہے اگر ارشاد ہو تو صرف ایک اپنا واقعہ بطور مثال کے

عرض کروں۔ میرے یہ الفاظ عبداللہ کو بہت ہی تلخ گزرے۔ اور سب نشہ کافور ہو گیا۔ سنبھل بیٹھا۔ اور کہا کہ "ہاں جو کہنا ہے کہو"۔ میں نے کہا کہ "ایک دن یحییٰ برمکی نے علے الصباح مجکو بلایا۔ اُس زمانے میں میرا مکان ایک محدود رقبہ میں تھا۔ یہاں تک کہ گھوڑا دہلیز کے اندر باندھا جاتا تھا۔ دن رات یہی پریشانی تھی۔ اور میں بہت چاہتا تھا کہ اگر کوئی ہمسایہ اپنا مکان فروخت کرے تو لے کر مکان کو وسیع کروں۔ اتفاقاً اُسی وقت ایک شخص آیا اور مجھسے کہا کہ مجھے ایک ضرورت درپیش ہے اپنا مکان بیچتا ہوں اگر خریداری منظور ہے تو بسم اللہ! نقد دام دلوائیے۔ اور دربار وزیر کا جانا آج ملتوی کر دیجئے۔ یحییٰ کے انعامات اور صلے کی طمع سے تو یہی جی چاہتا تھا کہ فوراً چلا جاؤں لیکن مجبوری اور جدید عمارت کے شوق سے بھی اُس وقت نہ جا سکا۔ لین دین کے جھگڑوں میں ایک پہر دن چڑھ گیا تھا۔ مگر میں اُسی وقت دربار میں پہنچا۔ یحییٰ نہایت بشاش اور خوش و خورم بیٹھا ہوا تھا۔ مجھے دیکھ کر ہنسا۔ اور کہا کہ "واہ صاحب! جلسۂ صبوحی کی تو خوب قدر کی اور اچھے وقت پر آئے"۔ میں قدموں پر گر پڑا۔ اور معذرت کے ساتھ دیر تک وجہ توقف۔ اور خریداری مکان کا راگ گاتا رہا۔ میرا حال سنکر یحییٰ کو پسینا آگیا اور کہا کہ "افسوس! تمہارے حال سے میں اِس قدر بے خبر ہوں۔ یہ سراسر میرا قصور ہے۔ میں نے معذرت کی اور مجلس کے حسب حال گانا شروع کیا۔ راگنی وقت کے مناسب تھی خوب ہی سماں بندھا۔ یحییٰ کو وجد کی حالت طاری تھی۔ بعد فراغ جلسہ نہایت قیمتی خلعت۔ ایک راس اسپ مطوق۔ اور ایک لاکھ درہم انعام دیا تھوڑی دیر بعد ایک وکیل کو بلایا اور حکم دیا کہ اسحاق کے مکان میں جا کر بالاخانے سے دیکھو۔

Marfat.com

جس قدر مکانات گرد و پیش نظر آئیں۔ اُن کو خرید کر لو قیمت کی کچھ پروا نہیں ہے۔ دو چند سہ چند یا جس قیمت پر اُن کے مالک راضی ہوں تمام مکانات خرید کر کے سلسلہ تعمیر جاری کرو تا کہ شاہی طرز کی عمارت بہت جلد بنکر تیار ہو جائے جدید مکان میں اسحاق ہماری دعوت کرے گا۔" وزیر السلطنت کا یہ حکم سُن کر میں جامے میں پھولا نہ سماتا تھا۔ دوسرے دن سورج نکلنے سے پہلے خواجہ حامد وکیل میرے مکان پر پہنچ گیا۔ اور محل کی چھت پر بیٹھ کر مجھے حکم دیا کہ "روپے کی تھیلیاں میرے ساتھ ہیں اپنے ہمسائے کے لوگوں کو بُلاؤ۔ تاکہ منتخب شدہ مکانات کا معاوضہ دے دیا جاوے۔" میں نے تیرہ قطعہ مکانات منتخب کئے۔ مالکان نے یحییٰ برمکی کی خریداری سمجھکر اصلی لاگت سے سہ چند قیمت مانگنا شروع کی اور آخر کو مُنہ کے مانگے ہوئے دام لیکر دعائیں دیتے ہوئے چل دئے۔ اُسی روز سے عمارت کا سلسلہ شروع ہو گیا اور کاریگروں کو سخت تاکید کی گئی کہ بہت جلد عمارت تیار ہو جائے۔ تیسرے دن میں نے چاہا کہ اور مکانات خرید کروں تو معلوم ہوا کہ ابو نصر احمد اصفہانی اُن مکانات کو جو خواجہ حامد طے کر چکا تھا دو چند قیمت پر خرید کر رہا ہے اور جو صنّاع اب تک اس عمارت میں کام کرتے تھے اُن کو بھی زیادہ اُجرت دے کر ہم سے چھین لیا۔ اور اپنی عمارت کی تیاری شروع کر دی باعتبار نقش و نگار اور مطلا کاموں کے بغداد میں یہ عمارت بہت ہی اعلیٰ درجے کی سمجھی جاتی تھی جو دیکھتا تھا حیران رہ جاتا تھا کہ سبحان اللہ کیا ہی عجیب و غریب عمارت ہے! یہ کرشمے میں بھی اپنی آنکھوں سے دیکھتا تھا مگر چپ تھا کہ جب خواجہ حامد کی نگرانی میں میرے مکان تیار ہو گئے اور ابو نصر احمد کے مکانات بھی بن گئے تو ہمارے وکیل نے یحییٰ برمکی سے اطلاع کی حکم صادر ہوا کہ "شاہانہ

طریقے سے مکانات آراستہ کئے جائیں۔ ہر قسم کے ظروف نقرئی۔ شیشہ آلات اور زر لفت کے پردے اور اس قدر لونڈی غلام جو خدمت مہمان کے واسطے کافی ہوں بھیج دئے جائیں خوب صورت۔ صاحب جمال۔ مغنیہ کنیزیں بھی بھیجی جائیں۔ غرضکہ ہر قسم کے ساز و سامان سے میرے مکانات نمونہ فردوس بن گئے اور علاوہ سامان و آرائش کے ایک لاکھ درہم ضروری اخراجات دعوت کے واسطے بھیج دیا۔ جب تمام سامان مرتب ہو گیا تب یحییٰ نے کہا کہ اب وہ وقت قریب ہے کہ اسحاق ہماری دعوت کریگا۔" میں نے نہایت ادب سے سر جھکا کر عرض کیا کہ "بسم اللہ تشریف لے چلئے۔ جو کچھ ہے وہ بندگان وزیر کا عطیہ ہے۔" چنانچہ وقتِ مقررہ پر اپنی مہربانی اور بندہ نوازی سے یحییٰ مع صاحبزادوں فضل و جعفر اور تمام ندیموں کے میرے مکان پر آگیا۔ اور مجلس عیش و طرب کی گرم ہوئی۔ اس وقت کی خوشی کوئی میرے دل سے پوچھے! بار بار یہی جی چاہتا تھا کہ یحییٰ اور اس کے فرزندوں پر قربان ہو جاؤں تھوڑی دیر تک یحییٰ نیچے کے درجے میں مشغول عیش و نشاط رہا۔ پھر بالاخانے کا قصد کیا۔ وہاں بھی عمدہ مجلس مرتب تھی۔ کچھ دیر تک وہاں بھی اسی قسم کی صحبت رہی۔ سامنے سے ابو نصر احمد کے عالیشان محل نظر آرہے تھے ان کو دیکھ کر مجھسے پوچھا کہ اسحاق! تمہارے پڑوس میں یہ خوشنما عمارت کس کی ہے؟ میں نے عرض کیا کہ ابو نصر احمد کی! اور ساتھ ہی وہ تمام زیادتیاں جو اب تک پیش آئی تھیں کہہ گزرا۔ لیکن میری امید کے خلاف یحییٰ نے ابو نصر کو کچھ بھی نہ کہا۔ بلکہ میری باتوں پر خوب قہقہے لگائے تب تو مجھے بہت ہی ندامت ہوئی کہ میں نے ناحق اس قدر کہا سنا۔ تھوڑی دیر بعد حکم دیا کہ ابو نصر کے مکان کی ایک دیوار جو میرے مکان سے

Marfat.com

متصل تھی اور میان سے شق کر دیجائے۔ چنانچہ فوراً اس کی تعمیل ہوگئی۔ اور یحییٰ مع رفقا کے میرے مکان سے اُٹھکر جدید دروازے سے وہاں چلا گیا میں اپنے دل میں کہتا تھا کہ یہ کیا معاملہ ہے؛ یہ تو وزیر کا صریحی ظلم ہے کہ ابو نصر کے مکان میں بلا حصول اجازت چلا گیا ہے۔ اور تنہا بھی نہیں بلکہ مع مصاحبین کے اور اس پر طرہ یہ ہے کہ ساز و نغمہ بھی چھیڑ دیا ہے۔ ان خیالات کا سلسلہ میرے دل میں بڑھتا جاتا تھا۔ لیکن کسی سے اب تک میں نے اس کا اظہار نہیں کیا تھا۔ سب کے ہمراہ میں بھی ابو نصر کے مکان میں داخل ہوا ۔۔۔ یحییٰ نے اپنے پاس بٹھالیا اور کہا کہ اوّل وقت ہم تمہارے مہمان تھے۔ دوسرے وقت ایسے معزز شخص کے مہمان ہیں جس نے شاہانہ طرز پر دعوت کا سامان کیا ہے مکان آراستہ ہے۔ عطر کی خوشبوئیں آرہی ہیں۔ غلام۔ کنیز۔ طعام۔ شراب۔ اور سب سامان ہمارے لائق مہیا ہے۔ پھر دسترخوان چنا گیا چاندی سونے کے خوب صورت ظروف سے تمام محل جگمگا رہا تھا پر تکلف زر بفت کے دسترخوان سب کے سامنے بچھے ہوئے تھے۔ بعد از فراغ طعام یحییٰ نے مجھے بلا کر کہا کہ "اسحاق! ابو نصر کی شکایتیں اور سختیاں تمہاری زبانی سُنکر مجھے ہنسی آگئی۔ اس پر تم کو تعجب ہُوا ہوگا۔ پھر مکان کی دیوار توڑ کر اس مکان میں آنا اور بھی برہمی اور استعجاب کا باعث تھا۔" میں نے عرض کیا کہ "بیشک!" یحییٰ نے جواب دیا "حقیقت یہ ہے کہ ابو نصر بھی میرا ہی وکیل ہے یہ کل محل اور عمارات مع اسباب کے سب تمہارے واسطے ہیں۔ میں نے جو کچھ کیا اُس میں یہ حکمت تھی کہ تم کو شادی مرگ نہ ہو جائے اور قصداً ابو نصر کے ذریعے سے تکلیف دی گئی۔" میں نے وزیر کا شکریہ ادا کیا۔ پھر جعفر اور فضل سے مخاطب ہو کر کہا کہ اسحاق کے واسطے کیا ہدیہ لائے۔

Marfat.com

ہوا صاحبزادوں نے عرض کیا کہ جو ارشاد عالی ہو۔ تعمیل کیجائے۔ یحییٰ نے کہا کہ اچھا تم دونوں مل کر بیس ہزار دینار دو تاکہ کچھ دونوں اسحاق امیرانہ بسر کرے اور کسی کا محتاج نہو۔" برامکہ کی یہ فیاضی دیکھ کر مجھے حیرت ہوتی تھی کہ یا الٰہی! یہ فرشتے ہیں جو آسمان سے اترے ہیں یا آدمی زاد ہیں کہ اس قدر غیر متعارف فیاضی میرے ساتھ کر گزرے ہیں۔ پھر وہ جلسہ ختم ہو گیا۔ اور تمام مکانات مع ساز و سامان کے میرے سپرد کر دئیے گئے۔ علاوہ اس خاص مہربانی کے روزمرّہ انعامات اور صلے اس قدر ملے ہیں کہ آج تک عیش میں گزرتی ہے۔ کیا اس کے مقابلے میں آپ کوئی فیاضی کی مثال پیش کر سکتے ہیں؟ جب میں کہہ چکا تو عبداللہ نے کہا کہ میرے سامنے پھر کبھی برامکہ کی فیاضیاں نہ بیان کرنا کیونکہ میں ان کا ذکر سننا نہیں چاہتا ہوں۔ چنانچہ اسحاق روایت کرتا ہے کہ عبداللہ کا اور میرا اکثر جگہ سامنا ہو گیا لیکن وہ میری شکل سے ہمیشہ بیزار ہی رہا۔

(۴) مخارق[1] (مشہور مغنی ہے) راوی ہے کہ ایک دن میں علی الصباح اپنے استاذ ابراہیم[2] موصلی کے مکان پر گیا۔ دربان سے میں نے پوچھا کہ آج استاد کس شغل میں ہیں؟ تو اس نے کچھ جواب دیا اور کہا کہ "اندر تشریف لیجائیے۔" جب میں مکان میں داخل ہوا تو دیکھا کہ ابراہیم تنہا بیٹھا ہوا ہے اور جام و صراحی سامنے دھری ہوئی ہے لیکن اگلی سی چہل پہل نہیں ہے۔ بلکہ چاروں طرف سناٹا ہو رہا ہے۔ میں نے اس کا سبب پوچھا تو کہا "آج صبح سے متفکر ہوں۔ کیونکہ مکان کے

حاشیہ [1] ماخوذ از نات جلد اول صفحہ ۱۰ مطبوعہ بیروت [2] ابراہیم الموصلی۔ فن موسیقی کا مشہور استاد تھا۔ خلیفہ ہارون الرشید کے دربار میں اپنی خدمت پر دس ہزار درہم (دو ہزار پانسو روپے) ماہوار کا نوکر تھا۔ ابن جامع سمی۔ زلزل عمرو بن یاتہ۔ غزال۔ علویہ۔ اس کے ہمعصر تھے۔ لیکن جو لطف اس کے گانے میں تھا وہ دوسروں میں نہ تھا۔ ہارون الرشید نے ایک مرتبہ جبویا سے سوال کیا کہ ابراہیم کی نسبت تمہارا کیا خیال ہے؟ اس نے جواب دیا کہ امیر المومنین "وہ ایک ایسا باغ ہے جس میں ہر قسم کے پھول اور پھل ہیں" ابراہیم بہت سی راگنیوں کا موجد ہے اور اسحاق موصلی اسی ابراہیم کا بیٹا ہے۔ از عقد الفرید حالات مغنین۔

Marfat.com

قریب ایک زمین فروخت ہونے والی ہے۔ جس کی مجھے ایک عرصے سے خواہش ہے لیکن قیمت اُس کی ایک لاکھ درہم ہے۔" میں نے کہا ایک لاکھ قیمت ہونا تردد کا سبب نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ خداوند کریم نے اپنی مہربانی سے زمین کی قیمت سے بہت زیادہ آپ کو دولت و ثروت دے رکھی ہے۔" کہا ہاں یہ تو سچ ہے لیکن میرا دل اس کو گوارا نہیں کرتا ہے کہ اتنی بڑی رقم خزانے سے نکالکر باہر ڈال دوں۔ میں نے کہا پھر کیا تدبیر خریداری کی آپ نے سوچی ہے؟ کیونکہ امیر المومنین ہارون الرشید سے بھی یہ امید نہیں ہے کہ اتنی بڑی رقم دیدیں۔ اوروں کا تو کیا ذکر ہے۔ ابراہیم نے کہا کہ "تم اس کی فکر نہ کرو میں نے ایک تدبیر کامیابی کی نکالی ہے اور وہ یہ ہے کہ "تم کو ایک راگنی سکھاتا ہوں۔ یہ چند[1] شعر یحییٰ برمکی کی مدح میں ہیں ہیں اس کو یاد کرلو اور میرے لہجے میں جاکر سُناؤ۔" چنانچہ جب میں وہ اشعار یاد کر چکا تو کہا کہ "اس وقت یحییٰ برمکی کے درِ دولت پر حاضر ہو۔ آنے والے برابر آرہے ہونگے۔ اور ہنوز دربار عام شروع نہ ہوا ہوگا۔ لہذا سب سے پہلے پہنچکر اپنی اطلاع کرانا اور جب یحییٰ کا سامنا ہو اور تمہارے آنے کا سبب پوچھے تو عرض کرنا کہ فقط سلام کی غرض سے حاضر ہوا ہوں۔ پھر باتوں ہی باتوں میں میرا حال بیان کر جانا۔ اسکے بعد یہ کہنا کہ آج میرے اُستاذ ابراہیم موصلی نے مجکو ایک نیا راگ سکھلایا ہے اور وہ اس قابل ہے کہ حضور کی فلاں کنیز کو سکھلایا جائے۔ چونکہ یحییٰ نئی راگنیوں کا از حد شائق ہے وہ فوراً کنیز کو بلائیگا اور تجھے حکم دیگا کہ اسی وقت یہ راگنی کنیز کو سکھادے۔" چنانچہ مطابق ہدایت کے میں یحییٰ کے درِ دولت پر حاضر ہوا اور وہ تمام واقعات پیش آئے جیسا کہ ابراہیم نے کہا تھا۔ جب

حاشیہ [1] اشعار ہر موقع کے چھوڑ دئے گئے ہیں۔

Marfat.com

میں کنیز کو تعلیم کر چکا تو مجھ سے یحییٰ نے پوچھا کہ مخارق! تم آج گھر جانا چاہتے ہو یا میرے پاس رہنا پسند کرتے ہو؟ میں نے دعا دیکر عرض کیا کہ ضرور تاً جانا چاہتا ہوں۔ تب ایک غلام کو حکم دیا کہ دس ہزار درہم مخارق کو دیدو اور ایک لاکھ درہم ابراہیم کے مکان پر بھیج دو کہ وہ زمین خرید کرے۔" میں تو انعام لے کر مکان کو چلا گیا۔ اور اپنے دوستوں میں خوشیاں منانے لگا۔ اور صبح کو ابراہیم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میرا خیال تھا کہ وزیر کے انعام سے خوش و خرم ہوگا۔ لیکن دیکھا تو اگلی حالت پر پایا۔ میں نے بہت سی تدبیریں کیں کہ ہنسے بولے مگر وہ خوش نہ ہوا۔ پھر میں نے پوچھا کہ عطیہ وزیر پہنچا ہے کہا۔ "ہاں"۔ لیکن میرا مطلب اس وقت تک نہیں ہوا ہے۔ کیونکہ وہ روپیہ بھی داخل خزانہ ہو چکا ہے۔ اور میں جیسا بخیل پہلے تھا ویسا ہی اب بھی ہوں۔ ابراہیم کی گفتگو سے مجھے بہت تعجب ہوا اور پوچھا کہ اُستاد اب کیا ہوگا؟ تب مجھ سے کہا کہ آج تمھیں دوسری راگنی سکھاتا ہوں۔ یہ کل والی راگنی سے بڑھ کر ہے۔ میں نے سنا تو حقیقت میں اس کا طرز بالکل جدید تھا۔ جب میں یاد کر چکا تو کہا کہ آج فضل بن یحییٰ کے یہاں جاؤ بیٹے کی ولادت کی خوشی میں فضل ایک مجلس عیش مرتب کرنے والا ہے۔ لیکن یہ جلسہ خاص ہوگا۔ جب فضل سے ملاقات ہو تو میرا قصہ اور یحییٰ برمکی کی فیاضی کا حال کہدینا۔ پھر اس راگنی کا ذکر کرنا جو تم کو آج سکھائی ہے۔" چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔ فضل نے ابراہیم کا حال سنا تو اس کی کنجوسی پر لعنت ملامت کرتا رہا۔ لیکن چونکہ ابراہیم کی جدید راگنیوں پر یہ بھی شیدا تھا۔ اپنی ایک کنیز کو بلا کر میرے سپرد کیا۔ میں نے تعلیم شروع کر دی ہنوز پورے طور پر کنیز کو بتا بھی نہیں چکا تھا کہ فضل جوش مسرت سے کہنے لگا کہ "خدا کی قسم تو اور تیرا اُستاد

Marfat.com

دونوں کامل ہیں۔" اور خوش ہو کر حکم دیا کہ بیس ہزار درہم مخارق کو اور دو لاکھ درہم ابراہیم کو دئے جائیں۔" میں تو اپنے حصّے کا انعام لے کر چل دیا اور سارا دن عیش و طرب میں گزارا۔ اور صبح کو اُستاد کی خدمت میں حاضر ہوا لیکن یہاں آج بھی وہی رنگ ڈھنگ تھا نانت باجی راگ بوجھا۔ میں سمجھ گیا کہ الخ فضل کا عطیہ بھی "ہر چہ در کان نمک رفت نمک شد" کا مصداق ہو چکا ہے۔ اس لئے میں نے کہا کہ جس شخص کو ایسی دولت بے دریغ ملے اور پھر بھی وہ اپنے نفس پر جبر کرے اُس سے زیادہ بدنصیب اور کون ہو سکتا ہے؛ لیکن ابراہیم نے اُس کا کچھ جواب نہیں دیا۔ اور مجھے آج ایک اور راگنی سکھائی۔ جو گزشتہ دنوں سے بھی زیادہ دل کش تھی۔ اور بعد یاد کرنے اشعار کے حکم دیا کہ آج جعفر برمکی کے یہاں جاؤ۔ اور پچھلے حالات بیان کرو۔" چنانچہ جعفر نے بھی مثل اپنے بزرگوں کے کنیز کو وہ اشعار یاد کرائے اور ابراہیم کے انداز میں سُنکر خوش ہوا۔ اور وقت رخصت کے تیس ہزار درہم مجکو اور تین لاکھ درہم ابراہیم کو دئے۔ میں شاداں و فرحاں اپنے گھر گیا۔ اور جب صبح کو میں ابراہیم سے ملا۔ وہ نہایت خوش تھا۔ میں نے حال پوچھا تو تکئے کے نیچے سے ایک دستاویز نکال کر مجھے دی۔ بائع اس کا بغداد کا رہنے والا تھا۔ اور مشتری یحییٰ برمکی تھا۔ اور قبالہ کے ساتھ ایک رقعہ بھی تھا۔ جس کا یہ مضمون تھا کہ "مجھے یقین ہو گیا ہے کہ اگر تمام دنیا کی دولت ابراہیم کو مل جائے تو بھی وہ زمین نہیں خرید کرے گا۔ اس لئے میں اپنے داموں سے خرید کر کے قبالہ بھیجتا ہوں۔" جب میں کاغذات پڑھ چکا تو ابراہیم نے کہا کہ "مخارق دنیا میں ایسے ہی لوگوں کے ساتھ معاشرت کرنا چاہئے۔ کیونکہ ساٹھ ہزار

Marfat.com

درہم تجھے ملے۔ اور چھ لاکھ نقد اور ایک لاکھ کی جائداد مجھے ملی۔ حالانکہ میں نے گھر سے باہر ایک قدم بھی نہیں نکالا۔ پھر اُن کی عدیم المثال فیاضی کا خیال کرکے رونے لگا۔ کہ جب یہ نہ ہونگے تو ہماری ایسی قدر کون کرے گا۔ اور کون ایسے بڑے صلے دیگا؟"

اہل علم کی قدردانی (۵)

خطیب[1] بغدادی نے تاریخ بغداد میں علامہ ابو عبداللہ محمد بن عمر الواقدی کے ترجمے میں لکھا ہے کہ علامہ مذکور مدینے میں گندم کی تجارت کیا کرتے تھے۔ لیکن تجارت میں جو روپیہ لگا ہُوا تھا وہ اور لوگوں کا تھا۔ اتفاق سے راس المال کے ایک لاکھ درہم تلف ہو گئے۔ تب یحییٰ برمکی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ خُدّام اور حاجب نے جس وقت دستر خوان بچھایا گیا ہے جاکر پیش کیا کیونکہ یہ صلاے عام کا وقت تھا۔ سب کے ساتھ کھانے پر بیٹھ گئے۔ ابو عبداللہ کا بیان ہے کہ فراغ طعام کے بعد یحییٰ نے میرا حال پوچھا میں نے سارا قصہ بیان کیا۔ اور رخصت ہو کر میں بھی چلا گیا۔ میرے مکان پر ایک خادم پہنچا اور ایک تھیلی ہزار دینار کی پیش کی۔ اور پیام دیا کہ "یحییٰ نے سلام کہا ہے اس کو قبول فرمائیے۔ اور کل پھر تشریف لائے گا۔" میں نے وہ نذرانہ قبول کیا۔ چنانچہ متواتر چار روز تک یہی ہوتا رہا۔ تب میں نے جانا بند کر دیا۔ رخصت کے وقت دو لاکھ درہم اور ایک مکان مع تمام سامان کے مرحمت فرمایا اور درخواست کی کہ میرے پاس سکونت اختیار کیجئے۔ میں نے دعا دی اور وعدہ کیا کہ بعد واپسی مدینہ منورہ کے حاضر ہونگا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا اور تمام عمر بغداد میں بسر کر دی۔

---

[1] ابن خلکان جلد دوم صفحہ ۳۲۴ مطبوعہ مصر۔

Marfat.com

سادہ مزاجی (۶)

حسن بن سہل کی روایت ہے کہ کاتب یحییٰ نے اپنے بیٹے کا ختنہ کیا تمام امرائے دربار نے تحفے بھیجے۔ منجملہ احباب کے ایک دوست نے بھی جو اُس وقت پریشان حال تھا نمک اور اُشنان کی دو تھیلیاں نذر بھیجیں اور ایک رقعہ بھی اُس کے ساتھ لکھا۔ جس میں بعد از معذرت یہ لکھا تھا "مجھے خوف ہے کہ اہل کرم کی فہرست بند ہو جائے اور اُس میں میرا نام نہو۔ نمک اور اُشنان کی دو تھیلیاں تحفے میں بھیجتا ہوں۔ نمک کی برکت اور اُشنان کی لطافت میرے دعوے کے لئے کافی ہے اور رقعہ کے خاتمے پر قرآن مجید کی یہ آیت لکھی لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَاءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضَىٰ وَلَا عَلَى الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ مَا يُنفِقُونَ حَرَجٌ" دعوت ولیمہ میں جب یحییٰ شریک ہؤا۔ تو کاتب نے تمام ہدایا اور تحائف پیش کئے۔ اور وہ دونوں تھیلیاں بھی پیش کیں یحییٰ نے رقعہ کا مضمون پڑھا تو حکم دیا "دونوں تھیلیاں واپس کر دی جاویں"۔ چنانچہ[1] چار ہزار دینار دونوں میں بھر کر تھیلیاں واپس کر دی گئیں۔

اطبا کی قدردانی (۷)

ابو القاسم[2] محمد طائفی بروایت فرخ مولائی جعفر برمکی روایت کرتا ہے کہ یحییٰ کو درد شکم کا عارضہ تھا اکثر طبیبوں نے علاج کیا مگر کسی سے کامل نفع نہیں ہؤا۔ فضل و جعفر کو سخت صدمہ تھا۔ ہر وقت علاج کی فکر میں رہتے تھے۔ ایک دن بر سبیل تذکرہ معلوم ہؤا کہ ملک فارس میں ایک مجوسی طبیب اپنے فن میں کامل دستگاہ رکھتا ہے۔

حاشیہ [1] ابن خلکان جلد دوم صفحہ ۳۲۵ علامہ سیوطی نے اپنی تاریخ میں بجنسہ اسی قسم کا واقعہ حالات ماموں میں لکھا ہے۔ کہ ایک مفلس آدمی نے بعد شادی بوران کے دو تھیلیاں پیش کی تھیں دیکھو سیوطی صفحہ ۱۳۰ مطبوعہ مصر [2] تاریخ ضیاء برنی صفحہ ۱۷ و ۱۸ مطبوعہ بمبئی [3] پارہ دہم (علموا) سورہ توبہ۔ رکوع ۱۷۔ آیت ۳۔

Marfat.com

چنانچہ اُسی وقت والئے فارس کو پروانہ لکھا گیا کہ "طبیب کو بلا توقف درگاہ خلافت میں روانہ کرو" حاکم فارس نے ایک ہزار دینار سفر خرچ دے کر طبیب کو بغداد روانہ کیا۔ یحییٰ نے طبیب کی بڑی خاطر کی اور عزت و تعظیم کے ساتھ اُس کو اپنا مہمان کیا۔ اور طبیب کے دربار عام میں پیشی کے واسطے ایک تاریخ مقرر کر کے اپنے خاص ندیموں کو حکم دیا کہ ہر ایک اپنا اپنا قارورہ ملاحظہ کے واسطے پیش کرے دربار کا ایک ظریف جو ہمیشہ یحییٰ کے سامنے عیش و طرب کے جلسوں اور مردانہ کوششوں کا ذکر کیا کرتا تھا اُسکو بھی حکم دیا۔ جب سب درباری جمع ہو گئے تو طبیب فارس طلب کیا گیا۔ لیکن طبیب کے آنے سے قبل امتحان کی غرض سے یہ کارروائی کی گئی کہ ہر ایک کے قارورے کی شیشی باہم تبدیل کر دی گئیں۔ اوّل یحییٰ نے قارورہ دکھایا۔ طبیب نے مزاج کے موافق نسخہ لکھا اور جو غذا مناسب تھی وہ تجویز کی۔ پھر ندیموں کی طرف متوجہ ہوا۔ شیشیاں غور سے دیکھ کر یحییٰ سے اجازت چاہی کہ "آپ مصاحبوں کو حکم دیجئے کہ اپنا اپنا قارورہ ملاحظہ کرائیں کیونکہ شیشیاں تبدیل ہو گئی ہیں اس صورت میں علاج ممکن نہیں ہے" حاضرین مجلس کو طبیب کی حذاقت و مہارت پر تعجب ہوا۔ سب سے اخیر میں ظریف کی باری آئی۔ طبیب نے کہا کہ یہ شخص رجولیت سے محروم ہے۔ اس پر یحییٰ کو بہت تعجب ہوا۔ اور سرِ دربار پردہ فاش ہونے پر ظریف بہت ہی نادم ہوا۔ اور دو ہفتے کے علاج میں یحییٰ کو کامل صحت ہو گئی۔ غسل صحت کے دن ظروف نقرہ۔ جامہائے قیمتی۔ اسپان مطوّق۔ زر و جواہر و نقدی ملا کر تیس ہزار دینار صلے میں یحییٰ نے طبیب[1] کو مرحمت کئے علاوہ اسکے دو ہزار درہم اور خلعت فضل نے اور ایک لاکھ درہم مع تحائف کے جعفر نے طبیب کو انعام دیا۔ اور برامکہ کی ایک فیاضی سے تمام عمر

حاشیہ [1] اس طبیب کا نام منویل تھا۔ دیکھو حالات بیماری جعفر برمکی صفحہ ۴۷ ضیاء برقی۔

Marfat.com

کے واسطے طبیب فارس دولتمند ہوگیا۔ سچ یہ ہے کہ خاندان برامکہ اہل کمال کا شائق تھا۔ ہر فن کے کامل آدمی دربار میں جمع تھے علامہ[1] ابن ابی اصیبعہ نے عیون الانبا میں جبرئیل بن بختیشوع حکیم کی سالانہ آمدنی کا ایک نقشہ دیا ہے اس کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سالانہ وظیفہ جبرئیل کو جو صرف برامکہ سے ملتا تھا وہ حسب ذیل ہے یحییٰ بن خالد برمکی چھ لاکھ درہم۔ جعفر بن یحییٰ بارہ لاکھ درہم۔ فضل بن یحییٰ چھ لاکھ درہم۔ یہ رقم تو خاص تھی اور مختلف موقعوں پر غسل صحت کے وقت جو دیا جاتا تھا۔ وہ رقومات خارج از حساب ہیں۔

حسن مکافات

علی[2] بن حسین بن داؤد نے یحییٰ بن خاقان بن حسن بن سہل وزیر مامون الرشید سے روایت کی ہے۔ کہ ایک دن ہارون الرشید نے یحییٰ کو ایک ضروری کام کے واسطے بلا بھیجا۔ دروازے پر حاجتمندوں کا ایک گروہ موجود تھا حاجب نے اطلاع کی کہ امیدوار حاضر ہیں۔ یحییٰ نے کہا کہ "مجھے آج فرصت نہیں ہے سب سے میرا سلام کہو کہ کل صبح تشریف لائیں"۔ چنانچہ وہ لوگ چلے گئے۔ سب سے اخیر میں ایک گروہ سائلین کا اور آیا اُن میں اخیر درجے پر احمد بن خالد احول بھی کھڑا ہوا تھا۔ یحییٰ نے احمد کو دیکھا تو فضل کی طرف متوجہ ہوکر کہا کہ "اے جان پدر! میرے ساتھ اس جوان کے باپ کا ایک واقعہ ہے۔ جب میں اس کام سے فارغ ہوجاؤں تو یاد دلانا"۔ یحییٰ واپس آیا تو فضل نے کہا کہ اب خالد احول کا قصہ بیان فرمائیے یحییٰ نے کہا کہ "مہدی عباسی کے زمانے میں جب میں عراق سے

حاشیہ [1] طبقات الاطبا ابن ابی اصیبعہ جلد اول صفحہ ۱۳۰۔ مطبوعہ مصر [2] کتاب المستطرف فی کل فن مستظرف جلد اول صفحہ ۲۱۵۔ مطبوعہ مصر علاوہ اس کے دیگر مؤرخین نے بھی اس واقعہ کو لکھا ہے۔

Marfat.com

آیا۔ تو میری حالت نہایت ابتر تھی۔ بالکل محتاج تھا کوئی چیز پاس نہ تھی۔ یہاں تک کہ
تین دن کا فاقہ ہو چکا تھا۔ میں اِس سوچ اور فکر میں بہت رویا۔ اور حیران تھا کہ کیا
کروں چنانچہ یاد آگیا کہ گھر میں ایک مندیل موجود ہے۔ مکان میں دریافت کیا تو معلوم
ہوا کہ اب تک باقی ہے۔ چنانچہ اُس کو ایک شخص کے ذریعے سے فروخت کر ڈالا۔ کُل
سترہ درہم اُس کی قیمت آئی۔ میں نے گھر میں لاکر دے دئے۔ اور کہا کہ جب تک
خدا کسی اور جگہ سے ہمارا رزق بھیجے اُس وقت تک تو اس کو صرف کرو پھر علے الصباح
میں خالد احول کے دروازے پر حاضر ہوا کیونکہ اس وقت مہدی عباسی کا وزیر اعظم
تھا (بعض کا قول ہے کہ ابو عبداللہ بن عباس ہاشمی وزیر تھا) دروازے پر لوگوں کا
مجمع تھا۔ اور وزیر کے برآمد ہونے کا سب کو انتظار تھا۔ چنانچہ تھوڑی دیر میں آمد آمد
شروع ہوئی مجمع عام میں مجھے خالد نے دیکھ کر سلام کیا اور مزاج پوچھا۔ میں نے کہا
کہ "اے خالد اُس کا حال کیا پوچھتے ہو؟ جس نے اپنے گھر سے سترہ درہم کو مندیل
فروخت کی ہو" یہ کلمۂ تاسف سُن کر مجھے بغور دیکھا اور کچھ جواب نہ دیا۔ میں گھر کو
لوٹ آیا۔ اور جو واقعہ خالد سے گزرا تھا وہ کہہ سُنایا۔ سب نے کہا کہ "بُرا کیا خدا
کی قسم خالد کوئی بڑی خدمت سپرد کرتا۔ لیکن اپنے حال سے تم نے مطلع کر دیا خالد
نے کوئی چھوٹے درجے کا شخص سمجھا ہوگا۔ کیونکہ تمھاری عزت بڑے شخص کے برابر
تھی اب وہ ہمیشہ اسی نظر سے دیکھیگا" گھر والوں کی باتیں سُن کر میں نے کہا خیر
جو کچھ ہونا تھا وہ ہو گیا۔ اس کے بعد پھر صبح کو میں خلیفہ کے دروازے پر حاضر ہوا۔

Marfat.com

جس وقت وہاں پہنچا ایک شخص نے بڑھ کر مجھسے کہا کہ "ابھی اس جگہ پر تمھارا ذکر ہو رہا تھا"
میں نے اس کی بات پر کچھ التفات نہیں کیا۔ اس کے بعد ایک دوسرا شخص ملا اس نے
بھی یہی کہا۔ پھر حاجب (خالد) سے ملاقات ہوئی اس نے پوچھا کہ آپ کہاں تھے وزیر
نے حکم دیا ہے کہ "دربار سے واپسی تک میرا انتظار کرو" چنانچہ خالد کے آنے تک میں
بیٹھا رہا۔ مجھے دیکھ کر بلایا۔ اور سواری کا حکم دیا میں بھی سوار ہو کر خالد کے مکان تک ساتھ
گیا۔ جب مکان پر پہنچا تو حکم دیا کہ "حمید اور زاہر کو جو گندم کی تجارت کرتے ہیں میرے
پاس حاضر کرو" جب وہ آئے تو ان سے پوچھا کہ میں نے تمھارے ہاتھ دیہات کا غلہ
ایک لاکھ اسی ہزار دینار کو فروخت کیا ہے؟ انھوں نے اقرار کیا تو پھر سوال کیا کہ
میں نے یہ شرط بھی کی تھی کہ اس میں ایک اور شخص بھی شریک ہے۔ اور جس کے
واسطے کہا تھا وہ یہی ہے۔ اور مجھسے کہا کہ ان کے ہمراہ جاؤ۔ چنانچہ میں ان سوداگروں
کے ساتھ ہو لیا۔ وہاں سے چلا تو انھوں نے کہا کہ "تھوڑی دیر کے واسطے اس مسجد
میں تشریف لے چلئے کچھ گفتگو کرنا ہے اور آپ کے حق میں مفید ہے" میں انکے
ساتھ چلا گیا۔ تب انھوں نے کہا کہ "اس تجارت میں دلال۔ ڈنڈی دار۔ وغیرہ کی آپکو
ضرورت ہوگی اور ناپنے تولنے کے بھی جھگڑے ہیں۔ تب کہیں منافع ہوگا۔ اس لئے
بہتر ہے کہ آپ اپنا حصہ ہمارے ہاتھ نقد داموں پر بیچ ڈالیں۔ اس صورت میں بہت
سی تکلیف اور جھگڑوں سے آپ کو نجات مل جائیگی" میں نے پوچھا کہ اچھا کتنے پر
سودا کرتے ہو؟ انھوں نے کہا کہ ایک لاکھ درہم۔ میں نے یہ نامنظور کیا۔ لیکن اخیر

Marfat.com

میں تین لاکھ پر توڑ ہوگیا۔ تب میں نے خالد سے مشورہ کرکے اپنا حصّہ بیچ ڈالا۔ اور نقدی کو اپنے قبضے میں کیا۔ اس کے بعد میرے سب کام درست ہوگئے۔ اس بیان کے بعد فضل سے مخاطب ہوکر کہا بتاؤ! تم اس شخص کے بیٹے سے جس نے تمہارے باپ کے ساتھ ایسا سلوک کیا تھا کیا احسان کرسکتے ہو؟ فضل نے کہا کہ "خدا کی قسم کوئی بدلہ اس سے زیادہ نہیں ہوسکتا ہے کہ میں اپنی جگہ پر احمد بن خالد کو درجہ وزارت پر مقرر کراؤں۔ چنانچہ فضل نے احمد کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ بھائی وزارت کی تمام تنخواہ اور جاگیرات کے آج سے تم مالک ہو جو وزارت کی خدمتیں دربار میں میرے متعلق ہیں میں اُن کو انجام دیا کرونگا۔ لیکن اس کے تمام منافع کے مالک تم ہی ہوگے۔ باوجود اس کے بھی میں اس حق سے جو میرے والد بزرگوار پر ہیں سبکدوش نہیں ہوسکتا ہوں۔" فضل کی تقریر سُنکر احمد سے سوائے اس کے اور کچھ نہ ہوسکا کہ یحییٰ کے پاؤں پر گر پڑا اور کہا کہ "حقیقت یہ ہے کہ جو حق میرے باپ کا آپ نے ادا کیا ہے ویسا نہ کسی نے کیا ہے نہ ہوسکتا ہے" اور محمد بن عبدوس نے کتاب الوزرا میں بروایت یحییٰ بن خاقان یوں لکھا ہے کہ "جب یہ واقعہ میں سُن چکا تو میں نے یحییٰ بن خاقان سے پوچھا کہ یحییٰ برمکی نے احمد سے کیا سلوک کیا تو یحییٰ نے کہا کہ احمد برامکہ کے عہد دولت میں بڑے ممتاز درجے پر تھا۔ بلکہ دولت و عزت میں برامکہ کے برابر تھا۔ چنانچہ احمد کی روایت ہے کہ جب خلیفہ ہارون الرشید برامکہ سے ناراض ہوئے اُس وقت میں اردن (ملک شام) میں تھا کیونکہ یحییٰ نے مجھکو ایک عہدے پر مقرر کرکے بھیجا تھا۔ اور جب وہاں سے واپس آیا

Marfat.com

ہوں اُس وقت یحییٰ برمکی جیل کی مصیبتیں جھیل رہا تھا۔ چنانچہ میں یحییٰ کی خدمت میں حاضر ہوا اور چھ ہزار دینار نذر کئے۔ لیکن بڑے اصرار سے صرف تین ہزار قبول کئے۔

امین و مامون کی مخالفت پر یحییٰ کی پیشین گوئی۔

اور مجھسے کہا کہ "اے فرزند! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہارون الرشید عنقریب اس دنیا سے کوچ کرنے والا ہے۔ اور خاندانِ خلافت میں سخت نزاع ہو کر مامون الرشید تخت نشین ہوگا۔ میں ایک رقعہ تم کو دیتا ہوں اس کو اپنے پاس رکھو۔ جب انقلاب حکومت ہو اُس وقت تم اس رقعے کو فضل بن سہل کے پاس لے جانا کیا عجب ہے کہ تمھارے حق میں مفید نتیجہ پیدا ہو" چنانچہ رقعے کے دو ٹکڑے کر کے ایک مجھے دے دیا اور دوسرا مصلے کے نیچے رکھ لیا۔ چنانچہ میں وہ رقعہ لے کر رخصت ہوا۔ تھوڑے زمانے کے بعد خلیفہ ہارون الرشید نے انتقال کیا۔ اور امین الرشید ولیعہد سلطنت اور مامون الرشید میں لڑائی شروع ہوگئی آخر کار امین قتل ہوا اور سپہ سالار طاہر نے بغداد فتح کر لیا۔ اور مامون الرشید مستقل خلیفہ قرار پایا۔ اُس وقت میں بیکار۔ خانہ نشین۔ اور محض مفلس تھا۔ ایک دن رات کے وقت کسی نے دروازے پر آکر دستک دی۔ افلاس نے لونڈی غلاموں کو اوّل ہی آزاد کر دیا تھا کوئی جواب دینے والا نہیں تھا۔ میں نے بی بی سے کہا دیکھو کون آیا ہے؛ لیکن بغیر میری اطلاع کے دروازہ نہ کھولنا۔ بی بی نے واپس آکر کہا کہ چند سپاہی نظر آتے ہیں۔ مجھے بہت سے شبہے ہوئے لیکن گھر سے باہر نکلا تو معلوم ہوا کہ طاہر نے بلایا ہے۔ سواری دروازے پر موجود تھی۔

Marfat.com

سوار ہو کر روانہ ہو گیا۔ طاہر نے میری بڑی خاطر کی اور عزت سے بٹھایا اور فضل بن سہل کا
لکھا ہوا ایک پروانہ دکھایا جس کا یہ مضمون تھا کہ "امیر المومنین مامون کا حکم ہے کہ احمد
بن خالد کو جہاں کہیں وہ ملے اوّل اپنے پاس بلاؤ اور پچاس ہزار درہم اور بیس گھوڑے
اُس کو دے کر نہایت اعزاز سے ہمارے پاس خراسان بھیجدو" پروانے کا مضمون
پڑھتے ہی مجھ میں جان آگئی اور سامان سفر کے واسطے دو روز کی مہلت طلب کی۔
چنانچہ طاہر نے منظور کیا پھر صلہ دے کر رخصت کیا اور حکم دیا کہ فوراً خراسان روانہ ہو۔
میں نے وہ نصف رقعہ جو یحییٰ نے دیا تھا اور اب تک مثل تعویذ کے میرے پاس تھا۔
لے کر بغداد سے کوچ کر دیا۔ ہر ہر منزل پر بموجب حکم شاہی میرا خیر مقدم ہوتا تھا چنانچہ
میں نے مرو پہنچکر فضل بن سہل کو اپنی حاضری کی اطلاع دی۔ وزیر نے فوراً مجکو
بلایا اور پوچھا کہ "احمد بن خالد آپ ہی ہیں؟" میں نے عرض کیا کہ ہاں یہی خادم ہے۔
اس سے زیادہ مجھ سے کچھ نہیں پوچھا اور کہا کہ "تکان سفر نے خستہ کر دیا ہو گا اب
آرام کرو" چنانچہ تین دن تک میں نے آرام کیا۔ چوتھے دن صبح کو سیاہ لباس پہنکر
ذوالریاستین (فضل) کے دربار میں حاضر ہوا۔ فضل امیر المومنین کے حضور میں جا
رہا تھا میں نے سلام کیا۔ اور پیادہ پا ہمرکاب ہو لیا۔ دربار میں پہنچ کر فضل اور مامون الرشید
دونوں ایک تخت پر بیٹھے۔ تھوڑی دیر میں میری طلبی ہوئی۔ سامنے پہنچکر میں نے
شاہی قاعدے سے سلام کیا۔ اور فضل نے مامون الرشید سے مخاطب ہو کر کہا کہ
"امیر المومنین! یہی احمد بن خالد ہے۔ محمد امین کے زمانے میں اسی کی تحریر مدینۃ السلام

(بغداد) سے میرے پاس آیا کرتی تھی۔ اور جو نئے واقعات ہوتے تھے اُس کی اطلاع کیا کرتا تھا۔ یہ شخص خدّام والا کے خاص ہواخواہوں میں ہے۔ اپنا مال و عزت دونوں حضور والا پر نثار کرنا چاہتا ہے۔" مامون الرشید نے کہا کہ "خدا اُس کے مال میں برکت دے۔ اور اُس کے خزانے کو دوچند کرے" جب وزیر نے خلیفے کو خوش پایا تو عرض کیا کہ "اگر حکم ہو تو کوئی عمدہ خدمت احمد کے سپرد کیجائے تاکہ لوگوں کو امیر المومنین کے قرب و اختصاص کا اندازہ معلوم ہو" چنانچہ مامون الرشید نے منظور کیا اور خدمت کتابت[1] سپرد ہو گئی۔ چند روز بعد ایک دن شبلی کی مجلس میں فضل نے مجھکو بلایا۔ میں وہ نصف رقعہ یحییٰ برمکی کا اپنے ساتھ لیتا گیا تھا۔ مجلس میں وزیر کا بھائی حسن بن سہل بھی موجود تھا۔ چنانچہ اثنائے گفتگو میں حسن نے مجھسے پوچھا کہ "ابو العباس! میرے استاذ اور مخدوم ابو علی یحییٰ بن خالد برمکی سے بھی تمھاری کچھ جان پہچان ہے؟" میں نے عرض کیا کہ "ہاں! اور جو سلوک میرے باپ نے یحییٰ برمکی سے کئے تھے اور جو خدمت میں نے جیل میں کی تھی مع واقعہ تحریر رقعہ کے بیان کیا" حسن نے پوچھا کہ وہ رقعہ کہاں ہے؟ میں نے کہا کہ میرے پاس موجود ہے۔ بلکہ جیب سے نکال کر سامنے رکھ دیا۔ چنانچہ حسن

حاشیہ [1] احمد بن ابی خالد احول۔ حسن بن سہل وزیر کی درخواست پر اُسکا قائم مقام مقرر ہوا تھا۔ مامون نے جب اُسکو مستقل کرنا چاہا تو اُس نے انکار کیا۔ اور کہا جو خدمت مجھے لیجائے میں حاضر ہوں۔ لیکن وزارت کے لقب سے معاف رکھا جاؤں۔ مامون نے چونکہ اُسکی لیاقت کا صحیح اندازہ کر لیا تھا یہ درخواست قبول نہ کی۔ اور خلعت وزارت عطا کیا۔ احمد نے نہایت تجمل اور عظمت و شان کے ساتھ وزارت کی۔ مامون بھی اُسکی نہایت عزت کرتا تھا ایکبار کسیسے عرض کی کہ "وزیر اعظم احمد کھانیکا بہت شائق ہے اور اُسکی دعوت کھا لیتا ہے۔ مقدمات میں خلاف انصاف اُسکی طرفداری کرتا ہے" مامون نے اس شکایت پر اگر کچھ لحاظ کیا تو یہ کیا کہ تنخواہ کے علاوہ ہزار درہم روزانہ احمد کے دسترخوان کے لیے مقرر کر دیئے۔ المامون حصہ دوم صفحہ ۲۰۲ مطبوعہ مفید عام آگرہ طبع ثانی۔

Marfat.com

نے بھی دوسرا ٹکڑا نکالا۔ اور دونوں کو جوڑ کر پڑھا اور رونے لگا پھر اپنے بھائی فضل کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ بیشک یہ تحریر خاص یحییٰ کے قلم کی ہے اور مجھسے کہا کہ جانتے ہو اس میں کیا لکھا ہے؟ میں نے عرض کیا نہیں۔ چنانچہ وہ رقعہ مجھے دیدیا۔ میں نے پڑھا تو یہ مضمون تھا "برخوردار من! تم کو معلوم ہے کہ احمد بن خالد کے کس قدر مجھپر حقوق ہیں لیکن اب مجھے اس قدر توفیق نہیں ہے کہ اُس کا کوئی حق ادا کروں۔ کیونکہ میرا اقبال پہاڑ کی چوٹی کا ڈھلتا سورج ہے اور تمہاری بلند اقبالی کا آفتاب نصف النہار پر ہے۔ مجھے امید ہے کہ تم اُس حق کو جو مجھپر ہے ادا کروگے۔ اور احمد کا خیال رکھوگے!" چنانچہ یحییٰ کی تحریر کا یہ اثر تھا کہ میں درجۂ کتابت سے مامون الرشید کی وزارت تک پہنچ گیا[1]۔

مثال (۹) ایثار

یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم بن صالح بن منصور جو مقربین دربار ہارون الرشید میں سے تھا روایت کرتا ہے کہ استیصال برامکہ کے زمانے میں سلطنت عباسیہ کی ابتر حالت تھی۔ ملک میں ہر طرف جھگڑے فساد کھڑے ہو گئے تھے۔ کوئی معاملہ حسب دلخواہ نہ ہوتا تھا۔ اسی زمانے میں ایک دن مجھ کو بلایا حاضر ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ہارون نہایت غضب ناک ہو رہا ہے۔ چہرے پر حزن وملال کے آثار ہیں مجھے دیکھ کر حکم دیا کہ "اسی وقت رخصت ہو اور منصور بن زیاد سے

حاشیہ [1] جامع الحکایات صفحہ ۲۹۹ و تاریخ نگارستان [2] البتر المسبوک فی نصائح الملوک۔ امام ابو حامد غزالی صفحہ ۱۱۶ الغایت ۱۱۹ مطبوعہ خیریہ پریس مصر۔ تاریخ ضیاء برنی صفحہ ۳۴

گیارہ لاکھ کی رقم جو اُس کے ذمے واجب الادا ہے وصول کر کے مغرب تک داخل کرو
اگر حصول زر میں تامّل ہو تو سر پیش کرو۔ میرے حکم کے خلاف کیا تو روح مہدی کی قسم
کھا کر کہتا ہوں کہ تیرا سر نہ ہوگا۔" میں سمجھ گیا کہ منصور کے خون کا پیاسا ہے۔ مجھے تشویش
تھی کہ حکم کی تعمیل کیونکر ہوگی کیونکہ منصور مشاہیر بغداد سے ہے اور خاندان بھی بڑا رکھتا
ہے۔ مگر میں نے مجبوراً منصور کا ہاتھ پکڑا اور حکم سنا دیا۔ منصور حکم شاہی سُنکر رونے لگا
اور کہا "حقیقت یہ ہے کہ خلیفہ میرے قتل کی فکر میں ہے۔ ورنہ میرے پاس اس قدر رقم
کہاں۔ خدا کی قسم میری جائداد کی قیمت ایک لاکھ درہم سے زیادہ نہ ہوگی۔ اور کُل تعداد
کا پورا ہونا تو محال ہے۔ معلوم ہوا کہ میری عمر کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے اب صرف ایک آرزو
باقی ہے اور وہ یہ ہے کہ اس اخیر وقت میں اہل و عیال سے رخصت ہو لوں اور چند
وصیتیں کرتا چلوں۔" میں نے یہ درخواست منظور کر لی اور منصور کو اُس کے گھر لے گیا۔
حکم شاہی سُنکر تمام مکان میں ایک تہلکہ مچ گیا۔ عزیزوں کے نالہ و فریاد سے قیامت برپا
ہو گئی۔ میں بھی کانپ اُٹھا اور منصور کو میں نے یہ مشورہ دیا کہ اس مصیبت میں بجز برامکہ
کے اور کوئی ایسا نہیں ہے جو اس مصیبت سے نجات دلا سکے۔ غرضکہ میں منصور کو
لے کر رخصت ہو گیا۔ یحییٰ برمکی کا مکان راستے میں پڑتا تھا۔ وہاں حاضر ہوا۔ منصور نے
اپنا غمناک افسانہ سُنایا۔ سُنکر تھوڑی دیر تک سرنگوں رہا۔ پھر خزانچی کو بُلایا۔ اور پوچھا
کہ اس وقت خزانے میں کس قدر درہم موجود ہیں؟ خزانچی نے کہا پانچ لاکھ۔ چونکہ مطالبہ
میں ہنوز بہت کمی تھی اس لئے فضل کو رقعہ لکھا کہ اس وقت مجھے ایک اراضی کی

Marfat.com

خریداری کی ضرورت ہے اُس میں روپے کی حاجت ہے جس قدر ہو سکے بھیجدو چنانچہ فضل نے دو لاکھ درہم بھیج دئے اور ایک دوسرا آدمی جعفر کے پاس بھیجا وہاں سے بھی دو لاکھ درہم آگئے۔ چنانچہ اس طرح پر نو لاکھ درہم جمع ہو گئے۔ اور منصور کے حوالہ کر دیئے۔ منصور نے کہا کہ آپ کی فیاضی سے اس قدر تو ہو گیا ہے لیکن بقیہ رقم کی بھی فکر کر دیجئے تب تو یحییٰ رونے لگا۔ اور ایک غلام کو بُلایا کہ اس وقت دنانیر[1] کے پاس جاؤ۔ اور وہ قیمتی مرصع ہار جو امیر المومنین نے اُس کو انعام میں دیا ہے لے آؤ۔ کیونکہ میں نے اُس کو امیر المومنین کے واسطے دو لاکھ کو خرید کیا تھا وہ ملا کر کل تعداد تاوان کی پوری ہو جائے گی لیکن اندیشہ ہے کہ وہ عطیہ ہارون کا ہے اُس کو وہ ضرور پہچان لیگا۔ چنانچہ منصور کو مع مطالبہ کے لے کر میں ہارون کے پاس روانہ ہو گیا۔ راستے میں منصور یہ شعر پڑھتا جاتا تھا۔

وما ابتعتنی طوعاً ولکن	رایتك خفت من ضرب النبال
تو نے خوشی سے میری اطاعت نہیں کی	بلکہ میرا خیال ہے کہ تو تیروں کی زد سے ڈر گیا

یہ سنکر مجھے بہت ہی تعجب ہوا اور منصور کی دنائت طبع اور خباثت کا یقین ہو گیا۔ جس وقت دربار میں رو بکاری ہوئی خلیفہ نے مجھسے سارا قصہ سُنا۔ ہار واپس کر دیا۔ اور باقی روپیہ خزانے میں بھیج دیا۔ اور منصور کو چھوڑ دیا۔ لیکن یحییٰ پر بہت غضب ناک ہوا۔ اور حاضری دربار کا حکم دیا۔ جس وقت یحییٰ آیا ہارون بہت غصے ہو رہا تھا۔ لیکن

[1] یہ خالد برمکی کی کنیز کا نام ہے جو عود بجاتی تھی۔

اپنی خوش بیانی سے تھوڑی دیر میں یحییٰ نے راضی کر لیا اور عرض کیا کہ "جو خطا منصور کی ہے اُس سے اطلاع بخشی جائے۔" خلیفہ نے کہا ہمارے خاندان سے اُس کو عداوت ہے یہی باعث گرفتاری تھا لیکن آپ کی فیاضی نے آج منصور کو ہلاکت سے بچا لیا یحییٰ نے کہا کہ "میں نے تو کچھ بھی نہیں کیا ہے اصلی فیاضی تو امیر المومنین کی ہے۔ کیونکہ اگر حکم ہوتا کہ یحییٰ کا مال عطیۂ ما بہ دولت ہے تو میں کیا کر سکتا تھا۔ یہ سُنکر ہارون نے کہا کہ ہار کا لینا مناسب نہیں تھا کیونکہ وہ تو عطیہ تھا۔ یحییٰ نے کہا کہ "جب حاجت حد سے بڑھ جاتی ہے تو عقل پر پردہ پڑ جاتا ہے۔" صالح کہتا ہے کہ جب تمام معاملات طے ہو گئے تو میں نے منصور کا مذکورۂ بالا شعر یحییٰ کو سُنایا۔ سُن کر بجز اس کے اور کچھ نہ کہا کہ "جب انسان رنج و غم میں مبتلا ہوتا ہے تو مجبور ہوتا ہے جو جی میں آتا ہے کہہ گزرتا ہے۔ منصور نے دل سے کچھ نہ کہا ہوگا"

(۱۰)

خالد عبداللہ بن مالک الخزاعی اور یحییٰ کی عالی ہمتی و مروّت

ابو علی[1] قاسم بن محمد روایت کرتا ہے کہ خالد عبداللہ دربار ہارون الرشید میں نہایت معزز امرا میں شمار کیا جاتا تھا۔ اور خلیفہ کو اُس پر بہت اعتبار تھا۔ تقرب شاہی اور دنیاوی جاہ و حشم میں عبداللہ یحییٰ برمکی کا رقیب تھا اور دربار سے عبداللہ کو بڑے بڑے کام سپرد ہوا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ یحییٰ اور جعفر کہا کرتے تھے کہ "عبداللہ نے ہارون پر جادو کر دیا ہے۔" اس عداوت کا

حاشیہ [1] التبر المسبوک فی نصائح الملوک امام غزالی صفحہ ۱۱۹ مطبوعہ حیدریہ پریس مصر۔ ضیاء برنی مطبوعہ بمبئی صفحہ ۵۶۔

ہارون کو بھی علم تھا۔ یہ رنجش آخر کو اس حد تک بڑھ گئی تھی کہ اگر ایک جلسے میں دونوں جمع ہوتے تو ضرور سخت کلامی اور مباحثہ ہو جاتا تھا۔ لیکن اپنی اپنی حکمت عملی سے کوئی چوکتا نہ تھا۔ اتفاق سے آرمینہ اور آذربیجان میں بغاوت ہو گئی تو ہارون نے رفع نزاع کے واسطے یہ عمدہ موقع سمجھا کہ عبداللہ کو اُس طرف روانہ کرے۔ چنانچہ خلعت فاخرہ دے کر رخصت کیا۔ وقت کم اور کام ضروری تھا اس لئے عبداللہ کو کوئی موقع عذر و حجت کا بھی نہیں ملا۔ مجبوراً روانہ ہوا۔ اور جس مہم پر روانہ ہوا تھا اُس کو عمدہ طور سے انجام دیا۔ لیکن مصلحت ملکی سے ہارون نے حکومت آرمینہ کی عبداللہ کو سپرد کر دی اور بدستور وہاں قیام کا حکم دیدیا۔ معاذ بن یحییٰ شاعر کو عبداللہ اور یحییٰ کی مخالفت کا کچھ علم نہ تھا۔ یحییٰ کی طرف سے جعلی خط سفارش کا بنا کر آرمینہ پہنچا۔ مضمون پڑھ کر عبداللہ کو نہایت ہی تعجب ہوا۔ کہ آخر یحییٰ نے مجکو خط کیوں لکھا ہے ظاہرا کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی ہے ضرور یہ خط جعلی ہے؛ اور تحقیقات کی غرض سے معاذ کو مہمان رکھا۔ لیکن وقت صحبت کے یہ کہدیا کہ "آپ نے اس قدر دور و دراز سفر کی زحمت ناحق اُٹھائی۔ کیونکہ یہ خط جعلی ہے تاہم آپ اطمینان رکھیں میرے یہاں سے نامراد نہ جائینگے" معاذ نے کہا کہ خدا امیر کی عمر دراز کرے! اگر میرا آنا آپ کو ناگوار ہے تو کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہے میں رخصت ہوتا ہوں کیونکہ اَرْضُ اللّٰہِ وَاسِعَۃٌ وَالرَّازِقُ حَیٌّ مُّبِیْنٌ"۔ جو خط میں نے پیش کیا ہے وہ تو خاص یحییٰ کا دستخطی ہے جعلی کیونکر ہو سکتا ہے؛ عبداللہ نے سنا تو کہا کہ "اچھا میں آپ کے قول پر اعتماد رکھتا ہوں آپ دو باتوں میں سے کسی ایک کو قبول کیجئے اور وہ یہ

ہیں کہ میں اس خط کو اپنے سفیر کے پاس جو بغداد میں مقیم ہے بھیجتا ہوں وہ یحییٰ سے دریافت کرے گا اگر معاملہ سچا ہوا تو کسی شہر کی حکومت عطا کرونگا اور اگر صرف انعام لینا منظور ہو تو ایک لاکھ درہم مع گھوڑے اور خلعت کے دونگا۔ اور اگر جھوٹ ہوا تو قتل کرونگا تاکہ جعلسازوں کو عبرت ہو۔" معاذ نے دونوں شرطیں قبول کرلیں اور کہا کہ "اگر امیر کو خط کی صحت میں شک ہے تو آپ تصدیق فرمالیں۔ اگر یحییٰ قبول نہ کرے تو اس سزا کا مستحق ہوں جو میرے لئے تجویز کی گئی ہے۔ لیکن بزرگوں اور ارباب سخا کا یہ طریقہ ہے کہ تحقیقات سے قبل سزا کا حکم نہیں سناتے ہیں۔" عبداللہ نے یہ عاقلانہ طنز آمیز جواب سنا تو شرمندہ ہوا۔ اور اپنا قاصد بذریعۂ ایک خط کے سفیر بغداد کے پاس روانہ کیا عبداللہ کے سفیر نے جو دربار خلافت میں رہتا تھا یحییٰ سے واقعہ بیان کیا اور وہ خط جو آیا تھا پیش کردیا یحییٰ اپنے ندیموں کے ہمراہ اس وقت بیٹھا ہوا تھا مضمون خط کا پڑھکر سفیر کو تو رخصت کردیا اور کہا کہ آپ کو کل جواب ملیگا۔ اور حاضرین سے پوچھا کہ اس شخص کی کیا سزا ہے۔ جس نے جعلی خط بناکر میرے دشمن کے سامنے پیش کیا ہے؟ سب نے مختلف جواب دیئے کسی نے قتل کسی نے قطع ید۔ کسی نے سزائے تازیانہ تجویز کیا۔ یحییٰ نے اپنے مشیروں کی تجویز سنکر افسوس کیا اور کہا کہ حیف ہے تم میں سے ایک بھی صاحب مروت نہیں۔ معاذ نے جو کچھ کیا ہے میرے کرم اور میری فیاضی کے بھروسے پر کیا ہے۔ مجھے یہ ہرگز منظور نہیں ہے کہ معاذ عبداللہ کے روبرو شرمندہ ہو۔ کیونکہ عبداللہ کا قرب اور اعزاز جو امیرالمومنین کے نزدیک ہے اور میری عداوت کا حال تم لوگوں کو جو عرصہ بیس سال سے ہے خوب معلوم ہے اس

Marfat.com

شخص کے ذریعے سے صفائی ہوجائیگی اور گویا منجانب اللہ یہ سامان ہوگیا ہے" اور قلم اٹھاکر اپنے ہاتھ سے اس مضمون کا خط عبداللہ کو لکھا کہ "آپ کا خط میرے پاس پہنچا صحت وعافیت کا مژدہ سنکر کمال مسرت ہوئی۔ معاذ نے جو خط پیش کیا ہے وہ تو خاص میرا قلمی ہے۔ آپ کو اس میں شک کیونکر ہوا۔ معاذ میرا دوست ہے اور قابل عزت ہے جو کچھ آپ اس پر احسان کرینگے وہ مجھپر احسان ہوگا" اور خط کو بند کرکے سفیر کے سپرد کیا کہ روانہ کردو عبداللہ نے جواب پڑھا تو بہت خوش ہوا۔ اور معاذ سے کہا۔ کہ مدت سے ہم دونوں میں رنج تھا آپ کے ذریعے سے صلح ہوگئی۔ اب دونوں شرطوں میں سے جو منظور ہو ارشاد فرمائیے۔ معاذ نے بمقابلہ حکومت انعام قبول کیا۔ عبداللہ نے دو لاکھ درہم۔ دس عربی گھوڑے مع زین مرصع۔ اور بیس تھان قیمتی کپڑوں کے۔ دس غلام مع ساز وسامان۔ وظروف طلا ونقرہ۔ مرحمت فرمایا اور نہایت اعزاز سے بغداد کو روانہ کردیا۔ جب معاذ بغداد آیا تو سیدھا یحییٰ کے گھر پہنچا۔ اطلاع ہونے پر اندر بلایا گیا۔ یحییٰ نے کہا کہ میں نے آپ کو نہیں پہچانا۔ معاذ خوف کے مارے یحییٰ کے پاؤں پر گر پڑا اور عرض کیا کہ "میں وہ ہوں جس کو زمانے کے جور وستم نے مردہ کردیا تھا لیکن آپ کے ہاتھوں سے دوبارہ زندہ ہوا ہوں۔ آپ کی طرف سے جس نے جعلی خط بناکر عبداللہ بن مالک کے سامنے پیش کیا تھا وہ ملزم میں ہی ہوں" یہ سنکر یحییٰ نے کہا کہ آپ نے بہت اچھا کیا۔ فرمائیے عبداللہ نے کیا سلوک کیا معاذ نے تفصیل سنائی اور کہا تمام مال واسباب در دولت پر حاضر ہے۔ اب حکم آپ کے ہاتھ ہے یحییٰ نے سنا تو

Marfat.com

بہت خوش ہوا اور کہا کہ آپ کا مجھ پر بڑا احسان ہے کہ میرے اور عبداللہ کے درمیان جو عداوت قلبی تھی وہ دور ہو گئی اور خوش ہو کر حکم دیا کہ جس قدر عبداللہ نے دیا ہے۔ اُتنا ہی ہماری طرف سے معاذ کو دیا جائے چنانچہ اُسی قدر دے دیا گیا۔ اور اپنے مصاحبوں میں معاذ کو داخل کر لیا۔ بقیہ عمر معاذ نے یحییٰ کی مدح سرائی میں گزار دی۔

رقت طبع (۱۱)

ایک دن یحییٰ دربار شاہی سے واپس آ رہا تھا۔ دروازے پر ایک شخص کو دیکھا۔ جب قریب آیا تو وہ اُٹھ کھڑا ہوا اور سلام کیا اور یہ شعر پڑھا۔

شفیعی الیک اللہ لاشی غیرہ	ولیس الی رد الشفیع سبیل
میرا سفارشی تیری خدمت میں صرف خدا ہے اور کوئی نہیں	اور یہ سفارشی - ہٹایا نہیں جا سکتا۔

یحییٰ نے سنا تو بہت متاثر ہوا اور اُس شخص کی بڑی خاطر کی اور ایک علیحدہ مکان رہنے کو دیا اور ہر روز ایک ہزار درہم اُس شخص کو دیے جانے کا حکم صادر فرمایا۔ اور جو کھانا یحییٰ خود کھاتا تھا اُس میں سے مہمان کے پاس بھیجتا تھا۔ جب ایک مہینے میں تیس ہزار درہم ہو گئے تو وہ شخص بلا رخصت کے چل دیا۔ یحییٰ کو اطلاع ہوئی تو بہت افسوس کیا اور کہا کہ "خدا کی قسم اگر یہ شخص میرے پاس رہتا تو تمام عمر اُس کا روزانہ وظیفہ بند نہ ہوتا۔"

آداب شاہی (۱۲)

یحییٰ[1] میں فیاضی کا قدرتی مادہ تھا۔ کیونکہ کسی موقع پر اُس کا ہاتھ فیاضی سے نہ رکتا تھا۔ جس طرح سے فضل و جعفر کو ہمیشہ فیاضی کی نصیحت

حاشیہ [1] ابن خلکان صفحہ ۳۲۵ - جلد ۱ - مطبوعہ مصر و البتر المسلوک صفحہ ۱۱۰ - ۔ مستطرف جلد اول صفحہ ۱۱۴ و البتر المسلوک صفحہ ۱۱۳

کیا کرتا تھا۔ اُس طرح پر ہارُون کو بھی ہر موقع پر ٹوک دیتا تھا۔

ایک دن کا ذکر ہے کہ ہارون الرشید گھوڑے پر سوار جا رہا تھا یحییٰ بھی ہمراہ تھا۔ فوج کے ایک سپاہی نے آکر عرض کیا میرا گھوڑا مر گیا ہے۔ حکم دیا کہ پانسو درہم دیدئے جائیں۔ یہ حکم سُنکر یحییٰ نے ہارون الرشید کو آنکھ سے اشارہ کیا۔ لیکن اُس کی سمجھ میں نہ آیا۔ جب گھر پر آیا تو یحییٰ سے پوچھا کہ اے پدر بزرگوار! اُس وقت آپ نے کیا اشارہ فرمایا تھا میری سمجھ میں نہیں آیا کیا مجھسے کچھ غلطی ہو گئی تھی؟ یحییٰ نے کہا کہ ہاں ایسی قلیل رقم بادشاہوں کی زبان پر نہ آنا چاہیئے۔ پندرہ ہزار یا دس ہزار تومان اور ہزار سے کم تو کسی حال میں نہ ہونا چاہیئے۔" ہارون الرشید نے پوچھا کہ جب اس قسم کا سوال ہو تو کیا جواب دوں؟ یحییٰ نے کہا کہ ایسے موقع پر صرف عطائے سواری کا حکم دینا چاہیئے تھا۔

(۱۳) خیرات کا عمدہ طریقہ

مورخین[1] نے جس قدر حالات یحییٰ کی فیاضی کے لکھے ہیں اُن میں سے بعض حالات ہم نقل کر چکے ہیں اُن سے اندازہ ہوتا ہے کہ فی نفسہ یحییٰ میں کس درجہ فطرتی طور پر فیاضی کا مادہ تھا۔ جو فیاضی علے رؤس الاشہاد کی گئی ہے اُس کی رقومات کی تعداد تو کروروں تک پہنچتی ہے۔ لیکن علاوہ اس ظاہری فیاضی کے خفیہ طور پر بھی علما اور صلحا کی خدمت کیا کرتا تھا۔ علامہ ابن خلکان نے لکھا ہے کہ کسی نے یحییٰ کو اُس کے مرنے کے بعد خواب میں دیکھا۔ اور

[1] حاشیہ ابن خلکان جلد دوم صفحہ ۳۲۵۔

پوچھا کہ خدا نے تمہارے ساتھ کیا کیا؛ تو کہا خدا نے مجھے سفیان[1] کی دعا کی بدولت بخش دیا کیونکہ میں ایک ہزار درہم ماہوار سفیان کو دیا کرتا تھا اور وہ میرے حق میں دعا فرماتے تھے "اللھم ان یحییٰ کفانی امر دنیائے فاکفد امر اخرتہ

لطیفہ (۱۴) ایک دن کا ذکر ہے کہ یحییٰ نے معاذ بن مسلم سے مصافحہ کرنا چاہا۔ انھوں نے اپنا ہاتھ فوراً ہی ہٹا لیا۔ یحییٰ نے پوچھا آپ نے ہاتھ کیوں سمیٹ لیا؛ معاذ نے کہا معاف فرمائیے گا میں ڈرتا ہوں کہ اس مصافحہ سے کہیں میرا ہاتھ بھی آپ کی فیاضی کی صفت نہ سیکھ جائے اور جو تھوڑا بہت سرمایہ میرے پاس ہے وہ بھی ہاتھ سے جاتا رہے۔ اس واقعہ کو اگر لطیفہ سمجھئے تو حقیقت میں ایک مذاق ہے لیکن تاریخی حیثیت سے دیکھئے تو اس بات کی تحقیق ہوتی ہے کہ یحییٰ کی فیاضی ضرب المثل ہو گئی تھی۔

فہم و فراست (۱۵) ابو عثمان بن عمر خطاط راوی ہے کہ یحییٰ برمکی رفتار قلم کو دیکھ کر تحریر کے مطالب پر پہنچ جاتا تھا اور کاغذ کے دیکھنے سے پہلے تمام حالات بیان کر دیتا تھا۔ اور اس حصے میں وہ اپنا نظیر نہ رکھتا تھا۔

حاشیہ [1] ابو عبداللہ سفیان بن سعید بن مسروق بن حبیب رافع الثوری الکوفی ۹۹ھ ہجری میں سلیمان بن عبدالملک اموی کے عہد خلافت میں پیدا ہوئے۔ آپ کا شمار اقطاب اسلام اور ارکان دین میں ہے اور علم حدیث کے امام ہیں۔ عمر اوزاعی۔ ابن جریج۔ مالک۔ شعبہ۔ ابن عیینہ۔ فضیل بن عیاض نے آپ سے روایت کی ہے خلیفہ مہدی عباسی آپ کی نہایت عزت کرتا تھا۔ ۱۶۱ھ میں بمقام بصرہ انتقال فرمایا۔ ثوری طرف ثور بن عبد مناۃ کے منسوب ہے۔ منتخب از روض المطور فی تراجم علمائے شرح الصدور صفحہ ۱۱۲۔ مطبوعہ مفید عام آگرہ۔

[2] حدیقۃ الاقالیم صفحہ ۴۱۳۔ اقلیم سوم مطبوعہ نولکشور پریس۔

Marfat.com

(۱۶) حسن اخلاق

باوجود شاہانہ شان وشوکت - اور درجۂ وزارت کے یحییٰ کے مزاج میں انتہا درجے کا عجز وانکسار تھا۔ اس کا عام طرز معاشرت تکلف اور بناوٹ سے بری تھا امرا کی دعوتوں میں شریک ہوتا۔ درویشوں - عالموں سے آنکے مکان پر جاکر ملاقات کرتا۔ کسی کی بیماری کا حال سنتا تو جاکر عیادت کرتا۔ بڑی خوبی یہ تھی کہ اگر کسی معاملے میں غلطی ہو جاتی اور کوئی متنبہ کرتا تو اس کو قبول کر لیتا تھا۔ ایک دربار[1] کا شاعر بیمار ہو گیا۔ اور بسبب علالت مدت تک غیر حاضر رہا۔ اس مابین میں یحییٰ کو بھی کچھ خیال نہ آیا۔ صحت کے بعد اس نے شکایت آمیز خط لکھا یحییٰ نے اسکے جواب میں جو کچھ لکھا ہے اس کے پڑھنے سے یحییٰ کی اعلیٰ درجے کی نیکی اور انصاف پسندی ظاہر ہوتی تھی۔

اشعار شکایت آمیز

اَیُّھا ذا الامیر اکرمك اللہ	اے سردار - خدا تجھ کو معزز رکھے
وابقاك لی بقاء طویلاً	اور میرے فائدے کے لئے بڑی عمر دے
اجمیلاً تراہ اصلحك اللہ	کیا اس کو آپ نے پسندیدہ خیال کیا
کیما اراہ ایضا جمیلا	تو میں بھی اس کو پسندیدہ سمجھوں -
انی قد اقمت عنك قلیلا	میں چند روز آپ کی خدمت میں نہ پہنچ سکا -
لا نزی منفذا الیك رسولا	اور کوئی قاصد بھی نہ بھیج سکا -

حاشیہ [1] عقد الفرید جلد اول صفحہ ۲۰۲

Marfat.com

الذنب فما علمت سوی الشکر	مجھسے اور تو کوئی گناہ نہیں ہوا۔
لما قد اولیتنه جزیلاً	بجز اسکے کہ آپنے جو انعامات مجھپر کیے ہیں اس کا شکر گزار رہا ہوں
قد اتی الله بالصلاح فیما	خدا نے بارے اچھا کیا۔
انکرت مما عهدت الا قلیلا	آپ کو میرے ساتھ جو تعلقات تھے اسکی نسبت مجھے یہ شکایت ہے مگر بہت نہیں

یحییٰ کا جواب

دفع الله عنك نائبة الدهر	خدا تم سے زمانے کے مصائب دفع کرے۔
وحاشاك ان تکون علیلا	اور خدا نہ کرے کہ تم بیمار ہو۔
اشهد الله ما علمت وماذا	خدا گواہ ہے کہ مجکو خبر نہ تھی۔
من العذر جائزا مقبولا	اور یہ عذر قابل قبول بھی نہیں
ولعلی لو قد علمت لعاودتك	مجکو اگر تمہاری بیماری کا حال معلوم ہوتا تو مہینوں
شهرا وکان ذاك قلیلا	میں تمہاری عیادت کرتا۔ اور یہ بھی کافی نہ ہوتا۔
فاجعلنی الی التعلق بالعذر	تم میرے لئے معذرت کا راستہ نکالو۔
سبیلا ان لم اجد فی سبیلا	مجکو تو معذرت کی راہ نہیں ملتی۔
فقد بما جاء ذو الفضل بالفضل	ہمیشہ سے ہوتا آیا ہے کہ بڑے لوگ مہربانی سے پیش آتے ہیں
۔ وما سامح المخلیل خلیلا	اور دوست دوست سے درگزر کرتا ہے۔

ادبی حیثیت سے یہ خط بتا رہا ہے کہ شاعری میں یحییٰ برمکی کا کیا درجہ ہے۔ اور اخلاقی نظر سے دیکھو تو کس قدر نکتے حل ہوتے ہیں۔

ہارون وہادی کی حریفانہ کوششیں۔ ہادی کی موت ہارون کی خلافت۔ یحییٰ برمکی کی مستقل وزارت ۱۷۰ھ

ہارون الرشید کا پہلا وزیر اعظم یحییٰ برمکی ہے۔ لیکن یہ وزارت کیونکر ہوئی؟ اور ہارون کی خلافت کا اجمالی سلسلہ کیونکر ہے۔ یہ بھی یحییٰ برمکی کا ایک مہتم بالشان واقعہ ہے اسلئے مختصر حالات ذیل میں لکھے جاتے ہیں۔

خلیفہ مہدیؒ کے دو نامور فرزند تھے۔ بڑے بیٹے کا نام **الھادی ابو محمد موسیٰ** تھا اور چھوٹے کا نام **الرشید ھارون ابو جعفر** جن کے واسطے ۱۶۶ھ میں مہدی نے یہ فیصلہ کیا تھا۔ کہ

مہدی کی وصیت

اوّل ہادی۔ اِس کے بعد ہارون تخت نشین ہوگا۔ چنانچہ بائیسویں تاریخ ماہ محرم ۱۶۹ھ جولائی ۷۸۵ء میں بمقام ماسبذان

حاشیہ ۱۵۰ھ میں یہ خلیفہ تخت نشین ہوا تھا۔ زنادقہ کی تردید میں سب سے پہلے اسی نے کتابیں لکھوائیں اسی کے عہد میں اربل (دیول یا ٹھٹھہ واقع ہندوستان) فتح ہوا شاہانہ شان وشوکت اس کے عہد میں بہت بڑھ گئی تھی۔ ابتدائے سلطنت میں پردے میں رہتا تھا۔ پھر دربار عام کرنے لگا۔ کعبہ پر جو مختلف گراں بہا پوششیں پڑتی تھیں مجاوروں کی شکایت پر اس کو بند کر دیا کیونکہ احتمال تھا کہ بدو کعبہ کو لوٹ لیں اور تمام قیمتی مال لے جاویں اور صرف ایک پوشش باقی رہ گئی جو خود خلیفہ کی طرف سے بھیجی جاتی تھی۔ محمد بن سلیمان نے سب سے پہلے اسی خلیفے کے واسطے مکہ معظمہ میں برف بھیجی۔ بغداد اور مکہ کی راہ میں جا بجا عمارتیں اور تالاب بنوائے۔ مساجد سے مقصورے موقوف کیے۔ اور طولانی منبروں کو گھٹا کر مطابق عہد رسالت کے کر دیا۔ مسجد الحرام کے گرد و پیش کے مکانات ملا کر اس سے وسیع کر دیا۔ مدینہ۔ یمن۔ مکہ اور بغداد کے راستوں میں ڈاک بٹھائی۔" کامل اثیر جلد ۶ صفحہ ۱۰۷ سیوطی صفحہ ۱۰۷۔ ابن خلدون جلد ۳ صفحہ ۲۰۱۔

جب مہدی نے انتقال کیا اُس وقت ہادی جرجان میں تھا۔ اور ہارون کے باپ کے پاس موجود تھا۔ اُس نے جنازے کی نماز پڑھائی تجہیز و تکفین سے فارغ ہوا۔ تو تخت نشینی کا خیال آیا۔ لیکن باپ کی وصیت کے بموجب بمشورہ یحیی برمکی بھائی کو جرجان سے بُلایا اور کہا کہ بھائی جان تخت حاضر ہے! چنانچہ صفر کی چاندرات کو ۱۶۹ھ ۷۸۵ء میں ہادی نے تخت پر بیٹھ کر سب سے بیعت لی۔ یہ خلیفہ اگرچہ

ہادی کی خلافت

رعب داب والا تھا۔ لیکن افسوس ہے کہ خلافت کی شان و شوکت کو نہ سنبھال سکا۔ دن رات لہو و لعب میں رہا کرتا تھا۔ اس لئے تمام معاملات سلطنت کی نگرانی خیزراں (مادر ہادی و ہارون) نے اپنے ہاتھ میں رکھی تھی۔ صبح کے وقت خیزران کے محل پر تمام امرائے دربار۔ اور فوجی سرداروں کا مجمع ہوتا تھا۔ انکی درخواستوں کے مطابق احکام جاری کرتی تھی۔ اور خیزران کے آگے ہادی کی کچھ چلتی بھی نہ تھی۔ اس لئے ایک معاملے میں دونوں میں تکرار ہو گئی اور چونکہ وہ معاملہ خیزران کے موافق طے ہوا۔ اس وجہ سے ہادی کا رنج اور بھی بڑھ گیا۔ یہاں تک کہ گفتگو میں ادب کا پہلو ہاتھ سے جاتا رہا۔ اور ایک دن غصے میں آن کر ماں سے کہنے لگا کہ "اب اگر دروازے[1] پر میں نے کسی امیر کو دیکھا

ہادی خیزران کی مخالفت

تو یقینی اُس کی گردن اُڑا دونگا۔ اور آپ کا صرف یہ کام ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت کیجئے۔ یا تسبیح پڑھئے۔" بیٹے کی بات سُن کر

حاشیہ [1] سیوطی صفحہ ۱۰۹

Marfat.com

خیزران جھلّا کر اُٹھ کھڑی ہوئی۔ اور پھر دونوں میں سخت عداوت ہوگئی۔ ہادی نے ماں سے تو اس طرز پر گفتگو کی اور دربارِ عام میں آکر امرائے سلطنت۔ اور افسران فوج سے پوچھا کہ تمہاری مائیں افضل ہیں یا میری ماں"؟ سب نے تسلیم کیا کہ "امیر المومنین کی ماں افضل ہیں" فرمایا اچھا بتاؤ! تم میں سے کون اس بات کو جائز رکھتا ہے کہ امیر المومنین کی ماں سے اُس کی مجلس میں جاکر ادھر اُدھر کی باتیں کرے"! ارکان سلطنت ہادی کا مطلب سمجھ کر چپ ہو رہے۔ اور سب نے خیزران کی درباداری بند کر دی۔ ہادی کے طرزِ عمل اور اندازِ حکومت سے ہارون بھی ناراض تھا۔ لیکن کسی معاملے میں دست اندازی نہیں کرتا تھا۔ مگر ہادی اپنی چالوں سے نہیں چوکتا تھا۔ اور باپ کی وصیت کے خلاف یہ چاہتا تھا کہ "سلطنت سے بھائی کو محروم کر کے اپنے بیٹے جعفر کو ولیعہد[۲] مقرر کرے" اور اپنا یہ خیال ارکان سلطنت اور خود ہارون سے بھی ظاہر کر دیا تھا۔ جیسا کہ ہادی کے حسب ذیل اشعار سے بھی معلوم ہوتا ہے۔

نصحت[۱] لھارون فرد نصیحتی	میں نے ہارون کو نصیحت کی مگر اُس نے نہ مانا۔
وکل امری لا یقبل النصح نادم	اور جو شخص نصیحت نہیں قبول کرتا ہے نادم ہوتا ہے
وادعوہ للامر المولف بیننا	میں اسکو اس کام کیطرف بلاتا ہوں۔ جو آپس کے ارتباط کا سبب ہے
فیبعد عنہ وھو فی ذلک ظالم	لیکن وہ پاس نہیں آتا۔ اور یہ اسکی ناانصافی ہے۔

حاشیہ [۱] روضۃ الصفا مطبوعہ بمبئی ۱۷۹ جلد ۳ [۲] کامل اثیر صفحہ ۳۲ جلد ۶ [۳] سیوطی ۱۱۰

Marfat.com

ولو لا انتظاری منه یوما الی غدٍ		مجکو اگر کل تک کا انتظار نہوتا۔
لعاد الی ما قلته وهو راغم		تو ہارون کو میری بات چارنا چار ماننا ہی پڑتی

لیکن ہارون نے جعفر کی بیعت سے انکار کیا۔ اور اس رائے سے یحییٰ برمکی نے بھی جو ہارون کا آتالیق و میر منشی تھا۔ اتفاق کیا۔ کیونکہ ہارون کی خلافت سے قلمدانِ وزارت کے ملنے کی یحییٰ کو امید تھی۔ جس کا وہ ایک عرصے سے امیدوار تھا۔ بلکہ اسی آرزو میں وہ ہادی کے خلاف ہارون کی بیعت کے واسطے کوشش کر رہا تھا اور ہادی کے اظہار خیالات کے بعد تو پوری کوشش اس میں کرنے لگا۔ کہ ہادی اپنے مقصد میں کبھی کامیاب نہو۔ باوجودیکہ ہادی کی طرف سے بھی بڑا زور یحییٰ پر ڈالا جاتا تھا کہ وہ جعفر کی بیعت کے واسطے کوشش کرے۔ چنانچہ جامع الحکایات[1] کا مصنف لکھتا ہے کہ اسی زمانے میں ایک دن یحییٰ کو ہادی نے بلایا۔ جب لوٹ کر آیا تو سخت متوحش تھا۔ کیونکہ ہادی نے حکم دیا تھا کہ وہ ہارون کو اس بات پر آمادہ کرے کہ اپنے بھتیجے کی بیعت منظور کرے۔ اور یحییٰ قسم کھاتا تھا کہ میں امیر المومنین کے حکم کے بموجب کوشش کر رہا ہوں لیکن ہارون میرا کہنا نہیں مانتا ہے۔ مگر یحییٰ کی باتوں پر ہادی کو یقین نہ آتا تھا اور وہ اس گفتگو کو بناوٹ سمجھتا تھا۔ چنانچہ یحییٰ اسی سوچ میں بیٹھا ہوا تھا۔ کہ ایک غلام پر ناراض ہو گیا اور اس کو اس زور سے طپانچہ مارا کہ انگشتری کا حلقہ ٹوٹ گیا۔ اور نگینہ زمین پر گر کر چور ہو گیا۔ نگینے کے ٹوٹنے سے یحییٰ کا دل اور بھی شکستہ ہو گیا۔ چنانچہ یحییٰ کے حزن و ملال کی جب ایک شاعر کو اطلاع ہوئی تو اس نے حاضر ہو کر چند

حاشیہ [1] حکایت ۳۳ باب ۳ صفحہ ۷۰

Marfat.com

اشعار پڑھے جس کا لفظی ترجمہ فارسی میں یہ ہے۔

انگشتری از شکست و افتاد نگیں — زنہار بدیں سبب نباشی غمگیں

آں حلقہ کشادہ گشت و آں بند شکست — فالیست نکو نیک بیندیش دریں

یحییٰ چونکہ نجوم و شگون کا بہت معتقد تھا۔ یہ اشعار سنکر خوش ہوگیا۔ اور فال نیک سمجھا۔" لیکن ہمارا مطلب اس حکایت کے لکھنے سے صرف واقعۂ تاریخی کی تائید ہے اور فال و شگون سے کوئی بحث نہیں ہے۔ لیکن یحییٰ برمکی نے ہادی کو باتوں ہی باتوں میں رکھا اور خلیفہ کے انعام و صلے کی کچھ پرواہ نہ کی۔ تب مجبور ہو کر ہادی نے یحییٰ کو جیل میں بھیج دیا۔ مگر وہ اپنی سرگرم کوششوں سے یہاں بھی خالی نہ تھا۔

ہادی و یحییٰ کی گفتگو خلافت پر

محمد بن یحییٰ برمکی راوی ہے کہ قید میں جاتے ہوئے یحییٰ نے ہادی کو ایک رقعہ لکھا۔ اور حاضری کی اجازت چاہی۔ چنانچہ ہادی نے خلوت میں یحییٰ کو بلالیا۔ اور حال پوچھا۔ یحییٰ نے کہا کہ "امیر المومنین اگر آپ باپ کی وصیت پر قائم نہ رہینگے تو رعایا پر خراب اثر پڑے گا۔ اور آئندہ ملکی پیچیدگیاں بڑھ جائینگی۔ کیونکہ جب بادشاہ وقت خود معاہدے کا پابند نہ رہے گا تو رعایا بھی اپنے قول و قسم پر قائم نہ رہے گی۔ علاوہ اس کے جعفر ہنوز نابالغ ہے۔ خدانخواستہ اگر ایسا وقت آجائے کہ امیر المومنین کا سایہ ہم پر نہ رہے۔ اس وقت بلحاظ معاملات سلطنت۔ سیاست۔ اور شریعت کے کون ایسا ہے۔ جس کو ہم امام بنا سکتے ہیں؟ ہادی نے کہا کہ "ہاں! مجھے بھی اس میں تردد ہے۔" تب یحییٰ نے کہا کہ "اس وقت ضرور ہے کہ

فلاں فلاں اشخاص دعویدار خلافت ہوکر اٹھ کھڑے ہونگے۔ اور خلافت اولاد مہدی سے نکل جائیگی "یحییٰ" کی آزاد اور عاقلانہ رائے سُنکر ہادی بھی متفکر ہوا۔ اور کہا بیشک آپ کا کہنا صحیح ہے۔ اب تک میں غفلت کی نیند سو رہا تھا۔ جب یحییٰ نے ہادی کو راہ راست پر دیکھا تو مکرر عرض کیا کہ "مصلحت وقت یہی ہے کہ ہارون کو خلع بیعت پر تکلیف نہ دیجائے اور میں اقرار کرتا ہوں کہ جب جعفر جوان ہوگا تو ہارون کو اس پر آمادہ کرلونگا کہ وہ جعفر کی بیعت قبول کرے"۔ اس قدر گفتگو کے بعد ہادی نے یحییٰ کو رخصت کر دیا۔ لیکن محبت پدری نے اس کو گوارا نہیں کیا کہ بجائے بیٹے کے بھائی تخت نشین ہو۔ اس لئے یحییٰ کو قید کے مصائب جھیلنا ہی پڑے۔ اور ہارون پر پہلے سے زیادہ سختیاں ہونے لگیں۔

ہرثمہ بن اعین[1] سے منقول ہے کہ ایک دن ٹھیک دوپہر کے وقت ہادی نے مجکو خلوت میں بلایا۔ چونکہ ہادی کے مزاج سے میں واقف تھا۔ مارے خوف کے کانپنے لگا۔ اور جب حرم سرا کے اندر داخل ہوا۔ تو سب مصاحبوں کو رخصت کرکے تخلیہ کیا اور مجھے حکم دیا کہ "دروازے کو بند کرکے واپس آ"۔ اس حکم نے میرے رہے سہے ہوش و حواس گم کر دیئے۔ جب میں لوٹ کر آیا تو مجھسے مخاطب ہوکر کہا کہ "اے ہرثمہ! مجھے دن رات اس سگِ ملحد (یحییٰ بن خالد) سے سخت تکلیف پہنچ رہی ہے اس کمبخت کو سوائے اس کے اور کوئی کام ہی نہیں ہے کہ میرے سرداران فوج اور اعیان سلطنت کو بھڑکایا کرتا ہے اور اپنے آقا (ہارون الرشید) کی دعوت اور بیعت کا درپردہ اعلان کرکے اس بات پر لوگوں کو آمادہ

حاشیہ [1] یہ نامور فوج کا سپہ سالار تھا اور نسباً ہاشمی تھا۔ جامع الحکایات صفحہ ۳۳۵۔

کر رہا ہے کہ میں قتل کر دیا جاؤں۔ اور ہارون مسند خلافت پر بٹھایا جائے۔ لہذا اسی وقت

ہادی کے احکام

ہارون کی عمر کا خاتمہ کر دے۔ اگر محل میں ایسا موقع نہ لگے۔ تو میری طرف سے پیام دینا کہ بھائی جان یاد کر رہے ہیں۔ تشریف لے چلئے پھر اثنائے راہ سے اپنے گھر لے جا کر کام تمام کر دینا۔" میں یہ حکم سنکر حیران رہ گیا۔ اور عرض کیا کہ "اگر اجازت ہو تو کچھ عرض کروں۔" کہا ہاں اجازت ہے تب میں نے عرض کیا کہ "ہارون الرشید آپ کا حقیقی بھائی ہے اور بعد آپ کے ولیعہد خلافت ہے۔ اگر آپ کے حکم کی تعمیل کر دیجائے تو خدا کے سامنے آپ کیا جواب دینگے اور زمانہ کیا کہے گا۔" میری گفتگو سنکر ہادی نے بجز اس کے اور کچھ نہیں کہا کہ اگر تعمیل حکم میں توقف ہوا تو تمہارا سر نہ ہوگا۔ پھر وقت رخصت کے کہا کہ "جب میرے اس حکم کی تعمیل ہو جائے تب جیل میں جانا اور وہاں آل ابوطالب میں سے جس قدر قید ہوں ان میں سے بعض کو قتل اور بعض کو دجلے میں غرق کر دینا۔ اور جب یہ سب امور طے ہو جائیں تو ایک لشکر جرار لے کر کوفے کو روانہ ہونا۔ عباسیوں میں سے جو لوگ ہمارے ہوں ان کو چھوڑ کر شہر میں آگ لگا دینا کہ کل شہر جل کر خاک ہو جائے اور جو عمارت جلنے سے بچے وہ مسمار کر دینا۔" میں نے عرض کیا کہ "امیر المومنین! یہ تو اہم امور ہیں میں کیونکر ان پر مستقدمی کر سکتا ہوں۔" جواب ملا کہ "یہ لوگ ہمارے دشمن ہیں اور آل ابوطالب کے مددگار ہیں۔ ملک میں جو فساد ہونگے ان کے باعث یہی کوفی ہونگے۔" جب سب ہدایتیں کر چکا تو کہا کہ جب نصف شب گذر جائے۔ تب یہاں سے باہر جانا اور سب سے پہلے ہارون کو قتل کرنا۔ پھر

Marfat.com

ترتیب وار دیگر کاموں پر متوجہ ہونا" یہ کہکر آپ حرم سرا میں چلا گیا۔ میں سمجھا کہ ناخوش ہو کر چلا گیا ہے۔ اب کوئی دوسرا امیر اس خدمت پر مقرر ہوگا اور میں قتل کیا جاؤنگا۔ کیونکہ میں نے کئی بار مخالفت کی ہے اور میرے روکنے سے یہ مطلب ہے کہ افشائے راز نہ ہو۔ چونکہ مجھے یقین تھا کہ میں قتل کر ڈالا جاؤنگا اس لئے میرا دل یہ چاہتا تھا۔ کہ گھوڑے پر سوار ہو کر بغداد سے نکل کر ایسے ملک کی راہ لوں جہاں کوئی میرا شناسا نہو۔ غرضکہ ان خیالات میں ایسا ڈوبا کہ مجکو نیند آگئی۔ اور اس قدر سویا کہ آدھی رات گذر گئی۔ میں سورہا تھا کہ ایک خادم نے آکر جگایا کہ "اٹھو امیر المومنین یاد فرماتے ہیں"۔ میں کلمہ شہادت پڑھتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا اور بہت سے حجاب کے پردے طے کرکے وہاں تک پہنچ گیا۔ کہ جہاں سے عورتوں کی باتوں کی آواز میرے کان میں آنے لگی۔ تب میں نے خیال کیا کہ ہادی کا یہ مطلب ہے کہ مجھے کوئی الزام لگاکر قتل کرے۔ اگر میں حرم سرا میں داخل ہو جاؤں۔ تو مجھسے پوچھے گا کہ بلا اجازت کیوں آیا۔ اس وقت میں کوئی جواب نہ دے سکونگا؛ اور یہی حیلہ میرے قتل کو کافی ہے چنانچہ اسی خیال کے موافق سب سے اخیر درجے میں جاکر میں ٹھیر گیا۔ خادم نے آگے بڑھنے پر ہر چند اصرار کیا مگر میں نے ایک قدم نہ بڑھایا۔ اور کہا" نعوذ باللہ! میں کیونکر حرم شاہی کے اندر داخل ہو سکتا ہوں۔ اور مجھپر کیا منحصر ہے کسی میں یہ طاقت نہیں ہے کہ حرم سلطانی میں داخل ہو"۔ جب خادم نے بہت ضد کی تب میں نے کہا کہ" جب تک امیر المومنین خود نہ بلاویں گے خدا کی قسم میں آگے قدم نہیں بڑھا سکتا ہوں"۔ چونکہ یہ فقرہ میں نے زور سے کہا تھا۔ اس لئے اندر سے ایک عورت نے

Marfat.com

ویلك یا ھرثمہ۔ میں خیزران ہوں اندر آ۔ اس وقت میں نے تجکو ایک بہت بڑے کام کے واسطے بلایا ہے۔" چنانچہ میں اندر چلا گیا۔ خیزران نے ایک دوسرے پردے کی آڑ سے مجھ سے کہا کہ "اے ہرثمہ! موسی (ہادی) نے دنیا سے کوچ کیا اور قضائے الٰہی نے اس کے جور و ظلم سے تجکو اور سب مسلمانوں کو بچا لیا۔ دیکھ! تخت پر ہادی مردہ پڑا ہوا ہے۔" میں نے پردہ اٹھا کر دیکھا تو ایک چادر اوڑھے ہوئے ہادی تخت پر لیٹا ہے اور نبض پر ہاتھ رکھا تو بالکل ٹھنڈا پایا۔ تب میں نے خدا کا شکر کیا اور خیزران سے پوچھا کہ یہ واقعہ کیونکر ہوا؟ خیزران نے کہا کہ "میرے بیٹے ہارون اور آل ابوطالب اور اہل کوفہ کے واسطے جو حکم ہادی نے دیا تھا۔ میں اس کو سن رہی تھی۔ چنانچہ جب ہادی اندر آیا تو میں نے ہارون کے خون کی معافی چاہی اور اس کو میں نے قسم دی کہ وہ اپنے ارادوں سے باز آئے۔ لیکن اس نے میری بات نہ سنی اور نہایت سختی سے جھڑک دیا۔ تب میں نے اور بھی نرمی کی اور خدا اور رسول کا واسطہ دیا۔ اور اس کے سامنے زمین پر سر رکھ دیا لیکن ہادی پر کچھ بھی اثر نہ ہوا۔ اور تلوار نکال کر مجھ سے کہا کہ اگر چپ نہ ہو جاؤ گی تو ابھی گردن اڑا دونگا۔ تب میں ناامید ہو کر خاموش ہو رہی۔ اور خدا سے اس کے حق میں بددعائیں کرنے لگی۔ تھوڑی دیر میں یہ فتنہ سو رہا۔ جب جاگا تو شدت سے کھانسی آئی اور گلے میں پھندا پڑ گیا۔ میں نے ایک پیالہ پانی کا دیا۔ لیکن پھندا ٹوٹنا تو درکنار۔ وہی پانی پھانسی کا پھندا ہو گیا۔ اور دم[1] فنا ہو گیا۔ اب تو اسی وقت یحییٰ برمکی کو جیل میں جا کر

ہادی کی موت

حاشیہ۔ [1] مورخین نے ہادی کے اسباب فوت میں اختلاف کیا ہے بعض کا قول ہے۔

Marfat.com

خبر دے تاکہ ہارون کی بیعت کو تمام کرے"۔ چنانچہ جیل سے نکل کر یحییٰ نے سب سے پہلے یہ کام کیا کہ ہارون کو جو خواب راحت میں سو رہا تھا جگا کر مژدۂ خلافت سنایا۔ ہارون نے نہایت یاس سے کہا "دیکھو! تم ہنسی کرتے ہو۔ بھائی صاحب سن لینگے تو یہی ہنسی بلائے جان ہو جائیگی"۔ یحییٰ نے عرض کیا کہ "قضائے الٰہی نے اس بحث کا فیصلہ کر دیا۔ آپ اطمینان سے سریر خلافت کو زینت دیں"۔ اسی گفتگو میں خواص مژدہ لائی کہ مشکوے معلّٰے میں وارث تاج و تخت پیدا ہوا۔ یہی وہ مبارک فال لڑکا تھا جس کی قسمت میں مامون الرشید

ہارون کی تخت نشینی

اعظم ہونا لکھا تھا۔ چنانچہ شنبہ کی رات ربیع الاول ۱۷۰ھ ۲۰ ستمبر ۷۸۶ء اکیسویں تاریخ کو بڑی دھوم دھام سے بمقام عیسےٰ آباد ہارون الرشید تخت نشین ہوا۔ صولی[1] کا قول ہے کہ یہ رات بھی عجیب تھی جس میں ایک خلیفہ (موسےٰ ہادی) نے وفات پائی۔ دوسرا (ہارون الرشید) تخت خلافت پر بیٹھا۔ تیسرا (مامون الرشید) عالم وجود میں آیا۔ جب صبح ہوئی تو رشید کی بیعت عام طور پر ہو چکی تھی اور یحییٰ نے رات ہی رات کل انتظام کر کے ہارون الرشید کو تخت پر بٹھا دیا تھا۔ بہرحال خلاصہ اس تمام تحریر کا

بقیہ حاشیہ۔ کہ اس کے گلے میں ایک زخم تھا۔ جس کے صدمے سے فوت ہوا۔ بعض کا خیال ہے کہ جب ہادی نے خیزران کو زہر دینا تجویز کیا اور اس کا راز کھل گیا تو خیزران نے بسبب فرط محبت ہارون کے ہادی کو زہر دیا اور خیزران کی کنیزوں نے سوتے میں گلا دبا دیا۔ ہادی نے کل سوا برس خلافت کی۔ خلافت کے سنبھالنے کی اگرچہ طاقت نہ تھی لیکن تاہم رعب والا۔ اور فصیح و ادیب تھا۔ ہادی پہلا خلیفہ ہے جس کی اردلی میں سپاہی ننگی تلواریں لے کر چلتے تھے۔ اس کے عہد میں زندیق بکثرت قتل ہوئے۔ ماخوذ از سیوطی وغیرہ [1] الامون صفحہ ۱۲۔ [2] تاریخ الخلفاء سیوطی صفحہ ۱۱۱ و عقد الفرید جلد ۳ صفحہ ۴۳ سے عربوں نے اس رات کا نام لیلۃ الہاشمیہ رکھا ہے۔

Marfat.com

یہ ہے کہ یحییٰ برمکی نے ہارون الرشید کے حصول خلافت میں انتہا درجے کی کوشش کی تھی۔ اور چونکہ ہارون الرشید ہمیشہ خانہ جنگیوں اور سیاسی جوڑ توڑ سے پرہیز کیا کرتا تھا۔ اس لئے ممکن تھا کہ ہادی اپنے ارادے میں کامیاب ہو جاتا لیکن یحییٰ کے حسن تدبیر و دیانت نے ہادی کو مرتے دم تک کامیاب نہ ہونے دیا۔ لیکن ہارون الرشید نے بھی یحییٰ کی کوششوں کا جو بچپن سے عالم شباب تک کی گئیں تھیں عمدہ صلہ دیا۔ اور تخت پر بیٹھ کر

یحییٰ کی وزارت

سب سے پہلے جو حکم لکھا۔ وہ یہ تھا کہ "یحییٰ برمکی مستقل وزیر اعظم کیا گیا۔ اس لئے ہارون[1] کی خلافت اور یحییٰ کی وزارت کی ایک ہی تاریخ سمجھنا چاہئے۔

یحییٰ کی وزارت اور اس کا اقتدار۔ فرائض منصبی۔ علوم کی اشاعت۔ فنونِ فلسفہ کے ترجمے۔ ذوقِ علمی۔ بیت الحکمۃ۔ مجالسِ مناظرہ۔ حکیمانہ اقوال۔ خاتمہ

خلافتِ عباسیہ میں ہارون الرشید اگرچہ پانچواں تاجدار تھا۔ لیکن شان و شوکت اور عظمت و جلال میں خلیفہ منصور و مہدی سے بڑھ کر تھا۔ چنانچہ مدبری ہوشیاری وغیرہ

حاشیہ [1] بعض مورخوں نے لکھا ہے کہ شوال ۱۷۰ھ مطابق ۱۴ مارچ ۷۸۶ء یوم دوشنبہ کو یحییٰ وزیر مقرر کیا گیا ہے۔ اور یہی تاریخ ولادت امین الرشید کی ہے۔

کے لحاظ سے مؤرخین نے اس کو واسطۃ الخلفا کا خطاب دیا ہے جو اس کے واسطے بہت موزون تھا۔ جیسا خود قابل اور جامع صفات تھا۔ ویسا ہی عاقل اور بیدار مغز وزیر بھی خدا نے اس کو دیا۔ مؤرخ صولی نے کتاب الاوراق میں لکھا ہے کہ جب ہارون تخت نشین ہوا۔ اور وزارت اعظم کے درجے پر یحییٰ برمکی ممتاز کیا گیا۔ تو ابراہیم موصلی نے تہنیت میں یہ اشعار پڑھے

اشعار تہنیت ابراہیم الموصلی

الم تر أن الشمس كانت مريضة	تم نے نہیں دیکھا! آفتاب بیمار تھا۔
فلما أتى هرون اشرق نورها	جب ہارون آیا تو اس کی روشنی چمک اٹھی۔
تلبست الدنيا جمالا بملكه	دنیا نے اس کی سلطنت سے خوبصورتی کا لباس پہن لیا۔
فهرون واليها ويحيى وزيرها	کیونکہ اب ہارون بادشاہ ہے۔ اور یحییٰ اس کا وزیر۔

جس کے صلے میں ہارون نے ایک لاکھ اور یحییٰ نے پچاس ہزار درہم مرحمت کئے۔

اعلام الناس میں لکھا ہے کہ جب ہارون الرشید کی تخت نشینی کی شہرت اطراف سلطنت میں پھیلی تو ایک بدو (اعرابی) دربار میں آیا اور کہا میں نے خواب دیکھا ہے۔ جیسے کوئی شخص مجھ سے کہتا ہے کہ اب ہارون الرشید تخت نشین ہوا ہے تو اس کے حضور میں یہ اشعار پہنچا دے۔" ہارون نے بدو کا مطلب سمجھ لیا اور حکم دیا" اچھا پڑھو" اجازت پانے پر اس نے یہ چار شعر پڑھے۔

حاشیہ ۱ سیوطی صفحہ ۱۱۵

۲ اعلام الناس صفحہ ۸۴۔ خلافت ہارون۔

اشعار اعرابی

توارثت خلافة من قریش	تو نے خلافت قریش سے ورثہ میں پائی ہے۔
تزف الیکما ابدا عروسا	وہ خلافت، ہمیشہ تم دونوں کے پاس دولھن بنکر آئیگی۔
الی ھرون تھدی بعد موسیٰ	موسیٰ کے بعد ہارون کے پاس ناز کرتی ہوئی جائیگی۔
تمیس وما لھا ان لا تمیسا	اور جب یہ موقع حاصل ہو۔ تو وہ کیوں نہ ناز کرے۔

جب اعرابی پڑھ چکا تو بہت کچھ انعام دے کر رخصت کر دیا۔

ابتدائے خلافت[1] میں مثل زمانہ ہادی کے تمام امور سلطنت خیزراں کے مشورے کے مطابق ہوا کرتے تھے۔ لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ ہارون و یحییٰ میں مادہ حکمرانی کا نہ تھا یا اُن کو حکومت میں پورا دسترس نہ تھا۔ بلکہ اُن کو خیزران کی خاطرداری منظور تھی۔ اور اُن صدمات کی تلافی بھی جو ہادی کی موت سے خیزران کو پہنچے تھے لیکن سنہ ۱۷۳ھ[2] / ۷۸۸ء سے بعد انتقال خیزران کے تمام سپید و سیاہ کا مالک یحییٰ برمکی تھا۔ اور چونکہ بچپن سے یحییٰ کی گود میں ہارون نے پرورش پائی تھی۔ اس لئے یحییٰ کے کاموں میں دخل نہ دیتا تھا۔ یحییٰ جو چاہتا تھا کرتا تھا۔ اور ادب[3] کا یہ حال تھا کہ کبھی یحییٰ کا نام نہیں لیا جب خطاب کرتا تو پیارے باپ یا دوسرے معزز الفاظ سے یاد کرتا۔ بعد تخت نشینی کے ہارون نے یحییٰ کا بڑے قیمتی الفاظ میں اس طرح پر شکریہ ادا کیا کہ "اے باپ! آج میں دربار عام میں بیٹھا ہوا ہوں۔ اس مجلس

یحییٰ کا اعزاز

حاشیہ [1] ابن خلدون صفحہ ۲۱۶۔ و ۲۲۳ جلد ۳ [2] ابوالفدا صفحہ ۱۳ جلد ۲۔ [3] ابن خلکان صفحہ ۳۲۲۔ جلد ۲۔

Marfat.com

میں مجکو صرف آپ کی برکت اور حسن تدبیر سے جگہ ملی ہے" اور تخت پر بیٹھتے ہی انگوٹھی جسکو تمغہ وزارت کہنا چاہئے یحییٰ کے سپرد کر دی اور یہ کہا کہ[1]

سپردم بتو مایۂ خویش را
تو دانی حساب کم و بیش را

یحییٰ کی وزارت پر مؤرخین کی رائے

مؤرخین کا اس پر اتفاق ہے کہ یحییٰ ایک خود مختار وزیر اعظم تھا۔ تمام معاملات میں اُس کا جو جی چاہتا تھا کرتا تھا۔ ابن خلکان نے لکھا ہے کہ "وزیر یحییٰ نہایت عاقل۔ کریم۔ اور فصیح و بلیغ تھا۔ معاملات سلطنت میں اس کی نظر نہایت غائر تھی اور یہی وجہ تھی۔ کہ ہارون اِس کی بات رد نہیں کرتا تھا" تجارت[2] میں آسانی کی غرض سے جب ہارون نے بحر روم اور بحر قلزم میں آمد و رفت کھولنی چاہی تو یحییٰ نے کہا "روم والے حجازیں گھس آئیں گے اور مسجد الحرام سے نمازیوں تک کو اُٹھالے جائینگے" اس لئے یہ ارادہ موقوف رہا۔ اور ابتدائے خلافت میں جو عالمگیر شہرت ہارون الرشید کو ہوئی اس کا باعث یحییٰ برمکی تھا۔ کیونکہ فضل و جعفر کے عہد وزارت میں سلطنت بہت کچھ مستحکم ہو چکی تھی۔

دربار کے اہل کمال

جاحظ کا قول ہے کہ جیسے ارباب کمال ہارون کو میسر ہوئے وہ دوسرے خلیفہ کو میسر نہیں ہوئے۔ کیونکہ وزارت میں برامکہ

---

[1] ہارون رشید کے اصلی الفاظ یہ ہیں قد قلدتك امر الرعیة فاحکم فیها بما تری و اعزل من رایت و استعمل من رایت ود فع الیه خاتمه" کامل اثیر صفحہ ۳۶ جلد ۶۔

[2] تاریخ الخلفا سیوطی صفحہ ۱۱۲

عہدۂ قضا پر امام ابو یوسف شاعروں میں مروان[1] بن ابی حفظہ ندیموں میں عباس

حاشیہ[1] باستثناے مروان بن ابی حفظہ باقی اہل کمال کے مختصر حالات آگے چل کر ملیں گے۔ لہذا اس موقع پر مختصر حال اس شاعر کا لکھا جاتا ہے۔ "ابو السمط مروان بن ابی حفظہ بن سلیمان بن یحییٰ نسباً و مذہباً یہودی تھا۔ اس کا باپ حضرت عثمان رضہ یا مروان بن الحکم کے پاس آکر مسلمان ہوا تھا۔ مدینے والے اس کو سموئیل بن عادیا یہودی کا (جسکی وفاداری عرب میں مشہور ہے) غلام سمجھتے تھے۔ اور ایک روایت ہے کہ اصطخر سے حضرت عثمان رضہ کے پاس قیدیوں میں اس کا باپ آیا تھا۔ اور حضرت نے مروان کو دے دیا تھا۔ مروان کے قصائد خلیفۂ مہدی اور ہارون کی مدح میں مشہور ہیں علویوں کی ہجو گوئی سے دربار ہارون میں اس کی عزت بڑھ گئی تھی۔ معن بن زائدہ شیبانی کی مدح میں اس کا قصیدہ لامیہ بہت مشہور ہے۔ اور اسی قصیدے کی وجہ سے تمام شعرا پر تذکرہ نویسوں نے اس کو فضیلت دی ہے۔ اس قصیدہ کا صلہ مروان کو اس قدر ملا تھا کہ وہ اس کے اٹھانے سے عاجز تھا۔ اور مہدی عباسی اسی قصیدے سے ناراض ہو گیا تھا چنانچہ جامع الحکایات میں لکھا ہے کہ بعد انتقال معن کے جب مروان مہدی کے سامنے آیا۔ تو مہدی نے اس قصیدے کے دو شعر پڑھے جس کا لفظی ترجمہ یہ ہے۔

بشہر خویش پس از معن اگر شوم ساکن — روا بود کہ در ایام ہمچو معنے نیست

کجا روم ز کہ خواہم عطا کہ در عالم — چو معن ہیچ کریمے بہ بذل و معنے نیست

پھر مروان سے کہا کہ جب دنیا سے سخاوت اٹھ گئی اور معن مر گیا تو پھر اب ہم سے تو کیا چاہتا ہے کیونکہ سواے معن کے دنیا میں اب کون ایسا ہے کہ جو تیرے ساتھ فیاضی کر سکتا ہے" اور دربار سے مروان کو نکال دیا۔ لیکن دوسرے سال پھر دیگر شعرا کے ہمراہ مروان خلیفہ کے سامنے آگیا۔ اور اپنا قصیدہ پڑھنا شروع کیا جس کا مطلع یہ تھا ؎

بر من آمدہ ناگہ ز روے دوست خیال ✤ حیا و غنج در آمیختہ بہ حسن و جمال ✤ جب تشبیب کے اشعار ختم ہو گئے اور مدح کے اشعار آئے تو مہدی کو وجد کی حالت طاری ہو گئی اور اسی جوش میں تخت سے اتر کر فرش پر آگیا۔ اور بعد ختم قصیدہ کے ایک لاکھ درہم دئے۔ اور یہ سب سے پہلی رقم تھی کہ ایک شاعر کو دولت عباسیہ سے ملی تھی۔ ترجمہ ان اشعار کا یہ ہے ؎

از آسمان نتوانند کرد اگر خواہند — کہ بسترند و بپوشند از نجوم و ہلال

چگونہ منکر گردند این مقالت را — کہ کرد ایزد بر لفظ جبرئیل نزال

خلافت ارث ویست دریں حدیث مرا — گواہ باز پسین آیت ست در انفال

جب پہلی مرتبہ ہارون الرشید کے سامنے مروان آیا ہے تو اس نے بھی باپ کی طرح پر گفتگو کی تھی لیکن پھر قصیدہ سنکر فی بیت کے حساب سے ستر ہزار درہم دیے تھے اور جبتک مروان زندہ رہا ہارون الرشید نے اسکے قصائد کا صلہ فی بیت کے حساب سے ہزار درہم دیا۔ اور مہدی کی فیاضی کی یادگار قائم رکھی۔ ادبی تصنیفات

[1] اصل عربی اشعار موجود ہیں اسلئے ترجمہ پر اکتفا کیا ہے

بن محمد عباسی حاجبوں میں فضل بن الربیع مغنیوں میں ابراہیم الموصلی اور ہارون کی ذات خاص سے جس چیز کا تعلق تھا وہ اُس کی پیاری بیگم زبیدہ خاتون تھی۔

عہد ہارون میں سب سے زیادہ جس چیز نے یحییٰ برمکی کی وزارت کو فیاضی اور شاہانہ شان و شوکت کے علاوہ تمام دنیا میں مشہور کر دیا وہ اُس کے علمی کارنامے ہیں۔ اور علوم فلسفہ و حکمت کی عام قدردانی کا یہ نتیجہ ہے کہ صفحاتِ تواریخ پر آج تک یحییٰ کا نام نامی ثبت ہے۔ اسلئے مختصر حالات محکمہ ترجمہ کے جو **بیت الحکمۃ** کے نام سے مشہور ہے لکھے جاتے ہیں۔ اس بیت الحکمۃ کا بانی اگرچہ ہارون الرشید کہا جا سکتا ہے لیکن اصلی انجنیر جس نے اس عمارت کا نقشہ بنایا پھر علوم و فنون کے مرقعوں سے اُس کے در و دیوار کو سجا دیا وہ یحییٰ برمکی ہے کیونکہ اسی عالم وزیر کے مشورے سے ہارون الرشید نے یہ محکمہ قائم کیا تھا۔ اب قبل اس کے کہ ہم ناظرین کو بیت الحکمۃ کی سیر کرائیں۔ مختصر طور پر پہلے ابتدائی تاریخ ترجمہ علوم یونانی کے لکھتے ہیں۔ کیونکہ اس بیت الحکمۃ کا پہلا دروازہ یہی ہے۔ جس میں قدم رکھتے ہی برامکہ کے ذوق علمی کا ناظرین کو اندازہ ہو جائے گا اور یہ بھی معلوم ہوگا کہ گزشتہ عہد حکومت میں کس قدر علمی ترقی ہوئی تھی اور عہد عباسیہ میں اس پر کیا اضافہ ہوا۔

ترجمہ علوم یونانی کی ابتدائی تاریخ

اگرچہ عام مؤرخین نے فیصلہ کر دیا ہے کہ سب سے پہلے جس نے ترجموں کی بنیاد ڈالی وہ خلافت عباسیہ کا دوسرا جدار **ابو جعفر منصور** ہے لیکن مستند شہادتوں سے پایا جاتا ہے کہ خلفاے بنی امیہ کے

کے عہد سے ترجمہ علوم یونانی کی بنیاد پڑ گئی تھی۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ اول میں جو ترجمے ہوئے تھے وہ صرف علم طب کے متعلق تھے۔ جب کسی قدر علمی مذاق کی ترقی ہوئی تو پھر فلسفہ اور علم حکمت وغیرہ کی کتابوں کا ترجمہ کیا گیا۔ لیکن خلفاے بنی امیہ کی قدردانی کے ساتھ ہی علماے یہود اور عیسائیوں کا بھی ممنون ہونا چاہیئے جن کی توجہ سے یہ نایاب ذخیرہ علوم و فنون کا عربی میں آگیا۔ کیونکہ بیت المقدس کی بربادی کے بعد جو طیطوس رومی کے ہاتھ سے ۷۰ء میں ہوئی تھی۔ تمام ممالک شام اور عراقِ عرب میں یہودی پھیل گئے تھے۔ اور جہاں جاتے تھے علمی مذاق ساتھ لے جاتے تھے۔ ایک دو صدی کے گزرنے پر خوش قسمتی سے عیسائی بھی یہودیوں کے شامل ہو گئے اور دونوں قوم کے اطبا نے مل کر جندی سابور میں طبی مدرسہ (میڈیکل کالج) قائم کیا۔ اور طب کے متعلق جس قدر سرمایہ تلف ہونے سے باقی رہ گیا تھا۔ اس کو جمع کیا چونکہ نیت کے اچھے اور ارادے کے مستقل تھے۔ اس لئے روز بروز ترقی ہوتی گئی۔ جب خلفاے بنی امیہ کا زمانہ آیا تو انہوں نے بھی مجبوری سے یا علم کی قدردانی سے ان علما کی سرپرستی کی کیونکہ تاریخ سے ثابت ہے کہ **بیمارستان** (ہسپتال) اور شاہی محلات کے طبیب (ڈاکٹر) مشہور کالجوں کے اعلےٰ مدرس (پروفیسر) سررشتہ تعلیم کے مہتمم (ڈائرکٹر) خلیفہ کے مصاحب۔ اور سلطنت کے اعلےٰ ارکن یہی یہودی یا نسطوری عیسائی ہوتے تھے۔ چونکہ صحبت کا اثر سب سے زیادہ ہوتا ہے۔ اسلئے خلفاے بنی امیہ میں انھیں معزز علما کی وساطت سے علوم فلسفہ[1] اور حکمیہ کا ترجمہ ہونا شروع ہوا۔ **ابن اثال** عیسائی جو دمشق

حاشیہ [1] علم فلسفہ کی ابتدا ملک یونان سے ہوئی ہے۔ ابتداءً فلسفے میں وجود اور وحدانیت ذات باری اور کون

کے اطبا میں ممتاز درجہ رکھتا تھا امیر معاویہ متوفی یوم شنبہ رجب ۶۰ھ مطابق ۷- اپریل ۶۸۰ء کا طبیب تھا۔ جس نے یونانی زبان سے امیر کے واسطے بعض کتب طبیہ کا ترجمہ بھی کیا تھا۔ اور اس کے بعد اپنی علمی قابلیت سے حمص کا افسر خزانہ مقرر ہو گیا تھا۔ مؤرخین کے نزدیک عرب کی زبان میں جو سب سے پہلا اضافہ ہوا۔ وہ یہی تھا۔ لیکن یہ ذوق شوق امیر کی قدردانی سے

بقیہ حاشیہ - عالم اور مبدء اول کے مضامین تھے۔ اس دور اول میں سات فلاسفہ مشہور ہیں۔ جن کے یہ نام ہیں -

تالیس الملیطی - انکساغورس - الکسیمانس - انباذقلس - فیثاغورس - سقراط - افلاطون - دوسرے دور میں بقراط - دیمقراطیس - وغیرہ مشہور ہوئے لیکن ان کے مسائل کا پتہ بمشکل لگتا ہے - کیونکہ فلاسفہ اسلام نے ان کے حالات بہت کم لکھے ہیں - پانچویں اور چوتھی صدی قبل سنہ عیسوی کے اہل یونان اس کے قائل تھے کہ تمام عالم آپ سے آپ پیدا ہو گیا ہے اور متغیر ہے - اور اطالین عالم کو غیر متغیر اور قائم بالذات بتاتے تھے لیکن جب سقراط - فلاطون - ارسطو کا زمانہ شروع ہوا تو فلسفے کا رنگ بدل گیا - کیونکہ سقراط نے الٰہیات - اور طبیعات کے بجائے اخلاق کا درس دینا شروع کر دیا تھا - اور حکیم افلاطون نے عقل اور نفس کلی کے مسئلے ایجاد کر دئے تھے - چنانچہ درسگاہوں میں یہ مضامین پڑھائے جاتے تھے - لیکن ایک صدی کے بعد ارسطو نے منطق کو مدون کیا - اور طبیعات کو دلائل سے ثابت کیا - اسی زمانے میں ثنائین اور رواقین گروہ کی بنیاد قائم ہوئی - اب تک جس قدر علمی ترقی ہو چکی تھی - اس پر قبسری صدی قبل عیسوی میں بہت کچھ اضافہ ہوا - کیونکہ اسکندریہ سے مدرسے پھیلنا شروع ہوا اور علم ریاضی - اور حساب رہیئت وغیرہ میں بہت کچھ ترقی ہوئی - لیکن بطلیموس کے زمانے کے بعد (قبل دوسری صدی) فلسفے کا رواج عیسائیت نے گھٹا دیا - اور عام خیالات علوم اوائل کیطرف رجوع ہو گئے - اور فلسفے میں کشف - کرامات و اشراق - داخل ہو گیا اور کئی صدی تک یہی فلسفہ جاری رہا - آخر کو شاہان روم کے حکم سے فلسفے کی تعلیم بند کر دی گئی - اور فلاسفہ ملک سے نکال دیے گئے - اسکے بعد فلسفے میں جو ترقی ہوئی اور جسقدر انقلاب ہوئے وہ عہد اسلام سے متعلق ہیں - جسکی تشریح کے واسطے ایک طولانی مضمون کی ضرورت ہے -

Marfat.com

روز بروز بڑھتا گیا چنانچہ ماسرجویہ[1] یہودی تھا جو دربار امیر معاویہ میں ایک معزز درجہ رکھتا تھا۔

علامہ ابن ابی اصیبعہ لکھتے ہیں کہ۔

ماسرجویہ متطب البصرہ وھوالذی نقل کتاب اھرن من السریانی الی العربی وکان یھودی المذھب سریانیا وقال سلیمان بن حسان المعروف بابن جلجل ان ماسرجویہ کان فی الایام بنی اُمیتہ وانتولی فی الدولۃ المروانیۃ تفسیر کتاب اھرن بن اعین الی العربیۃ

ماسرجویہ طبیب بصرہ نے کتاب اہرن قس سریانی سے عربی میں ترجمہ کی۔ یہ طبیب یہودی تھا۔

اور ملک شام میں رہتا تھا سلیمان بن حسان المعروف ابن جلجل کی روایت ہے کہ ماسرجویہ بنی امیہ کے عہد سلطنت میں تھا۔ اسی زمانے میں اس نے کتاب اہرن کا ترجمہ سریانی سے عربی میں کیا۔

حاشیہ [1] چونکہ مسلمانوں میں یہودی اور نسطوری اطبا کے سبب سے علوم یونانیہ کا رواج ہوا تھا۔ اسلئے عہد اسلام میں ان علما اور حکما کی کمال عزت کی جاتی تھی۔ اور کوئی بڑے سے بڑا عہدہ اور منصب ایسا نہیں تھا کہ جو ان لوگوں کو نہ دیا گیا ہو اور نہ صرف اسی پر اکتفا کیا جاتا تھا بلکہ تمام امور معاشرت میں مسلمانوں اور غیر قوم کے حقوق مساوی تھے۔ مذہبی عہدوں کے سوا دولت اور کتابت تک ان لوگوں کے قبضے میں تھے۔ چنانچہ ابن سرجون عیسائی عبدالملک بن مروان کا کاتب تھا اور یتادوق حجاج بن یوسف کا مصاحب خاص تھا۔ بختیشوع اور جبرئیل عیسائی خلیفہ ہارون الرشید کے عہد میں وزرا سے زیادہ اقتدار رکھتے تھے۔ بڑے بڑے فوجی اور ملکی عہدہ داروں کی پوسٹیں انھیں کے ذریعے سے خلیفے تک پہنچتی تھیں۔ بغداد اور جندی سابور کے میڈیکل کالج کے پروفیسر اکثر یہودی طبیب تھے۔ علی ہذا القیاس معتصم باللہ کے زمانے میں سلمویہ بن بنان عیسائی کو یہ عزت حاصل تھی کہ خلیفہ کے تمام فرامین سلمویہ کے دستخط سے جاری ہوتے تھے۔ بلکہ معتصم سلمویہ کو قاضی القضاۃ سے بڑھ کر مانتا تھا۔ ناظرین اگر مسلمانوں کی انصاف پسندی علمی قدردانی اور بلا تعصبی کے مفصل حالات دیکھنا چاہیں تو عیون الانبا ملاحظہ فرمائیں جس میں ان حکما کی مفصل سوانح عمری ہے۔

وجاءه عمر بن عبد العزیز فی خزائن الکتب فامرہ باخراجہ وضعہ فی مصلاہ واستخار اللہ فی اخراجہ الی المسلمین للانتفاع بہ فلما تم لہ فی ذلک اربعون صباحا اخرجہ الی الناس وبثہ فی ایدیھم

حضرت عمر بن عبد العزیز نے جب کتبخانہ سے یہ کتاب پائی تو اسکے نکالنے اور اپنی عبادتگاہ میں رکھنے کا حکم صادر فرمایا۔ اور مسلمانوں کے نفع کی غرض سے استخارہ کیا۔ جب چالیس دن استخارے کو ہو چکے تو پھر کتاب کو شائع کر دیا اور لوگوں کے ہاتھ میں دے دیا۔

خالد بن یزید کا علمی زمانہ

امیر معاویہ کے بعد خالد بن یزید بن معاویہ (المتوفی ۸۵ھ ہجری) کے زمانے میں پچھلی کوششوں پر خاص توجہ کی گئی اور ترجمے کی بنیاد ڈالی گئی۔ چنانچہ شمس العلما مولانا شبلی نعمانی تحریر فرماتے ہیں کہ "جس[1] اولیت کا تمغہ مورخوں نے منصور (عباسی) کے لئے تجویز کیا ہے۔ انصاف یہ ہے کہ اس کا مستحق خالد تھا۔ کیونکہ خلفاے اسلام میں سب سے پہلے جو خلیفہ حکیم کے معزز لقب سے پکارا گیا وہ خالد ہے"، علامہ ابن الندیم تحریر فرماتے ہیں کہ "خالد خود فاضل تھا اور بلند ہمتی کے ساتھ علوم سے خاص محبت رکھتا تھا۔ جب اس کو صنعت کا خیال آیا تو یونانی فلاسفروں کو جمع کیا جو مصر میں رہا کرتے تھے۔ اور فصیح عربی بولتے تھے۔ ان لوگوں کو اس نے حکم دیا کہ علم صنعت میں جو کتابیں یونانی اور قبطی زبانوں میں ہیں ان کے ترجمے عربی زبانوں میں کریں"، چنانچہ علامہ[2] ابن خلکان لکھتے ہیں کہ" . . . . . .

حاشیہ [1] گزشتہ تعلیم مسلمانان صفحہ ۹ [2] ابن خلکان جلد اول صفحہ ۲۱۱

Marfat.com

ابوهاشم خالد بن یزید بن معاویہ بن ابی سفیان الاموی (متوفی ۸۵ھ) کان من اعلم قریش بفنون العلم وله کلام فی صنعة الکیمیا والطب وکان بصیراً بهذا العلمین متقنا لهما وله رسائل داله علی معرفة وبراعة واخذ الصنعة عن رجل من الرهبان یقال له مریانس الرومی	خالد امیر معاویہ کا پوتا متوفی ۸۵ھ قوم قریش میں سب سے زیادہ ماہر علم و فن تھا۔ کیمیا اور طب میں اس کی تصنیف ہے۔ ہر دو علم میں اعلیٰ درجے کا کمال رکھتا تھا۔ اور یہ تصنیفات اسکی لیاقت اور فضیلت علمی پر دلالت کرتے ہیں۔ اس نے ایک رومی راہب سے جس کا نام مریانس (فریانوس تھا) علم صنعت حاصل کیا تھا۔" اور طب بھی اسی حکیم سے پڑھی تھی۔

خالد کی تصنیفات ابن الندیم کے زمانے تک موجود تھیں اور خود مؤرخ مذکور نے جن کی سیر کی ہے وہ کتاب الحرارت۔ کتاب الصحیفة الکبیر۔ کتاب الصحیفة الصغیر۔ ہیں۔ اس عہد کا مشہور مترجم اصطفن[1] تھا۔ جس نے دیگر مترجمین کی اعانت سے صنعت وغیرہ کی کتابیں یونانی سے عربی میں ترجمہ کیں تھیں۔ مستند[2] شہادتوں سے پایا جاتا ہے کہ علاوہ

حاشیہ [1] اسماء النقلة اصطفن القدیم نقل لخالد بن یزید کتب الصنعة وغیرها کشف الظنون جلد ۳ صفحہ ۹

[2] وکان خالد بن یزید بن معاویہ یسمی حکیم ال مروان فاضلا فی نفسه له همته ومحبة العلوم خطر بباله الصنعة فاحضره جماعة من الفلاسفة فامرهم بنقل الکتب فی الصنعة من الیونانی الی العربی وهذا اول ما نقل فی الاسلام۔ یعنے خالد کو حکیم آل مروان کہتے تھے یہ خود بھی عالم اور علم دوست تھا۔ جب دل میں صنعت کا خیال آیا۔ تو اوس جماعت فلاسفہ کو جو اس کے پاس موجود تھی حکم دیا کہ یونانی سے عربی میں صنعت کی کتابیں ترجمہ کریں۔ چنانچہ اسلام میں جو پہلے پہل ترجمہ ہوا وہ یہی تھا۔

ابجد العلوم جلد ۲۔ صفحہ ۴۶۱

مصطفیٰ کے اور بھی ایک جماعت فلاسفہ کی خالد کے پاس موجود تھی لیکن افسوس ہے کہ ان کے ناموں کے متعلق ہماری واقفیت محدود ہے۔ بعد خالد کے پھر چنداں توجہ فلسفہ پر نہیں ہوئی یہاں تک کہ ۱۳۲ھ میں بنو امیہ کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔ لیکن علما میں جو سلسلہ تالیف اور تصنیف کا جاری ہو چکا تھا وہ بدستور ترقی کرتا رہا۔ اور اشعار عرب۔ لغت۔ انساب۔ ایام العرب۔ غزوات۔ سیر۔ تفسیر۔ حدیث۔ فقہ۔ اور کلام وغیرہ کے متعلق کافی سرمایہ پیدا ہو گیا (دیکھو حالات عہد منصور) لیکن جو علمی ترقی عہد منصور سے اب تک ہوئی تھی وہ حقیقت میں آئندہ کامیابی کا ایک مختصر دیباچہ تھی۔ اس لئے یحییٰ برمکی نے ہارون الرشید کا ذوق و شوق دیکھ کر فنون فلسفہ کے تراجم اور مفید علوم کی اشاعت پر خاص توجہ کی اور ایک عالیشان محکمہ ترجمہ کا قائم کیا جس کا نام "بیت الحکمۃ" تھا،

بیت الحکمۃ

اس محکمے میں یہودی۔ عیسائی۔ پارسی۔ اور ہندو عالم ترجمہ پر مقرر تھے۔ جو ہمیشہ ترجمہ۔ یونانی۔ شامی۔ اور سنسکرت کی کتابوں سے فنون حکمت اور قدیم یونانی طب وغیرہ کے ترجمے کیا کرتے تھے۔ اور یہی ترجمے ملک میں شائع ہوا کرتے تھے۔ یحییٰ برمکی نے فارسی تصنیفات پر بہ سبب فارسی الاصل ہونے کے اگرچہ زیادہ توجہ کی لیکن دیگر زبانوں کی طرف بھی کچھ کم متوجہ نہیں ہوا۔

ہندوستانی علمی خزانے مہیا کرنا

چنانچہ یحییٰ پہلا شخص ہے جس نے ہندوستان میں قاصد بھیجے اور بڑے بڑے نامی پنڈت اور حکیموں کو دربار میں بلایا ان میں سے

Marfat.com

منکہ[1]۔ اور صالح (سالی) بن بہلہ مشہور پنڈت ہیں۔ جو ترجمے پر مقرر تھے۔ اِن پنڈتوں کے ذریعے سے ہندوستان کا بہت بڑا علمی سرمایہ بیت الحکمۃ میں پہنچا۔ اور غالباً جب ان حکیموں کی اسلامی سلطنت میں اس قدر عزت افزائی ہوئی تو اور بھی نامی پنڈت ہندوستان سے بغداد پہنچے جن میں سے **کنکہ۔ صنجہل۔ شاناق۔ جودر۔** بہت مشہور ہیں۔ ان حکیموں نے ہندوستان کے نامی اطبا اور حکما کی تصنیفات کو فارسی اور عربی میں ترجمہ کیا۔

نہایت افسوس ہے کہ بیت الحکمۃ کے حالات میں کوئی مستقل کتاب نہیں لکھی گئی جس سے

منکہ نوٹ [1] یہ فلسفی علم طب اور حسن معالجہ میں مشہور تھا۔ علاوہ علم لغت اور علوم ہندیہ کے فارسی و عربی خوب جانتا تھا۔ کتاب "اخبار الخلفاء البرامکہ" میں لکھا ہے کہ ہارون ایک مرتبہ کسی سخت عارضے میں مبتلا ہو گیا۔ اور کسی طبیب کے علاج سے فائدہ نہ ہوا۔ تب ابو عمر الاعجمی نے کہا کہ ہندوستان میں منکہ نامی ایک مشہور طبیب ہے اگر امیر المومنین اس کو طلب کریں تو اس کے علاج سے ضرور شفا ہو جائے گی۔ چنانچہ ہندوستان سے یہ نامی طبیب بلایا گیا۔ اور اس کے علاج سے فائدہ ہو گیا۔ سنسکرت سے فارسی میں اس حکیم نے بہت کتابیں ترجمہ کیں ہیں۔

صالح بن بہلہ (الفنسٹن صاحب نے اس کا نام سالی لکھا ہے) ہندوستان کے عالموں میں ایک مشہور شخص تھا۔ معالجات سے پورے طور پر واقف تھا۔ یہ بھی اسی زمانے میں ہندوستان سے آیا تھا۔ اس طبیب کا ایک معرکہ کا علاج جو متعلق ابراہیم عباسی شوہر شہزادی عباسہ کے ہے حالات جعفر برمکی میں تحریر ہوگا۔

کنکہ ہندوستان کے اگلے حکیموں میں یہ سب پر فائق تھا۔ علم طب میں اس کو بڑا کمال تھا۔ ادویہ کے خواص اور ان کی تاثیرات سے ماہر تھا۔ علم نجوم اور ہیئت میں بھی اس کی شہرت تھی۔ چنانچہ ابو معشر بلخی نے کتاب الالوف میں لکھا ہے کہ علماء ہند میں کنکہ علم نجوم میں سب سے مقدم ہے۔ اس کی تصنیفات سے نموذار فی الاعمار، واسرار الموالید، والقرانات الکبیر، والقرانات الصغیر۔ وکتاب فی التوہم۔ وکتاب فی الاحداث عالم والدور فی القران۔ اور قرابادین (جسکو عربی میں کناش کہتے ہیں) مشہور ہیں علاوہ طبابت کے ترجمے کا کام بھی اس کے سپرد تھا۔ الفنسٹن صاحب نے تاریخ ہند میں اس کا نام منکہ لکھا ہے حالانکہ وہ دوسرا حکیم ہے۔

صنجہل یہ بھی ہندی طبیب ہے۔ علم نجوم خوب جانتا تھا۔ اس کی تصنیفات میں سے کتاب موالید الکبیر مشہور ہے۔ بعد صنجہل کے اس وقت ہندوستان میں جو علم طب اور نجوم کے ماہر مشہور تھے وہ باکھر۔ راجہ۔ صکہ داہر۔ انکر۔ زنکل۔ جبہر۔ اندی۔ جاری ——— ہیں۔ انھیں کی تصنیفات پر اس زمانے میں علم نجوم و طب انحصار تھا

Marfat.com

تراجم کی تفصیل اور ہر مترجم کے حالات معلوم ہوتے۔ مگر تاہم تاریخوں میں تلاش کرنے سے چند کتابوں کا پتہ چلتا ہے جو خاص یحییٰ برمکی کے حکم سے ترجمہ ہوئیں یا دیگر مترجمین نے خود ترجمہ کرکے بطور نذر کے یحییٰ کے سامنے پیش کیں مختصر حالات ذیل کے نقشے سے معلوم ہونگے۔

نمبر شمار	نام کتاب جس کا ترجمہ ہوا یا تالیف و تصنیف ہوئی	نام مصنف یا مترجم	مختصر حالات
۱	کتاب المنثور	الخیاط	علم نجوم میں یہ مشہور کتاب ہے جسکو یحییٰ کے خاص منجم الخیاط نے یحییٰ کیواسطے تصنیف کیا تھا (کتاب الفہرست)
۲	کتاب سسرو	ششرت ہندی	فن طب میں طبیب ششرت ہندی کی یہ کتاب دس مقالوں میں ہے جن میں امراض اور ادویہ کے علامات پر مفصل بحث کی ہے یحییٰ کے حکم سے منکہ ہندی نے جبکہ وہ بیمارستان (شفاخانہ) میں مقرر تھا اسکو ہندی سے عربی میں ترجمہ کیا

بقیہ حاشیہ اور اکثر تصنیفات انھیں ہندی طبیبوں کے ذریعے سے عربی میں ترجمہ ہوئی ہیں۔

شاناق۔ اس ہندی طبیب کے معالجات مشہور ہیں۔ علاوہ طب کے علوم حکمت سے واقف تھا۔ اور علم نجوم میں تو خاص کر کمال تھا۔ اس کے حکیمانہ اقوال تاریخوں میں منقول ہیں اس کی تصنیفات میں سے کتاب البیطرہ۔ کتاب فی علم النجوم۔ کتاب منتخل الجوہر مشہور ہیں۔ اس پچھلی کتاب میں راجہ یا بادشاہ کے واسطے نہایت مفید نصائح ہیں (قیاس کیا جاتا ہے کہ اس کا نام "سنگھ" ہے جو عربی میں شاناق ہو گیا ہے)

جودر ہندوستان کا مشہور فاضل اور طبیب ہے۔ اس کی علوم حکمت میں بھی تصنیفات ہیں۔ اور کتاب الموالید مشہور ہے جس کا عربی میں ترجمہ کیا گیا ہے۔ ماخذ از طبقات الاطبا۔ باب دوازدہم متعلق اطبائے ہند صفحہ ۳۲-۳۵۔

Marfat.com

۳	قرابادین	کنکہ ہندی	کنّاش (قرابادین) اصل میں اہرون القس حکیم کی تصنیفات سے ہے جو سریانی زبان میں تھی۔ اول مروان کے زمانے میں حکیم ماسرجویہ یہودی نے جو بصرے کا رہنے والا تھا عربی میں ترجمہ کیا پھر یحییٰ کیواسطے کنکہ نے اس کو مختصر کرکے بطرز جدید تیار کیا۔ (طبقات الاطبا و کتاب الفہرست)
۴	کتاب محمد بن اللیث	محمد بن اللیث	اس کتاب کا اصلی نام معلوم نہیں کہ کیا تھا لیکن محمد بن اللیث نے جو یحییٰ برمکی کا میر منشی تھا۔ اعضائے جوارح اور اس کے متعلق جو کھیل ہیں اُنکے علاجات میں یہ کتاب خاص یحییٰ کے واسطے تصنیف کی تھی (کتاب الفہرست)
۵	کتاب العطر		اس کے مصنف کا نام معلوم نہیں لیکن عطریات کی تشریح اور اُسکے اقسام میں جو کتاب اول لکھی گئی ہے وہ یہی تھی جو خاص یحییٰ کیواسطے تصنیف کیگئی چنانچہ عطر برمکی ایک مشہور عطر ہے (کتاب الفہرست)
۶	کتاب الجوامع	قاضی ابو یوسف	قاضی ابو یوسف نے یحییٰ کے واسطے یہ عجیب و غریب کتاب تصنیف کی تھی۔ بظاہر یہ ایک کتاب تھی لیکن چالیس کتابوں پر شامل تھی۔ جن میں لوگونکے باہمی اختلاف اور اُنکے اختلاف رائے پر بحث کی ہے۔ (کتاب الفہرست)

Marfat.com

				بطلیموس یونانی نے علم ہیئت میں یہ بینظیر کتاب تصنیف کی ہے۔ باعتبار عظمت اور کثرت فوائد کے یونانی زبان میں اس کا نام میجسٹی سن ٹینس مشہور ہوا۔ لیکن عربی خراد پر چڑھ کر اس کا نام مجسطی ہوگیا۔
،	مجسطی	بطلیموس		یونانی زبان سے اس کتاب کے بہت سے ترجمے ہوئے لیکن اُن میں سے سب سے زیادہ مقبول تین ترجمے ہیں سب سے پہلے یحییٰ برمکی نے حکم دیا کہ اس پر عظمت کتاب کا عربی میں ترجمہ کیا جائے چنانچہ ترجمہ ہوگیا۔ اور بعد میں متعلقات اور تفسیریں لکھی گئیں۔ یہ تفسیریں مجمل تھیں اسلئے ابو حیان و سلم نے جو بیت الحکمۃ کے مہتمم تھے اسکی عمدہ تشریح کی۔ اس کتاب کے جس قدر ترجمے ہوئے ہیں اُن میں سے حجاج ابن مطر اسحاق و ثابت کے ترجمے مقبول اور مستند ہیں خلیفہ مامون الرشید کے زمانے میں پھر اس کتاب پر خاص توجہ کیگئی اور اسکے حکم سے حنین بن اسحاق نے بھی ترجمہ کیا۔ اور حجاج بن یوسف و ثابت بن قرہ نے زوائد سے پاک کرکے خلاصہ لکھا ابوریحان بیرونی نے اس کا اختصار کیا (کتاب الفہرست)

Marfat.com

			یہ کتاب پانچ مقالوں میں ہے۔ سنکہ ہندی نے باعانت ابوحاتم بلخی یحییٰ کے حکم سے ہندی سے فارسی میں ترجمہ کیا
۸	کتاب السموم	شاناق ہندی	پھر خلیفہ مامون الرشید کے حکم سے عباس بن سعید الجوہری نے عربی میں نقل کیا۔ طبقات الاطبا ابن ابی اصیبعہ جلد ۲ صفحہ ۳۳
۹	کتاب سبرک	سبرک	یہ کتاب بھی اول ہندی سے فارسی میں ترجمہ ہوئی پھر عبداللہ بن علی نے فارسی سے عربی میں ترجمہ کیا
۱۰	کلیلہ دمنہ	عبداللہ بن المقفع	یہ کتاب جس کا نام حکایات بید پاو پیل پاو غیرہ ہے سب سے پہلے ہندی زبان سے پہلوی میں حکیم برزویہ نے نوشیروان کے لئے (جس کا عہد سلطنت ۳۱ھ سے ۹۷ھ عیسوی تک تھا) ترجمہ کی تھی۔ پھر اسکا ترجمہ عربی میں عبداللہ بن المقفع نے کیا (یہ شخص ابوجعفر منصور کا کاتب تھا۔ اسکا باپ جس کا نام داذویہ تھا گبر تھا۔ اور ولایت فارس کا عامل تغلب کی علت میں اسکا ہاتھ شکنجے میں کسا گیا اور اس صدمے سے خشک ہو گیا جس کی وجہ سے اس کا نام المقفع پڑ گیا) دوسرا ترجمہ عربی میں یحییٰ برمکی کے حکم سے ۱۶۵ھ میں کیا گیا۔ عبداللہ ابن ہلال ہوازی نے پہلوی سے یہ ترجمہ کیا تھا۔ حاجی خلیفہ کشف الظنون

میں لکھتے ہیں کہ اس ترجمہ کو سہل بن نوبخت حکیم نے
یحییٰ کے لئے نظم کیا جس کا صلہ اُس کو ایک ہزار دینار ملا۔
لیکن شمس العلما مولوی سید علی بلگرامی بی۔اے۔بی۔
ایل نے اُس لکچر میں جو کلیلہ دمنہ کی تاریخ پر (انجمن تعلیم
مسلمانان محمدن ایجوکیشنل کانفرنس) منعقدہ دسمبر ۱۸۹۱ء
بمقام علیگڈھ دیا ہے اس ترجمے سے انکار کیا ہے اور لکھا ہے
کہ حاجی خلیفہ نے محض فرضی نام اس کا لکھدیا ہے نہایت
افسوس ہے کہ اصل نسخہ سنسکرت اور ترجمہ پہلوی دونوں مفقود
ہیں اور آج علمی دنیا میں جسقدر تراجم کلیلہ دمنہ کے موجود ہیں وہ
صرف اسی عربی ترجمے کے طفیل میں ہیں دوسری مرتبہ عربی سے
سریانی میں بھی ایک ترجمہ ۵۷۰ء میں ہوا ہے۔ اور بقول مولانا سید علی
بلگرامی کے سریانی اور ترجمۂ عربی دونوں بھائی ہیں یعنی دونوں
کی ماں پہلوی ہے لیکن اسقدر فرق ہے کہ سریانی بھائی بالکل لاولد
اور گمنام رہا برخلاف اسکے عربی بھائی کی کثرت سے اولاد ہوئی اور اُسکے بیٹے اور
پوتے اور پروتے اسوقت تک نامور اور تمام یورپ اور بہت بڑے حصہ ایشیا اور اُن کل
اقطاع عالم پر جہاں اِن ملکوں کی زبانیں گئیں فائض ہیں ذیل کے شجرے سے جو پروفیسر
مکس ملر نے مرتب کیا ہے کلیلہ دمنہ کی سوانح عمری برائے العین معلوم ہوگی

شجرۂ کتاب کلیلہ و دمنہ مرتبہ پروفیسر مکس ملر

سنسکرت

تبت کی زبان میں

پہلوی (مفقود)

عربی ابن المقفع

ترجمہ سریانی قدیم ۵۷۰ء

۱ ترجمہ سریانی جدید گیارھویں صدی عیسوی

۲ یونانی ترجمہ تخمیناً ۱۰۸۰ء

۳ فارسی ابوالمعالی نصر اللہ تخمیناً ۱۲۳۰ء

۴ ترجمہ عبرانی

۵ ترجمہ ثانی عبرانی پندرھویں صدی عیسوی

۶ ترجمہ لاٹینی منظوم

ترجمہ اسپانش قدیم

سلاوانگ

اٹالین ۱۵۸۲ء

انوار سہیلی ملا حسین واعظ اواخر پندرھویں صدی

عیار دانش

سولھویں صدی عیسوی

ہمایوں نامہ ترجمہ ترکی اوائل صدی عیسوی

فرنچ ترجمہ

ترجمہ لاٹینی قدیم تخمیناً ۱۲۷۰ء

ترجمہ لاٹینی جدید ۱۳۱۳ عیسوی

ترجمہ انگریزی

ترجمہ اسپانش جدید ۱۴۹۳ء

ترجمہ جرمنی تخمیناً ۱۴۸۰ء

ایڈیشن ۱۶۱۸ء

ڈچ ۱۸۴۳ء

* اردو ترجمہ موسومہ بہ بستان حکمت اسی سے کیا گیا ہے

(منقول از لکچر سید علی بلگرامی مدظلہ العالی)

علاوہ کتب مذکورۂ بالا کے جو خاص یحییٰ کے حکم سے ترجمہ ہوئیں یا بطور نذر کے مترجمین نے پیش کیں قیاس سے معلوم ہوتا ہے کہ کتب ذیل بھی ہندی حکیموں نے خاص یحییٰ کے اشارہ سے جمع کی ہونگی اور وہ یہ ہیں

نام کتاب	مختصر حالات
کتاب بدان	اس کتاب میں صرف چارسو امراض کی علامتیں اور شناخت لکھی ہیں
سندھشاں	یہ کتاب بھی طب میں معلوم ہوتی ہے۔
کتاب تفسیر اسمأ الغفار	یہ کتاب نباتات اور دواؤں کی بوٹیوں کے متعلق ہے۔
اسانکر الجامع	
کتاب علاجات الجبالی الہند	
کتاب مختصر فی العقاقیر	
کتاب نوفشل	ایک سو امراض کے علاج لکھے ہیں
کتاب وسی الہند فی علاجات النسا	
کتاب السکر للہند	
کتاب رای الہند	سانپوں کے اقسام اور اسکے زہر کی تشریح ہے۔
کتاب التوہم فی الامراض العلل	یہ کتاب ابی قبیل ہندی کی تصنیف ہے۔

ایک طولانی فہرست کتب مترجمہ کی لکھی جا سکتی ہے لیکن ناظرین کو معلوم رہے کہ ہماری تاریخ برامکہ سے متعلق ہے لہذا جو کتابیں خاص یحییٰ سے تعلق رکھتی ہیں۔ وہ درج کی گئی ہیں۔ ورنہ عہد مامون الرشید میں اس محکمہ میں بہت زیادہ ترقی ہوئی ہے۔

Marfat.com

یحییٰ کا کتبخانہ

یحییٰ کے علمی ذوق شوق سے یہ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ اُس کا کتب خانہ کس درجے کا ہوگا۔ اور اُس میں کیسے کیسے علمی ذخیرے ہونگے لیکن افسوس ہے کہ جس طرح بیت الحکمۃ کی مستقل تاریخ نہیں ہے ویسا ہی کُتب خانے کا بھی حال ہے اور ہم کو اس کا اقرار کرنا چاہئے کہ ہمارے بزرگوں نے کوئی مستقل تاریخ کتب خانوں کی تاریخ پر نہیں لکھی ہے لیکن مختلف قرائن سے اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ دولت بنی اُمیہ یعنے امیر معاویہ

حاشیہ ۱؎ واقعات تاریخی کی بنا پر ہم نے یہ لکھا تھا۔ لیکن شمس العلما مولانا شبلی نعمانی کی عالمانہ تحقیقات نے یہ حل کر دیا ہے کہ خلافت اُمیہ میں سب سے پہلے خالد بن یزید نے کتب خانے کی بنیاد ڈالی تھی۔ کیونکہ شروع اسلام میں تحریری سرمایہ صرف اسی قدر تھا کہ قرآن مجید کی متفرق سورتیں۔ اور رسول اللہ صلعم کے نامہائے مبارک۔ اور شعرا کے قصائد تھے۔ اسکے بعد امیر معاویہ کے عہد میں کچھ اور اضافہ ہوا۔ اور غالباً خالد کے زمانے میں کتبخانے کی باضابطہ بنیاد قائم ہوئی۔ اور عہد ہارون و مامون میں یہ بنیادیں آسمان تک پہنچ گئیں اور پھر یہ شوق ملک میں عام ہوگیا۔ اور امرا و علما کے مکانات کتبخانوں سے سجگئے متوکل باللہ کے عہد میں فتح بن خاقان وزیر کا کتبخانہ بے نظیر خیال کیا جاتا تھا۔ جس کا مہتمم علی بن یحییٰ منجم تھا۔ اسپین کا کتبخانہ جسکو خلیفہ حکم (متوفی ۳۶۶ھ / ۹۷۶ء) نے قایم کیا تھا۔ اس میں چار لاکھ کتابیں تھیں اور تمام ملک کا خراج کتابوں کی خریدی میں یہ خلیفہ صرف کر ڈالتا تھا۔ اسلامی دنیا کا دوسرا حصہ جو خلافت عباسیہ کے ضعف کی وجہ سے چھوٹے چھوٹے حصوں پر تقسیم ہوگیا تھا۔ اور جن میں جدا جدا تاجدار حکمران تھے ان کے کتبخانے علیحدہ تھے۔ نوح بن منصور شاہ بخارا کا کتبخانہ بھی بے نظیر تھا۔ شیخ بوعلی سینا نے بہت کچھ اس کتبخانے سے فائدہ اُٹھایا تھا۔ عضد الدولہ نے شیراز میں کتبخانہ قائم کیا تھا۔ اور شروع اسلام سے اس وقت تک جو تصنیف ہو چکیں تھیں وہ اس میں مہیا تھیں۔ بلکہ اسی کا التزام تھا۔ سیف الدولہ کے کتبخانہ میں فن ادب کا بیمثل ذخیرہ تھا۔ لیکن ان سب کتبخانوں کا سرتاج فاطمین مصر کا کتبخانہ تھا۔ یہ تو والیان ملک کے کتب خانوں کا حال تھا۔ لیکن ابو نصر سہل بن مرزبان (امیر نیشاپور) و صاحب بن عباد و محمد بن الحسین بغدادی کے کتبخانے بھی تاریخ میں ضرب المثل ہیں۔ ایرانیوں نے علمی کتابیں اصفہان کے اضلاع میں بمقام قہندز جمع کی تھیں۔ قرطبہ میں ایک ایک جاہل کے گھر میں کتب خانہ تھا۔ لیکن اب تک کوئی عام کتبخانہ قائم نہیں ہوا تھا۔ ۳۹۲ھ / ۹۹۲ء میں سابور بن اردشیر نے بغداد میں ایک دار العلوم بنایا اور اس میں کتابیں وقف کیں۔ پھر ۳۹۵ھ میں حاکم بامر اللہ (خاندان فاطمیہ) نے ایک کتبخانہ تعمیر کیا۔ اور مدرسہ نظامیہ کے قائم ہونیکے بعد ہر مدرسہ و مسجد میں ایک ایک کتبخانہ تھا۔ جن کے نظائر مصر اور قسطنطنیہ میں ابتک موجود ہیں۔

منتخب از آرٹیکل کتب خانہ اسلامی نوشتۂ مولانا شبلی نعمانی مدظلہ العالی مطبوعہ رسالۂ حسن حیدرآباد دکن ۱۹۱۳ء

خالد بن یزید۔ حضرت عمر بن عبد العزیز کے زمانے میں جا بجا کتبخانے قائم ہو گئے تھے جسکی خلافت عباسیہ میں مستقل طور پر تکمیل کی گئی۔

اور یحییٰ برمکی جو علوم یونانی اور ہندی کا وارث تھا اس کا کتب خانہ تو عظیم الشان تھا۔[1] ابو عثمان بن عمرو یحییٰ الخطاط کا قول ہے کہ "جس قدر کتابیں یحییٰ کے کتب خانے میں تھیں کسی بادشاہ کے پاس اس قدر نہ ہونگی۔ ہر کتاب کے تین تین نسخے موجود تھے۔ نامی خوشنویسوں کے ہاتھ کی لکھی ہوئی کتابیں تھیں۔ اور اُس وقت کی یہ مشہور بات ہے کہ اگر کوئی نایاب کتاب فروخت ہوتی تو اول یحییٰ کو دکھلائی جاتی تھی۔ کیونکہ بجائے ایک کے ہزار درہم دینے والا صرف یحییٰ برمکی تھا۔ خلیفہ ہارون الرشید کے کتب خانے میں اکثر مشہور کتابیں جو باعثِ زیب و زینت تھیں۔ وہ یحییٰ کے کتبخانے کی تھیں"۔ اس کتبخانے میں عربی۔ یونانی۔ قبطی۔ کالڈی۔ ہندی۔ کتابیں عموماً اور فارسی کتابیں خصوصاً مہیا تھیں۔

یحییٰ کا فضل و کمال

فضل و کمال کے لحاظ سے یحییٰ برمکی جس رتبے کا شخص تھا اُسکی نظیر بمشکل مل سکتی ہے۔ لیکن وزارت کے اعتبار سے مورخین نے یحییٰ کو علمی دربار میں خلفاء و سلاطین کے بعد دوسرے درجے میں جگہ دی ہے ورنہ ایسا کون علم تھا کہ جس میں یحییٰ کو تبحر نہ تھا۔

شاعری

شاعری جو علم ادب کا بڑا جوہر ہے اس میں یحییٰ کو ایسا کمال تھا کہ علامہ ابن الندیم نے زمرۂ شعرا میں یحییٰ برمکی کو جداگانہ شمار کیا ہے۔ اور شاعری کے

حاشیہ [1] تاریخ ضیائے برنی صفحہ ۱۴۸۔

علاوہ یحییٰ کے علم ادب کا کمال بھی ماہرین فن کو تسلیم ہے۔ علمی[1] مناظروں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قدما اور شعرائے جاہلیت کے اشعار اُس کو بکثرت مستحضر تھے اور سند کے ہر ہر موقع پر برجستہ اشعار پڑھا کرتا تھا۔

یحییٰ کے شاعر اور کاتب

یحییٰ جیسا خود اعلیٰ درجے کا شاعر اور انشا پرداز تھا۔ ویسے ہی اُس کے ارکان دولت باکمال تھے۔ العتابی[2] کلثوم بن عمر

حاشیہ [1] علمی مناظروں میں سے ایک بڑا مناظرہ مشریسی شرح مقامات حریری میں تحریر ہے۔ ناظرین اس کو ملاحظہ فرماویں جس سے یحییٰ کی ذکاوت۔ نکتہ سنجی۔ اور معلومات کا خاص اندازہ ہو سکیگا۔ [2] اس شاعر کا ایک لطیفہ روج الذہب مسعودی میں مرقوم ہے۔ جس کو ہم بجنسہ تاریخ الماموں سے نقل کرتے ہیں "کلثوم عتابی" جسکو اپنے علم و فضل پر بڑا ناز تھا اور بغداد تھا۔ ماموں کی پایہ شناسی کا شہرہ سن کر بغداد پہنچا۔ اور دربار میں حاضر ہوا ماموں نے مزاج پرسی کی اور حالات پوچھے۔ کلثوم نے اس فصاحت اور برجستگی سے گفتگو کی کہ ماموں بھی حیرت میں رہ گیا۔ اور حکم دیا کہ ہزار دینار اس کے سامنے لاکر رکھ دیں۔ لیکن چونکہ حاضر جوابی اور نکتہ سنجی کا امتحان ہنوز باقی تھا۔ ماموں نے اسحاق موصلی کی طرف اشارہ کیا۔ کہ کلثوم کو اس فن میں آزمائیے۔ اسحاق نے سامنے آکر مناظرانہ گفتگو شروع کی۔ اور اعتراض کا تار باندھ دیا۔ کلثوم بالکل حیرت زدہ ہو گیا۔ کہ اس بلا کا ذہین کون شخص ہو سکتا ہے۔ دربار کے قاعدے کے موافق پہلے اسنے ماموں سے اجازت طلب کی۔ پھر اسحاق کی طرف متوجہ ہوا۔

کلثوم۔ آپ کا نام و نسب کیا ہے؟

اسحاق۔ نسباً آدمی ہوں اور میرا نام کل بصل ہے۔

کلثوم۔ نسب تو خیر ظاہر ہے۔ مگر نام نئے ڈھنگ کا ہے۔

اسحاق۔ کل بصل "کلثوم" سے زیادہ تعجب انگیز نہیں ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ لہسن سے پیاز بہرحال اچھی ہے۔

اس لطیفے پر کلثوم بھی پھڑک گیا اور ماموں سے درخواست کی کہ ہزار دینار جو مجھکو انعام میں عطا ہوئے ہیں۔ اسی کو دلائے جائیں۔ مگر ماموں نے کلثوم کا انعام معاف کر دیا۔ اور حکم دیا کہ اسحاق کو بھی اسی قدر صلہ عطا کیا جائے (عربی میں لہسن کو ثوم اور پیاز کو بصل کہتے ہیں۔

Marfat.com

جس کی بذلہ سنجی اور لطیفہ گوئی مشہور ہے خاص یحییٰ کا شاعر تھا۔ حمید[1] بن مہران اصفہانی۔ اور محمد[2] بن لیث اس کے مشہور کاتب اور میر منشی تھے۔ خصوصاً محمد بن لیث بڑے رتبے کا شخص تھا علاوہ کمال علم ادب کے فقیہ بھی تھا۔ (فہرست ابن الندیم)

مناظرہ اور علمی مجلسیں

خلیفۂ مامون الرشید کے تذکرے میں جن بزرگوں نے دارالمناظرہ کے حالات پڑھے ہیں وہ سمجھ سکتے ہیں۔ کہ ان مجلسوں کی کیا حالت تھی اور کیسے علمی تذکرے وہاں ہوتے تھے۔ مامون الرشید نے جس مجلس کو اپنی عہد خلافت میں ترقی دی تھی وہ یحییٰ برمکی کی قائم کی ہوئی تھی۔ اور یحییٰ کی اس کمیٹی کا منتظم (سکرٹری) ہشام بن الحکم تھا۔ چونکہ یہ مناظرے اور علمی مجلسیں بالکل ادبی ہیں اس لئے اردو میں اُن کا ترجمہ کرنا تکلف سے خالی نہیں ہے۔ اور اگر بطور نمونہ کسی مناظرے کا ترجمہ کیا بھی جاوے تو افسوس ہے کہ عام لوگ اس سے متمتع نہیں ہو سکینگے

سیبویہ اور کسائی کا مناظرہ

ایک مرتبے کا ذکر ہے کہ سیبویہ یحییٰ سے ملنے آیا اتفاق

حاشیہ [1] ابو بشر عمرو بن عثمان بن قنبر مولی بنی حارث ملقب بہ سیبویہ علم نحو کا امام تھا۔ شہر بیضا (بلاد فارس) کا رہنے والا تھا۔ نحو میں اس نے ایک کتاب ایسی لکھی ہے کہ جس کی نظیر اسکے قبل یا بعد میں نہیں ملتی ہے۔ کسائی اور سیبویہ سے اکثر مناظرے ہوا کرتے تھے سیبویہ نے نحو خلیل بن احمد۔ یونس بن حبیب۔ وعیسے بن عمر سے پڑھی تھی۔ کچھ اوپر چالیس برس کی عمر میں بمقام شیراز ۱۸۰ھ میں فوت ہوا۔

[2] ابو الحسن علی بن حمزہ بن عبداللہ بن عثمان بن فیروز اسدی کوفی المشہور بہ کسائی نحو اور لغت میں امام تھا شہزادہ امین الرشید کا استاذ تھا۔ علم قرارت بھی خوب جانتا تھا۔ اس کی تصنیفات بہت ہیں لیکن کتاب معانی القرآن۔ کتاب مختصر فی النحو۔ کتاب القرارت۔ کتاب الہمز۔ کتاب النوادر الاصغر۔ کتاب الہجا۔ مشہور ہیں۔ ۱۸۹ھ / ۸۰۴ء میں بمقام رے فوت ہوا۔ اور موضع رنبویہ میں دفن ہوا۔

سے کسائی اور اخفش[1] بھی وہاں موجود تھے سیبویہ کا ان دونوں سے مناظرہ شروع ہوگیا۔ لیکن باوجود طرفین کی ردوقدح کے مسئلہ متنازعہ فیہ طے نہیں ہوا۔ تب یحییٰ نے واسطے تصفئے کے یہ معاملہ ابو فقعس، ابو وثار۔ ابو الجراح۔ وابو ثروان کے روبرو جو فصحاے اعراب میں سے تھے پیش کیا۔ لیکن جب ان لوگوں نے اپنا فیصلہ سیبویہ کے خلاف سنایا۔ اور کسائی کو جتا دیا تب یحییٰ نے اس کے صلے میں کسائی کو دس ہزار درہم مرحمت فرمائے۔ اور اپنی علمی فیاضی سے کسائی کا حوصلہ بڑھا دیا۔ یحییٰ کے حالات میں اس قسم کے اور بھی نظائر مورخین نے لکھے ہیں۔ (فہرست ابن الندیم)

علم خط کی ترقی

فن خوشنویسی جو اہل علم کے واسطے ایک گرانمایہ جوہر ہے۔ اور تمام ممالک اور قوموں میں جس کی عزت کی جاتی ہے۔ اس فن کی بھی بڑی ترقی یحییٰ اور جعفر کے وقت میں ہوئی ہے۔ کیونکہ اب تک خوشنویسی کے اصول مرتب نہیں ہوے تھے۔ یحییٰ کی توجہ سے اول محرر نے علم خط کے قواعد مرتب کئے اور کئی قسم کے خط ایجاد کیے۔ چنانچہ اقلام الثقال۔ اور قلم الطومار اسی کی ایجاد ہے پھر آگے چل کر مامون الرشید کے عہد میں علم خط پر خاص توجہ ہوئی اور پچھلے قواعد پر جدید اضافہ کیا گیا یحییٰ کے عہد وزارت

حاشیہ [1] ابو الحسن سعید بن مسدہ مشہور بہ اخفش۔ نحو کا مشہور امام ہے۔ یہ سیبویہ کا شاگرد تھا۔ عروض میں بحر جب اسی کی ایجاد ہے۔ تصنیفات میں سے کتاب الاوسط (نحو) معانی القرآن۔ کتاب معانی الشعر۔ کتاب الاشتقاق۔ کتاب العروض کتاب الملوک۔ کتاب الاصوات وغیرہ مشہور ہیں۔ ۲۱۵ھ / ۸۳۰ء میں فوت ہوا۔ یہ اخفش اوسط کہلاتا تھا۔ کیونکہ عرب میں دو اخفش اور بھی گزرے ہیں۔ اخفش اکبر کا نام عبد الحمید بن عبد المجید۔ اور اصغر کا نام علی بن سلیمان تھا۔ ماخوذ از تذکرہ نزہۃ الالبا فی طبقات الادبا و روضۃ الادب۔

Marfat.com

تک دربار خلافت کی طرف سے جو ملوک اطراف میں مراسلت ہوتی تھی وہ اسی قلم سے لکھی جاتی تھی

علم فلسفہ

خلافت عباسیہ میں علوم فلسفہ پر جس قدر توجہ ہوئی اس کی نظیر سے تاریخ اسلام خالی ہے۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ مسلمانوں میں بہت سے حکیم۔ اور فیلسوف۔ ماہرین علوم ریاضی حکمت۔ طب۔ اور دیگر علوم مفیدہ کے جاننے والے موجود تھے۔ اور اس عہد کی خاص تصنیفات نے فلاطون اور ارسطو کے فلسفے کو بھی فراموش کر دیا تھا۔ خلافت اور وزارت کے انتساب کو الگ کر دیا جاوے تو فلاسفے کی فہرست میں مامون الرشید اور یحییٰ برمکی کا نام نہایت روشن حرفوں میں نظر آتا ہے اور غالباً اسی فلسفہ پسندی نے یحییٰ کو زندیق کہلوایا ہے۔ حقیقت میں یحییٰ کی ہمہ دانی نہایت حیرت انگیز ہے۔ علم طب۔ نجوم۔ ادب۔ شاعری۔ فقہ۔ اور ہیئت میں وہ مجتہدین فن کے درجے میں شمار ہوتا ہے اور اس کے علاوہ اور علوم بھی تھے جن کو کم و بیش جانتا تھا۔ جس کی تصدیق کتاب الفہرست وغیرہ سے ہو سکتی ہے۔ یحییٰ برمکی اگرچہ جامع علوم تھا لیکن اس کو خاص دلچسپی ہیئت و نجوم سے تھی۔ اور نجوم میں اس قدر کمال تھا کہ ماہرین فن میں شمار ہوتا تھا۔ جہاں علما۔ شعرا و اطبا کا گروہ دربار میں موجود رہتا تھا۔

علم نجوم اور اس کا اثر

ان میں منجم بھی ہوتے تھے۔ چنانچہ الخیاط[1] یحییٰ برمکی کا مشہور منجم ہے۔ جس نے کتاب المنثور خاص یحییٰ کے واسطے تصنیف کی تھی۔ اور غالباً ہندی حکیموں کا اختلاط بھی بڑا سبب نجوم کے شوق کا تھا لیکن بڑی مشکل اس فن میں یہ ہے کہ جو اصلی موضوع علم نجوم کا ہے وہ ہاتھ سے جاتا رہتا

حاشیہ [1] کتاب الفہرست ابن الندیم۔

Marfat.com

ہے اور مصطلح علم نجوم پر انسان کی طبیعت مائل ہوجاتی ہے۔ توہمات بڑھ جاتے ہیں اور ادنے ادنے سی بات پر زائچہ کئے جاتے ہیں۔ یہی حال یحییٰ کا ہوگیا تھا کہ منجموں کو اکثر اپنی تقویم دکھلایا کرتا تھا۔ اور بعض اوقات شگون لیتا تھا۔ قیمتی اسباب کی چوری پر نجومی زائچہ طیار کرتے اور فال کھولی جاتی تھی۔ حربن وہب۔ ابوثمامہ شاعر سے روایت کرتا ہے کہ ایک دن یحییٰ نے علی الصباح بلایا۔ جب میں حاضر ہوا تو مجکو اپنے ہمراہ لے کر ایک تنگ راستے کی طرف چلا اور چند قدم چل کر ٹھیر گیا وہاں پر ایک مشہور بدکار عورت کا مکان تھا اُسنے گھر سے نکل کر از راہ تمسخر یحییٰ کے گھوڑے کو دو تین کوڑے لگائے اور چل کھڑی ہوئی۔ مجھے نہایت تعجب ہوا کہ باوجود پارسائی کے یہ کیا لغو حرکت ہے۔ اور پھر یحییٰ کے ہمراہ وہاں سے روانہ ہوا۔ راستے میں یحییٰ نے کہا "ابوثمامہ تم خیال کرتے ہوگے کہ میں دیوانہ ہوگیا ہوں۔ کیونکہ یہ کام تو میں نے دیوانوں ہی کا سا کیا ہے؟" میں نے عرض کیا۔ ہاں۔ وزیر کا یہ فعل میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کیا معاملہ ہے "آنچہ مے بینم بہ بیداریست یارب یا بہ خواب"

ہندوؤں کے شگون

میری یہ بات سُنکر یحییٰ ہنس پڑا اور کہا کہ "میں نے ہند کی کتابوں میں پڑھا ہے کہ اگر کوئی مہم درپیش ہو اور اُس کے انصرام کی نیت سے گھر سے نکلے۔ اگر کوئی ایسا معاملہ پیش آوے جس سے طبیعت کو مسرت ہو تو سمجھنا چاہیئے کہ مراد بر آویگی۔ اگر برعکس ہو تو صبر کرنا چاہیئے۔ میں نے یہ شگون آج امتحاناً کیا ہے دیکھئے کیا نتیجہ ہوگا اس معاملہ کو کسی سے نہ کہنا کیونکہ یہ بظاہر رسوائی کی بات ہے" میں خاموش ہورہا۔ ایک ہفتہ بعد میں نے دریافت کیا تو وزیر نے کہا ہاں وہ کام تو ہوگیا مگر مجھے اب تک ندامت ہے۔

Marfat.com

ابو یعقوب نابینا سے یحییٰ کا فال دکھلانا

یعقوب بن اسحاق۔ عیسےٰ ابن موسیٰ بن یحییٰ سے روایت کرتا ہے کہ ایک دن یحییٰ نہایت غصے میں محل سے باہر نکلا اور ایک غلام کو حکم دیا کہ ابو یعقوب کو حاضر کرو۔ یہ ایک عجیب و غریب شخص تھا۔ تمام بغداد میں اس کی ذہانت مشہور تھی۔ بصارت سے محروم تھا، تھوڑی دیر میں ابو یعقوب حاضر ہوا اور یحییٰ نے حکم دے دیا کہ کوئی بات چیت نہ کرے اور سب خاموش رہیں۔ اور اس کو اپنے پاس بٹھالیا اور اس طرح پر گفتگو شروع کی۔

یحییٰ۔ کیوں یعقوب تم بتا سکتے ہو کہ میں نے تم کو کیوں بلایا ہے

یعقوب۔ تھوڑی دیر سکوت کر کے، ہاں خدا وزیر کا بھلا کرے! میں اس لئے طلب ہوا ہوں کہ مال مسروقہ برآمد کروں۔

یحییٰ۔ ہاں درست ہے یہی کام تھا۔ اچھا بتاؤ۔ وہ کیا چیز ہے۔

یعقوب۔ تھوڑی دیر سوچتا رہا۔ ادھر اُدھر کان لگائے کہ کوئی بات کرے تو اس سے نتیجہ نکالے جب کچھ نہ سُنا تو دونوں ہاتھوں سے فرش کو ٹٹولنا شروع کیا حسب اتفاق کچھ ہاتھ آگیا۔ تو عرض کیا کہ وہ قیمتی جواہر ہے جو ایک تھیلی میں رکھا ہوا تھا اور چوری ہو گیا ہے

یحییٰ۔ ہاں سچ ہے۔ اب یہ بتاؤ کہ وہ اس وقت کہاں ہے اور چور کا نام کیا ہے؛

یحییٰ کے اس سوال پر تھوڑی دیر یعقوب نے سکوت کر کے عرض کیا کہ "وہ جواہر ایک تو بڑے کے اندر رکھ کر آبادی کے قریب دفن کر دیا گیا ہے اور وہاں پر پانی بھی رکھا جاتا ہے۔ البتہ چور کا نام نہیں عرض کر سکتا ہوں"۔

Marfat.com

یحییٰ۔ بہت خوب ابھی دیکھتا ہوں۔ تلاش کرکے دیکھا گیا تو تھوڑے فاصلے پر وہ جگہ ملی اور کھودنے پر وہ جواہر بھی مل گیا۔ یحییٰ کو ابو یعقوب کی فراست پر کمال حیرت ہوئی اور حکم دیا کہ دس ہزار درہم یعقوب کو انعام دیئے جاویں پھر پوچھا کہ تمہارا مکان کس جگہ پر ہے۔ یعقوب نے کہا کہ میرے پاس کوئی مکان نہیں ہے۔ یہ سُنکر یحییٰ نے حکم دیا کہ ہمارے قریب ایک مکان خرید کر دیا جاوے۔ جب مکان خرید ہو جاوے تو ضروری سامان کے واسطے پانچ ہزار درہم اور دیے جاویں۔

یعقوب۔ وزیر کی فیاضی کا شکر گزار ہوں۔ لیکن میری قسمت میں نہ مکان ہے نہ پانچ ہزار درہم البتہ دس ہزار درہم ضرور ملیں گے۔

یحییٰ۔ یعقوب تمہاری باتیں سُنکر مجھے بہت تعجب ہوا اب سچ سچ بتاؤ جو تم نے کہا ہے۔ یہ باتیں تم کو کیسے معلوم ہوئیں اور وہاں تک تمہارا قیاس کیسے پہنچ گیا۔

یعقوب۔ آج جس وقت میں دربار دولت پر حاضر ہوا تو معمولاً جو شور وغل سُنا کرتا تھا وہ بالکل نہ تھا۔ کوشش کی کہ کوئی بات سُنائی دے لیکن میں نے کچھ بھی نہ سُنا۔ تب میں نے سمجھا کہ گھر والے سب کے سب خوف ناک ہو رہے ہیں اور سب کو خوف نہیں ہوتا ہے جب تک کوئی قیمتی اور نفیس شے جو محفوظ ہو گم نہ ہو جاوے۔ اس لئے میں نے سمجھا کہ کوئی جواہر جو کیسہ اور ابنان میں تھا وہ گم ہو گیا ہے۔

یحییٰ۔ اچھا میں تسلیم کرتا ہوں۔ اور کہو۔

یعقوب۔ جب میں نے کوئی بات نہ سُنی کہ جس سے قیاس کرتا تب میں نے فرش کو ٹٹولنا

Marfat.com

شروع کیا کہ دیکھوں کیا ملتا ہے۔ اتفاقاً ایک ٹکڑا چھوارے (خرما) کا مل گیا اور چھوارا عزیز اور نفیس میوہ ہے اس پر میں نے تفاولاً قیاس کر لیا کہ ضرور کوئی قیمتی چیز گم ہو گئی ہو گی اور چھوارے کی قدرتی ساخت پر میں نے خیال کیا کہ وہ سفید تھیلی میں تھا اور سرخ انبان کے اندر رکھا ہوا تھا۔

یحییٰ تمہارا یہ قیاس صحیح ہے مگر یہ کیونکر معلوم ہوا کہ آبادی کے قریب دفن ہے۔

یعقوب۔ جب وزیر نے دریافت فرمایا کہ وہ جواہر کہاں ہے اس وقت میں نے سنا کہ سقا غلام سے پوچھ رہا ہے کہ یہ پانی کی مشک کہاں ڈال دوں۔ غلام نے کہا کہ اس آبادی میں

یحییٰ۔ اچھا یہ بتاؤ کہ تم کو مکان اور پانچہزار درہم کیوں نہ ملیں گے صرف دس ہزار کے ملنے کا کیا سبب ہے

یعقوب۔ جب اول انعام کا حکم صادر ہوا ہے تو ایک غلام نے دوسرے سے کچھ مانگا تھا اس نے کہا لیا و۔ میں نے سمجھا وہ مل جاویگا۔ جب دوسرا حکم ہوا تو آواز آئی وہ یہاں نہیں اور یہ ظاہر ہے کہ حضور کے قریب جس قدر مکانات ہیں وہ رئیسوں اور امیروں کے ہیں کوئی قیمتاً نہیں مل سکتا ہے۔" یہ اندھا زوال برامکہ تک زندہ رہا۔ مگر دولت برامکہ کی فیاضی سے محروم رہا اور جیسا اس نے کہا تھا ویسا ہی پیش آیا کیونکہ یہ وہ زمانہ تھا کہ ہارون الرشید اور یحییٰ میں رنجش شروع ہو گئی تھی۔ اور زوال کا زمانہ قریب آگیا تھا۔

عقائد نجوم سے توبہ فیض[1] بن صالح اور یعقوب بن اسحاق کا قول ہے کہ یحییٰ برمکی

حاشیہ [1] فیض بن صالح بصاسی شاہیر بغداد سے تھا۔ جعفر اور یحییٰ اس کی مروت و اخلاق کا اکثر بیان کرتے تھے۔

Marfat.com

م علوم میں کامل تھا۔ لیکن علم نجوم میں اپنے زمانے کے منجموں پر فوق رکھتا تھا۔ سال میں
تبہ تمام منجم یحییٰ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ اور عملی کارروائیاں کرتے تھے۔ اور اکثر
ی بڑی بحثیں مسائل نجوم پر ہوا کرتی تھیں۔ ایک دن منجمین کا مجمع تھا کسی مسئلے پر
احثہ ہو رہا تھا کہ اتفاقیہ ایک درویش آنکلا یحییٰ مسند سے اٹھا اور جس طرح وہ فقراء
ملا کرتا تھا اسی طرح پر ملا اور مسند پر بٹھا کر موافق عادت کے اس کے سامنے بیٹھ گیا۔ اس
ویش کے ہمراہ ایک خادمہ (جس کا نام سفسان تھا) رہا کرتی تھی۔ گلاس اور پانی کی
گل اس کے پاس رہتی تھی یحییٰ نے اس کنیز کا حال پوچھا تو درویش نے کہا کہ "یہ
یشہ میرے قول کے خلاف کہا کرتی ہے۔ اگر میں کہتا ہوں کہ کل یہ ہوگا تو یہ کہتی ہے کہ
نہ ہوگا۔ بہرحال یا تو اسی کا کہنا صحیح ہوتا ہے یا میری بات بالا رہتی ہے"۔ یحییٰ نے
یش کا عاقلانہ کلام سنا تو عبرت پذیر ہوا اور مصطلح نجوم کے عقائد سے توبہ کر لی۔

ی کے حکیمانہ اقوال

یحییٰ کے علمی حالات ہم لکھ چکے ہیں اب اس کے بعض دلاویز
اقوال نقل کرتے ہیں۔ جن سے اسکے مختلف خیالات کا
زہ ہوتا ہے۔

یحییٰ اپنی اولاد سے کہا کرتا تھا۔ جو اچھی بات سنو لکھ لو۔ اور جو لکھو اس کو حفظ کر لو جو حفظ
اس کو بیان کرو۔

جب بادشاہ کی صحبت میسر ہو تو اسکے ساتھ ایسا برتاؤ کرنا چاہیے جس طرح عاقل عورت اپنے

لہ ابن خلکان جلد ۲ صفحہ ۳۲۲ و عقد الفرید جلد اول صفحہ ۲۰۱ مستطرف جلد اول صفحہ ۲۰۲ و ۲۰۳ کشکول و الخلاط تہا اللہ عافی ہیں بکشت اقوالی درج ہیں

Marfat.com

بے وقوف شوہر کو راضی رکھتی ہے۔

(۳) میں نے ایسا کوئی شخص نہیں دیکھا ہے کہ گفتگو کرنے سے پہلے جس کی ہیبت مجھ پر چھا گئی ہو۔ البتہ اگر وہ شخص فصیح ہے تو میرے دل میں اُس کی عظمت ہوتی ہے ورنہ وہ میری نظروں سے گر جاتا ہے۔

(۴)* اسحاق بن ابراہیم الموصلی نے کسی غلام کو پکارا اُس نے جواب نہیں دیا یحییٰ نے سُنا تو یہ کہا کہ "غلاموں کی بے ادبی اس کے مالک کے حلم پر دلیل ہے۔"

(۵) جو لوگ ہم سے پہلے تھے وہ ہمارے واسطے قابل اقتدا ہیں۔ اور جو ہمارے بعد آوینگے ہم اُنکے واسطے عبرت ہیں۔

(۶) ارباب عقول کی شناخت ہدیہ کتاب۔ رسول سے ہوتی ہے۔

(۷) جو لوگ دولت دنیا کے طالب ہیں اگر وہ زمانے کی سختیاں نہ اُٹھا سکیں تو پھر اپنے مقصد میں کامیاب ہونے کی شکایت نہ کریں۔

(۸) جس شے کا دینا تجویز کر لیا گیا ہو پھر اُس کے دینے میں توقف کرنا غایت درجے کی بخیلی[1] ہے۔

حاشیہ [1] یحییٰ کے وعدہ انجاز (ایفاے وعدہ) کے متعلق شعرا نے مدحیہ قصائد میں بہت کچھ تعریف لکھی ہے۔ چنانچہ ابو قابوس نصرانی کا یہ شعر مشہور ہے۔ رایت یحییٰ ادام اللہ دولتہ یاتی من العرف ما لم یاتہ احد۔ ینسی الذی کان معروفہ ابدا۔ الی الرجال ولا ینسی الذی یعد یعنے یحییٰ برمکی جو فیاضی لوگوں سے کر گزرتا ہے اُسے تو ہمیشہ بھول جاتا ہے لیکن جو وعدہ کرتا ہے اُسے نہیں بھولتا ہے۔ اسی مضمون کو ایک عجمی شاعر نے اسطرح پر ادا کیا ہے۔

وفا نماے بوعدہ۔ کہ وعدہ چون دَین است — خلاف وعدہ نمودن کرام را شَین ست

وفا بہ وعدہ کرم باشد و خلافش کوم — زلوم تا بہ کرم در نگر۔ چہ ما بَین ست

چو وعدہ دادی زاں بر مگرد۔ زَینِ وفا — بر اسپ وعدۂ خود نہ۔ کہ آں بہ از زَین ست

از شرح مقامات حریری۔ و جامع الحکایات۔ نثر النظم و حل العقد امام ثعلبی صفحہ ۳۱

[2] کامل ابن اثیر و زہر الآداب۔ [3] ابن خلکان جلد ۴ صفحہ ۳۲۲۔ [4] ضیاے برنی صفحہ ۱۴۸

(۹) جس راگنی سے طبیعت میں سرور یا رقت پیدا ہو یا رنج و غم کا اثر محسوس ہو وہ تو البتہ راگنی ہے باقی مصیبت اور دردسر ہے۔

(۱۰) ایک مرتبہ فضل برمکی یحییٰ کے پاس آیا لیکن فضل کی رفتار متکبرانہ تھی یحییٰ کو بہت ناگوار ہوا اور بیٹے سے کہا کہ "جس شخص میں فیاضی اور علم تکبر کے ساتھ ہو اُس سے کہیں بہتر ہے کہ اُس میں بخل اور جہل تواضع کے ساتھ ہو"

یحییٰ کے دل آویز فقرے اور حکیمانہ مقولے جس قدر نقل کئے گئے ہیں اُن سے یحییٰ کے اعلیٰ خیالات کا اندازہ ہوتا ہے۔ یحییٰ کی لائف کے متعلق جو ضروری واقعات تھے وہ حتی الوسع ہم نقل کر چکے ہیں اور بعض حالات ایسے ہیں جو یحییٰ کے متعلق ہیں مگر وہ جعفر برمکی کے حالات سے وابستہ ہیں اس لئے اب ہم یحییٰ کی لائف کو اُس کی موت پر ختم کرتے ہیں اور بقیہ انشاءاللہ جعفر کے حالات میں لکھیں گے۔

یحییٰ کی موت

یحییٰ برمکی[۹] نے جس وقت دنیا سے انتقال کیا ہے اُس وقت زندگی کے ستر مرحلے طے کر چکا تھا۔ تیسری محرم ۱۹۰ھ ہجری میں بمقام رقہ ہارون الرشید کی قید میں فوت ہوا۔ فضل برمکی نے اُس کے جنازے کی نماز پڑھائی۔ اور نہر فرات کے کنارے ربض ہرثمہ میں دفن کیا گیا۔

---

[۹] مسعودی حاشیہ کامل ابثیر جلد ۱ صفحہ ۳۴۴۔ توفیقات میں تاریخ فوت یوم سہ شنبہ ماہ ربیع الثانی مطابق ۲۴۔ فروری سنہ ۸۰۶ء تحریر ہے۔

[۱۰] حیات الحیوان دیری جلد ۲ صفحہ ۶۵۔ وابن خلکان جلد ۲ صفحہ ۲۲۵۔ وروضۃ المناظر فی اخبار الاوائل والاواخر صفحہ ۱۶۴ مطبوعہ مصر۔

یحییٰ کی اولاد ذکور

شجرہ نسب برامکہ میں یحییٰ کی اولاد کے نام ہم لکھ چکے ہیں لیکن ان میں سے جن کو تاریخی شہرت ہے وہ صرف چار ہیں یعنی فضل۔ جعفر۔ محمد۔ موسیٰ۔ انھیں چاروں کی نسبت کسی شاعر[1] کا قول ہے۔

اولاد یحییٰ اربع + کاربع الطبائع	یحییٰ کے چار بیٹے ہیں۔ جیسے چار عنصر
فھم اذا اختبرھم + طبائع الصنائع	انکو جانچ کر دیکھیے تو وہ درحقیقت موجودات کے عنصر ہیں۔

اور انھیں کی نسبت قاضی یحییٰ بن اکثم[2] کا قول ہے کہ میں نے مامون الرشید سے سنا ہے کہ کوئی شخص یحییٰ بن خالد اور اس کی اولاد کی کتابت۔ بلاغت۔ سخاوت۔ شجاعت۔ میں برابری نہیں کرسکتا ہے۔ چنانچہ اس کی تصدیق فضل وغیرہ کے حالات سے ہوگی۔

حاشیہ [1] ابن خلکان جلد ۲ صفحہ ۳۲۲۔

[2] مامون الرشید کے زمانے میں قاضی القضاۃ کے درجے پر ممتاز تھے۔ باوجود حکومت کی شان و شوکت کے پیشوائے مذہبی تسلیم کئے گئے ہیں۔ امام بخاری۔ و ترمذی فن حدیث میں آپ کے شاگرد تھے اور فقہ میں بھی کمال حاصل تھا۔ مامون الرشید کمال قدردانی سے آپ کو اپنے برابر تخت پر جگہ دیتا تھا اور اسی قابلیت کا نتیجہ تھا کہ عہدۂ قضا سے وزارت اعظم کے درجے پر پہنچ گئے تھے۔ پہلی مرتبہ جب بصرے کے قاضی مقرر ہوئے ہیں۔ اس وقت بیس برس کی عمر تھی۔

Marfat.com

دوسرا حصّہ

فضل برمکی

تمہید

تمہید اب ہم **فضل** کا تذکرہ شروع کرتے ہیں۔ ہمارا یہ ہیرو اُس نامور اور دنیا کے مشہور وزیر کا فرزند رشید ہے جس کا نام یحییٰ برمکی تھا۔ اور جس کی فیاضی۔ دریا دلی۔ تواضع۔ علمی۔ قدردانی کے پُرفخر اور قابل قدر واقعات سے صفحات تاریخ کو زینت ہے۔ اور مختصر الفاظ میں فضل کی یہ تعریف ہے کہ وہ تیغ اور قلم دونوں کا مالک تھا۔ جس طرح اُس کی تلوار کی سطح زمین پر محسوس یادگاریں باقی ہیں۔ ویسے ہی اُس کی قلمی فتوحات کے دفتر آج ہمارے پیش نظر ہیں۔ ابن خلکان کا فضل برمکی کی نسبت یہ فیصلہ ہے۔

Marfat.com

"فیاضی میں فضل سب سے افضل تھا اگرچہ بلاغت[1] اور انشا میں جعفر فضل پر فائق تھا لیکن بعض مورخوں نے فضل کو عقل و درائت میں بھی جعفر سے افضل مانا ہے اور عتابہ مادر جعفر برمکی نے بھی یہی فیصلہ کیا ہے۔ بہرحال زمانۂ جاہلیت کو اگر حاتم طائی پر فخر ہے۔ تو عہد اسلام کو فضل پر ناز ہے معن بن زائدہ وغیرہ کی فیاضیاں فضل کے مقابلے میں پاسنگ کے برابر نظر آتی ہیں۔ اس قدر معرفی کے بعد اب ہم فضل کو بقاے دوام اور شہرت عام کے دربار میں لاتے ہیں اور خداوند عالم سے دست بہ دعا ہیں کہ یہ دربار مع اپنے ارکین کے ہمیشہ قائم رہے۔ آمین!

یا رب لا تسلبنی حبها ابدا ویرحم الله عبدا قال امینا

فضل کی ولادت اور تعلیم و تربیت

ولادت پنجشنبہ ساتویں تاریخ مہینہ رجب المرجب ۱۴۸ھ مطابق ۲۹-اگست ۷۶۵ء میں فضل کی ولادت ہوئی اسی مبارک زمانے میں ایک ہفتے کے بعد ہارون الرشید بھی عالم وجود میں آیا اقبال کی یاوری سے وہ سامان پیدا ہو گئے جس کی کسی کو خبر بھی نہ تھی کیا کوئی شخص یہ کہہ سکتا تھا کہ فضل ہارون کا رضیع ہوگا۔

حاشیہ [1] ابن خلکان جلد ۱ صفحہ ۴۰۰ مطبوعہ مصر، انباہ بنجبار الانباہ صفحہ ۱۳۲ مطبوعہ مصر ۔ یہ شعر قیس بن ملوح عامری معروف بہ مجنون کا ہے۔ جیسا لیلےٰ کے عشق میں کامل تھا ویسا ہی زبردست شاعر بھی تھا جب لیلےٰ کی محبت حد سے بڑھ گئی۔ اور کھانا پینا چھوٹ گیا و تب یاروں کی صلاح سے مجنون کا باپ اس کو خانہ کعبہ میں لے گیا اور ہدایت کی کہ خدا کی جناب میں دعا کرے کہ میرے دل سے لیلیٰ کی محبت جاتی رہے۔ مگر اس نے جو مناجات شروع کی اس کا پہلا شعر یہی تھا۔ یعنے اے خدا میرے دل سے لیلیٰ کی محبت کو کبھی نہ ہٹا۔ اور جو بندہ میری دعا پر آمین کہے اس پر اپنی رحمت کر۔

[1] توفیقات مختار پاشا

اور خیزران[1] مادر ہارون الرشید، سی معزز خاتون فضل کی دایہ بنے گی؛ خیزران کی گود میں ایک طرف فضل ہوتا تھا۔ دوسری طرف ہارون۔ دونوں ایک ساتھ دودھ پیتے اور کھیلتے تھے۔ غرضکہ زمانہ ولادت سے سنِ رشد تک فضل کی پرورش مثل شہزادگان خلافت عباسیہ کے ہوئی۔ اور فضل کے بچپن کا زمانہ حقیقت میں اس کے آئندہ زمانے کا آئینہ تھا۔ مبصرین بخوبی سمجھتے تھے کہ کچھ دنوں بعد یہ ہلال ملک میں بدر کامل ہو کر چمکنے والا ہے۔ اور دراصل ایسا ہی ہوا بھی۔ طبقہ وزرا میں جس قدر مشہور خاندان دنیا میں گزرے ہیں ان میں سے یہ خصوصیت برامکہ کے حصے میں تھی کہ خلافت عباسیہ کی ایک محترم خاتون فضل کی دایہ بنے گی۔ فضل کے واسطے خصوصاً اور برامکہ کے واسطے عموماً اس سے زیادہ اور کیا فخر ہو سکتا ہے؛ کہ خیزران اس کی مادر مہربان اور ہارون جیسا جلیل الشان خلیفہ اس کا برادر رضاعی تھا۔ جس زمانے میں فضل پیدا ہوا ہے۔ اس وقت خالد برمکی (دادا) موصل کی حکومت پر ممتاز تھا۔ اور یحییٰ (باپ) بھی آذربیجان کا والی تھا۔ غرضکہ وہ تمام سامان

حاشیہ [1] خیزران نہایت عقیل اور ذی علم عورت تھی۔ دینیات۔ شعر۔ ادب سے اچھی طرح ماہر تھی۔ امام اوزاعی سے علم حاصل کیا تھا۔ اور اسی تعلیم و تربیت کا نتیجہ تھا کہ ہادی و ہارون کے ابتدائی عہد خلافت میں کل سلطنت پر حکمرانی کرتی تھی۔ خلیفہ مہدی عباسی نے ایک لاکھ درہم میں خرید کیا تھا۔ چونکہ بلحاظ حسن و جمال حرم کی تمام کنیزوں میں بڑھ کر تھی۔ اس وجہ سے مہدی کو نہایت محبوب تھی۔ فیاضی میں حریف المثل تھی۔ دروازے پر ہر وقت عام سائلوں کا مجمع رہتا تھا۔ ۱۷۰ھ میں حج کو روانہ ہوئی اور مکہ معظمہ میں ایک مہینہ قیام کیا اور عربوں کو اپنی فیاضی سے مالا مال کر دیا۔ ۱۷۳ھ جمادی الثانی یوم دوشنبہ (مطابق ۷۸۹ء - اکتوبر) کو انتقال کیا۔ ہارون الرشید نے بھی تابوت کو اٹھایا۔ اور مقابر قریش میں دفن کیا۔ توفیقات والمدر المنثور سیوطی ترجمہ صفحہ ۱۸۸ مطبوعہ مصر۔

Marfat.com

مہیا تھے جو ایک خوش نصیب بچے کی پرورش کے واسطے درکار ہوتے ہیں۔ جب فضل کی ولادت کی شعرا کو اطلاع ہوئی اور انھوں نے یہ سازو سامان دیکھے کہ فضل و رشید دونوں ایک ہی گود میں کھیل رہے ہیں تو مختلف عنوان سے اس مضمون کو نظم کیا۔ سلم الخاسر[1] کہتا ہے۔

رضاعت پر شعرا کے خیالات

اصبح الفضل والخلیفۃ ھارون		فضل اور خلیفہ ہارون الرشید۔
رضیعی لبان خیر النساء		دونوں نے اس عورت کا دودھ پیا جو اشرف النساء ہے

مروان بن ابی حفصہ نے اسی مضمون کو دوسرے الفاظ میں اس طرح پر ادا کیا ہے۔

کفیٰ[2] لک فضلا ان افضل حرۃ		تیری فضیلت کے لئے یہی بس ہے کہ سب سے شریف تر خاتون نے

حاشیہ [1] سالم بن عمر بن حماد بن عطا۔ ملقب بخاسر۔ برامکہ و خلیفہ مہدی کا شاعر تھا۔ تحصیل علوم و فنون کے بعد گردش فلکی نے جب اس کو سخت مجبور کیا اور اس کی حالت بہت تباہ ہو گئی۔ تب زہد و پارسائی چھوڑ کر فسق و فجور اختیار کیا۔ اور مذہب سے اس قدر دور ہو گیا کہ قرآن مجید فروخت کر کے طنبورہ خریدا۔ اور گانا بجانا شروع کیا۔ اسی وجہ سے لوگ اس کو خاسر کہتے تھے۔ فن شعر میں کامل تھا۔ بشار بن برد شاعر کا شاگرد تھا۔ مہدی عباسی نے مروان بن ابی حفصہ کے قصیدے کے برابر اس کو بھی ایک لاکھ درہم قصیدے کا صلہ دیا تھا۔ ہر دو شعرا کے قصیدے کے مطلع یہ ہیں اور یہ قصائد تذکروں میں موجود ہیں مروان طرقتک زائرۃ بمرحیا لھا الخ

سالم حضر الرحیل و شدت الاحداج الخ

اور جب خلیفہ ہارون الرشید نے محمد امین کے واسطے بیعت لی ہے تو زبیدہ خاتون نے اس کے قصیدے کے صلے میں موتیوں سے منہ بھر دیا تھا۔ چنانچہ یہ موتی بیس ہزار دینار کو فروخت ہوئے تھے۔ شعرائے جاہلیت کا کلام اس کو بہت یاد تھا۔ خلیفہ امون الرشید کے عہد میں ۲۰۸ھ میں انتقال کیا اور ۳۶ ہزار دینار ترکے میں چھوڑے۔ چونکہ لاولد فوت ہوا۔ اور کوئی وارث بھی نہ تھا۔ اس وجہ سے ابراہیم الموصلی مغنی کو اس کے سوال پر ایک دن خلیفہ ہارون الرشید نے یہ کل رقم انعام میں دیدی۔ جو اپنے اشرغسانی کے پاس امانتاً جمع تھی۔ روضۃ الادب صفحہ ۸۰ و ابن خلکان صفحہ ۱۹۰ - جلد اول۔

[2] کامل اثیر یہ شعر ابو الجنوب کا ہے۔

غدتك بثدی والخليفة واحد		تجکو اور خلیفہ کو ایک ہی چھاتی سے دودھ پلایا
لقد[1] زنت يحيىٰ فی المشاهد کلها		تونے ہر موقع پر یحییٰ کا نام روشن کیا
کما زان یحیی خالدا فی المشاهد		جس طرح یحییٰ نے ہر موقع پر خالد کا نام روشن کیا تھا

جس طرح فضل نے خیزران کا دودھ پیا۔ اسی طرح رشید نے زبیدہ (فضل کی ماں کا نام تھا) اور فاطمہ (جعفر کی ماں کا نام تھا) کا دودھ پیا تھا۔ غرضکہ بڑے اہتمام سے شاہانہ طرز پر فضل کی پرورش ہوتی رہی۔ اور عمر کا ابتدائی حصہ اعلےٰ درجے کی تعلیم و تربیت کے ساتھ ختم ہوگیا۔

فضل کا سن رشد

جب فضل عمر کے ابتدائی مرحلے طے کرکے سنِ بلوغ کو پہنچا ہے۔ اس وقت تخت سلطنت پر خلیفہ ہارون الرشید حکمران تھا۔ جو برادرانہ تعلقات دونوں میں بچپن سے تھے اس کا یہ بدیہی نتیجہ تھا کہ فضل سلطنت کے کسی اعلےٰ درجے پر ممتاز ہو لیکن وزیر السلطنۃ یحییٰ نے اپنی حکمت عملی سے اب تک فضل کو حکومت کے نازک فرائض سے علیحدہ رکھتا تھا۔ اور جس طرح خالد برمکی نے یحییٰ کو ہارون کی اتالیقی سلطنت کے کاموں سے پہلے سپرد کی تھی۔ اسی طرح ابتداءً یحییٰ نے فضل کو شہزادہ محمد یعنی امین الرشید کا اتالیق مقرر کیا اور امین الرشید فضل سے زیادہ مانوس بھی تھا کیونکہ بچپن سے فضل کی گود میں پلا تھا۔

امین الرشید کی اتالیقی

اب باقاعدہ اتالیقی کی خدمت بھی سپرد ہوگئی جس کو

حاشیہ [1] بقول ابن خلکان مروان کا ہے فضل نے جوان ہوکر مختلف اوقات پر حرف مروان کو جوانعامات دئے ہیں اس کی مقدار سات لاکھ دینار ہے [2] ابن خلکان صفحہ ۴۰۰ جلد اول [3] عقد الفرید جلد ۳ صفحہ ۱۲۰ [4] ابن خلکان جلد ۲ صفحہ ۵۱۶۔

نہایت قابلیت اور دلسوزی سے فضل نے ادا کیا۔ اگرچہ مامون الرشید کی سی لیاقت امین میں نہ پیدا ہوئی تاہم امام مالک۔ یزیدی[1]۔ اور کسائی اور ابو نواس جیسے مجتہدین فن کی فیض صحبت اور تعلیم و تربیت نے اس کو فقہ۔ ادب۔ تاریخ اور ادبیات میں کامل کر دیا تھا۔

اور اسی محبت کا نتیجہ تھا کہ فضل ہر معاملے میں امین الرشید کا طرف دار ہوتا تھا۔ چنانچہ[2] ۱۷۵ھ ۹۱ء میں جب ہارون الرشید نے اپنے بیٹوں میں سے ایک کو ولیعہد کرنا چاہا تو فضل بھی زبیدہ خاتون (مادر امین) اور عیسےٰ ابن جعفر (امین کا ماموں) کا طرفدار تھا۔ اور آخر کو باوجود عباسیوں[3] کی سخت مخالفت کے فضل کی بات بالا رہی۔ اور امین الرشید کے واسطے تمام دربار سے ہارون نے بیعت لی[4]۔

حاشیہ [1] ابو محمد بن یحیی بن مبارک بن مغیرہ مشہور بہ یزیدی۔ مامون الرشید کا استاذ تھا۔ علم نحو۔ لغت۔ شعر۔ ایام العرب میں عالم تھا۔ خلیل بن احمد۔ ابو عمرو بن العلاء وغیرہ سے تحصیل علم کی تھی اسحاق بن ابراہیم موصلی۔ و ابو عبید القاسم بن سلام اسی کے شاگردوں میں سے تھے۔ ابن ابی العتاہیہ نے ادب کے متعلق اس کے خطبات جمع کئے تھے جو تخمیناً دس ہزار ورق ہیں۔ علامہ اصمعی کے طرز میں کتاب النوادر لغت میں لکھی ہے۔ علاوہ اس کے کتاب المقصور والممدود۔ کتاب النقط والشکل وغیرہ بھی تصنیف کیں۔ اس کے پانچ بیٹے تھے۔ اور ہر ایک ادب۔ شعر۔ ایام العرب میں کامل تھے۔ عہد مامون الرشید میں بمقام خراسان ۲۰۲ھ ۸۱۷ء ہجری میں فوت ہوا۔ نزہۃ الباء فی طبقات الادباء صفحہ ۱۰۳۔ مطبوعہ مصر۔ [2] صفحہ ۴۰ جلد ۶ کامل الاثیر واقعات ۱۷۵ھ [3] ارکان عباسیہ خود دعویدار سلطنت تھے۔ اور وہ خدا سے ہارون کی موت چاہتے تھے۔ لیکن امین الرشید کی ولیعہدی میں سب سے بڑا یہ عذر تھا کہ امین بالکل بچہ ہے اور اس کی عمر پانچ برس کی ہے۔ اس کو تو یہ بھی عقل نہیں ہے کہ داہنا۔ بایاں ہاتھ پہچان سکے چہ جائیکہ مسلمانوں پر سردار مقرر کیا جاوے روضۃ الصفاء صفحہ ۱۰۱ جلد ۳۔ کامل اثیر جلد ۶ صفحہ ۱۰۱ [4] ہارون الرشید کے بیٹوں میں سے بمقابلہ مومن۔ معتصم۔ امین کے مامون الرشید سب سے زیادہ قابل تھا۔ اور ہارون کا رجحان طبع بھی تھا کہ ماموں کے واسطے بیعت لے مگر فضل کے جوڑ توڑ سے ہارون مجبور تھا۔ تاریخ المامون میں لکھا ہے کہ امین اگرچہ نہایت ذکی الطبع۔ فصیح۔ خوش تقریر۔ پاکیزہ رو۔ حوصلہ مائل تھا۔ اس کے ساتھ اس نے نحو۔ ادب۔ فقہ میں نہایت مہارت حاصل کی تھی لیکن عیش طلب اور راحت پسند تھا۔ ہارون کو بھی روز بروز اس کی راحت طلبی کا زیادہ یقین ہوتا گیا۔ ماموں کی ذاتی خوبیوں نے ہارون کو بالکل اپنا گرویدہ کر لیا تھا۔ وہ کہا کرتا تھا کہ میں ماموں میں منصور کا حزم۔ مہدی کی متانت۔ ہادی کی

فضل کی وزارت

سب سے پہلا وزیر ہارون الرشید کا یحییٰ برمکی تھا۔ لیکن جب یحییٰ ضعیف ہو گیا تو ۱۷۹ھ میں ہارون نے فضل کو وزیر اعظم مقرر کیا۔ تاہم یحییٰ کا اقتدار بدستور تھا۔ اور اہم معاملات کا تصفیہ ہمیشہ یحییٰ کی رائے[1] پر ہوتا تھا۔ فضل کے چند روزہ عہد وزارت کا مشہور کارنامہ امین کی ولیعہدی ہے۔ اور امین کی طرف داری اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتی ہے کہ فضل جب خراسان گیا تو اس ولیعہدی کا اچھی طرح پر اعلان کیا۔ جو مقامات دارالحکومت سے فاصلے پر واقع تھے وہاں قاصد بھیجے غرضکہ یہ مرحلہ تو حسب دلخواہ طے ہو گیا۔

یحییٰ ابن عبداللہ کی بغاوت

لیکن ۱۹۱ھ میں ایک بہت بڑی جنگ کا آغاز ہوا یعنے یحییٰ[2] بن عبداللہ بن حسن مجتبیٰ بن حسن بن علی ابن ابی طالب نے جو خلافت عباسیہ کے دعویدار تھے بتاریخ ۲۰ ربیع الثانی ۱۷۵ھ مطابق اگست ۷۹۱ء دیلم میں ظہور کیا اور بڑی شان و شکوہ سے مقابلے کو اٹھے۔ ان کے جھنڈے کے نیچے ہزاروں آدمی جمع ہو گئے۔ اور تمام اطراف امصار سے لوگ آنا شروع ہو گئے۔ جب رشید کو

بقیہ حاشیہ شان و شوکت پاتا ہوں۔ اور اگر اپنے سے بھی اس کو نسبت دینا چاہوں تو دے سکتا ہوں۔ میں نے امین کو خلافت میں اس پر ترجیح دی۔ حالانکہ مجکو معلوم ہے کہ وہ فضول خرچ اور اپنی خواہشوں کا مطیع ہے اور لونڈیاں اور عورتیں اس کی مشیر کار ہیں۔ اگر دبیدہ کا لحاظ اور بنو ہاشم کا دباؤ نہ ہوتا تو میں مامون کو ترجیح دیتا۔" الماموں صفحہ ۱۳ بحوالہ تاریخ الخلفا سیوطی۔

[1] کامل اثیر کی روایت ہے کہ ۱۷۸ھ میں امور سلطنت کے کل انتظام پھر یحییٰ برمکی کے سپرد ہو گئے تھے جلد ۶ صفحہ ۴۸

[2] ابن خلدون جلد ۳ صفحہ ۲۱۰ و ابوالفدا صفحہ ۱۴۱ جلد ۲۔ کامل اثیر صفحہ ۱۱۱ جلد ۶۔ تاریخ الخلفی جلد اول۔

Marfat.com

اس جمعیت کی خبر پہنچی حواس باختہ ہوگیا۔ اور مقابلے کے واسطے اپنے وزیر اعظم فضل کو انتخاب کیا۔ اور فوج کو تیاری کا حکم دیدیا۔ دار السلطنت سے پچاس ہزار سواروں کی معیت سے ہارون نے فضل کو روانہ کیا بغداد سے نکل کر فضل نے اپنی کامیابی کی تدبیریں سوچنا شروع کیں۔ جب طالقان[1] میں یہ لشکر پہنچ گیا تو وہاں سے فضل نے یحییٰ علوی کے نام ایک خط لکھا جس میں اپنی جادو بیانی سے مختلف اثر پیدا کر دیئے تھے اور سلطنت کے شاہانہ جاہ و جلال اور خلافت عباسیہ کے رعب و دبدبہ کو اپنی تحریر میں عمدہ طور پر ظاہر کر دیا تھا۔ جس کے پڑھنے سے یحییٰ پر ایک ہیبت چھا گئی اور ساتھ ہی اس کے قیمتی تحائف بھی بھیجے۔ اور یحییٰ پر بخوبی ثابت کر دیا کہ اگر جنگ کا خاتمہ صلح پر ہو تو ہر طرح سے ان کے حق میں مفید اور نفع بخش ہے۔ انھیں خیالات نے یحییٰ کو صلح پر مجبور کیا۔ اور جواب میں فضل کو صاف الفاظ میں یہ لکھا کہ "مجھے اس شرط پر صلح منظور ہے۔ کہ ہارون الرشید اپنے قلم سے صلحنامہ لکھدے۔ اور اس پر تمام بنی ہاشم مشائخ۔ قضاۃ۔ اور فقہا کے دستخط ہوں"۔ فضل نے اس شرط کو منظور کر لیا اور خلیفہ کو تمام واقعات سے اطلاع دی اور جو مسودہ یحییٰ نے صلح کا بھیجا تھا وہ بھی اپنی عرضی کے ساتھ روانہ کر دیا۔ ہارون بھی مصلحت ملکی سے دب گیا۔ اور صلح کو جنگ سے غنیمت سمجھا اور مطابق مسودے کے معاہدۂ صلح لکھکر تمام علما و فقہا و مشائخین میں سے عبد الصمد بن علی کے دستخط بنوا کر بڑے سامان سے فضل کے پاس روانہ کیا۔ اور قیمتی ہدایا اور تحائف بھی اس کے ساتھ بھیجے۔ فضل نے وہ خریطہ مع تمام تحائف کے یحییٰ کے

حاشیہ [1] صوبہ خراسان میں یہ مشہور شہر ہے۔ اگرچہ چھوٹا ہے لیکن غلہ و میوہ بہ کثرت پیدا ہوتا ہے یہاں کے انگور و انجیر بھی مشہور ہیں۔ خلافت عباسیہ میں ایک مستحکم قلعہ یہاں بنایا گیا تھا۔ یہ چھوٹا طالقان مشہور ہے اور اس کا موقع مرورود۔ اور بلخ کے مابین ہیں۔ تفصیل کے لئے دیکھو معجم البلدان یاقوت جلد ۶ حرف طا صفحہ ۔

Marfat.com

کے سامنے پیش کیا۔ اور یحییٰ کو اپنے ہمراہ لے کر بغداد کی طرف کوچ کر دیا۔ اور ہارون سے لاکر ملاقات کرائی۔ فضل کے وعدوں کے مطابق ہارون نے یحییٰ سے بہت کچھ سلوک کیا اور اس کارگزاری کے صلے میں فضل کے ساتھ بھی شاہانہ فیاضیاں کی گئیں شعرا نے فضل کی تعریف میں قصائد لکھے اور خلیفہ کو اس فتح کی مبارکبادیاں دیں چنانچہ خلیفہ نے اوّل شاہانہ طریقے سے یحییٰ کو مہمان رکھا لیکن کچھ دنوں بعد نقض عہد کرنا چاہا۔ اور علما سے فتوے چاہا کہ صورت موجودہ میں نقض جائز ہے یا نہیں۔ ابو البختری قاضی اور تمام علما نے ہارون الرشید کے خوف سے فتویٰ دیدیا کہ نقض معاہدہ جائز ہے لیکن امام محمدؒ نے اس فتوے کی بڑے زور سے مخالفت کی اور اپنے اس اصرار پر قائم رہے کہ نقض معاہدہ جائز نہیں ہے لیکن ہارون نے کثرت رائے کے فیصلے کو تسلیم کر کے دستاویز کو چاک کر ڈالا۔ اور یحییٰ کو نظر بند کر لیا۔ چنانچہ اسی حالت میں حضرت یحییٰ نے

حاشیہ ۱؎ امام محمد بن الحسن الشیبانی۔ امام ابو حنیفہ کے شاگرد رشید۔ اور فقہ حنفی کے دوسرے بازو ہیں۔ ۱۳۵ھ میں بمقام حرستا (دمشق کے متصل ایک موضع ہے) پیدا ہوئے۔ امام مالک سے حدیث پڑھی تھی۔ ہارون الرشید ان کی بڑی عزت کرتا تھا۔ اور سیر و سفر میں ہمراہ رکھتا تھا۔ اگرچہ دربار کا تعلق تھا۔ مگر آزادی اور حق گوئی کا سررشتہ کبھی ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ امام محمد کے فضل و کمال کا اندازہ امام شافعی کے اس قول سے ہوتا ہے کہ "امام جب کوئی مسئلہ بیان کرتے تھے تو معلوم ہوتا تھا کہ وحی اتر رہی ہے"۔ تمام شاگردوں میں امام شافعی نہایت بلند رتبہ تھے اور بمقابلہ دیگر شاگردوں کے امام محمد بھی انکے ساتھ خاص مراعات سے پیش آتے تھے۔ امام محمد کی شہرت اگرچہ زیادہ تر فقہ میں ہے لیکن وہ تفسیر۔ حدیث۔ ادب میں بھی اجتہاد کا درجہ رکھتے تھے۔ امام صاحب کی تصنیفات میں سے "ظاہر" مبسوط جامع صغیر جامع کبیر۔ زیادات۔ کتاب الحج۔ سیر صغیر و کبیر مشہور ہیں۔ ہمراہی خلیفہ ہارون الرشید ۱۸۹ھ ہجری میں رے کے قریب موضع رنبویہ میں انتقال کیا۔ اتفاق سے کسائی نحوی نے بھی اسی جگہ انتقال کیا تو ہارون کو نہایت صدمہ ہوا کہ "آج فقہ اور نحو دونوں کو ہم دفن کر آئے"۔ علامہ یزیدی نے نہایت جانگداز مرثیہ لکھا جس کا ایک شعر یہ ہے ؎ **فقلت اذا اما اشکل المخطب من لنا + بایضاحہ یوما وانت فقیہ**

ترجمہ ہم نے کہا کہ جب تو نہ رہا تو ہمارے لئے مشکلات کا حل کرنے والا کہاں سے آئے گا؟

ماخوذ از سیرۃ النعمان۔ علامہ شبلی نعمانی۔

دنیا سے کوچ کیا۔

صوبہ خراسان کی ولایت

اس کارگزاری کے صلے میں ہارون الرشید نے فضل کو صوبہ خراسان کی ولایت (گورنری) عنایت کی۔ طبرستان۔ رے۔ نہاوند۔ ہمدان۔ جرجان۔ آذربیجان۔ اور آرمینیہ کے زرخیز شہر بھی اس میں ملحق کر دئے۔

فضل[1] کے دائرہ حکومت کا اندازہ اگر آج کل کے ملکی محاصل پر کیا جاوے تو اس کا مقابلہ دنیا کی بڑی بڑی سلطنتوں سے ہو سکتا ہے۔ لیکن ملکی ٹیکس اور شرعی خراج کی حیثیت سے بھی فضل کی حکومت کا رقبہ اور سالانہ خراج ایک مستقل سلطنت کے برابر تھا۔

ذیل کے نقشے میں جو تعداد خراج کی لکھی ہے اگرچہ وہ عہد مامون الرشید کی ہے لیکن اس لحاظ سے کہ خلافت ہارون و مامون میں تھوڑی مدت کا فصل ہے۔ اور ملک کا بندوبست استمراری تھا۔ تشخیص جمع میں سختی اور چند روزہ بندوبست کی خرابیاں رائج نہ تھیں اس لحاظ سے یہ جمع قریب قریب عہد ہارون کے سمجھنا چاہئے۔

حاشیہ [1] سٹریول (جغرافیہ نویس) کا بیان ہے کہ ۱۷۴ھ ہجری مطابق ۷۹۳ء میں فضل برمکی کرمان سے لے کر ترکستان تک جتنے ممالک اسلامیہ تھے سب کا گورنر تھا۔ اور ختلان میں ایک قلعہ بنوایا تھا جس کا نام الباب رکھا تھا جو آج تک دروازہ کے نام سے مشہور ہے۔ دیکھو حالات دشت پایر مندرجہ اخبار دھانہ کانپور نمبر ۲۶ مطبوعہ ۲۷ جون ۱۸۹۵ء اور ابن خلکان میں تحریر ہے کہ فضل کی تمام ممالک شرقی میں حکومت تھی اور شروان سے اقصیٰ بلاد ترک تک فضل کے سپرد تھا۔

Marfat.com

نقشہ سالانہ خراج ممالک مقبوضہ فضل برمکی

ضلع	خراج
خراسان	دو کرور اسّی لاکھ درہم چار ہزار گھوڑے۔ ایکہزار غلام۔ تیس ہزار تھان۔ تیس ہزار رطل ہلیلہ۔ دو ہزار نقرۂ چاندی۔
طبرستان و دیلمان	تر لیسٹھ لاکھ درہم۔ طبرستانی فرش چھ سو۔ چادریں دو سو۔
رَے	ایک کرور بیس لاکھ درہم۔ شہد بیس ہزار رطل۔
نہاوند	کپڑے پانسو تھان۔ مندیل تین سو۔ جامات تین سو
ہمدان	ایک کرور تیرہ لاکھ درہم۔ ربّ الرمانین ہزار رطل۔ شہد بارہ ہزار رطل۔
آذربیجان	چالیس لاکھ درہم۔
جرجان	ایک کرور بیس لاکھ درہم۔ ریشم ہزار شقہ
آرمینہ	ایک کرور تیس لاکھ درہم۔ فرش محفور بیس۔ زقم پانسو تیس رطل مسایح سو ماہی دس ہزار رطل۔ صونج دس ہزار رطل۔ خچر دو سو۔ بچھیڑے تیس۔

حاشیہ یہ نقشہ ابن خلدون کی تحریر کے موافق ہے۔ اور خلیفہ ہارون الرشید کے عہد میں جو حالت وصول مال گزاری وغیرہ کی تھی اس کی تصریح کتاب الخراج قاضی ابو یوسف سے معلوم ہو سکتی ہے۔

Marfat.com

ملک کی اندرونی پیچیدگیوں نے خراسان پر زیادہ دنوں ٹھیرنے کا فضل کو موقع نہیں دیا۔ کیونکہ بسبب واپسی جعفر برمکی کے فضل کو کچھ زمانے کے واسطے مصر جانا پڑا۔ لیکن دوسری مرتبہ ۱۷۵ھ ہجری میں مستقل طور پر خراسان جانے کا حکم ہوا۔ اس مرتبہ فضل نے بہت کچھ ملکی انتظامات کئے۔ خراسان میں جس قدر فوج رہتی تھی۔ اس میں اضافہ کیا۔ صیغہ نظارت نافع (پبلک ورکس) میں بہت کچھ ترقی ہوئی۔ قدم قدم پر مسافر خانے۔ زاویے۔ مسجدیں۔ چاہات۔ پل تیار کرائے۔ زائد از بیس لاکھ درہم بقایا مال گزاری جو پچھلے زمانے سے چلی آتی تھی اس کے دفتر جلا دیے۔ عدل و انصاف سے تمام ملک کو خوش کر دیا۔ اور اپنی شامانہ فیاضیوں سے رعایا کے دلوں میں ہر دل عزیز ہو گیا۔ فضل برمکی اگرچہ خراسان کا والی تھا۔ لیکن اس صوبے کی امارت کا شمار مؤرخین نے بادشاہوں کے درجے میں کیا ہے۔ کیونکہ باعتبار جاہ و حشم اور قوت و شوکت کے خراسان کا حاکم تاجداروں کے ہم پلہ تھا۔ بلکہ یحییٰ و فضل کو عوام و خواص بلقب سلطان یاد کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ہشیم بن فراس شاعر اپنے ممدوح فضل بن مروان (خاندان بنی سامہ) کو جب اس کے ظلم و ستم کی زیادہ فریادیں ہونے لگیں تو اس طرح پر نصیحت کرتا ہے۔ ؎

تجبرت یا فضل بن مروان فاغتبر	اے فضل بن مروان تو جا بر نکلا۔ عبرت پکڑ
فقبلك كان الفضل و الفضل و الفضل	کہ تجھ سے پہلے تین فضل گزرے ہیں۔
ثلاثة املاك مضوا لسبيلهم	جو تینوں بادشاہ تھے۔

حاشیہ لے کامل ابثر جلد ۶۔ صفحہ ۴۰۶۔ واقعات ۱۷۵ھ ہجری ۲ ابن خلکان جلد ۲ صفحہ ۱۱، و کامل ابثر کتاب المحاسن بیہقی جلد ۶ صفحہ ۴۰۸ ۳ مستطرف جلد اول صفحہ ۹۶ و حیات الحیوان دیری جلد ۲ صفحہ ۵۰۔ ۴ ان میں ایک فضل بن یحییٰ برمکی ہے۔

Marfat.com

أبادتهم الأقياد والحبس والقتل	اور قید ہو کر۔ محبوس ہو کر۔ قتل ہو کر۔ مرے۔
وانك قد اصبحت فی الناس ظالما	تو لوگوں پر ظلم کر رہا ہے۔
ستوذی کما اوذی الثلاثة من قبل	تو تو بھی اسی طرح تباہ ہوگا جس طرح تجھ سے پہلے وہ تینوں فضل۔

شکایت آمیز عرضی

باوجود اس قدر انصاف و رعایا پروری کے بھی کسی نے ایک دفعہ ہارون کے پاس ایک شکایت آمیز عرضی بھیجی۔ جس میں لکھا تھا کہ فضل ہمیشہ سیر و شکار اور لہو و لعب کے جلسوں میں مشغول رہتا ہے۔ معاملات رعایا پر کچھ بھی توجہ نہیں ہے۔ اتفاق سے یحییٰ بھی اس وقت ہارون کے پاس موجود تھا۔ ہارون نے عرضی پڑھ کر یحییٰ کے سامنے ڈال دی اور کہا کہ "پیارے باپ! اس کو ملاحظہ کیجئے اور چند سطریں اپنے قلم سے فضل کو اس کے جواب میں لکھ دیجئے۔" چنانچہ یحییٰ نے اس کی پشت پر لکھا۔

یحییٰ کا جواب فضل کو

"برخوردار من! خدا تم کو اپنی پناہ میں رکھے۔ امیر المومنین کو اسکی شکایت گزری ہے۔ کہ تم سیر و شکار میں مشغول رہتے ہو۔ دنیاوی لذات میں اس قدر مصروفیت ہے کہ امور رعایا سے غافل ہو رہے ہو۔ تمہارے یہ افعال امیر المومنین کو ناگوار ہیں۔" چنانچہ باپ کی تحریر پڑھ کر فضل متنبہ ہو گیا اور جب تک خراسان میں رہا۔ جمعے کی نماز جماعت اور انفصال مقدمات رعایا میں فرق نہیں آیا جو خط نظم میں یحییٰ نے فضل کو لکھا تھا اس کو ہم بھی ابن خلکان[1] اور شرح مقامات حریری سے نقل کرتے ہیں اس نظم کے لکھنے

حاشیہ [1] ابن خلکان صفحہ ۵۱۶ و ۵۱۷ و حیوٰۃ الحیوان دمیری جلد ۲ صفحہ ۶۴۔ و شریشی شرح مقامات حریری جلد ۲ صفحہ ۱۶۳ اشعار مطابق اسی کتاب کے لکھے ہیں۔ روضۃ الصفا میں بھی یہی مضمون ہے لیکن صرف ایک رباعی پر ختم کر دیا ہے۔

سے علاوہ عمدگی مضامین کے یہ بھی دکھلانا منظور ہے کہ یحییٰ برمکی کو نظم پر کس درجہ مہارت تھی۔
اور وہ کس رتبے کا شاعر تھا۔

انصب نهارا فی طلاب العلا	بزرگی کی تلاش میں محنت اٹھا۔
واصبر علی فقد لقاء الحبیب	اور دوست کے نہ ملنے پر صبر کر۔
حتی اذا اللیل اتی مقبلا	جب رات آئے
واسدلت فیه عیون الرقیب	اور رقیبوں کی آنکھیں بند ہو جائیں
فباشر اللیل بما تشتهی	تو رات کو جو جی چاہے کر
فانما اللیل نهار الاریب	کیونکہ رات ہشیار آدمی کے لئے دن ہے
کم من فتی تحسبه ناسکا	بہت سے لوگ جن کو تو پرہیزگار سمجھا ہے
یستقبل اللیل بامر عجیب	رات کو وہ عجیب کام کرتے ہیں۔
القی علیه اللیل اثوابه	جب رات ان پر اپنا پردہ ڈال دیتی ہے
فبات فی لهو وعیش خصیب	تو عیش و عشرت میں بسر کرتے ہیں
ولذت الاحمق مشهورة	احمق کا لطف اٹھانا مشہور ہے۔
یرصدها کل حسود رقیب	کہ ہر حاسد رقیب اس کی تاک میں رہتا ہے۔

آتشکدۂ نوبہار کی بربادی

مؤرخین[1] نے فضل کے تذکرے میں اس واقعہ کو نہایت استعجاب کی نظر سے دیکھا ہے۔ کہ جب فضل

حاشیہ [1] ابن خلکان جلد ۲ صفحہ ۱۱۱ مطبوعہ مصر۔

خراسان کا دورہ کرتا ہوا بلخ میں پہنچا ہے تو آتشکدۂ نوبہار کے کھنڈرات موجود تھے۔ اور یہ وہ مقدس عبادت خانہ تھا جس کے متولی فضل کے آباؤ اجداد تھے۔ لیکن فضل نے اس کا کچھ بھی خیال نہیں کیا اور کل عمارت کے مسمار کرنے کا حکم دے دیا۔ لیکن بسبب استحکام کل آتشکدہ تو مسمار نہ ہو سکا۔ تاہم ایک گوشہ اس کا کھل گیا اور وہاں پر مسجد تعمیر کر دی گئی۔ اس واقعہ سے فضل کی دینداری اور مذہبی جوش کا اندازہ ہوتا ہے۔ ۱۷۹ھ ہجری میں بغداد کو واپس آیا۔ عمائدین سلطنت اور علما نے نہایت اعزاز سے استقبال کیا۔ شعرا نے مبارکباد کے قصائد پڑھے[1] اور بقیہ زندگی کے مرحلے بغداد میں طے کئے۔

عام اخلاق و عادات

معاملات سلطنت کو چھوڑ کر اب ہم فضل کے عام اخلاق و عادات پر نظر ڈالتے ہیں کیونکہ انسان کے حالات زندگی میں یہی وہ مرقع (البم) ہے جس میں مختلف شکل و شمائل کی صورتیں نظر آسکتی ہیں۔ وہی فضل جس کے پرزور ہاتھوں میں ابھی تلوار تھی۔ اب علمی مجلسوں اور شاہانہ جلسوں میں نظر آئے گا۔ کبھی اس کا روئے سخن مذمیوں کی طرف ہوگا۔ جس میں مذاق کی باتیں ہونگی۔ کبھی درویشوں اور معمولی آدمیوں سے باتیں کرتے ہوئے دکھلائی دیگا لیکن مختلف روپ کی تبدیلی سے ناظرین دھوکے میں نہ آئیں ہر رنگ و ڈھنگ میں انھیں فضل کا خیال رکھنا

حاشیہ [1] اسحاق بن ابراہیم موصلی کے یہ اشعار بہت مشہور ہیں۔

لو کان بینی وبین الفضل معرفته — فضل ابن یحیی علا فی علی الزمن
هو الفتی الماجد المیمون طائره — والمشتری الحمد یا لمغانی من الثمن

چاہئے ؎

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش
من انداز قدت را می شناسم

فضل کی سخاوت

یہ ہم اول ہی لکھ چکے ہیں کہ فیاضی میں فضل برامکہ میں سب سے افضل تھا۔ اس خاص صفت میں کوئی اس کی برابری کا دعویٰ نہیں کر سکتا ہے۔ کثرت ایثار نے تمام ملک میں شہرت عام پیدا کر دی تھی۔ اور علما۔ فضلا۔ شعرا۔ مشائخ۔ عام سائلین۔ اور غریب محتاجوں کا مجمع صبح کو فضل کے مکان پر ہوتا تھا اور سب بامراد دعائیں دیتے ہوئے چلے جاتے تھے۔ فضل کی فیاضی کو بعض مؤرخین نے اسراف کی حد میں شمار کیا ہے۔ لیکن جس قدر اس کی فیاضی کی تعریف کی جائے وہ حقیقت میں اس کے اصلی واقعات ہیں۔ جس میں مبالغہ تکلف اور بناوٹ کو مطلق دخل نہیں ہے۔ علامہ ضیاء برنی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ فضل خراسان سے بغداد میں آیا جس قدر روپیہ خزانہ شاہی میں داخل کرنے والا تھا۔ اس کے تین حصے کر ڈالے۔ ایک غریبوں کو اور دوسرا قدیم متعلقین کو دے دیا۔ تیسرے حصے کا صحن میں ڈھیر لگا دیا کہ جو مستحق ہو اس کو دیا جائے۔ چنانچہ بیس روز تک یہی ہوا کیا۔ ہارون کو بھی اس کی خبر ہو گئی۔ تب تو یحییٰ بھی پریشان ہوا کہ ایسا نہ ہو امیر المومنین کا مزاج برہم ہو جائے چنانچہ نصیحت کی غرض سے فضل کے مکان پر روانہ ہوا۔ جا کر کیا دیکھتا ہے کہ بیٹے کا سر مصلے پر ہے۔ اور آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔ یہ حال دیکھ کر یحییٰ نے پوچھا جان پدر کیا حال ہے؟ جواب دیا "مجھے افسوس ہے کہ بغداد میں بہت ایسے لوگ ہیں جو

Marfat.com

امداد کے مستحق ہیں۔ مگر میرے پاس اب کچھ نہیں ہے۔" بیٹے کی یہ حالت دیکھ کر کہا کہ "کچھ فکر نہ کرو۔ جو میرے پاس ہے اول اُسے صرف کرو۔ جب یہ ہو جائے تو قرض لینا میں ادا کر دونگا۔"

حقیقت یہ ہے کہ ایسے فیاض اور کریم النفس پیدا نہیں ہوتے ہیں تو فضل کے ثنا خواں ہر طبقے میں بہ کثرت ملیں گے۔ لیکن شعرائے خاصکر اس مضمون میں زیادہ حصہ لیا ہے۔ اور شاعروں کے ساتھ جو جو احسان اس خاندان نے کئے ہیں وہ ضرب المثل ہیں۔ اور انصاف یہ ہے کہ عربی علم ادب کا بہت بڑا سرمایہ برامکہ کی فیاضی سے مرتب ہوا ہے۔ کیونکہ ایک ایک قصیدے کے صلے میں شعرا کو ہزاروں درہم و دینار دینے سے برامکہ کا مقصود علم ادب (لٹریچر) کی ترقی تھی۔ شعرائے پایہ تخت میں سے مروان بن ابی حفصہ خاص برامکہ کا شاعر ہے۔ اُس نے ایک موقع پر اپنے ممدوح فضل کا سلاطین سے مقابلہ کیا ہے۔ اور فیاضی کی نسبت اُس کا یہ قول ہے۔

عند الملوك منافع ومضرة	بادشاہوں سے نفع و نقصان دونوں پہنچتا ہے۔
وادی البرامك لا تضر وتنفع	لیکن برمکیوں سے صرف نفع پہنچتا ہے۔
ان كان شر كان غيرهم له	اگر کوئی برائی ہو تو وہ اوروں کا کام ہے۔
والخير منسوب اليهم اجمع	ورنہ بھلائیاں تو سب برمکیوں سے تعلق رکھتی ہیں۔

امام بیہقی نے برامکہ کی فیاضی کی نسبت لکھا ہے کہ اس خاندان کے ارکان رات کو گلی کوچوں میں پھرا کرتے تھے۔ اور روپوں کی تھیلیاں غلام لئے رہتے تھے۔ اور حاجتمندوں کے دروازے

حاشیہ [1] اخیر مصرع ناظرین کو مبالغہ معلوم ہوگا۔ لیکن برامکہ کی سچی توصیف ہے۔ اسحاق موصلی کی روایت ہے کہ میں نے ایک مرتبہ یہ اشعار فضل کے سامنے پڑھے تو مجھ سے کہنے لگا۔ افسوس ہے کہ میں نے مروان کو اسکا صلہ کچھ بھی نہیں دیا تھا یعنے صرف تیس ہزار درہم حالانکہ مجھے بیس ہزار دینار سرخ دینا لازم تھا۔ ضیاء برنی صفحہ ۱۹۴ کتاب المحاسن والمساوی صفحہ ۵۰ مطبوعہ مصر

کھلوا کر ان کو تھیلی دے دی جاتی تھی۔ جس میں تین ہزار سے پانچ ہزار تک رقم ہوا کرتی تھی۔ کسی[1] نے ایک دفعہ اسحاق موصلی سے پوچھا کہ فضل کی نسبت تمہارا کیا خیال ہے تو اسحاق نے یہ جواب دیا:

اذا نزل الفضل بن یحیی ببلدۃ	فضل بن یحییٰ جب کسی شہر میں اترتا ہے۔
رأیت بھا غیث السماحۃ ینبت	تو تم دیکھو گے کہ وہاں سخاوت کی کھیتی اگتی ہے
فلیس بسعال اذا سیل حاجۃ	جب اس سے کوئی کچھ مانگتا ہے تو وہ (ٹالنے کے لئے) کھانستا نہیں
ولا بمکب فی ثری الارض ینکت	اور نہ زمین کی طرف جھک کر لکڑی سے زمین کریدتا ہے

جس طرح شعراء فضل کے عاشق تھے۔ ویسا ہی فضل بھی ان کا مربی اور مددگار تھا۔ دربار میں جب کبھی ہارون الرشید کا شعراء پر عتاب ہوا تو صرف فضل کی سفارش پر عفو قصور ہوا کرتا تھا۔ جس کی نظیر میں عتابی وغیرہ کے حالات مشہور ہیں۔ فضل کی مدح میں شعرا نے جس قدر قصائد لکھے ہیں۔ اگر انکا انتخاب کیا جاوے تو ایک مختصر دیوان تیار ہو جاوے۔ لہذا اشعار مذکورہ پر اکتفا کیا گیا۔

ناظرین ابو نواس[2] وغیرہ کے قصائد سے لطف اٹھا سکتے ہیں۔ جو فضل کی مدح میں لکھے گئے ہیں۔

حاشیہ [1] اعلام الناس صفحہ ۱۶۶

[2] ابو علی حسن بن ہانی بن عبدالاول بن صباح۔ مشہور بہ ابو نواس ایک جلیل القدر فاضل اور نامور شاعر تھا۔ ابو عمر جاحظ کا قول ہے کہ میں نے ابو نواس سے زیادہ علم لغت میں کسی کو عالم نہیں دیکھا۔ فن شعر میں جو درجہ متقدمین میں امرء القیس کا تھا۔ محدثین میں وہی رتبہ ابو نواس کا تھا۔ نشہ کے عالم میں بھی شعر کہتا تھا اس لئے ہر قسم کے مضامین ہوتے تھے۔ باوجود علم و فضل کے مزاج میں مسخرہ پن بہت تھا۔ اور کوئی بات نکتہ سنجی و ظرافت سے خالی نہیں ہوتی تھی۔ خلفاے عباسیہ و برامکہ کی مدح میں اسکے قصائد مشہور ہیں۔ فضل برمکی کی تعریف میں جو قصیدہ دیوان میں موجود ہے وہ نہایت زور کا ہے جس کا مطلع یہ ہے ؎

اربع البلا ان الخشوع لبادی ۔۔۔ علیک وانی لم اخنک ودادی

یہ شاعر ۱۳۹ھ ہجری یا ۱۴۵ھ ہجری میں بمقام اھواز پیدا ہوا تھا اور خلیفہ امین الرشید کے زمانہ میں بمقام بغداد ۱۹۵ھ

نخوت پسندی

فضل[1] برمکی نہایت متکبر و نخوت پسند تھا۔ چنانچہ ایک خاص مصاحب نے جرأت کر کے پوچھا کہ آپ میں باوجود مروت و سخاوت تکبر و نخوت کیوں ہے؟ فضل نے جواب دیا کہ "میں نے عمارہ بن حمزہ سے یہ عادت سیکھی ہے لیکن اب مجبور ہوں کیونکہ یہ عادت طبیعت ثانی ہو گئی ہے۔" جب اس قدر معلوم ہوا تو پھر اس مصاحب نے سوال کیا کہ عمارہ کا کیا واقعہ ہے؟ تب فضل نے پورا قصہ اس طرح پر بیان کیا کہ خلیفہ مہدی کے زمانے میں پدر بزرگوار (یحییٰ برمکی) بلاد فارس میں عامل تھے۔ وزیر السلطنۃ عمارۃ سے کسی قدر رنج تھا۔ اس لئے ایک موقع پر یہ حکم جاری[2] ہوا کہ کل سالانہ خراج وجوب قسط سے پہلے خزانۂ شاہی میں داخل ہو جاوے۔ اس وجہ سے سخت پریشانی ہوئی جس قدر ممکن تھا روپیہ جمع کیا گیا۔ تاہم تیس لاکھ کی رقم باقی تھی تب مجھے حکم دیا کہ "بغداد پہنچ کر عمارہ سے میرا سلام کہو اور بقدر ضرورت روپیہ قرض لے آؤ۔" اگرچہ میں نے مخالفت بھی کی کہ آپ میں اور عمارہ میں یہاں تک عداوت ہو گئی ہے کہ اگر موقع ملے تو ہلاک ہی کر ڈالے لیکن میں مجبور کیا گیا اور بغداد میں حاضر ہوا۔ اطلاع ہونے پر دربار میں میری رسائی ہوئی

بقیہ حاشیہ۔ میں فوت ہوا۔ بعد انتقال کے کئی صندوق کاغذ اس کے مکان سے نکلے جس میں لطائف و ظرائف اور نکات شاعرانہ لکھے ہوئے تھے۔ اور چونکہ اس کے کاندھے پر دو گیسو ہر وقت حرکت کرتے رہتے تھے اس وجہ سے اس کو ابو نواس کہتے تھے۔ از تذکرہ ابن الانباری صفحہ ۹۶

[1] ابن خلکان صفحہ ۵۱۷ تاریخ نگارستان محمد احمد کوفی۔ جامع الحکایات صفحہ ۳۴۳

[2] جامع الحکایات کی روایت ہے کہ یحییٰ برمکی کے پاس چند اضلاع فارس مستاجری پر تھے۔ سال تمام پر قسط کا روپیہ نہیں پہنچا تھا۔ اس وجہ سے مہدی عباسی نے ناراض ہو کر یہ حکم دیا تھا کہ اندر ایک دن کے کل مطالبہ داخل نہ ہوگا تو یحییٰ قتل کیا جائے گا۔ یہ عجیب بات ہے کہ وصول مالگزاری میں سلف سے سختیاں ہوتی چلی آتی ہیں۔ اور آج تک وصول بقایا میں تدارکات قانونی جاری ہیں۔ اور تحصیلداروں کے فرائض میں یہ سب سے اہم خدمت ہے۔

Marfat.com

تو کیا دیکھتا ہوں کہ عمارہ صدر ایوان میں تکیہ لگائے بیٹھا ہے میں نے سلام کیا جواب کا تو کیا ذکر ہے میری طرف نظر اٹھا کے بھی نہیں دیکھا کہ کون ہے؟ تب مجھے بے انتہا صدمہ ہوا۔ اور یقین ہو گیا کہ یہاں سے کوئی امید مطلب برآری کی نہیں ہے۔ کیونکہ جس شخص کی ملاقات کا یہ عنوان ہو کہ سلام کا جواب تک نہ دے۔ وہ کیونکر لاکھوں کی رقم بیت المال سے نکال کر دیدیگا۔ چونکہ چند خیالات نے مجھے گھیر لیا تھا۔ اس وجہ سے نہایت پریشان تھا کہ کیا کروں۔ چنانچہ عمارہ نے مجھے متحیر دیکھ کر کہا کہ اگر کچھ کہنا ہے تو کہو۔ تب میں نے کل واقعہ بیان کیا۔ جواب میں اس سے زیادہ اور کچھ نہ کہا کہ "خدا کارساز ہے" میں ٹکا سا جواب سنکر چلا آیا۔ لیکن سخت متردد تھا کیونکہ خالی ہاتھ جا بھی نہیں سکتا تھا اور نہ صورتِ واقعہ کسی سے بیان کر سکتا تھا۔ لیکن تھوڑی دیر میں کیا دیکھتا ہوں کہ دروازے پر ایک قطار اونٹوں کی موجود ہے۔ اور سب پر توڑے لدے ہوئے ہیں۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ عمارہ نے حسب درخواست یحییٰ برمکی یہ روپیہ بھیجا ہے۔ میں نہایت خوشی سے وہ رقم لے کر روانہ ہوا۔ اور کمی پوری کر کے خزانہ روانہ کر دیا گیا۔ اس کے بعد جب میں نذر عرضہ لے کر عمارہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو سخت ناراض ہوا اور کہا "رخصت ہو" لا بارك الله فيك کیا میں یحییٰ کا محتاج تھا کہ ضرورت کے وقت طلب کیا اور اب واپس کیا جاتا ہے"۔ یہ کہکر اس نے سب رقم واپس کر دی عمارہ کا یہ انداز مجکو پسند آیا اور اسی دن سے مجھ میں بھی سخوت پیدا ہو گئی"۔ اب ہم فضل کی سخاوت اور فیاضی کی چند معتبر روایات لکھتے ہیں جن سے اعلےٰ درجے

حاشیہ ۱؎ افسوس ہے کہ مورخین نے فضل کے حالات میں بجز اس کے داد و دہش کے افسانوں کے اور کچھ بھی نہیں لکھا ہے اس وجہ سے ابرا کہ بھی ان واقعات سے خالی ہے جو انتظام سلطنت سے وابستہ ہیں۔ اور محض فیاضی کے واقعات سے معتدبہ فائدہ نہیں تھا۔ لہذا فیصدی دو تین واقعات بطور نمونہ کے اکتفا کیا گیا ہے۔

Marfat.com

کی فیاضی اور خاص خاص نیکیاں فضل کی ظاہر ہونگی۔

ارکان عباسیہ سے سلوک

اسحاق بن سلیمان نے یعقوب بغدادی سے روایت کی ہے کہ محمد بن ابراہیم عباسی اپنے مصارف کی وجہ سے تنگدست رہتا تھا۔ ایک مرتبہ اس قدر مقروض ہوگیا کہ پریشان ہوکر نہایت قیمتی جواہرات فروخت کرنا چاہے۔ لیکن بغداد کے جوہریوں نے زرثمن میں دس لاکھ دینار منظور نہیں کئے تب تو نہایت ہی تنگ دل ہوا۔ اور یہ خیال کیا کہ برامکہ کے مکان پر جانے کا اتفاق نہیں ہوا ہے۔ لیکن ایسی مصیبت میں برامکہ کے سوائے اور کون ہے جس سے حاجت روائی کی امید ہوسکتی ہے۔ چنانچہ مجبوراً دوسرے دن فضل کے مکان پر گیا۔ محمد عباسی کا فضل کے مکان پر جانا فضل کے واسطے نہایت ہی عزت کا باعث تھا۔ کیونکہ علاوہ انتساب سلطنت کے آل عباس میں محمد بن ابراہیم سے زیادہ کون معزز ہوسکتا تھا، فضل بہت خوش ہوا۔ اور نہایت تعظیم سے پیش آیا۔ تھوڑی دیر کی گفتگو کے بعد محمد عباسی نے وہ گرانمایہ جواہر فضل کے سامنے رکھ دیئے اور کہا کہ دس لاکھ دینار کی ضرورت ہے۔ فضل اس وقت خاموش رہا۔ کیونکہ محمد کے ساتھ زیادہ گفتگو کرنا بھی بے ادبی تھی۔ فضل نے جواہرات اپنے پاس رکھ لئے۔ اور دوسرے دن صبح کو دس لاکھ دینار بھیجدئے اور ایک عرضداشت اس مضمون کی لکھی کہ "آپ کی بات کا رد کرنا کمال بے ادبی تھی۔ اسلئے کل یہ قیمتی جواہرات رکھ لئے گئے تھے۔ لیکن اب میں واپس کرتا ہوں اگر آپ اس کو قبول فرمائیں تو میری عزت افزائی کا باعث ہوگا۔ اور تمام عمر ممنون رہونگا۔ ہاں اگر رائے عالی کے ایک مصلحت نہو اور کمترین کی درخواست قبول نہ کی جائے تو نہایت ادب سے عرض کرتا ہوں

Marfat.com

کہ جب آپ کے مصارف سے باقی رہے اس وقت یہ رقم آپ واپس مرحمت فرمائیں" محمدؐ نے جب نقدی کا یہ انبار دیکھا اور ساتھ ہی اس کے فضل کی عرضی پڑھی۔ تو اپنی حاجت اور فضل کی فیاضی پر خیال کر کے جواہرات بھی رکھ لئے۔ اور مال کو ہدیے میں قبول کیا۔ اور یہ ارادہ کیا کہ ہر روز صبح کو جا کر فضل کو سلام کیا کروں لیکن فضل یہی اسی خیال سے کہ شاید محمد عباسی ادائے شکریہ کے لئے تشریف لائیں۔ علے الصباح دربار خلافت میں حاضر ہوا۔ اور خلیفہ ہارون الرشید سے محمد بن ابراہیم کے واسطے بہت دیر تک عرض کرتا رہا۔ چونکہ فضل بہت کم سخن اور متین تھا۔ بلا ضرورت زیادہ گفتگو نہیں کرتا تھا اس وجہ سے ہارون کو نہایت تعجب ہوا کہ خلاف معمول یہ سفارش کیسی ہے۔ اور فضل سے کہا کہ محمد بن ابراہیم کو پچاس ہزار درہم سلطنت سے ملتے ہیں گو بہ اعتبار ان کے اعزاز و مراتب کے یہ وظیفہ کم ہے۔ اور میں اس رقم پر اضافہ کر سکتا ہوں لیکن خاندان میں آخر اور لوگ بھی ہیں۔ ان کو بھی یہ حق حاصل ہوگا کہ اضافہ کی درخواست کریں۔ اس وجہ سے اضافہ منظور نہیں ہو سکتا ہے۔ فضل نے کہا کہ خلیفہ کی فیاضی کی امید پر میں اس رقم کو دوچند کرتا ہوں۔ کیونکہ محمد اب زیادہ مقروض ہو گیا ہے۔ بلکہ یہاں تک نوبت پہنچی ہے کہ جو قیمتی جواہر امیر المومنین کے عطیہ ہیں وہ رہن رکھے جاتے ہیں۔ اس لحاظ سے ایک جاگیر بھی مرحمت ہونا چاہئے۔ کہ نوبت قرض کی نہ پہنچے اور موجودہ قرض خزانہ شاہی سے ادا کیا جائے۔ بالآخر فضل کی تجویز کو ہارون نے منظور کر لیا۔ اور احکام جاری کر دئے گئے۔ جب محمد کو دربار کا یہ واقعہ معلوم ہوا تو نہایت خوش ہوا۔ اور فضل کے ادائے شکریہ کا خیال اور بھی مستحکم ہو گیا۔ لیکن فضل کی یہ حالت

وزارت کا اقتدار دیکھو

Marfat.com

تھی کہ جب محمد کی آمد کی خبر سنتا۔ تو یحییٰ یا جعفر کے مکان پر چلا جاتا۔ چنانچہ یہ حال دیکھ کر کسی نے محمد سے کہا کہ "فضل کا مقولہ ہے کہ مجھے یہ منظور نہیں ہے کہ آپ جیسا معزز شخص شرمندۂ احسان ہو" یہ سنکر محمد کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور کہا کہ فضل سے کہدو کہ سخاوت کا تم پر خاتمہ ہے۔ اب آئندہ زمانے میں جو فیاض ہونگے وہ تمہاری اقتدا کریں گے" اور اخیر عمر تک محمد کا یہ حال رہا کہ صبح کو روزانہ فضل کے مکان پر جایا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ جب یہ فیاض خاندان تباہ ہو گیا اور سوائے کھنڈرات کے اور کوئی بھی اُن کے حال پر حسرت کرنے والا نہ رہا اُس وقت بھی محمد کا یہ دستور تھا کہ فضل کے مسمار شدہ مکانات پر جا کر روتا اور فضل کے حق میں دعاے مغفرت کیا کرتا تھا۔ اور چونکہ علے روس الاشہاد برامکہ کا ذکر کرنا جرم تھا۔ اس لئے خفیہ طور پر برامکہ کی فیاضیاں بیان کرتا تھا اور کہتا تھا کہ جو کچھ میرے پاس ہے یہ فضل کی بدولت ہے بعد استیصال برامکہ ہارون نے فضل بن ربیع کو وزیر مقرر کیا ایک[1] روز اُس نے جلسہ عام میں یہ تذکرہ کیا کہ محمد بن ابراہیم عباسی ہمیشہ فضل برمکی کے سلام کو جایا کرتے تھے آخر میں بھی تو وزیر اعظم ہوں۔ کیا یہ نہیں ہو سکتا ہے کہ محمد عباسی اس عزت سے مجکو بھی سرفراز فرمائیں؟" لوگوں نے محمد سے اس قول کو نقل کیا۔ تو بہت رویا اور کہا کہ "افسوس فضل ربیع فضل برمکی کی برابری کیونکر کر سکتا ہے؟ نہ اُس میں فیاضی ہے نہ مروت ہے۔ نہ اخلاق ہے۔ اگر کوئی شخص دونوں میں مساوات قائم کرے تو وہ کشتنی ہے" فضل ربیع نے سُنا تو کہا کہ "ہاں۔ محمد کا کہنا صحیح ہے۔ لیکن جب امیر المومنین برامکہ کے ذکر سے ناخوش ہوتے ہیں تب تو ایسے تذکرے

حاشیہ [1] چونکہ یہ سب واقعات تاریخ ضیاے برنی سے لکھے گئے ہیں۔ اس وجہ سے حوالہ ماخذ کا ہر جگہ نہیں لکھا گیا ہے۔

Marfat.com

محمد کو زیبا نہیں۔" محمد نے یہ سنکر کہا کہ "اسی دعوے پر فضل۔ برامکہ کی برابری کا دعوے کرتا ہے۔ یہ تو کسی طرح نہیں ہو سکتا ہے کہ میں خاموش ہو رہوں۔"

حقوق ہمسائگی

عبداللہ بن منصور سے روایت ہے کہ ایک دن میں فضل کی مجلس میں حاضر تھا۔ کہ حاجب نے آن کر اطلاع دی کہ ایک غریب الدیار اندر آنے کی اجازت چاہتا ہے اور یہ بھی کہتا ہے کہ "مدت تک میں وزیر کے ساتھ رہا ہوں"۔ فضل نے کہا کہ "اچھا اندر آنے دو"۔ حاجب نے لاکر پیش کیا۔ یہ شخص ایک خوب صورت نوجوان تھا مگر خستہ و پریشان۔ کپڑے پھٹے ہوئے تھے۔ سلام کر کے بیٹھ گیا۔ تب فضل نے اس طرح پر گفتگو شروع کی۔

فضل۔ یا اخی! میرے پاس آپ کیوں تشریف لائے ہیں۔ کیا کوئی حاجت ہے؟

مسافر۔ بیشک میں ایک عاجز و ستمند ہوں۔ اور خود میری شکستہ حالی بتا رہی ہے کہ میں کیا چاہتا ہوں۔

فضل۔ ہاں میں یہ جانتا ہوں۔ لیکن یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کے میرے ساتھ پچھلے تعلقات کیا ہیں۔

مسافر۔ آپ کے اور میرے ایام ولادت بہت قریب ہیں اور میں آپ کا ہمسایہ بھی ہوں بلکہ میرا بھی نام فضل ہے۔

فضل۔ یہ ہو سکتا ہے کہ آپ میرے پڑوسی بھی ہوں۔ اور ہمنام بھی، لیکن زمانہ ولادت کی تصدیق کیونکر ہو سکتی ہے۔

مسافر۔ میں نے اپنی والدہ سے یہ سُنا ہے کہ جس رات کو میں پیدا ہوا ہوں اُسی شب کو وزیر یحییٰ کے یہاں بھی بیٹا پیدا ہوا تھا۔ جس کا نام فضل رکھا گیا تھا۔ اور میری ماں نے بھی یہی نام مبارک سمجھا تھا۔ سچ ہے ؎

فی الجملہ نسبتے بہ تو کافی بود مرا　　بلبل ہمیں کہ قافیۂ گُل شود بس است

فضل۔ آپ کی والدہ کہاں ہیں اور اب آپ کی عمر کس قدر ہو گی؟

مسافر۔ میں پینتیس برس کا ہوں۔ اور میری ماں دنیا سے کوچ کر گئی ہے۔

فضل۔ مجھے نہایت تعجب ہے کہ اس وقت تک آپ گمنامی کی حالت میں رہے۔ اور مجھ سے کبھی ملاقات بھی نہیں کی آخر اس کا سبب کیا ہے۔؟

مسافر۔ کُلُّ اَمْرٍ مَرْھُوْنٌ بِاَوْقَاتِھَا سوائے اس کے اور کوئی سبب نہیں کہا جا سکتا ہے مؤرخ لکھتا ہے کہ جب گفتگو ختم ہو گئی تو فضل نے مطابق اعداد اس کی عمر کے پینتیس ہزار درہم اور خلعت اور سواری دیکر رخصت کر دیا[1]۔

انسانی ہمدردی

عبداللہ طائی (بغداد کا ایک رئیس اعظم تھا) اپنا ایک واقعہ اسطرح بیان کرتا ہے کہ خلیفہ ہارون الرشید کے عہد میں میرا تعلق عدالت کے محرروں میں تھا۔ لیکن ایک دن خلیفہ نے خوش ہو کر احمد بن خالد کے ہمراہ رکاب دارالحکومۃ سے ضلع غیر کو روانہ کیا اور ایک بڑی جاگیر کے انتظامات میرے سپرد کر دئیے۔ لیکن چونکہ اس خدمت کے قبل میں جرمانہ وغیرہ کے سخت مصائب اٹھا کر مفلس ہو گیا تھا اس لئے جاگیر پر

حاشیہ [1] عقد الفرید جلد اول صفحہ ۷۷، و ابن خلکان صفحہ ۵۱۰ مطبوعہ مصر

Marfat.com

پہنچکر اول تو اپنا ساز و سامان درست کیا۔ اور جس قدر ہو سکا فراہمی نقد و جنس میں مشغول رہا۔
جب میری دست درازی سے رعایا تنگ ہو گئی تو عدالت میں جا کر مجھپر نالش دائر کر دی۔
اور زبانی تمام حالات ہارون الرشید سے کہہ دیئے۔ استغاثہ دائر ہوتے ہی معطّل کیا گیا۔
اور پولیس کی حراست میں پا بہ زنجیر دربار میں لاکر پیش کیا گیا اور کل اثاث البیت ضبط
ہو گیا۔ مالی نقصان کے علاوہ روزمرہ کی سزا سے بھی میں تنگ ہو گیا تھا۔ نقدی میں صرف
چار ہزار درہم باقی رہ گئے تھے۔ جب میں نے تمام حالات کا اظہار کیا تو حکم دیا گیا کہ بمیعاد ایک
دن جرمانہ داخل کرو ورنہ حکم سزائے موت صادر ہو گا (اصل یہ ہے کہ خلفائے عباسیہ میں ہارون
سیاست ملکی میں بہت سخت تھا) جو افسر میری نگرانی کے واسطے تعینات تھا جب اس کو یہ
خبر ہوئی تب تو وہ میری جان کا خواہاں ہو گیا اور سخت تشدد کرنے لگا۔ لیکن جب ادائے
جرمانہ کی کوئی صورت نہ ہوئی اور میرے قتل میں صرف ایک دن باقی رہ گیا۔ تب میں نے
اپنے پہرے کے سپاہیوں کی خوشامد کی اور ان سے کہا کہ کسی طرح مجکو وزیر السلطنۃ جعفر
برمکی کے دولتخانہ تک پہنچا دو۔ شاید کچھ کام نکل جائے۔ بارے میری درخواست کو ان
لوگوں نے منظور کر لیا۔ جس وقت میں جعفر کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ اس وقت وہ
دربار کو جا رہا تھا۔ میں نے اپنا قصہ سنایا وعدہ کیا بشرط موقع تمہاری سفارش کرونگا۔
میں نے دعا دی اور وہاں سے فضل کے مکان پر حاضر ہوا۔ جس وقت میں پہنچا ہوں
حاجب تمام حاجت مندوں کو پیش کر رہا تھا۔ میں بھی اس گروہ میں شامل ہو گیا۔ جب میری
پیشی کی نوبت آئی تو فضل نے پوچھا کہ جرمانے کی تعداد کس قدر ہے۔ میں نے عرض کیا

Marfat.com

کہ چار لاکھ درہم۔ اور صرف آج کی میعاد باقی ہے اگر شام کو یہ رقم داخل خزانہ نہ ہوئی تو صبح کو قتل کر دیا جاؤں گا۔ میرے سوال کا فضل نے کچھ جواب نہیں دیا۔ یہاں تک کہ عصر کا وقت آگیا۔ زیادہ ٹھیرنے کی مہلت نہ تھی لہذا اُسی حالت بھوک پیاس میں جان سے سیر ہو کر میں رخصت ہوا۔ جو احباب راستے میں ملتے جاتے تھے اُن سے رخصت ہوتا جاتا تھا۔ چونکہ میری موت میں صرف ایک رات باقی تھی۔ اس لئے اہل و عیال سے آخری ملاقات کے واسطے گھر کو گیا دروازے پر کیا دیکھتا ہوں کہ فضل کے دو غلام میرے منتظر ہیں۔ اور پانچ لاکھ دینار اونٹوں پر لدے ہوئے اُن کے ساتھ ہیں۔ علاوہ نقدی کے نہایت قیمتی تھان کپڑوں کے بھی بھیجے ہیں۔ مجھے دیکھ کر غلاموں نے کہا کہ عبداللہ ہم دوپہر سے تمہارے انتظار میں تھے۔ فضل نے تمہاری درخواست منظور کی ہے اور حکم دیا ہے کہ "ادائے جرمانہ کے بعد جو باقی رہے اُسے تم اپنے مصارف کے واسطے رکھنا اور آئندہ کے واسطے عہد کرو کہ جب تک ہارون الرشید کی خلافت ہے کبھی دست درازی نہ کرونگا اور بشرط ضرورت اپنی جاگیرات سے میں تجکو کچھ حصہ دونگا"۔ اس فیاضی کو دیکھ کر میں نہال ہو گیا۔ اور فضل کے صدقے میں ہارون کے ہاتھ سے نجات پائی۔ اور میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تمام عراق عرب میں نہیں۔ بلکہ تمام دنیا میں کوئی بھی برامکہ کے مثل فیاضی نہیں کر سکتا ہے۔ ابتدائے آبادی بغداد سے زوال خاندان تک بغداد میں کون ایسا شخص تھا کہ جو برامکہ کی فیاضی سے گرانبار نہ ہو۔

۲۔ ایک ہاشمی خلف مصری سے روایت کرتا ہے۔ کہ میں ایک دن یحییٰ بن معاذ کی ڈیوڑھی

Marfat.com

پر حاضر ہوا۔ تو خلاف معمول دروازہ بند پایا۔ کوئی دربان بھی نہ تھا۔ لیکن میں دروازہ کھلوا کر اندر گیا۔ اور یحییٰ سے حالت دریافت کی تو فرمایا کہ قرض خواہوں کے خوف سے خانہ نشین ہو گیا ہوں میں نے پوچھا قرضہ کس قدر ہے تو کہا تین لاکھ درہم اس کے بعد میں چلا آیا۔ اور فضل برمکی سے یحییٰ بن معاذ کی حالت بیان کی یحییٰ کا حال سنکر فضل چپ ہو رہا۔ لیکن جب میں مکان پر پہنچ گیا تو فضل کا خط ملا۔ جس کا یہ مضمون تھا کہ آپ نے مجھے یحییٰ بن معاذ کے حالات سے اطلاع دی۔ اس کے صلے میں ایک لاکھ درہم آپ کو اور تین لاکھ درہم یحییٰ کو بھیجتا ہوں تاکہ وہ اپنا قرضہ ادا کر دیں (المحاسن صفحہ ۱۵۵)

ایضاً نمبر ۳ اسحاق بن موصلی روایت کرتا ہے کہ میں ایک دن فضل کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بزم طرب میں بیٹھا ہوا تھا۔ مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ اور اعزاز کے ساتھ اپنے پاس بٹھا لیا۔ وقت کے مناسب چند حکایات ظرافت آمیز میں نے بھی بیان کیں۔ میری باتیں سنکر بہت ہنسا۔ پھر میں نے چند راگنیاں جو جدید تصنیف کی تھیں ان میں سے بعض سنائیں۔ مجلس کے خاتمے پر ایک لاکھ درہم۔ اور خلعت گرانبہا انعام ملا۔ اور صبوحی کے واسطے سخت تاکید کے ساتھ حاضری کے واسطے حکم ہوا۔ میں اقرار کر کے رخصت ہوا۔ جی میں یہ خیال گزرا کہ آج شب ماہ ہے اس لئے سیدھا وہاں سے باغ کی طرف چلا گیا۔ معتدل ہوا کے جھونکے کے ساتھ گل و ریحان کی خوشبو سے دماغ معطر ہو رہا تھا۔ چونکہ بہار کا موسم تھا۔ اور چودھویں تاریخ تھی۔ اس سبب سے چاند کی روشنی پورے اوج پر تھی۔ تمام باغ مہتاب کی نورانی ضیا سے جگمگا رہا تھا۔ تمام چیزیں۔ مجھے بے خود کر دیا۔ اور طیور کی نغمہ سنجیوں

Marfat.com

سے ایک عجیب مسرت اور تازگی مجھ میں پیدا ہو گئی۔ اس لئے پچھلی رات تک میں باغ میں ٹھیرا رہا۔ لیکن فضل کا وعدہ یاد آ گیا اور طمع بھی مجھ پر غالب ہو گئی۔ اس لئے اُس عیش کو چھوڑ کر فضل کے مکان کا قصد کیا۔ اثنائے راہ میں کیا دیکھتا ہوں کہ خلیل ربیع کندی (بغداد کا مشہور امیر ہے) پیادہ پا۔ گریباں چاک۔ روتا۔ چیختا۔ چلا آتا ہے اور غالباً تنگدستی سے اُس کی یہ نوبت پہنچی تھی کہ پریشاں خاطر ہو کر گھر سے نکل کھڑا ہوا ہے۔ چونکہ خلیل سے اکثر اوقات صلے اور انعام مجھے حاصل ہوئے تھے اس لئے خلیل کی حالت زار پر مجھے بہت افسوس ہوا۔ میرا دل بھر آیا۔ میں نے حال پوچھا رو کر کہنے لگا کہ "کیا پوچھتے ہو؟ اہل و عیال مبتلائے فاقہ ہیں قرض کے بار سے جھکا جاتا ہوں۔ میرے اختیار کی اب کوئی بات نہیں ہے۔ پیادہ پا چلنے کی نئی مصیبت سر پر پڑی ہے۔ اب آگے قدم نہیں اُٹھتا ہے۔ غالباً اسی مصیبت میں میری جان جائیگی۔ یہ سب موت کے سامان ہیں۔ اور سچ یہ ہے کہ میری موت کو موجودہ حیات پر شرف ہے"۔ خلیل کی حالت زار پر مجھ کو افسوس آ گیا اور اپنے ساتھ مکان پر لے گیا۔ اور پانچہزار دینار بطور قرض کے پیش کئے۔ کیونکہ میری حیثیت کے شایاں نہ تھا کہ میں کہتا آپ اس نذر کو قبول کریں نذر پیش کر کے میں نے بہت اصرار کیا کہ آپ آج غریب خانے پر قیام فرمائیں۔ دیکھئے تو سہی کل کیا ظاہر ہوتا ہے۔ لیکن خلیل اپنے گھر چلا گیا۔ اور میں وہاں سے فضل کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وقفہ غیر معمولی ہو گیا تھا۔ اس وجہ سے فضل مجھ پر بہت خفا ہوا لیکن میں نے فضل کے خوش کرنے کے واسطے ساز چھیڑا۔ اگرچہ میں اپنے کام میں مشغول تھا۔ لیکن لحظہ لحظہ خلیل کی حالت یاد آتی تھی۔ مگر عرض حال کا موقع نہ تھا۔ جب فضل نے مجھ کو بہت پریشان دیکھا تو

Marfat.com

پوچھا کہ اسحاق! کیا حال ہے؟ تم مجھے پریشان نظر آتے ہو۔ فضل کا اس قدر اشارہ پاکر میں خلیل کا راگ گانے لگا۔ سن کر بہت متاسف ہوا اور کہا کہ "نہایت تعجب ہے کہ میں بغداد میں موجود ہوں اور بزرگانِ بغداد کی تباہی کی کوئی خبر نہیں دیتا ہے کہ ان کی کیا حالت ہو گئی ہے"! حاضرین مجلس نے یہ واقعہ سن کر مجھ پر غصّہ شروع کیا اور کہا کہ "بھلا یہ کون موقع عرض حال کا تھا۔ وزیر کی بزم عیش کو تم نے تلخ کر دیا"! میں نے جواب دیا کہ "آپ لوگوں کا عتاب مجھ پر فضول ہے۔ میری طرف سے تو ذکر کی ابتدا نہیں ہوئی تھی۔ وزیر نے میری پریشانی دیکھ کر خود بخود دریافت کیا ایسی صورت میں فرمائیے۔ کہ میں کیونکر چپ رہ سکتا تھا"! جب مجلس برخاست ہوئی اور میں نے رخصت ہونا چاہا تو مجھے ایک رقعہ اپنے قلم سے لکھ کر دیدیا جس کا یہ مضمون تھا کہ "خدا کی تجھ پر رحمت ہو کہ ایک امیر کے حال سے مجھے مطلع کیا۔ اس کے شکریے میں پچاس ہزار درہم قبول کر اور میری جانب سے خلیل سے کہدے کہ اسّی بدرہ نقرہ بھیجتا ہوں اس کو صرف کرو"۔ فضل کا پیام سنکر خلیل نہایت خوش ہوا۔ اور وہ عطیہ لے لیا دوسرے دن دربار خلافت سے ایک معزز عہدہ پر مقرر کرا دیا۔ ایک سال نہ گزرا تھا کہ میں نے خلیل کو دیکھا کہ شاہانہ طرز پر اِس کی سواری جا رہی ہے۔ یہ شان و شکوہ دیکھ کر مجھے تعجب ہوا اور فضل برمکی کی فیاضی یاد آگئی کہ جو کچھ ہے اُس کی مہربانی کا نتیجہ ہے۔

ندیموں کی رعایت

فضل برمکی کا غلام فرح کہتا ہے کہ فضل کے گلے میں ایک پھوڑا ہو گیا تھا۔ جس سے سخت تکلیف تھی۔ اور غذا چھوٹ گئی تھی۔ ہارون کو بھی نہایت رنج تھا۔ چنانچہ دن اور رات میں پچاس مرتبہ خدام مزاج پرسی کے واسطے

Marfat.com

حاضر ہوتے تھے اور ایک مرتبہ تو خود آن کر دیکھ جاتا تھا۔ اور یحییٰ جعفر۔ محمد۔ موسیٰ کو سخت تاکید تھی کہ کسی وقت سرہانے سے نہ ہٹیں۔ اور شاہی طبیب لحظہ بہ لحظہ حالت دیکھتے رہتے تھے۔ اور بجز خاص مصاحبوں کے اور کسی کو اندر آنے کی اجازت نہ تھی۔ اسمٰعیل بن بکر بھی ایک ظریف اور شیریں سخن مصاحب تھا۔ مگر چونکہ بخیل اور لالچی تھا۔ اس وجہ سے فضل کے انعامات سے محروم رہتا تھا۔ جب فضل کی بیماری کی خبر سُنی تو عیادت کو کئی مرتبہ حاضر ہوا۔ مگر سلام کی نوبت نہ پہنچی۔ لیکن ایک دن حاجب کی مہربانی سے اجازت مل گئی۔ چونکہ اُس وقت فضل کی طبیعت سنبھلی ہوئی تھی۔ حکم دیا کہ چند دلچسپ اشعار سناؤ۔ اسمٰعیل ذوق شوق میں بیٹھا ہوا فضل کو اشعار سنا رہا تھا۔ اتفاق سے ایک کُتا عجیب الخلقۃ۔ کریہ المنظر۔ چہار چشم اسمٰعیل کے قریب باندھ دیا گیا۔ چونکہ اسمٰعیل کتے سے بہت ڈرتا تھا اس لئے شعروں کا پڑھنا بھول گیا اور کانپنے لگا۔ فضل کی بھی آنکھ لگ گئی تھی۔ تھوڑی دیر میں درد کی شدت سے آنکھ کھل گئی تو پھر اسمٰعیل کو حکم دیا کہ ہاں کچھ اور مزے دار اشعار سناؤ۔ لیکن اسمٰعیل کی تو روح قبض ہو رہی تھی خوف سے چہرہ زرد تھا۔ فضل کو کچھ جواب نہیں دے سکا۔ جب فضل نے دیکھا کہ اسمٰعیل کے قریب سگِ چہار چشم بندھا ہے تب اسمٰعیل کی متغیر حالت دیکھ کر سمجھ گیا کہ اسمٰعیل کی حالت اسی سے تباہ ہے۔ اور اس کے چھیڑنے کی غرض سے ایک خادم کو حکم دیا کہ اس رفیق جانور کو میرے قریب لاؤ۔ قریب آنا تھا کہ اسمٰعیل ایک دفعہ چیخ اُٹھا اور بھاگ نکلا۔ فضل کو اسمٰعیل کی بدحواسی دیکھ کر بے اختیار ہنسی آگئی۔ جب ہنسی۔ قہقہے کے درجے پر پہنچی اُس وقت وہ پھوڑا جو گلے میں تھا خود بخود پھوٹ گیا۔ اور جس قدر مواد جمع تھا وہ بہ نکلا۔ اور غیب سے فضل کا علاج ہو گیا جب فضل کے عزیزوں اور

Marfat.com

خلیفہ ہارون الرشید نے اس قصے کو سنا تو وہ بہت خوش ہوے۔ اور فضل کے اچھے ہونے کی خوشی منانے لگے۔ غسل صحت کے دن اسمٰعیل کو فضل نے ایک حسین حیاتی جاگیر بخشی۔ اور دیگر اعزہ نے ایک ایک ہزار درہم اسمٰعیل کو دئے۔ چنانچہ فضل کی ایک دن کی فیاضی سے اسمٰعیل تمام عمر کسی کا محتاج نہوا۔

مورخین کا قول ہے کہ زوال خاندان کے وقت ایسے لوگوں کی ایک کثیر تعداد موجود تھی جو برامکہ کے بدولت دولتمند بنگئے تھے۔

مسافر نوازی

فضل بن سہل وزیر مامون الرشید کا ایک معتمد ملازم جس کا نام سفیان بن احمد ہے۔ راوی ہے کہ ایک غریب سندھی آوارہ وطن پریشاں حال بغداد پہنچا۔ چونکہ سخت حاجت مند تھا۔ ہر شخص سے پوچھتا تھا کہ کوئی ایسا فیاض ہے جو میری اعانت کرسکتا ہو؟ بزرگان بغداد سے مجھے کسی قسم کی نسبت نہیں ہے بلکہ یہ کہنا سچ ہے کہ مجھے عرب و عجم کسی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ پھر کون میری امداد کرسکتا ہے؟ لوگوں نے اس کو صلاح دی کہ بجز فضل برمکی کے اور کوئی حاجت روائی نہیں کرسکتا ہے۔ غرضکہ وہ سندھی فضل کے یہاں حاضر ہوا۔ جب حاجب نے لیجاکر پیش کیا تو اس نے اپنی زبان میں ہزاروں دعائیں دے کر یہ عرض کیا کہ "صرف آپ کی فیاضی کو وسیلہ قرار دے کر آپ کے غلاموں کا غلام اس دربار میں (جس کا مثل آج تمام دنیا میں نہیں ہے) حاضر ہوا ہے اور اپنی حاجت روائی کا امیدوار ہے" فضل نے ترجمان سے پوچھا کہ یہ شخص کیا کہتا ہے۔ حاجب نے کہا کہ یہ شخص امیر کی مہربانی اور فیاضیوں کی تعریف اور اپنی حاجت ظاہر کرتا ہے"

فضل نے اس کی پریشانی پر نظر کر کے حکم دیا کہ دو ہزار دینار سُرخ مغربی۔ اور ایک سُرخ بالوں کا اونٹ جس کے دو کوہان ہوں دیا جاوے۔ اور ایک ہزار دینار سُرخ اور ایک گھوڑا مترجم کو مرحمت کیا۔ اور باوجود اس مہربانی کے اس سندھی سے معذرت کی کہ تمہاری مسافت اور سفر کے لحاظ سے یہ قلیل رقم ہے لیکن سندھی اس عطیہ کو دیکھ کر متحیر رہ گیا۔ اور عرض کیا کہ "حضور والا کا یہ عطیہ نہ صرف میرے واسطے بلکہ میرے عیال و اطفال کے واسطے تمام عمر کو کافی ہے۔" اور دعائیں دیتا ہوا رخصت ہوا۔

ایک سلام کا معاوضہ

خلیفہ ہارون الرشید کا ایک ندیم بشیر نام روایت کرتا ہے کہ ایک دن فضل برمکی شاہانہ رعب و داب کے ساتھ دربار سے واپس جا رہا تھا۔ سواران خاصہ ہمراہ رکاب تھے۔ اتفاق سے اس دن سواری عمرو تمیمی کے مکان کی طرف ہو کر نکلی۔ امرائے بغداد میں عمرو نہایت مقتدر اور فیاض مشہور تھا۔ راستے میں دونوں کا مقابلہ ہو گیا۔ عمرو تمیمی نے فضل کو سلام کیا لیکن فضل نے اس قدر آہستہ جواب دیا کہ نہ تو عمرو نے سُنا نہ اُن لوگوں نے جو عمرو کے ہمراہ تھے۔ اپنے اعزاز کے لحاظ سے عمرو کو نہایت ندامت ہوئی کہ میں نے ناحق ایسے متکبر کو سلام کیا جس نے جواب تک نہ دیا۔ جو لوگ عمرو کے ہمراہ تھے اُنہوں نے بھی اس قول کی تائید کی تب تو عمرو کو اور زیادہ افسوس ہوا اور یہ خیال کر کے کہ فضل وزیر اعظم ہے صبر کر کے خاموش ہو رہا۔ جب فضل کے مکان پر پہنچا تو پرچہ نگار نے عمرو کے الفاظ فضل تک پہنچا دئے۔ بلکہ صاف لکھ دیا کہ سلام کا جواب نہ ملنے سے عمرو تمیمی کو رؤسائے خراسان کے مقابلے میں (جو اس وقت موجود تھے) نہایت شرمندگی ہوئی ہے۔

Marfat.com

فضل نے کہا کہ میں نے جواب ضرور دیا تھا لیکن اُس وقت میرا خیال دوسری طرف تھا۔ اس وجہ سے میں نے آہستہ سے جواب دیا تھا۔ مجھ سے عمرو سے کوئی رنج نہیں ہے وہ نہایت فیاض ہے اور ان دنوں تنگدست ہو گیا ہے۔ پھر حاجب کو بلا کر حکم دیا کہ "دس لاکھ درہم خزانے سے لے کر عمرو کی خدمت میں پیش کرو۔ اور میری طرف سے نہایت معذرت کرنا اور کہنا کہ فضل معافی کا خواستگار ہے" اس وقت ایک اہم خیال میں ڈوبا ہوا تھا بایں وجہ سلام کا جواب آہستہ سے دیا گیا۔ اور اپنے اس قصور کے معاوضے میں کوشش کرونگا کہ دوبارہ خراسان کی حکومت تم کو ملجائے"

جب حاجب فضل کا عطیہ لے کر عمرو کی خدمت میں حاضر ہوا تو عمرو نے اُن تمام رؤسائے خراسان کو جو اُس روز موجود تھے طلب کر کے سب کے سامنے فضل کی معذرت سُنی۔ اور حاجب کو اعزاز کے ساتھ رخصت کیا۔ جب حاجب نے فضل کے سامنے عمرو کی شکر گزاری بیان کی تو بہت شرمندہ ہوا۔ اور خلیفہ ہارون الرشید سے سفارش کر کے خراسان کی حکومت عمرو کے نام بحال کرادی۔ اور سند کے ہمراہ مبارکباد میں پانسو درہم اپنی طرف سے روانہ کئے۔ اس واقعہ سے فضل کی اعلےٰ درجے کی نیکی ظاہر ہوتی ہے کہ ایک ادنےٰ ندامت کے معاوضے میں عمرو سے کتنا بڑا سلوک کیا۔

جواب عطسہ ایک دن موسم گرما میں فضل برمکی سیر و تفریح کر کے شہر سے مکان واپس جا رہا تھا کہ راستے میں ایک شخص نے فضل سے کہا کہ روٹیوں سے محتاج ہو رہا ہوں ہنوز اس کا کوئی جواب نہیں دیا تھا کہ فضل کو چھینک آئی۔ سائل نے فوراً کہا یرحمک اللہ

حاشیہ از (المحاسن صفحہ ۱۵۱)

Marfat.com

فضل نے یہ سنکر ایک غلام کو حکم دیا کہ اس شخص کو ہمراہ لاؤ۔ اور مکان پر پہنچ کر پانچ ہزار درہم اور دس جوڑے کپڑے مرحمت فرمائے۔ جب یہ شخص مکان پر پہنچا تو اس کی بی بی نے کہا کہ آج صبح کو تو آپ مفلس محض تھے یہ کہاں سے چُرالائے۔ اس نے سارا حال بیان کیا مگر عورت کو یقین نہ آیا۔ اور پولیس نے محلے والوں کی مخبری پر گرفتار کرادیا۔ جب فضل کو اطلاع ہوئی تو جیل سے قیدی کو بلایا اور شناخت کرکے رہائی کا حکم دیا۔ اور رخصت کے وقت پھر پانچ ہزار درہم اور دس جوڑے کپڑے مرحمت فرمائے۔ اور کہا کہ میں اقرار کرتا ہوں کہ میری سرکار سے تم کو ہمیشہ نفع پہنچتا رہے گا۔

مذہبی اثر

علی بن حسینؒ جعفر جو علمائے کبار بغداد سے ہے روایت کرتا ہے کہ ایک دن حمام میں فضل برمکی کے ساتھ میں بھی گیا۔ حمام اس درجہ آراستہ تھا کہ اندر سے باہر نکلنے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ عطریات و بخور کی خوشبو سے دماغ معطر ہو رہا تھا۔ بعد از غسل جب صحن میں آکر قیام کیا۔ تو میں نے دیکھا کہ فضل کا چہرہ حرارت سے سرخ ہو رہا ہے۔ فضل کی زبان پر مناجات جاری ہے اور آنکھوں سے آنسو رواں ہیں اور بار بار کہتا ہے اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوذُ بِکَ مِنْ حَرِّ النِّیْرَانِ۔ جب میں نے فضل کی دیر تک وہی حالت دیکھی تو عرض کیا کہ اے مخدوم احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ (اَلسَّخِیُّ لَا یَدْخُلُ النَّارَ وَلَوْ کَانَ فَاسِقًا) آپ اطمینان رکھیں فیاض لوگوں پر آتش دوزخ حرام ہے)

حاشیہ ۱؎ کتاب المحاسن والمادی میں۔ محمد بن علی بن عیسے بن ماہان نے بروایت محمد بن زید اس روایت کو بادنے تغیر بیان کیا ہے۔
دیکھو باب محاسن السخاء صفحہ ۱۵۵۔

Marfat.com

مکافات السماحۃ دار خلد	وامن من مخافۃ یوم تاسی
وما نار محرقۃ جواد	ولو کان الجواد من المجوسی

میرے دل سوزی کے کلمات سے خوش ہوا اور ایک لاکھ درہم مجھے مرحمت کئے اور تین لاکھ درہم فقراء و مساکین کو خیرات کئے پھر مجھ سے کہا کہ حمام کی گرمی سے آتش جہنم کا خیال آتا ہے کاش ہارون الرشید مجھ سے سلطنت کا انتظام لے لیتا کہ ترک دنیا کر کے یاد الٰہی میں کچھ دن بسر کرتا۔

عفو و ترحم

ابو الہول[1] حمیری شاعر نے ایک مرتبہ فضل کی ہجو لکھی۔ اور پھر دربار میں حاضر ہوا فضل نے پوچھا کہ اب کس منہ سے میرے سامنے آئے ہو۔ حمیری نے کہا کہ اسی منہ سے جس سے خدا کے سامنے جاتا ہوں حالانکہ جتنا خدا کا گنہ گار ہوں۔ اتنا آپ کا نہیں۔ یہ برجستہ جواب سنکر فضل ہنسنے لگا اور اس کو انعام دیکر رخصت کر دیا۔

اس واقعہ سے جو لطیفہ کی شکل میں ہے۔ فضل کے رحم و عفو کی بھی خاص صفت ظاہر ہوتی ہے اور علم ادب کی قدر دانی کا بھی ثبوت ہوتا ہے کہ علمی ذوق و شوق میں اس کو اپنی شان وزارت کا بھی خیال[2] نہ تھا۔ اور شاعروں کی بد زبانی اور گستاخیوں کی کچھ بھی سزا نہ دیتا تھا۔

حاشیہ [1] ابن خلکان صفحہ ۵۱۱۔

[2] مورخین نے اسی قسم کا ایک واقعہ مامون الرشید کی سوانح عمری میں لکھا ہے کہ جب دعبل (ہجو گوئی میں مشہور تھا) شاعر نے اس کی ہجو کی تو لوگوں نے مامون سے شکایت کی۔ چونکہ مامون الرشید خود بھی شاعر تھا اس لئے حکم دیا کہ وہ تمام اشعار میرے سامنے پڑھے جاویں۔ چنانچہ جب قاتل اس شعر پر پہنچا۔

شاد وا بذکرک بعد طول خمولہ	واستنقذوک من الحضیض الاوھد

یعنے میری قوم نے تیرے نام کو جو بالکل بجھا ہوا تھا شہرت دے دی اور تجھکو پستی سے نکال کر بلندی پر بٹھا دیا۔

تو مامون نے کہا کہ "دعبل کو ایسی غلط بات کہتے ذرا شرم نہ آئی۔ میں گمنام کس دن تھا۔ پیدا ہوا تو خلافت کے آغوش میں پیدا ہوا اور دودھ پیا تو اسی کی چھاتیوں کا پیا۔" پھر دعبل کو اپنے سامنے بلایا اور مذکورۂ بالا شعر پڑھا اور حکم دیا کہ وہ قصیدہ پڑھو

Marfat.com

علوم وفنون کی اشاعت میں فضل برمکی کا نمبر مورخین نے یحییٰ وجعفر کے بعد رکھا لیکن ہمارے نزدیک فضل اس قابل ہے کہ اس فہرست میں اس کا نام سب سے پہلے لکھا جائے۔ کیونکہ جس زمانے میں تالیف وتدوین کی بنیاد پڑی ہے اس وقت مصنفین کے پاس بجز قلم اور دوات کے اور کچھ نہ تھا۔ درختوں کی چھال اور جانوران صحرائی کی جھلیوں سے کاغذ کا کام لیا جاتا تھا لیکن

کاغذ بنانے کا کارخانہ

فضل برمکی نے اپنے اہتمام[1] اور توجہ سے کاغذ بنانے کا کارخانہ جاری کیا اور اس کارخانے کے کھلنے کا نتیجہ ہوا کہ علوم وفنون گھر گھر پھیل گئے۔ اور ہر قسم پر جداگانہ تصنیفیں ہونے لگیں۔ اور مذہبی تصنیفات تو اس کثرت سے ہوئیں کہ جس کا شمار نہیں ہو سکتا ہے۔

فضل کے عام اخلاق وعادات کا اندازہ مذکورۂ بالا واقعات سے بخوبی ہوتا ہے۔ اور فیاضی

بقیہ حاشیہ جس میں اہل بیت کا مرثیہ اور ان کے مناقب ہیں۔ چنانچہ دعبل نے قصیدہ پڑھنا شروع کیا۔ جب ان اشعار پر پہنچا تو ماموں کو رقت ہوئی اور اہل بیت کی مع کے طفیل میں اسکی بھی درگزر کیا اور بہت بڑا صلہ دیکر رخصت کر دیا۔

بنات زیاد فی القصور مصونۃ	وبنات رسول اللہ فی الفلوات
بپردہا ہمہ پوشیدہ دختران زیاد	بتیرگان بنی سر برہنہ در صحرا
وال رسول اللہ ھلب رقابھم	وال زیاد عظیم الرقبات
بخیف ولا عز وآل نبی غریب واسیر	ستبر گردن آل زیاد و کام روا

از جامع الحکایات۔ وتاریخ الخلفاء سیوطی۔

[1] مقدمہ ابن خلدون فصل ۳۱۔ صناعۃ الوراقۃ صفحہ ۲۵۰

Marfat.com

تو ہر واقعہ سے ثابت ہے۔ اس صفت کے متعلق بہت سے واقعات ہم کو معلوم ہیں لیکن قصداً وہ متروک کئے جاتے ہیں۔ فضل کے اخیر عمر کے حالات نہایت عبرت انگیز ہیں۔ گران واقعات کا تعلق زوال برامکہ سے ہے اور خاندان کا زوال جعفر برمکی کے قتل سے شروع ہوا لہذا فضل کے یہ تمام حالات اس موقع پر تحریر ہونگے یہاں صرف اس قدر لکھنا کافی ہے۔

فضل کی موت کہ ۷۵ برس کی عمر میں جمعے کے دن صبح کے وقت ماہ محرم ۱۹۳ ہجری سنہ ۸۰۸ء میں رقہ[1] کے جیل میں انتقال کیا۔

---

[1] روضۃ المناظر فی اخبار الاوائل والاواخر

تیسرا حصّہ

تمہید

معزز ناظرین! الحمد للہ کہ پہلا اور دوسرا حصّہ ختم ہو چکا۔ اب تیسرے کا آغاز ہے۔ اس حصّے میں خلافت عباسیہ کے چشم و چراغ یعنی ابوالفضل[1] جعفر برمکی کے حالات ہیں۔ اور مشاہیر عالم میں جعفر وہ بلند اقبال شخص ہے کہ جس کی فرزندی کے انتساب سے نہ صرف یحییٰ بلکہ برامکہ[2] اعظم دنیا میں روشناس ہے۔ عرب و عجم دونوں میں اس کے نام کا امتیازی پھریرہ اڑتا ہے زرجعفری اہل فارس کی علمی اصطلاح اسی مبارک نام سے قائم ہوئی ہے! جو آج تک دونوں کو زندہ کئے ہوئے ہے۔ اس علمی یادگار کے علاوہ اور بھی اسباب ہیں جس سے فارس کی قدرشناسی معلوم ہوتی ہے۔ تاہم وہ جعفر برمکی کی یک رخی تصویر ہے۔ کیونکہ عجم کا مدمقابل گروہ بجائے لغزہ تحسین کے

حاشیہ [1] وجعفر البرمکی وزیر هارون الرشید عباسی وهو جعفر بن یحیی بن خالد بن برمك المجوسی والیه تنسب البرامکه۔ محیط المحیط معلم بطرس صفحہ ۲۵۹ جلد اول مطبوعہ بیروت۔

[2] جعفر بن جاماس بن بشتاسف برمکی۔

جعفر پر نعرۂ ملامت بلند کرتا ہے۔ اور عوض شکریے کے ناسپاسی کا راگ گاتا ہے۔ اگرچہ تاریخی حیثیت سے یہ تسلیم کرنا چاہئے کہ حکومت کے اقتدار میں بعض ایسی بے اعتدالیاں بھی جعفر سے ہوئی ہیں جو بظاہر قابل معافی نہیں ہیں لیکن پھر بھی مختلف حیثیتوں سے اسلامی تاریخ میں جعفر برمکی ایک ایسا شخص ہے جس کی نظیر مشکل سے مل سکتی ہے۔

خلافت عباسیہ کی تاریخ میں بھی منجملہ دیگر افسوسناک تاریخی غلطیوں کے جو مشہور ہیں ایک بڑی غلطی جعفر و عباسہ (ہمشیرہ ہارون الرشید) کی شادی کا واقعہ ہے اور یہ غلطی ہرگز اس قابل نہیں ہے کہ محض بعض مورخین کی عظمت کے خیال سے آنکھ بند کر کے اس کی تائید کی جائے اور ان اصلی واقعات پر خاک ڈال دیجائے جو روایتاً و درایتاً صحیح معلوم ہوتے ہیں۔ اور قطع نظر تاریخی اصول کے عقل اور انصاف سے بھی یہ بعید ہے کہ جن بزرگوں کی کوششوں سے خلافت عباسیہ کی تاریخ کا ایک ایک حرف گرانبار احسان ہو رہا ہے۔ ان کے حالاتِ زندگی کو اس طرز پر لکھیں کہ ان کی اصلی صورت نظروں سے چھپ جائے اور بجائے صحیح خط و خال کے وہ صورت نظر آئے جو سیاہ داغ اور بدنما دھبوں سے چھپی ہوئی ہے "حاشا و کلا" یہ غلط واقعہ جو مؤرخین نے لکھا ہے اس کے تسلیم کر لینے سے جعفر برمکی یا اس کا خاندان مورد الزام نہیں ہے بلکہ فی نفسہ امیر المومنین ہارون الرشید پر ایک ایسا جرم قائم کیا گیا ہے جو اصول سلطنت اور انسانی حیثیت دونوں سے نہایت ہی ظالمانہ اور وحشیانہ تھا۔ اور چونکہ تحقیقات سے وہ غلط ثابت ہو گیا اس لئے بعض مورخوں کے نقش قدم کو چھوڑ کر وہ راستہ اختیار کیا گیا ہے جو شاہراہ تقلید سے خارج ہے اور جس کی نسبت یہ یقین ہے کہ وہ موصل الی المطلوب ہے

Marfat.com

ابوالفضل جعفر برمکی کے حالات زندگی حتی الوسع نہایت تلاش اور مستند تاریخوں سے لکھے گئے ہیں اور کوئی واقعہ بغیر تاریخی سند کے تحریر نہیں ہوا ہے اور . . . . . اس لحاظ سے کہہ سکتے ہیں کہ خلیفہ ہارون الرشید اور برامکہ کے حالات میں (بزبان اردو) یہ سب سے پہلی کتاب ہے جس میں سلطنت اور وزارت کے اصلی تعلقات پورے طور سے دکھائے گئے ہیں اور چونکہ خاندان برامکہ کے ابتدائی حالات حصہ اوّل میں لکھے جا چکے ہیں اس لئے اب مطابق ترتیب شجرہ نسب جعفر کی تاریخ شروع کی جاتی ہے۔ اور یہ وہ شخص ہے کہ جس نے اپنے خاندان کو شاہنشاہوں سے زیادہ شہرت دے دی ہے۔ مورخین کا یہ خیال بہت صحیح ہے۔ کہ "اگر برامکہ میں جعفر بن یحییٰ نہ ہوتا تو یہ خاندان کبھی گمنامی کے دائرے سے نہ نکلتا اور نہ اس درجہ تاریخی شہرت حاصل کرتا۔ برامکہ کا اطلاق اگرچہ کل خاندان پر ہوتا ہے لیکن اس مجموعہ میں قابل انتخاب صرف یحییٰ۔ فضل و جعفر ہیں۔ جو خاص فضائل سے منسوب ہیں۔ اور فیاضی کی شہرت میں ہر ایک دوسرے سے بڑھ کر ہے۔ ارباب لغت کا یہ قول کہ "برمک[1] بمعنی کریم ہے" ہمارے دعوے کی دلیل ہے اور فیاضی کا قطعی فیصلہ اس سے

حاشیہ [1] "البرمکی" منسوب الی برمك جد البرامکہ کان مجوسیا ثم اسلم۔ والبرامکہ عشیرۃ یوصفون بالکرم ولذا لک العامۃ تستعمل البرمکی بمعنی الکریم محیط المحیط پطرس بستانی صفحہ ۱۰۰ جلد اول مطبوعہ بیروت۔

چونکہ مختلف مقامات پر البرامکہ میں اس عجیب و غریب کتاب سے استناد کیا گیا ہے لہذا چند سطریں اس کے مصنف کے حالات میں لکھی جاتی ہیں "پروفیسر پطرس مشہور بستانی ۱۸۱۹ء میں موضع دبیہ میں (کوہ لبنان پر ایک چھوٹا سا گاؤں ہے) پیدا ہوا۔ شہر بیروت سے دبیہ تک سات گھنٹے کا راستہ ہے۔ پطرس کا خاندان علمائے لبنان میں ایک معزز

Marfat.com

زیادہ اور کیا ہو سکتا ہے؛ کہ خود ان کا نام فیاضی کا مرادف بن گیا ہے۔

جعفر برمکی کی ولادت۔ تعلیم و تربیت

ولادت

کسی تاریخ سے جعفر کے سال ولادت اور دن و تاریخ کا پتہ معلوم نہیں ہوا کہ کیا ہے۔ البتہ سنہ وفات کے حساب سے جہاں تک مطابقت کی گئی تو معلوم ہوا کہ جعفر کی

بقیہ حاشیہ۔ معزز خاندان ہے جو لبستانیوں کے نام سے مشہور ہے اور جس کی علمی فضیلت تمام ملک شام میں مسلم ہے۔ پطرس کا دادا عبداللہ لبستانی صور و صیدا کا مطران (عیسائیوں میں مذہبی عہدہ ہے جو پٹرک سے دوسرے درجہ پر ہے) تھا۔ چونکہ بچپن ہی میں پطرس کے چہرے سے شرافت اور ذہانت کے آثار نمایاں تھے لہذا عربی۔ سریانی کی ابتدائی تعلیم پر وغیرہ میکائیل سے دلوا کر عبداللہ نے "عین ورقہ" کے مدرسہ میں جو کوہ لبنان پر واقع ہے بھیجدیا۔ چنانچہ منطق۔ تاریخ۔ حساب۔ جغرافیہ۔ علم ادب عربی۔ علم ادب سریانی۔ علم ادب انگریزی۔ لاطینی۔ فلسفہ۔ الہیات۔ اور قانون کی تعلیم سے بیس برس کی عمر میں فراغ حاصل کیا اور اسی مدرسے میں مدرس ہو گیا۔ پھر ۱۸۴۰ء میں انگریزی فوج کا جو ساحل شام پر مقیم تھی مترجم مقرر ہوا۔ اس کے بعد ۱۸۴۶ء میں پطرس نے ڈاکٹر فان ڈیک صاحب کے مدرسے میں مدرسی اختیار کر لی۔ اور اسی مدرسے میں "کشف الحجاب فی علم الحساب" کتاب تصنیف کی جو علم حساب میں ایک بسیط کتاب ہے۔ اس کے بعد بیروت میں آیا اور امریکہ کے دفتر سفارت میں مترجمی پر مقرر ہو گیا۔ اور اپنے فرض منصبی کے ساتھ ساتھ تصنیفات کا کام جاری کر دیا اور محیط المحیط جیسی لغت کی بسیط کتاب تصنیف کی۔ ۱۸۶۰ء میں ایک اخبار موسومہ "نفیر سوریا" جاری کیا۔ اور ۱۸۶۳ء میں بمقام بیروت ایک کالج قائم کیا اور اس کا نام مدرسہ وطنیہ رکھا۔ اور علمی رسالے اور اخبار بھی شائع کرتا رہا۔ اور ۱۸۷۰ء میں عربی انسائیکلو پیڈیا یعنی "قاموس العلوم والفنون" لکھنا شروع کیا اور اس کا نام دائرۃ المعارف رکھا اور چھ جلدوں کی تصنیف کے بعد ۱۸۸۳ء میں فوت ہو گیا۔ اور دائرۃ المعارف کی تصنیف دیگر علماء پر چھوڑ گیا۔ جنہوں نے ساتویں۔ آٹھویں۔ نویں جلدیں بھی شائع کر دی ہیں اور ہنوز تصنیف ختم نہیں ہوئی ہے۔"

منتخب از علیگڈھ گزٹ مطبوعہ ۱۰۔ اکتوبر ۱۸۹۶ء مضمون نوشتہ مولوی حمید الدین صاحب سلیم پانی پتی۔

ولادت ۱۵۱ھ ۷۶۸ء میں ہوئی ہے اور غالباً یہ صحیح ہے۔ کیونکہ تخت خلافت پر اس زمانے میں المنصور ابو جعفر عبداللہ حکمران تھا۔ اور یہ تاریخ سے ثابت ہے کہ جعفر کا دادا خالد برمکی منصور کی تخت نشینی سے قبل۔ ارکان سلطنت میں داخل ہو چکا تھا۔ بلکہ خالد کے علاوہ سلطنت میں اکثر عجمی سردار تھے۔ جو حکومتوں پر ممتاز تھے۔ اور دولت فارس کی شان و شکوہ۔ عربی حکومت میں نظر آتی تھی۔ عجمی غلام۔ عربی النسل شرفا پر حکومت کرتے تھے۔ چنانچہ[1] ۱۵۳ھ ۷۷۰ء کا یہ مشہور واقعہ ہے کہ درباریوں کو عجمی وضع کی ٹوپیاں پہننے کا حکم دیا گیا تھا۔ اور یہ ٹوپیاں خلیفہ منصور نے خود ایجاد کی تھیں جو زکل وغیرہ سے بنی جاتی تھیں اور ان پر سیاہ کپڑا منڈھا ہوتا تھا۔ اور چونکہ نہایت لمبی ہوتی تھیں لہذا ابو دلامہ شاعر نے ایک موقعہ پر ظرافۃً کہا۔

وکنا نرجی من امام زیادۃ	ہم کو امام سے ترقی کی امید تھی۔
فزاد الامام المصطفی فی القلانس	سو اس نے ترقی بھی کی ٹوپیوں میں۔
نراھا علی ھام الرجال کانھا	وہ لوگوں کے سروں پر ایسی معلوم ہوتی ہیں۔
دنان یھود حلت بالبرانس	جیسے یہودیوں کے ٹھکے جن پر کپڑا چڑھا دیا گیا ہو۔

غرضکہ منجملہ ارکان سلطنت کے خالد برمکی (جو عجمی النسل تھا) بھی دربار میں ایک باوقار شخص تھا۔ اور اسی مبارک زمانے میں جعفر پیدا ہوا چونکہ یہ زمانہ خالد کے موافق تھا اس لئے نہایت ناز و نعمت سے جعفر کی پرورش ہوئی لیکن اس امر میں ہماری واقفیت محدود ہے کہ جعفر کی تعلیم و

تعلیم و تربیت تربیت کب شروع ہوئی۔ اور خدمت معلمی کن علما کے سپرد کی گئی البتہ

حاشیہ [1] تاریخ الخلفاء سیوطی صفحہ ۱۰۲ مطبوعہ مصر

صرف علم فقہ کے متعلق ابن خلکان[1] نے بروایت علامہ ابن القاسی مصنف کتاب الوزراء ایک مختصر جملہ لکھا ہے جس سے اس قدر پتہ چلتا ہے کہ یحییٰ برمکی نے فقہ کی تعلیم جعفر کو قاضی امام ابو یوسف[2] سے دلوائی تھی۔ اور اسی کا نتیجہ تھا کہ جعفر کے احکام اور فیصلے اصول فقہ کے مطابق ہوتے تھے اگرچہ فقہ میں جعفر کو قاضی صاحب کی شاگردی کا فخر حاصل ہے لیکن قاضی صاحب حقیقت میں جامع علوم و فنون تھے۔ کیا عجب! کہ دیگر علوم بھی قاضی صاحب ہی سے حاصل کئے ہوں اور علاوہ قاضی صاحب کے دیگر آئمہ اور مجتہدین فن بھی موجود تھے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مختلف علوم کے جدا جدا معلم ہوں۔ بہرحال جعفر کی تعلیم اعلےٰ درجے کی ہوئی تھی۔ جس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہو سکتا ہے اور جہاں تک تاریخ سے پتہ چلتا ہے۔ ادب۔ فقہ۔ نجوم۔ اور فلسفہ میں اس کا

حاشیہ [1] ابن خلکان صفحہ ۱۳۰، [2] قاضی ابو یوسف امام ابو حنیفہ کے شاگرد رشید ہیں۔ ۱۱۳ھ یا ۱۱۸ھ میں بمقام کوفہ پیدا ہوئے تکمیل علوم کے بعد ۱۶۶ھ ہجری میں خلیفہ مہدی کے زمانے میں قاضی مقرر ہوئے۔ لیکن ہارون الرشید کے زمانے میں تمام ممالک اسلامیہ کے قاضی القضاۃ مقرر ہوئے۔ قاضی صاحب متعدد علوم میں کمال رکھتے تھے۔ ابن خلکان نے لکھا ہے کہ قاضی ابو یوسف تفسیر۔ مغازی۔ ایام العرب کے حافظ تھے۔ اور فقہ میں ان کا درجہ سب سے اعلم تھا۔ علاوہ امام ابو حنیفہ کے اور بہت سے ائمہ وقت کی خدمت میں قاضی صاحب نے علم کی تحصیل کی۔ اعمش۔ ہشام بن عروہ۔ سلیمان تیمی۔ ابو اسحاق شیبانی۔ یحییٰ ابن سعید الانصاری۔ وغیرہ سے حدیثیں روایت کیں۔ محمد بن اسحاق سے مغازی و سیر پڑھی محمد بن ابی لیلےٰ سے فقہ کے مسائل سیکھے خدا نے ذہن و حافظہ ایسا قوی دیا تھا کہ ایک ہی زمانے میں ان تمام علوم کی تحصیل کرتے تھے۔ جمعرات کے دن ظہر کے وقت ربیع الاول کی پانچویں تاریخ ۱۸۲ھ میں وفات پائی۔ اور مرتے وقت زبان پر یہ الفاظ تھے "اے خدا تو جانتا ہے کہ میں نے کوئی فیصلہ عمداً خلاف واقع نہیں کیا۔ میری ہمیشہ کوشش رہی کہ جو فیصلہ ہو تیری کتاب اور پیغمبر کے طریقے کے موافق ہو" قاضی صاحب بڑے دولتمند تھے۔ چنانچہ وقت انتقال کے وصیت کی کہ چار لاکھ روپے۔ مکہ معظمہ۔ مدینہ منورہ۔ کوفہ۔ بغداد کے محتاجوں کو دیئے جاویں۔ قاضی صاحب پہلے شخص ہیں جس نے علما کے لئے ایک خاص لباس تجویز کیا جو آج تک برتا جاتا ہے ورنہ اس سے پہلے تمام لوگوں کا ایک لباس تھا تصنیفات سے کتاب الخراج مشہور ہے۔
سیرۃ النعمان صفحہ ۲۹۲

Marfat.com

کمال ظاہر ہوتا ہے۔ تعلیم کا دوسرا جزء، جو تربیت ہے۔ اُس کی اتالیقی خالدؔ اور یحییٰ کے ہاتھ میں تھی اور یہ دونوں اس رتبے کے شخص تھے کہ خود خلیفہ مہدی اور ہارون کی اتالیقی اُن کے سپرد تھی۔ اس لئے تعلیم و تربیت کے لحاظ سے جعفر کو اعلیٰ درجہ کے ارباب کمال میں شمار کرنا چاہیئے[1]

جعفر کا سن رشد۔ ملکی خدمات۔ مصر۔ خراسان۔ بصرہ کی ولایت و وزارت

یہ مضمون اس قابل تھا کہ مفصل لکھا جاتا۔ مگر مورخین کی کوتاہ قلمی کی وجہ سے افسوس ہے کہ مجمل رہا جاتا ہے کیونکہ مصر۔ خراسان۔ بصرہ کے حالات اور عہد حکومت کے تاریخی کارناموں کا (بجز سنہ تقرری) کے کچھ پتہ نہیں ہے۔ مختلف حالات کے پڑھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تعلیم و تربیت کے فراغ کے بعد۔ جب جعفر کام کے قابل ہو گیا اُس وقت سے ہارون نے اس گرانبہا جوہر کی قدردانی شروع کی۔ اس کے بعد آہستہ آہستہ تمام ملکی خدمات سپرد کر دئیے۔ ابتدائی خدمت کی صحیح تاریخ بتانا اگرچہ مشکل ہے لیکن مختلف واقعات سے اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ ہارون نے اپنی تخت نشینی کے ایک سال کے بعد جعفر کو وزیر کر دیا تھا گو اہم معاملات بمشورہ یحییٰ برمکی طے ہوا کرتے تھے۔ کیونکہ سنہ ۱۷۳ ہجری میں ملکی ضرورت سے فضل بن ربیع نے جعفر سے قلمدان وزارت لے لیا تھا۔

حاشیہ [1] چونکہ خاندان برامکہ میں اردشیر بابکان کے عہد سے وزارت درجہ بدرجہ چلی آتی تھی۔ اسلئے خاندان برامک کے لڑکوں کو ابتدا ہی سے اعلیٰ درجے کی تعلیم دیجاتی تھی۔ بلکہ ایک سلسلہ اعلیٰ درجے کی کتابوں کا اس خاندان میں خاص طور پر مرتب کیا گیا تھا وہی ان لڑکوں کو پڑھایا جاتا تھا جس میں علم فقہ۔ اور ادب وغیرہ کی کتابیں خاصکر پڑھائی جاتی ہیں اصول تعلیم بالکل وہی تھے۔ جن اصولوں پر خود ان پچھلی نسلوں کے بزرگوں نے تعلیم پائی تھی۔ سیاستنامہ خواجہ نظام الملک طوسی صفحہ ۱۵ مطبوعہ پیرس سنہ ۱۸۹۱ء

Marfat.com

مصر و خراسان کی ولایت

۱۹۱ھ سنہ ہجری میں جب موسیٰ بن عیسیٰ خلع بیعت پر آمادہ ہوا۔ اُس وقت مصر کی حکومت جعفر کے واسطے تجویز کی گئی۔ اور دو برس کے بعد سنہ ۱۷۶ھ ۷۹۳ء میں پھر بجائے جعفر کے اسحاق بن سلیمان مقرر ہوا۔ اس لئے مصر میں بھی بہت ہی کم جعفر نے حکومت کی سنہ ۱۹۶ھ ہجری میں جب حدود شام میں فتنہ و فساد شروع ہوا۔ تو اس کے انسداد کے واسطے جعفر روانہ کیا گیا۔ اور خلیفہ کے اطمینان کے موافق انتظام کر کے واپس آیا۔ اس کے بعد خراسان و سجستان کی ولایت کا فرمان عطا ہوا لیکن چند روز بعد پھر دار الخلافے میں آنا پڑا۔ غرضکہ نو دس برس یہی دورہ رہا۔ مستقل طور پر نہ وزارت کی خدمت انجام دی نہ حکومت کے لطف اٹھائے۔ لیکن مامون الرشید[1] کی ولیعہدی سے زمانۂ قتل تک مستقل طور پر وزارت کی۔ اور اس سے قبل جس قدر وزارت میں تغیر و تبدل ہوتا رہا وہ صرف یحییٰ کی وجہ سے تھا جو ہارون الرشید کے پاس ہر وقت موجود رہتا تھا۔ ورنہ ہارون کا میلان طبعی ابتدا سے جعفر کی طرف تھا۔ کیونکہ جب یحییٰ نے ضعیفی کے سبب سے وزارت سے استعفا دینا چاہا اور حج کی تیاری کی اُس وقت بھی ہارون کا خیال جعفر کی طرف تھا۔ مگر جبکہ یحییٰ نے فضل کو وزیر مقرر کر دیا تو پاس ادب کے لحاظ سے ہارون خاموش ہو رہا۔ لیکن دو برس کے بعد صاف

جعفر کی وزارت

لفظوں میں یحییٰ سے جعفر کے لئے سفارش کی کہ "وہ خدمت وزارت انجام دے"۔ ہارون کا اشارہ پا کر یحییٰ نے فضل کو لکھا کہ "امیر المومنین

حاشیہ [1] ابو الفدا جلد ۲ صفحہ ۱۰ [2] مامون الرشید ۱۸۲ھ میں ولیعہد سلطنت کیا گیا تھا۔ [3] ترجمہ طبری جلد چہارم صفحہ ۵۰، [4] ابن خلکان صفحہ ۵۱۰۔

Marfat.com

کا حکم ہے کہ خدمت وزارت جعفر کے سپرد کی جائے۔" فضل نے اس کے جواب میں لکھا۔ کہ "مجھے تعمیل ارشاد میں کوئی عذر نہیں ہے۔ بلکہ میں نہایت خوش ہوں۔" اگرچہ اول جعفر نے عذر بھی کیا کہ "بھائی فضل مجھ سے بزرگ ہیں اور قابل بھی ہیں۔ عقل و فہم اور تجربہ بھی اُن کا بہت زیادہ ہے۔ بہتر ہے کہ مُہر خلافت اُنھیں کے پاس رہے۔"[1] لیکن یہ عذر نہ سُنا گیا اور جعفر کو بڑے بھائی سے قلمدان وزارت لینا پڑا۔ چنانچہ جعفر نے اپنے اس فرض منصبی کو نہایت قابلیت سے ادا کیا۔ تمام مستند مورخین کا یہ قول ہے کہ "جعفر نہایت ہی عالی رتبہ۔ اور خود مختار وزیر تھا۔ اپنی رائے میں کامل تھا۔ کسی معاملے میں صلاح و مشورے کا محتاج نہ تھا۔ جو رتبہ اور اعزاز وزارت میں جعفر کو حاصل تھا وہ دوسرے کو میسر نہیں ہو سکتا۔"

جعفر کی لیاقت پر ہارون کو ناز تھا

محمد بن راشد اسحاق موصلی سے روایت کرتا ہے کہ "بغداد میں جو علوم و فنون کا مرکز تھا جعفر کا شمار طبقہ علما میں کیا جاتا تھا۔ دنیاوی عیش اور وزارت کی خدمات کو چھوڑ کر صرف علوم پر اگر جعفر متوجہ ہوتا۔ تو پھر کوئی عالم اس کی برابری کا دعوے نہیں کر سکتا تھا۔" علی بن عبداللہ کاتب کا بیان ہے کہ ایک دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ اطراف سلطنت سے لوگوں نے بہ حیثیت مستغیث آنا شروع کیا اور مقدمات کا دائرہ بہت بڑھ گیا۔ تب ہارون نے جعفر کو حکم دیا کہ "میری طبیعت ناساز ہے۔

حاشیہ [1] زہر الآداب کا مصنف لکھتا ہے کہ تقرری جعفر کے واسطے ہارون الرشید نے یحییٰ سے کہا تھا۔ "یا بت انی اردت ان اجعل الخاتم الذی فی ید الفضل الی جعفر" اور یحییٰ نے فضل کو ان مختصر الفاظ میں لکھا تھا۔ "قد امر امیر المومنین اعلے اللہ امرہ ان تحول الخاتم من یمینک الی شمالک" صفحہ ۳۰۴ حاشیہ عقد الفرید جلد اول عہ ابن خلکان جلد دوم صفحہ ۱۳۰ - و ۱۳۲ -

اس ہنگامے کے غل وشور کی سماعت کی طاقت نہیں۔ آپ ہر ایک معاملے کو طے کریں۔ لیکن اجلاس محلِ شاہی کے قریب ہو۔" چنانچہ جعفر نے ایسا ہی کیا۔ اور ہارون بھی امتحاناً ایک موقع سے جعفر کے احکام اور تصفیۂ مقدمات کی کارروائی دیکھتا جاتا تھا۔ جب اکثر معاملات بطریق احسن طے ہو گئے۔ اور جو احکام جعفر نے صادر کئے وہ بہت ہی صحیح اور درست تھے، تب ہارون کو ضبط نہ ہو سکا اور محل کے اندر سے نکل آیا۔ جوشِ مسرت سے جعفر کو گلے لگا کر پیشانی کا بوسہ لیا۔ اور جعفر کو دعائیں دیتا رہا اور کہا کہ "آج میرے پاس وہ کون ایسی نعمت ہے۔ جو نہیں ہے لیکن جو نعمت سب سے بڑھ کر ہے وہ جعفر برمکی ہے کیونکہ نہ اس نعمت کا کوئی بدل ہے جعفر کا کوئی مثل ہے۔

علامہ ابن خلکان لکھتے ہیں کہ ایک شب کو ہارون کے دربار میں ایک ہزار سے زیادہ توقیعات لکھنے کا جعفر کو اتفاق ہوا۔ لیکن ان میں سے کوئی ایک بھی اصول فقہ کے خلاف نہ تھا۔[1] اگرچہ جعفر کے فضل و کمال اور معاملہ فہمی کی یہ ظاہر مثالیں ہیں لیکن بعض تاریخوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جب ہارون دربار عام کرتا تھا (ایسے دربار اکثر ہوا کرتے تھے) اس وقت ہر شخص کو زبانی عرض کرنے اور تحریری درخواستوں کے پیش کرنے کا حکم عام دے دیا جاتا تھا۔ اور اس قسم کے عرضی دینے والوں کی تعداد کثیر ہوتی تھی۔ لیکن جعفر کے قلم سے جو احکام نکلتے تھے۔ وہ علاوہ علم ادب اور علم انشا کے اعلیٰ نمونہ ہونے کے اصول شرع اور قانون فقہ کے موافق ہوتے تھے۔ اور حسن کتابت کا جوہر ان کو اور چمکا دیتا تھا۔

حاشیہ [1] حیات برنی ۱۲ [2] مرآۃ الجنان یافعی نسخہ قلمی صفحہ ۹۱

Marfat.com

عہد خلافت ہارون الرشید میں جس شان و شکوہ سے جعفر برمکی نے وزارت کی ہے۔ وہ تاریخی یادگار ہے جو رسوخ اور اعتبار ماروں کے نزدیک جعفر کا تھا اس کی اعلیٰ درجے کی مثال وہ واقعہ ہے جس کو بروایت ابراہیم بن المہدی عباسی۔ اکثر مؤرخین نے لکھا ہے اور ہر مؤرخ نے جداگانہ نتیجہ نکالا ہے۔ لیکن ہمارے نزدیک اس مثال سے جعفر کا اقتدار اور اس کی خود مختاری بہت زیادہ ثابت ہوتی ہے۔ وہو ہذا۔

وزارت کا اقتدار

علامہ ابن صابی کتاب الاماثل والاعیان میں لکھتے ہیں کہ اسحاق بن ابراہیم موصلی روایت کرتا ہے کہ میں ایک دن میں علی الصباح ایوان خلافت میں حاضر ہوا حاجب سے معلوم ہوا کہ آج امیرالمومنین عیش و طرب کے جلسے میں مشغول ہیں لہذا واپس آیا۔ راستہ میں وزیر السلطنت جعفر برمکی سے ملاقات ہوئی بیٹھے عرض کر دیا کہ خلیفہ خلوت خانے میں ہیں۔ لیکن جعفر مجھے ٹھہرا کر آگے بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر میں واپس آیا اور کہا کہ آج کا دن میرے ساتھ بسر کرو۔ امیرالمومنین نے مجھے بھی حکم دیا ہے کہ میں بھی ان کی خوشی میں شریک ہوں۔ اور یہ پھولوں کے گلدستے مرحمت ہوئے ہیں۔" بہ تعمیل ارشاد میں وزیر کے ساتھ ہو لیا اور مکان پر پہنچ کر خاص جلسے کا اہتمام کیا گیا۔ ابراہیم بن المہدی عباسی کو بھی جعفر نے اس دعوت میں مدعو کیا تھا۔ چنانچہ دستور کے مطابق ہم لوگوں نے حریر کے لباس پہن لئے اور خاص عطریات و بخورات سے لباس کو معطر کر کے جلسے میں بیٹھ گئے۔ پھر دسترخوان بچھایا گیا۔ کھانے سے فراغت ہوئی تو مغنیہ کنیزوں نے ساز چھیڑا کچھ دیر تک یہی صحبت رہی پھر میں نے گانا شروع کیا۔ تھوڑی دیر بعد معلوم نہیں کیا سوچ کر جعفر

نے حاجب کو بلایا اور کہا کہ دیکھو خبردار سوائے عبدالملک بن سجران قہرمانہ کے جو ہمارا خاص ندیم ہے اور کوئی نہ آنے پاوے۔ جملہ خدام کو ہمارے حکم سے آگاہ کر دو۔ حاجب حکم سن کر رخصت ہوا پھر دور شروع ہوا۔ تھوڑے عرصے کے بعد یکایک پردہ اٹھا اور حاجب نے غلط فہمی سے عبدالملک بن صالح ہاشمی کو اندر جانے کی اجازت دیدی۔ مجلس گرم تھی یارانِ طلبہ لہو و لعب میں مصروف تھے۔ ایک خوب صورت کنیز عود بجا رہی تھی۔ جب جعفر اور عبدالملک ہاشمی کی نظریں دوچار ہوئیں۔ دونوں نادم اور شرمندہ ہوئے۔ کیونکہ جعفر کی رندانہ مجلس عبدالملک کے حسب حال نہ تھی۔ اور عبدالملک علاوہ شرافت نسب کے نہایت متقی اور پابند شریعت تھے۔ خود ہارون کو یہ آرزو تھی کہ ایک مرتبہ عبدالملک ہمارے بے تکلفی کے جلسے میں شریک ہوں اور ایک ہی پیالہ پی لیں۔ لیکن عبدالملک نے نہ مانا۔ نہ کبھی ہارون کے خاص جلسوں میں شریک ہوئے۔ غرضکہ اس وقت عبدالملک کا آنا جعفر کو سخت ناگوار ہوا۔ قریب تھا کہ مجلس درہم برہم ہو جائے۔ لیکن عبدالملک نے اسی وقت ایسا روپ بھرا کہ بجائے بارِ خاطر کے یارِ شاطر بن گئے۔ جعفر کے تیور دیکھ کر بول اٹھے کہ اے یارانِ مجلس! اشرکوا فیھا انتم فیہ۔ واصنعوا بنا ما صنعتم بانفسکم" جعفر نے جوشِ مسرت سے جواب دیا "نعم" اور خوش آمدید کہکر خیر مقدم کیا۔ جعفر کا اشارہ پاتے ہی غلاموں نے عبدالملک کو ارباب مجلس کے ہمرنگ بنا دیا۔ یعنی کمر سے تلوار کھولی۔ دستار فضیلت اور جبۂ شریعت کو اوتار کر الگ پھینک دیا۔ اور منادمت کا لباس (حریر کے کپڑے) عبدالملک کو پہنا دیا۔ پھر دسترخوان سامنے لاکر رکھا۔ چند لقمے تناول کر کے عبدالملک نے متواتر تین گلاس

چڑھائے اور رندانہ وضع سے مجلس میں آن بیٹھا۔ گانا۔ ناچنا۔ اور جملہ لہو ولعب میں عبدالملک ہم سب پر فوق لے گیا۔ خلاف عادت یہ واقعہ دیکھ کر جعفر بہت خوش ہوا خوب قہقہے لگائے پھر بہ کمال ادب عرض کیا[1] کہ حضرت میں آپ پر فدا ہوں یہ تو فرمائیے کہ آخر اس تکلیف اور زحمت کا باعث کیا ہے؟ اگر کوئی حاجت ہے تو بیان فرمائیے بندہ خدمت گزاری کو حاضر ہے۔" عبدالملک نے صرف یہ کہہ کر ٹال دیا کہ "یہ موقع عرض حال کا نہیں ہے۔ رفع حوائج کے وقت اور ہی ہوا کرتے ہیں آخر اس کی جلدی کیا ہے۔" لیکن جعفر نے نہ مانا اور پھر اصرار سے پوچھا تب مجبوری عبدالملک نے کہا کہ میری تین خواہشیں ہیں اول یہ کہ امیرالمومنین کے دل میں میری طرف سے جو کدورت ہے وہ جاتی رہے۔ اور آئندہ مجھ سے مہربانی سے پیش آئیں۔ دوسری یہ کہ چار ہزار دینار کا قرضدار ہوں وہ شاہی خزانے سے ادا کر دیا جاوے۔ تیسری یہ کہ محمد ابراہیم اپنے بیٹے کی شادی امیرالمومنین کی دختر سے کرنا چاہتا ہوں تاکہ سلسلۂ قرابت اور بھی مستحکم ہو جائے اور بعد شادی کے کوئی معزز خدمت بھی سپرد کیجائے۔"

جعفر نے عبدالملک کی درخواستوں کو سن کر کہا کہ یہ تو معمولی امور ہیں۔ امیرالمومنین آپ سے بہت خوش ہیں۔ کوئی ملال ان کو نہیں ہے اطمینان رکھئے۔ قرض کی تعداد قلیل ہے یہ رقم حاضر ہے اگر آپ کا مرتبہ ایسا عالی ہے کہ میں یہ نہیں عرض کر سکتا ہوں کہ آپ اس رقم کو بطور عطیہ کے قبول فرمائیں۔ لیکن آپ کی خدمت میں خزانۂ شاہی سے یہ رقم پہنچ جائے گی۔ اور

---

[1] جعفر کے اصلی الفاظ حسب ذیل ہیں "جعلنی اللہ فداک قد تفضلت و تطولت فھل من حاجۃ تبلغھا مقدرتی و یحیط بھا نعمتی فاقضیھا لک مکافات لما صنعت۔

Marfat.com

ابراہیم کا عقد میں نے عالیہ[1] بنت ہارون الرشید سے کر دیا۔ کل بعد نکاح حکومت مصر کی سند بھی ملے گی۔ آپ اول وقت دربار میں تشریف لائیں۔ اسحاق کہتا ہے کہ پہلی اور دوسری درخواست کا جواب تو معمولی تھا۔ مگر تیسری درخواست کا جواب سُنکر مجھے نہایت تعجب ہوا اور میں نے خیال کیا کہ یہ بھی نشہ کی لن ترانیاں ہیں۔ کیونکہ خلیفہ کی خوشنودی مزاج سہل تقرضے کا ادا ہونا آسان۔ اور حکومت کا ملنا بھی ممکن؛ لیکن وزیر کی یہ قدرت کب ہے۔ کہ باختیار خود بادشاہ کی جس دختر کا چاہے عقد بھی کر دے یہ تو کسی طرح نہیں ہو سکتا ہے!! غرضکہ مجھے اس کا خیال رہا اور وہ جلسہ برخاست ہو گیا۔ عبدالملک بھی رخصت ہوا۔ لیکن رفع خمار کے بعد نہایت شرمندہ اور نادم ہوا۔ اپنے ناشائستہ افعال پر بہت رویا۔ اور توبہ کی لیکن صبح کو غسل کر کے دربار میں حاضر ہوا کہ دیکھئے جعفر کے وعدوں کا کیا نتیجہ ہوتا ہے۔ اور میں بھی علے الصباح ایوانِ خلافت میں حاضر ہوا جس وقت میں پہنچا ہوں۔ اُس وقت قاضی ابو یوسف و محمد بن الحسن اور دیگر ائمہ کبار اور معارف بغداد ایک وسیع کمرے میں جمع تھے۔ ہارون تخت پر بیٹھا تھا اور جعفر عیش و عشرت کی داستان بیان کر رہا تھا۔ جب اُن معاہدوں کا ذکر آیا جو عبدالملک سے کئے گئے تھے۔ تو ہارون نے کہا کہ تم نے بہت اچھا کیا۔ اور عبدالملک سے علے رؤس الاشہاد اپنی خوشنودی مزاج ظاہر کی۔ ادائے قرضے کا وزیر خزانہ کو حکم دے دیا گیا اور عالیہ سے ابراہیم کا عقد کر دیا۔ اور مصر کی حکومت کی سند عطا فرمائی اور خوشی خوشی سب رخصت ہوے اس واقعہ کو دیکھ کر تمام دربار حیرت زدہ رہ گیا۔ اور جعفر کے اختیارات اور زور حکومت کی شہرت

حاشیہ [1] بعض مورخین نے عایشہ لکھا ہے۔

Marfat.com

عام ہو گئی۔ جو لوگ کم سمجھ تھے انہوں نے یہ سمجھا کہ برامکہ کا اقبال یاور ہے لیکن جو زمانہ شناس تھے انہوں نے اس واقعہ سے یہ حکم لگایا کہ برامکہ کے اقبال کا سورج عنقریب ڈھلنے والا ہے اور خاندان کا خاتمہ ہے۔

خلیفہ اور وزیر کا اتحاد

اگرچہ تمام بادشاہوں کو اپنے معتمد وزرا سے ایک دلی تعلق ہوتا ہے۔ لیکن ہارون اور جعفر کی خصوصیات خاصکر قابل ذکر ہیں ان دونوں میں ایسی محبت تھی جیسے فطرتی طور سے بھائی بھائی میں ہوتی ہے۔ کھانا۔ پینا۔ اٹھنا۔ بیٹھنا۔ سونا۔ آرام کرنا۔ اور جو امور معاشرت ہیں ان سب میں ہارون کا برتاؤ جعفر سے عزیزانہ تھا۔ عبداللہ بن عبدالصمد جو اکابر عباسیہ سے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ جعفر اور ہارون کا اتحاد افراط سے بھی بڑھ گیا تھا اور اس میں شک نہیں کہ یہ ان کی سخت غلطی تھی۔ جعفر اور ہارون میں خادم اور مخدوم کا ادب بھی باقی نہیں رہا تھا۔ جب کبھی جعفر کے بلانے کی ضرورت ہوتی تو خدام کو حکم ہوتا تھا کہ میرے پیارے بھائی جعفر کو بلا لاؤ۔ خدام جاتے اور اطلاع کرتے تھے کہ بھائی صاحب یاد فرما رہے ہیں۔ محل میں کسی سے پردہ نہ تھا۔ بلا تکلف آمد و رفت جاری تھی۔

حاشیہ ۱ ہماری تحریر کا ماخذ حسب ذیل کتابیں ہیں (۱) ابن خلکان صفحہ ۱۳۱ (۲) اعلام الناس صفحہ ۸۴ (۳) کتاب الفرج بعد الشدۃ صفحہ ۱۰۰ (۴) تاریخ ضیاء الدین برنی صفحہ ۴۹ (۵) مراۃ الجنان یافعی صفحہ ۹۲ (۶) زہر الربیع صفحہ ۳۲۵ جلد اول (۷) ثمرات الاوراق صفحہ ۶۴ (۸) عقد الفرید عبدربہ جلد ۳۔ صفحہ ۲۶ (۹) ضاجۃ الطرب فی نقصات العرب صفحہ ۲۳۵ مطبوعہ بیروت۔ ۲ اس واقعہ سے کئی مفید نتیجے معلوم ہوتے ہیں لیکن مصنف کتاب الفرج بعد الشدۃ نے اس پر بہت زور دیا ہے۔

اگر مراد تو با خلق زیستن باشد
کمن خلاف و ہمہ وفق رائے ایشان کن
وگر خلاف ارادت نے تو انی کرد
کنارہ گیر ز خلقان و روئے پنہان کن

۳ اکرام الناس ضیاء الدین برنی صفحہ ۵۳ ۴ اس واقعہ میں یہ بھی ایک قوی سبب سمجھنا چاہیے۔ ۵ حیوۃ الحیوان دمیری صفحہ ۱۱۳ جلد ۲

۶ ضیاء الدین برنی و اعلام الناس صفحہ ۵۴

Marfat.com

ایک دن کا ذکر ہے کہ ہارون اور جعفر ایک پلنگ پر آرام کر رہے تھے معلوم نہیں کس خیال سے ہارون نے جعفر سے کہا کہ بھائی صاحب! میں چپ چاپ پلنگ پر لیٹتا ہوں آپ میرے خدام اور عزیزوں سے سوال کریں کہ بتاؤ اس وقت میرے ہمراہ کون سو رہا ہے؟ جعفر نے سب سے پوچھا۔ کسی سے جواب نہ پایا۔ تب خود ہی بول اٹھا کہ "میں ہوں"۔ ہمارے نزدیک جعفر اور ہارون کے اتحاد کی یہ اعلےٰ درجہ کی مثالیں ہیں اس سے زیادہ خاص تعلق اور کیا ہو سکتا ہے اکثر ایسا ہوتا تھا کہ جس کپڑے کا لباس ہارون پہنتا تھا اس میں سے جعفر کے واسطے پوشاک طیار کی جاتی تھی اور ایک[1] ڈھیلا ڈھالا گون (مثل چوغہ) اس انداز کا بنوایا تھا کہ جس کو دونوں ایک ساتھ استعمال کرتے تھے۔ علاوہ[2] بریں جب کبھی خاص دعوتوں میں جانے کا اتفاق ہوتا دونوں ساتھ ہوتے تھے۔

ایک مؤرخ نے ایک امیر کی دعوت کا حال لکھا ہے اس سے علاوہ دونوں کے اتحاد کے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جعفر اور ہارون کے تعلقات نمایشی نہ تھے بلکہ حقیقی طور پر اس کا عملدرآمد یہاں تک تھا کہ جو جعفر سے عداوت رکھتا تھا ہارون بھی اس کا مخالف ہو جاتا تھا۔ اور اس کی کچھ پرواہ نہ کرتا تھا کہ میرے اگلے تعلقات جو اس شخص سے ہیں وہ چھوٹ جاویں گے۔

چنانچہ حارث بن شجر نے (دربار کا ایک معزز امیر تھا) ایک روز اپنی عزت افزائی کی غرض سے خلیفہ ہارون کی دعوت کی اور عرض کیا کہ "امیر المومنین ارکان دولت اور ندمائے مجلس کے ہمراہ غریب خانے پر تشریف لاویں"۔ خلیفے نے دعوت منظور کر لی اور حارث نے مجبوراً کیجی

حاشیہ [1] مراۃ الجنان یافعی مخطوطہ قلمی صفحہ ۲۰۹ [2] اکرام الناس صفحہ ۱۵۸۔

Marfat.com

فضل کو بھی مدعو کیا لیکن ان بزرگوں نے دعوت میں شریک ہونے سے عذر کیا اور معذرت کہلا
بھیجی۔ جب چلنے کا وقت آیا تو ہارون نے جعفر سے کہا "بھائی صاحب آپ کو میرے ساتھ حارث
کی دعوت میں ضرور شریک ہونا پڑے گا" جعفر نے جواب دیا کہ "آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں مجھے
اس شرکت سے معاف فرمائیے جس کی طرف سے میرے دل میں کدورت ہے۔ میں کیونکر اسکی
دعوت میں شریک ہو سکتا ہوں"۔ ہارون نے کہا کہ "سبحان اللہ" یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ میں
تنہا جاؤں۔ بغیر آپ کے لطف صحبت کہاں؟ آخر نہ مانا اور جعفر کو ساتھ چلنے پر مجبور کیا۔ اور
تبدیل لباس کر کے دعوت میں جانا قرار پایا۔ اپنا خاص لباس جعفر کو پہنایا اور چادر خلافت بھی
اڑھادی اور خود جعفر کا لباس پہن لیا۔ اور اپنے خاص گھوڑے پر سوار کر کے اول جعفر کو
روانہ کیا۔ اور اپنے غلاموں اور مصاحبوں میں سے مسرور۔ وحسن مروان واحمد مروان وغیرہ کو
ساتھ کر دیا۔ اور ان کو ہدایت کر دی کہ پیادہ پا جعفر کے ساتھ چلیں۔ اور جعفر سے کہہ دیا کہ آپ
اپنا منہ چادر سے چھپائے رہیں۔ اور جو مسند میرے واسطے تیار کی گئی ہو وہاں بیٹھنا۔ میں
بعد کو پہنچوں گا۔ چنانچہ اسی طرح سے جعفر حارث کے مکان پر پہنچا۔ حارث نے امیر المومنین
سمجھ کر آداب شاہی کے مطابق استقبال کیا اور جوش مسرت سے رکاب کو بوسہ دیا اور چند
طبق درہم و دینار کے گھوڑے پر نثار کئے۔ اور مسند پر لا بٹھایا۔ خدام و مصاحبین مودب
سامنے بیٹھ گئے۔ حارث تعظیماً کھڑا رہا۔ تھوڑی دیر میں جعفر نے چادر اپنے رخ سے پلٹ دی تب
جعفر کا چہرہ دیکھ کر حارث نہایت ہی شرمندہ ہوا۔ اتنے میں خلیفہ کی آمد شروع ہوئی حارث نے
بڑھ کر استقبال کیا اور مجلس میں لا کر بٹھایا۔ خلیفے کی ہدایت کے بموجب جعفر بدستور اسی مسند پر

پر بیٹھا رہا۔ اور ہارون مسند کے نیچے جعفر کے سامنے بیٹھ گیا۔ اور جعفر سے کہا کہ "میں جلدی سے اس وجہ سے آیا ہوں کہ آپ کو تنہا بیٹھنے سے وحشت نہو"۔ جعفر نے خلیفہ کا شکریہ ادا کیا جب ہارون نے حارث کا چہرہ متغیر پایا اور کسی قدر آثار حزن وملال کے پائے۔ فوراً جعفر کا ہاتھ پکڑ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ اور حارث سے کہا کہ "حقیقت میں جعفر میں ہی ہوں۔ اور وہ میری جان ہے جو اس کا دوست ہے میں بھی اس کا دوست ہوں۔ اس کے بعد جس قاعدے سے دونوں آئے تھے اسی طرح واپس گئے۔ حارث نے نقصان مایہ وشماتت ہمسایہ سمجھ کر جعفر سے صلح کر لی۔ اور قدیمانہ حسد کو اخلاص ومحبت سے تبدیل کر دیا"۔ اس بیان سے بھی وہ دلی تعلقات بخوبی ظاہر ہوتے ہیں جو دونوں میں تھے۔

خلیفہ ہارون الرشید کا یہ بھی دستور تھا کہ تبدیل لباس کر کے بغداد کے گلی کوچوں میں رات کو پھرا کرتا تھا۔ اور اپنی رعایا کے حالات دریافت کیا کرتا تھا۔ ایسے موقعوں پر اس کے ساتھ وزیر جعفر ہوتا تھا۔ چنانچہ مصنف اعلام الناس نے اس قسم کا ایک واقعہ نہایت دلچسپ لکھا ہے جس سے قطع نظر خلیفہ اور وزیر کی خصوصیات کے بغداد کے امرا کے عیاشانہ خیالات اور طرز معاشرت کا بھی اندازہ ہوتا ہے لہذا مختصراً ذیل میں ہم بھی لکھتے ہیں۔

دجلہ کی سیر

رات کا وقت ہے۔ دریائے دجلہ اپنی معمولی رفتار سے بہ رہا ہے۔ دونوں کناروں پر سناٹے کا عالم ہے۔ اور اندھیرے کی وجہ سے نہ گھاٹ نظر آتا ہے اور نہ کشتیاں۔ لیکن غور کرنے سے ایک چھوٹی سی ڈونگی دکھائی دیتی ہے جس پر ایک بوڑھا ملاح گردن جھکائے خاموش بیٹھا ہے۔ اور تین شخص سوداگروں کے لباس میں

بڈھے کے پاس کھڑے ہوے ہیں۔ بظاہر اس میں ایک مالک دوسرا مصاحب تیسرا خادم معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ مصاحب نے آگے بڑھکر بوڑھے ملاح سے اس طرح پر گفتگو کی۔

مصاحب۔ اے پیر مرد! مہربانی کرکے ہم کو اس وقت دجلہ کی سیر کرا۔ اور یہ دو دینار یہ حق الخدمت کے موجود ہیں ان کو قبول کر۔

ملاح حضرت! میری مجال نہیں ہے جو آپ کی فرمایش بجالاسکوں۔ کیونکہ خلیفہ ہارون الرشید کا معمول ہے کہ وہ ہر شب کو بجرے پر سوار ہوکے نکلتا ہے جس کے ساتھ ایک منادی پکارتا جاتا ہے کہ "خبردار جو کوئی شخص اعلےٰ ہو یا ادنےٰ۔ جوان ہو۔ یا لڑکا۔ آزاد ہو یا غلام رات کے وقت دجلہ کی سیر کرے گا اُس کا سر قلم کر دیا جائیگا"۔

یہ گفتگو ہنوز ختم نہیں ہوئی تھی کہ دور سے ایک کشتی آتی ہوئی نظر آئی۔ جس میں حسب موقع شمعوں اور مشعلوں کی روشنی ہو رہی تھی۔ جب وہ کشتی حد سے آگے چلی گئی تو پھر اُس مصاحب نے بوڑھے ملاح سے اصرار کیا۔ اور ایک معقول انعام کے وعدے پر رضامند کر لیا۔ یہاں تک کہ یہ کشتی بھی اگلے بجرے کے پیچھے پیچھے چل کھڑی ہوئی۔ جب کشتی بجرے کے قریب پہنچی تو دیکھا کہ اس پر مشعلچی سرخ اطلس کا لباس پہنے ہوے اور ایک طلائی اور مینا کار دستے کا مشعل ہاتھ میں لئے ہوے کھڑا تھا۔ جن میں عود قاقلی جل رہا تھا۔ بجرے کا درمیانی حصہ شمعوں سے روشن تھا جس کے وسط میں ایک زرنگار کرسی بچھی ہوئی تھی اور اس پر ایک نوجوان سیاہ خلعت پہنے ہوئے بیٹھا تھا۔ داہنے بائیں تخمیناً سو غلام ایستادہ تھے۔ انکے بیچ میں یہ مصاحب اور بھی تھے۔

Marfat.com

مالک ۔کیوں صاحب آپنے یہ تماشا دیکھا، کیا خوب طرز اختیار کیا ہے!!

مصاحب۔ یہ تو حقیقت میں خلیفہ ہی معلوم ہوتا ہے۔

مالک۔ ہنسکر! یہ امین الرشید کی شرارت ہے یا مامون الرشید کی۔

مصاحب۔ حضور سچ فرماتے ہیں۔ واللہ خلیفہ ہی معلوم ہوتا ہے۔

مالک۔ دوبارہ غور سے دیکھ کر۔ بیشک تمام سامان خلافت مہیا ہے۔ دو شخص جو سامنے کھڑے ہیں ان میں ایک تو بالکل جعفر وزیر السلطنۃ معلوم ہوتا ہے اور دوسرا مسرور حبشی غلام،

مصاحب۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ یہ کیا اسرار ہے۔ میری تو عقل گم ہے۔

سلسلہ کلام یہاں تک پہنچا تھا کہ کشتی نظر سے دور ہو گئی۔ تب مصاحب نے ملاح سے پوچھا کہ کیا خلیفہ اسی طرح ہر شب دجلہ کی سیر کیا کرتا ہے؟ اس نے کہا کہ "ہاں"۔ چنانچہ ملاح سے دوسرے دن ملنے کا وعدہ کر کے یہ لوگ چلے گئے۔ دوسرے دن بڈھا انعام کے لالچ سے اسی جگہ اپنی کشتی لگائے بیٹھا تھا کہ یہ لوگ آموجود ہوئے۔ اور جس وقت شاہی بجرہ سامنے سے گزرا فوراً یہ کشتی بھی اس کے پیچھے پیچھے روانہ ہوئی۔ دیکھا تو بجرے پر آج دوسرے ٹھاٹھ تھے۔ اور قریب دو سو غلاموں کے مؤدب کھڑے تھے جو کل کے غلاموں سے علاوہ تھے۔ ملاح نے آج دس دینار کے لالچ سے اس کشتی کو تیزی کے ساتھ چلایا اور دور تک بجرے کے ساتھ ساتھ چلا گیا۔ یہاں تک کہ چلتے چلتے ایک باغ کے کنارے پہنچ گئے۔ وہاں دو غلام مع سواری کے موجود تھے۔ خلیفہ کشتی سے اترا اور خچر پر سوار ہو کے باغ کی طرف روانہ ہوا۔ یہ مسافر بھی کشتی سے نیچے آئے اور دل کڑا کر کے خلیفے کے پیچھے ہو لئے۔ گرما گرم چل کر

Marfat.com

مشعلچیوں نے دیکھ لیا اور اجنبی سمجھ کر غل شور کیا۔ تب لوگوں نے اُن کو گرفتار کر کے خلیفہ کے روبرو پیش کیا۔

خلیفہ۔ تم کون ہو؟ اور یہاں کیونکر آئے ہو۔

مصاحب۔ ہم غریب الدیار ہیں۔ اور تاجرانہ حیثیت سے بغداد میں نووارد ہیں۔

خلیفہ۔ تمہاری رسائی یہاں تک کس کی سازش سے ہوئی؟

مصاحب۔ حضور! ہماری حماقت نے ہم سے سازش کر کے سیر دجلہ پر آمادہ کیا جس کی وجہ سے حضور کے خدام نے گرفتار کر لیا۔ لیکن یہ ہماری خوش نصیبی تھی کہ حضور کے دیدار فیض آثار سے مشرف ہوئے۔ اب آگے جو قسمت میں ہو۔

خلیفہ۔ اگر آپ مسافر نہ ہوتے اور کوئی بغدادی ہوتا تو ضرور ہمارے دریائی قانون کے موافق قتل کیا جاتا۔ لیکن اب آپ ہمارے مہمان ہیں۔ اطمینان سے استراحت فرمائیے اور (اپنے وزیر کی طرف مخاطب ہو کر) یہ لوگ آج ہمارے مہمان ہیں ان کو بھی اپنی بے تکلفی کی صحبت میں شریک کرو۔

وزیر۔ بہت خوب!

تھوڑی دور چل کر ایک عظیم الشان محل نظر آیا۔ جو شاہانہ طرز پر آراستہ تھا۔ وہاں پہنچکر سب لوگ اپنے اپنے قرینے سے بیٹھ گئے۔ دستر خوان چنا گیا۔ جب کھانے سے فراغت ہوئی تو دور شروع ہوا جب ان سوداگروں کی طرف دور آیا۔ تو پہلے مالک نے انکار کیا۔ خلیفہ نے اس مصاحب سے سبب انکار دریافت کیا۔ مصاحب نے عرض کیا کہ "حضور ہمارے آقا

Marfat.com

نے مدت سے شراب چھوڑ دی ہے ؛ لیکن خلیفہ نے مع یارانِ مجلس خوب ہی پی - اور مست ہو کر نشے میں جھومنے لگے - جب ان لوگوں کو کسی قدر تخلیہ حاصل ہوا - تو آپس میں اُس مکان کی آراستگی اور دیگر سامان وظروف وغیرہ کی تعریف کرنے لگے مالک نے اپنے مصاحب سے کہا کہ کیا خوب ہوتا اگر یہاں کے حالات کی مجھ پر زیادہ وضاحت ہوتی ! خلیفہ نے اِن باتوں پر کان لگائے اور دریافت کیا کہ آپ لوگ کِن خیالات میں ہیں ؟ اِدھر سے مصاحب نے جواب دیا کہ ہمارا مالک اسوقت حضور کی خوش انتظامی اور سامانِ آرائش دیکھ دیکھ کر محو ہو رہا ہے اور مجھ سے اِس کی تعریف کرتا جاتا ہے -

خلیفہ - آپ کے نزدیک یہاں کسی چیز کی کمی ہے - ؟

مصاحب - ہماری کیا مجال ہے کہ کسی کمی کا ذکر کریں بفضلہ تعالیٰ تمام سامان عیش مہیا ہیں

خلیفہ - نہیں نہیں - بلا تصنع جس چیز میں آپ کمی دیکھیں فی الفور اس سے اطلاع دیں

مصاحب - حضور ہمارے مالک کا خیال ہے کہ "شراب بلا سماع محض تضیع اوقات ہے" !

خلیفہ یہ سُنکر مسکرایا اور فوراً دستک دی - جس کے ساتھ ہی ایک دروازہ کھلا اور اُس سے ایک خادم نکلا پھر اُس نے ایک ہاتھی دانت کی مرصع کرسی لاکر بچھائی اس کے بعد ایک کنیز نہایت خوب صورت آئی اور کرسی پر بیٹھ کر عود بجانا شروع کیا - چنانچہ اُس نے چوبیس ۲۴ گتیں بجائیں جس کی ہر ہر ادا پر عقل حیران ہوتی تھی - اس کی خوب صورتی کے ساتھ خوش آوازی غضب تھی چنانچہ اس نے یہ اشعار گانا شروع کئے -

لسان الھوی منی مقلتی لك ناطق		عشق کی زبان میری آنکھوں میں بول رہی ہے -

Marfat.com

یخبر عنی انی لك عاشق	اور یہ کہتی ہے کہ میں تیرا عاشق ہوں۔
ولی شاھد من طرف قلب معذب	میرا ستمزدہ دل میرا گواہ ہے۔
وقلبی جریح من فواقك خافق	اور میرا دل تیرے فراق سے زخمی ہے اور کانپتا ہے
وکم اکتم الحب الذی قد اذابنی	جس محبت نے مجکو پگھلا دیا میں اسکو کہاں تک چھپاؤں
وقلبی قریح والدموع سوابق	دل زخمی ہے اور آنسو ہلاک کرنے والے ہیں۔
وما کنت ادری قبل حبك ما الھوی	تیرے عشق سے پہلے مجکو یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ عشق کیا چیز ہے
ولکن قضا الرحمن فی الخلق سابق	لیکن خدا کا حکم مخلوقات میں پہلے نافذ ہو چکا ہے۔

یہ اشعار کچھ ایسے دردانگیز لہجے میں گائے کہ خلیفہ پر کیفیت طاری ہوئی اور یکایک چیخ اُٹھا اور بدن کے کپڑے پھاڑ ڈالے دیر کے بعد جب ہوش آیا تو دوسری پوشاک زیب تن کی اور ذرا دیر سکوت کرنے کے بعد اس نے پھر دستک دی۔ قاعدہ اول کے مطابق دوسری لونڈی حاضر ہوئی۔ اس نے بھی عود بجانا شروع کیا۔ ان مہمانوں نے جب دیکھا کہ خلیفہ محو سماع ہے تو آپس میں آہستہ آہستہ اس طرح پر گفتگو شروع کی۔

مالک (اپنے مصاحب سے مخاطب ہو کے) یہاں تو سامان خلافت کے پورے طور پر مہیّا ہیں۔

مصاحب۔ بیشک حضور سچ فرماتے ہیں۔ آخر یہ معاملہ کیا ہے کچھ حضور نے بھی خیال فرمایا۔

مالک۔ کیا تم نے خلیفہ کے چہرے پر کوئی نشان بھی دیکھا ہے۔

مصاحب۔ جی ہاں۔ میں عرصے سے اس پر غور کر رہا ہوں۔

اس قدر گفتگو ہوئی تھی کہ خلیفہ متوجہ ہو گیا اور پوچھا کہ کیا سرگوشیاں ہیں؟ مصاحب نے

Marfat.com

نے جواب دیا کہ ہمارا مالک آپ کی اس وقت کی فیاضیوں کو بار بار ذکر کر رہا ہے۔ کیونکہ ہر ہر کنیز کے ردوبدل میں حضور نے چار جوڑے قیمتی جن میں سے ہر ایک پانچسو دینار سے کم نہ ہوگا۔ خادموں کو چاک کر کے دیدیئے۔ اس کے بعد مصاحب نے خلیفہ کا خیال تبدیل کرنے کی غرض سے برجستہ یہ اشعار پڑھے۔

بنت المکارم وسط کفک منزلا	سخاوت نے تیری ہتیلی کے بیچوں بیچ گھر بنایا ہے۔
فجمیع مالک للانام مباح	اس لئے تیرا مال تمام لوگوں کے لئے مباح ہے۔
واذا المکارم اغفلت ابوابها	سخاوت کسی دن اگر اپنے دروازے بند کرے۔
یوما فانت لقفلها مفتاح	تو تو اس کے قفل کی کنجی ہے۔

خلیفہ ان اشعار کو سنکر بہت محظوظ ہوا۔ اور فوراً حکم دیا کہ ایک ہزار دینار مع خلعت کے دیا جاے اس کے بعد دوسرا دور شروع ہوا۔ اور جب عالم کیفیت طاری ہوا تو پھر ان مہمانوں میں سرگوشیاں شروع ہوئیں۔

مالک۔ مجکو خلیفہ کی پیشانی پر ایک نشان نظر آتا ہے (مصاحب سے) میری نظر تو غلطی نہیں کرتی۔

مصاحب۔ حضور سچ ہے۔ مجکو بھی صاف نظر آرہا ہے۔

مالک۔ تو کیا اس کی نسبت دریافت کریں؟

مصاحب۔ حضور موقع نہیں ہے ذرا صبر کیجئے۔

مالک (غصے سے) مجھے قسم ہے تربت عباس کی کہ جب تک اس حال کو معلوم نہ کرلونگا اس وقت تک کچھ بھی تسکین نہوگی۔

Marfat.com

تربت عباس کا لفظ اس زور سے نکلا کہ خلیفہ چونک پڑا اور اس نے مصاحب کی طرف دیکھ کر کسی قدر خوف زدہ آواز سے دریافت کیا کہ کیا بات ہے؟ اس نے کہا کہ سب معمولی باتیں ہیں مگر میرے مالک کا ایک سوال ہے۔ آپ کو خدا کی قسم اس کا جواب صحیح دینا چاہئے گا اور وہ یہ ہے کہ "آپ کی پیشانی پر جو نشان نظر آتا ہے اس کی کیا وجہ ہے"۔ خلیفہ یہ بات سنکر ساکت ہو گیا اور دیر تک مالک اور اس کے مصاحب کو پہچاننے کی کوشش کرتا رہا بالآخر خوف زدہ ہو کر رونے لگا اور اپنا تمام واقعہ فی البدیہہ نظم میں بیان کرنے لگا اور اسی سلسلے میں ڈرتے ڈرتے یہ بھی بیان کیا۔

قد حس قلبی ان فیکم امامنا	میرا دل کہتا ہے کہ اس مجمع میں ہمارا سردار ہے۔
خلیفة هذا الوقت ابن الاطائب	جو اس زمانے کا خلیفہ اور پاک نسل سے ہے۔
وثانیکم یدعی الوزیر بجعفر	دوسرا شخص جعفر وزیر ہے۔
حقیقة یدعی صاحبا وابن صاحب	جو وزیر ابن الوزیر کہا جاتا ہے۔
وثالثکم مسرور سیاف نقمة	اور تیسرا مسرور ہے جو انتقام کے لئے جلاد ہے۔
فان کان هذا القول حقا لصائب	سو اگر یہ بات ٹھیک نکلی۔
فقد نلت ما ارجو علی کل حالة	تو بہر حال جو میں چاہتا تھا وہ مل گیا۔
وجاء سرور القلب من کل جانب	اور دل کی خوشی ہر طرف سے آ پہنچی

اگرچہ اس نے اپنے اشعار میں ظاہر کر دیا کہ میں نے اپنے تینوں مہمانوں کو پہچان لیا رہے تاہم مصاحب نے اس کے اس خیال کی تردید کی اور چاہا کہ اس سلسلۂ تقریر کو بھی ٹال دے

مگر اُس نے صاف کہدیا کہ یہ حضرت جو آپ کے مالک ہیں میں نے ان کو پہچان لیا ہے واللہ یہ
ہمارے امیرالمومنین خلیفہ ہارون الرشید ہیں اور آپ ان کے وزیر جعفر ہیں اور یہ تیسرے صاحب
مسرور ہیں۔ لہذا میں پہلے اپنی جان بخشی چاہتا ہوں کہ حضور کے لقب کے طفیل میں سیر دریا کرتا
ہوں اور اس کے بعد اپنا عرض حال کرتا ہوں امیرالمومنین۔ اصلی نام میرا علی ہے محمد جوہری کا لڑکا
ہوں۔ میرا باپ مشہور سوداگر تھا۔ جب اُس کا انتقال ہوا۔ تو دولت کثیر میرے ہاتھ آئی۔ امیرانہ طور
پر زندگی بسر کرتا تھا ایک دن دوکان پر بیٹھا ہوا تھا کہ ایک عورت خچر پر سوار میری دوکان پر آئی
تین خوب صورت کنیزیں اُس کے ہمراہ تھیں مجھ سے پوچھا کہ علی بن محمد جوہری آپ ہی ہیں؟
میں نے عرض کیا کہ ہاں۔ آپ کا غلام موجود ہے۔ پھر پوچھا کہ میرے لائق اعلے درجے کی
موتیوں کی لڑیاں ہیں۔ میں نے کہا کہ جو کچھ موجود ہے پیش کرتا ہوں اگر اُن میں سے کوئی پسند
خاطر ہو تو زہے سعادت۔ چنانچہ سو لڑیاں میں نے پیش کیں۔ لیکن اُن میں سے کوئی ایک
بھی پسند نہ آئی اور سب سے عمدہ موتی پیش کرنے کے لئے حکم دیا۔ تب میں نے ایک چھوٹی لڑی
جو میرے والد نے ایک لاکھ کو خرید کی تھی پیش کی اور عرض کیا کہ یہ وہ قیمتی سلک ہے جسکی
نظیر بمشکل بادشاہوں کے یہاں ہوگی۔ چنانچہ یہ لڑی دیکھ کر پھڑک اُٹھی اور کہا کہ "مجھے
مدت سے ایسے ہی موتیوں کی آرزو تھی" پسند آنے پر نرخ پوچھا۔ میں نے خرید کے دام عرض
کردئے قیمت سُنکر جواب دیا کہ لاگت پر پانچہزار دینار نفع کے دیئے جائینگے۔ اور ایک خوبصورت
کنیز اس کے علاوہ۔ میں نے عرض کیا کہ یہ لڑی اور اُس کا مالک دونوں حضور میں موجود ہیں
موتی بھی آپ کے ہیں اور یہ خادم بھی آپ کا غلام ہے۔" میری بات سُنکر اُٹھ کھڑی ہوئی اور

Marfat.com

کہا نہیں نفع تو تم کو ضرور لینا چاہیئے۔ پھر چلتے وقت خدا کی قسم دے کر کہا کہ قیمت لیتے مکان پر ضرور آنا۔ چنانچہ میں اُسی وقت دوکان میں قفل لگا کر ساتھ ہو لیا۔ تھوڑی دور چل کر ایک عالیشان عمارت کے دروازے پر پہنچا۔ سبحان اللہ! کیا کہنا ہے۔ نہایت رفیع الشان عمارت تھی صدر دروازے پر یہ طغرا لکھا تھا۔

الا یا دار لا یدخلك حزن		اے گھر تیرے اندر غم نہ آئے۔
ولا یعذر بصاحبك الزمان		اور تیرے مالک کے ساتھ زمانہ بے وفائی نہ کرے۔
فنعم الدار انت لکل ضیف		تو مہمانوں کے لئے نہایت اچھا گھر ہے۔
اذا ما ضاق بالضیف المکان		جب کہ مہمان کو کہیں گھر نہ ملتا ہو۔

دروازے پر چند لمحہ ٹھیرنا پڑا۔ پھر ایک کنیز اندر محل کے لے گئی۔ کہ چلئے قیمت لے لیجئے۔ چنانچہ ایوان کے ایک جانب میرے واسطے کرسی بچھا دی گئی۔ اُسی کے قریب ایک طرف حریر سرخ کا پردہ پڑا ہوا تھا اور چاندی کی کرسی پر وہ بی بی بیٹھی ہوئی تھی۔ گلے میں وہی موتیوں کا مالا تھا جو مجھ سے خریدا تھا۔ مجھے دیکھ کر کرسی سے اُٹھ کھڑی ہوئی۔ اور کہا کہ نورالدین! میں چاہتی ہوں تم میرے پاس رہو اور سلسلہ کلام ایسا چھیڑا جس کے ہر ہر فقرے سے محبت کی بو آتی تھی۔ پھر مجھ سے کہا کہ "میں اس شہر میں گمنام ہو کر رہتی ہوں۔ میرے نام سے کوئی واقف نہیں ہے۔ حلف اُٹھاؤ اور خدا کی قسم کھاؤ تب میں اپنا راز ظاہر کروں گی۔ چنانچہ میں نے قسم کھائی۔ تب کہا کہ "میں یحییٰ برمکی کی بیٹی ہوں جعفر میرا بھائی ہے۔ میرا نام دنیا ہے۔ میں نے خاندان کا نام سُنا تو مجھے کسی قدر تسکین ہوئی اور بطور معذرت کے عرض کیا کہ "میرا گناہ

Marfat.com

معاف فرمائیے حرف طمع زر مجھ کو یہاں تک لائی ہے دنیا نے کہا کہ "کچھ مضائقہ نہیں ہے کچھ نہ کچھ احسان کرنا چاہیئے۔ میں خود مختار ہوں۔ ابھی قاضی کو بلاتی ہوں" چنانچہ قاضی اور شاہد طلب کئے گئے۔ پھر قاضی سے کہا کہ "میں اپنا عقد نورالدین علی سے کرنا چاہتی ہوں۔ آپ نکاح پڑھا دیں۔ چنانچہ قاضی نے ایجاب وقبول کرکے خطبہ نکاح کا پڑھا اور دین مہر میں وہی لڑی موتیوں کی سامنے رکھ دی۔ بعد نکاح کے ہر طرف خوشی اور مبارکباد کے ترانے گائے جانے لگے۔ لحظہ بہ لحظہ خوب صورت کنیزیں عود وغیرہ بجاتی تھیں اور عمدہ راگنیاں سناتی تھیں صرف ایک شعر ان میں کا اب یاد رہ گیا ہے۔

موسی اشتیاقی فوق طور رضاکمو	میرے اشتیاق کا موسیٰ تمہارے خوشی کے طور پر ہے
فاذا شجاہ حسنکم ناجاکمو	جب تیرا حسن اس کو غم دیتا ہے تو وہ تم سے چپکے باتیں کرلیتا ہے

جب دس لونڈیاں باری باری سے عود بجا چکیں تو پھر دنیا نے عود بجانا شروع کیا اور حسب حال کچھ اشعار پڑھے جس میں اپنی محبت اور میری خوب صورتی کا ذکر تھا۔ جب میں نے اپنی بی بی سے اشعار سنے تو بیساختہ ہو کر اس سے میں نے عود لے لیا۔ اور عود کے ساتھ کچھ گنگنانا شروع کیا۔ چار بیت اس وقت بھی یاد ہیں۔

سبحان ربی جمیع الحسن اعطاک	پاک ہے وہ خدا جس نے تمام حسن تجھ کو عطا کیا۔
حتّی بقیت انا من بعض اسر اک	یہاں تک کہ تیرے گرفتاروں میں میں بھی شامل ہو گیا۔
یا من لھا ناظر تسبی الانام بہ	اپنی آنکھوں کے جادو سے اے خلائق کو گرفتار کرنیوالے
فالماء والنار فی خدیک قد جمعا	پانی اور آگ دونوں تیرے چہرے میں یک جا ہیں۔

Marfat.com

والورد جوّری[1] بنت وسط خدّاك		اور گلاب ایک گھانس ہے جو تیرے گالوں میں آگی ہے
انت الغرام لقلبی والنعیم له		تو میرے دل کی جلن بھی ہے اور نعمت بھی۔
فما اموك فی قلبی واحلاك		تو میرے دل میں بے انتہا تلخ ہے اور بے انتہا شیرین

اُس کے بعد ہم خواب گاہ کے کمرے میں جو پہلے سے آراستہ تھا چلے گئے اور سو رہے۔ غرضکہ اسی طرح ایک مہینا عیش میں گزر گیا۔ عزیز و اقارب۔ دوکان۔ مکان۔ سب یکلخت دل سے محو ہو گئے۔ اور آج تک وہی بیخودی کی حالت ہے۔ ایک دن دنیا نے حمام کا قصد کیا۔ اور مجھے قسم دے کر رخصت ہوئی کہ تا واپسی میرے خبردار باہر قدم نہ نکالنا۔ جب میں نے اقرار کیا تب وہ باہر نکلی۔ چند ہی قدم طے کئے ہونگے کہ دروازے سے ایک کہن سال عورت محل کے اندر آئی اور مجھ سے کہا کہ بیٹا تجھ کو زبیدہ خاتون نے یاد فرمایا ہے۔ میں نے معذرت کی کہ اپنی جگہ سے اُٹھ نہیں سکتا ہوں۔ قسم کھا چکا ہوں۔ لیکن اُس بڑھیا نے نہ مانا اور کہا کہ "بمقابلہ زبیدہ خاتون کی ناراضی کے کفارۂ یمین سہل ہے۔ غرضکہ مجبوراً میں اُس کے ساتھ ہو لیا۔

جب زبیدہ کے حضور میں پہنچا تو مجھے دیکھ کر فرمایا کہ نورالدین! تم ہی دنیا کے معشوق ہو"

میں نے عرض کیا کہ "حضور کا فرمانبردار غلام ہوں"۔ تب خاتون نے ارشاد فرمایا کہ "تمہارے حسن و جمال کی جیسی میں نے تعریف سُنی تھی ویسا ہی پاتی ہوں۔ اب

حاشیہ [1] جو ایک شہر کا نام ہے۔ جہاں کا گلاب تمام دنیا میں مشہور ہے۔

Marfat.com

مجھے کوئی چیز سناؤ۔ کیونکہ تم عود خوب بجاتے ہو۔" میں نے حکم کی تعمیل کی۔
میری عود نوازی سے حضرت زبیدہ بہت خوش ہوئیں رخصت کے وقت دعا دی کہ
"خدا تیرے قد و قامت اور خوبصورتی کو نظر بد سے بچائے۔ اور مجھے حکم دیا کہ دنیا کے
آنے کے قبل مکان پر پہنچ جاؤ۔ بڑھیا جو محبوبہ مکان سے لائی تھی گھر تک پہنچا آئی۔
لیکن میرے آنے سے پہلے دنیا پہنچ چکی تھی۔ میں نے چاہا کہ تخت پر جاکر بیٹھ جاؤں وہاں
کیا دیکھتا ہوں کہ دنیا تخت پر سو رہی ہے۔ میں بھی اس کے قدموں کے برابر بیٹھ گیا۔ جب
اس نے مجھے بیٹھے دیکھا تو اپنے پاؤں سمیٹ لئے۔ اور ایک ایسی لات ماری کہ میں عرش
(تخت) سے فرش پر جا پڑا اور خفا ہو کر بولی کہ نورالدین! تو نے قسم توڑ ڈالی اور مجھسے
جھوٹ بولا اور زبیدہ کے مکان پر پہنچا خدا گواہ ہے!" اگر مجھے اپنی رسوائی کا خوف
نہوتا تو قصر زبیدہ کو اسکے سر پر ڈھا دیتی۔" پھر اپنے ایک غلام کو جس کا نام صواب
تھا بلایا اور حکم دیا کہ "اس جھوٹے کمینے کی گردن اڑا دے اب مجھے اس کی ضرورت
نہیں ہے۔" صواب نے میری مشکیں کس لیں اور آنکھوں پر پٹی باندھ دی چاہتا تھا کہ قتل
کرے کہ اتنے میں محل کی سب چھوٹی بڑی لونڈیاں میری سفارش کرنے لگیں۔ اور دنیا سے
بمنت عرض کیا کہ "حضور نورالدین کا یہ پہلا گناہ ہے۔ سرکار کے مزاج سے یہ کچھ بھی واقف
نہیں تھا۔ اور آخر اس کا قصور ہی کیا تھا کہ قتل کیا جاتا ہے۔ چنانچہ کنیزوں کی سفارش سے
اس کا جنون کم ہوا۔ اور میرے قتل سے باز آئی اور کہا کہ "اچھا میں تو معاف کرتی ہوں
لیکن کوئی نشان ضرور ہونا چاہئے جو یہ بھی یاد رکھے۔ چنانچہ پھر مجکو داغا یہ نشانات اسکے

Marfat.com

ہیں۔ اور گھر سے باہر نکال دیا میں دنیا کے گھر سے اس رسوائی کے ساتھ نکلا اور اپنے اوپر ملامت کرتا تھا۔ بہ مشکل آہستہ آہستہ چل کر گھر تک پہنچا اور علاج شروع کیا۔ چند روز میں آرام ہو گیا تو دوکان کی فکر ہوئی۔ اثاث البیت کو فروخت کر ڈالا۔ زرِ ثمن سے چار سو غلام خرید کیئے۔ اور تفریح کے لئے یہ کشتی تیار کی جس میں بیٹھ کر روزانہ سیر کرتا ہوں۔ اور اپنا نام خلیفہ رکھا ہے۔ اور اس حال میں مجکو ایک سال ہو گیا ہے۔ پھر اپنی معشوقہ کو یاد کر کے رونے لگا۔ ہارون الرشید نے یہ واقعہ سُنکر بہت ہی تعجب کیا۔ اور جوان سے اجازت لے کر مکان کو واپس گیا۔ چونکہ نوجوان کی مہمانداری سے ہارون نہایت خوش تھا اس لئے ارادہ کیا کہ اس مظلوم کا انصاف کر دیا جائے۔ چنانچہ جعفر کو حکم دیا کہ دربار میں اس نوجوان کو پیش کرو۔ جعفر نے نہایت اعزاز سے اُس جوان کو پیش کیا جب خلیفہ کے حضور میں پیش کیا گیا تو شاہی قاعدے سے سلام کیا۔ اور دیر تک دعائیں دیتا رہا۔ ہارون نے بیٹھنے کی اجازت دی اور کہا کہ نورالدین! میں چاہتا ہوں کہ تمہارا افسانہ سنوں۔ کیونکہ وہ عجیب دلکش داستان ہے۔ نوجوان نے عرض کیا کہ امیرالمومنین سے معافی کا خواستگار ہوں۔ جب تک عفو قصور نہ ہو گا مجھے اطمینان نہ ہو گا۔ چنانچہ ہارون نے اُس کا قصور معاف کیا۔ اور امان دی۔ تب اُس نوجوان نے اول سے آخر تک دوبارہ اپنا حال سُنایا جب ہارون کو یقین ہو گیا کہ واقعی یہ دنیا کا بندہ ہے۔ تب نوجوان سے دریافت کیا کہ "اب بھی تم اپنی معشوقہ سے ملنا چاہتے ہو" عرض کیا کہ۔ ہاں امیرالمومنین یہی تو احسان کا وقت ہے چنانچہ جعفر کو حکم دیا کہ فوراً دنیا کو حاضر کرے۔ جعفر نے لاکر پیش

کیا تب ہارون نے دنیا سے پوچھا کہ اس نوجوان کو پہچانتی ہو؟ جواب دیا کہ امیرالمومنین! کیا عورتیں بھی مَردوں کو پہچانتی ہیں؟ یہ جواب سُنکر ہارون کو ہنسی آگئی اور کہا کہ مَیں خوب سُن چکا ہوں۔ تب دنیا نے عرض کیا کہ "جو ہونا تھا وہ ہو چکا اب میں امیرالمومنین سے معافی کی خواستگار ہوں"۔ خلیفہ نے قصور معاف کرکے قاضی کو بُلایا اور دوبارہ نورالدین علی کا دنیا سے عقد پڑھا دیا۔ چنانچہ نورالدین کی بقیہ زندگی ہارون الرشید کی مصاحبت میں نہایت عیش و عشرت سے گزری +

علاوہ اس واقعہ کے مؤرخین نے اور بھی خلیفہ ہارون الرشید اور جعفر کے باہمی تعلقات اور اتحاد کی مثالیں لکھی ہیں جو بہ لحاظ طوالت نظر انداز کی جاتی ہیں۔ ان باہمی تعلقات کا اثر سلطنت اور مُلک دونوں کے حق میں مفید ہوا۔ خلیفہ کو اپنے وزیر کے کل کاموں پر اعتبار تھا جس کا یہ نتیجہ تھا کہ جعفر بھی دل سے سلطنت کا خیرخواہ تھا مُلک میں ہر طرف امن و انتظام تھا جعفر کے عہد وزارت میں ایک ایک گاؤں میں چشمے اور نہریں جاری تھیں۔ تجارت۔ اور زراعت دونوں میں روزافزوں ترقی تھی۔ بغاوتوں اور خانہ جنگیوں کا بازار سرد تھا۔ غرضکہ جعفر کا زمانہ ہر طرح سے قابل مبارکباد تھا۔ جعفر برمکی نے جس دل سوزی سے سلطنت کا کام انجام دیا۔ بہرحال وہ اُس کا فرض منصبی سمجھا جاتا ہے۔ لیکن ہارون الرشید کی اولاد کے ساتھ تعلیم و تربیت میں جو کوشش جعفر نے کی ہے۔ اُس کے احسان سے ہارون کسی طرح سر نہیں اُٹھا سکتا تھا۔ جعفر کے زمانہ وزارت میں مامون الرشید کی اتالیقی خاصکر قابل ذکر ہے۔

Marfat.com

مامون الرشید کی اتالیقی

جس طرح سے امین الرشید نے فضل برمکی کے سایۂ عاطفت میں پرورش پائی اور تعلیم و تربیت حاصل کی اسی طرح مامون الرشید جعفر برمکی کے سپرد کر دیا گیا تھا۔ کسائی اور یزیدی جیسے مجتہد فن تعلیم پر پانچ برس کی عمر سے مقرر تھے اور عام اخلاق و عادات کی نگرانی بھی کرتے تھے۔ لیکن پوری پوری تربیت جعفر کے سپرد تھی۔ اگرچہ باضابطہ اتالیقی ۱۸۲ھ/۷۹۸ء ہجری میں ہوئی لیکن خاصکر بچپن ہی سے ماموں پر جعفر کی توجہ تھی بمقابلہ دیگر خلفا اور شہزادگان عباسیہ کے جو علمی کمالات مامون الرشید نے حاصل کئے وہ حقیقت میں جعفر کی آغوش تربیت میں پلنے کا صدقہ تھا جس کا ثبوت خود مامون الرشید کے حالات ہیں۔

علمی حیثیت سے بھی جعفر نے یحییٰ برمکی سے کچھ کم نہیں کیا۔ بلکہ ممالک اسلامیہ میں جس قدر فضل و کمال کا رواج ہوا وہ جعفر کی سرپرستی کا بدیہی نتیجہ تھا۔

جعفر کا فضل و کمال۔ ذوق علمی۔ اہل علم کی قدردانی۔ علوم کی اشاعت۔ مناظرہ۔ علمی مجلسیں۔ اور حکیمانہ اقوال

فضل و کمال

اگرچہ جعفر کے روزانہ اوقات۔ ملکی مہمات۔ اور خدمات وزارت میں صرف ہوتے تھے۔ تاہم یہ فرائض اس کے ذوق علمی کے ماتحت تھے۔ عراق۔ حجاز۔ شام۔ جیسی وسیع سلطنت کے انتظام سے جو وقت دم لینے کو ملتا تھا وہ مذاکرۂ علمیہ میں صرف ہوتا تھا۔ اسلامی علوم جن میں کمال کی ضرورت تھی وہ

بچپن میں حاصل ہو چکے تھے۔ اب خاص خاص علوم کی مشق کا زمانہ تھا۔ چنانچہ شاعری فلسفہ۔ نجوم۔ پر اس وقت جعفر کی طبیعت مائل تھی اور انھیں علوم سے خاص دلچسپی تھی۔ علما اور شعرا سے جو مباحثے ہوتے وہ اسی قسم کے ہوتے تھے۔ بیت الحکمۃ کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ فنون حکمت کی تصنیفات اور ترجمے پر عود سلطنت اور علما کا رجحان تھا۔ چنانچہ جعفر کو بھی فلسفے سے خاص رغبت تھی اور اس ذوق میں یحییٰ برمکی سے کچھ کم نہ تھا۔ چنانچہ اسی فلسفہ پسندی نے یحییٰ و جعفر کو زندقہ سے منسوب کر دیا تھا۔ چنانچہ اصمعیؒ کا یہ قول مشہور ہے ؎

اذا ذکر الشرک فی مجلس	جب کسی مجلس میں شرک کا مذکور چلتا ہے۔
اضاءت وجوہ بنی برمک	تو برمکیوں کا چہرہ چمک اٹھتا ہے۔
وان تلیت عندھم ایتہ	لیکن ان کے سامنے کوئی آیت پڑھی جائے
اتوا بالاحادیث عن مزدک	تو وہ مزدک[1] کی حکایتیں بیان کرنے لگتے ہیں۔

حاشیہ [1] کتاب المعارف ابن قتیبہ دینوری مطبوعہ مصر صفحہ ۱۳۰۔ عجم میں سب سے پہلے جس نے یہ مذہب جاری کیا وہ موبذان مزدک تھا۔ ملک قباد بن فیروز پدر نوشیروان کے زمانے میں اس نے خروج کیا۔ سب سے بڑی آرزو اس کی یہ تھی کہ گروں سے مذہب آتش پرستی مٹا دیوے۔ مزدک علم نجوم میں علامہ عصر تھا۔ اور اس کو معلوم تھا کہ عنقریب ایک ایسا شخص عرب میں پیدا ہونے والا ہے جو گبر۔ جہود۔ ترسا اور بت پرستوں کے مذہب کو دنیا سے مٹا دیگا اور قیامت تک اس کا مذہب جاری رہے گا اس لئے اس نے یہ کوشش کی کہ وہ شخص میں ہی کیوں نہ بن جاؤں۔ چنانچہ اپنے خیال کے موافق اس نے دعوت دینا شروع کیا اور یہ اعلان کیا کہ لوگوں نے ژند۔ استا کے معنے بھلا دیئے ہیں اس لئے میں مذہب زردشت کو تازہ کرنے آیا ہوں۔ اور اپنا معجزہ یہ قرار دیا تھا کہ آگ میری پیغمبری

Marfat.com

قریب قریب یہی کمال شاعری اور نجوم میں تھا۔ چنانچہ ابن الندیم نے طبقۂ شعرا میں جعفر کو جداگانہ شمار کیا ہے۔ چونکہ خود مجتہد فن تھا اس وجہ سے شعرا کی قدر کرتا اور فیاضیوں سے انکے حوصلے بڑھاتا تھا جس کے سبب سے علمی اشاعت کا ذوق وشوق سرگرم طبیعتوں میں حد سے زیادہ بڑھ گیا تھا۔ اور علم کلام کے متعلق جعفر برمکی نے جو علماء کی قدردانیاں کی ہیں اور جس طرح اس علم کی اشاعت کی ہے وہ اس کے عہد کا سب سے بڑا علمی کارنامہ ہے۔ چنانچہ واقعات ذیل[1] سے جعفر کی علمی فیاضی۔ ذوق علمی۔ اور اہل علم کی قدردانی بہت کچھ ثابت ہوتی ہے ؂

اہل علم کی قدردانی

علامہ[2] اصمعی کا قول ہے کہ میں نے تمام علوم کے حصول میں سخت مشقت کی لیکن لغت۔ تاریخ۔ انساب۔ اور اشعار عرب میں خصوصاً کمال حاصل کیا تھا۔ چنانچہ خلفاے عباسیہ کی قدردانی سنکر بصرہ سے بغداد پہنچا۔ خلیفہ

بقیہ حاشیہ ۲۲۲ پر گواہی دیتی ہے۔ چنانچہ جب اپنی حکمت عملی سے آتش خانہ سے مزدک نے شہادت دلوادی تو ملک قباد مرید ہوگیا۔ اور شاہی اثر سے یہ گروہ بہت بڑھ گیا۔ اس مذہب میں بیس مہمانوں کے واسطے صرف میزبان کی عورت خواہشات نفسانی پورا کرنے کے واسطے کافی تھی۔ علیٰ ہذا القیاس ہزاروں مسئلے تھے۔ لیکن نوشیرواں نے چونکہ مزدک کا فریب سمجھ لیا تھا۔ اس لئے اس نے باپ سے کہا کہ اگر مزدک کی پیغمبری پر۔ پانی گواہی دے تب میں قائل ہونگا۔ لیکن مزدک ان عناصر سے گواہی نہ دلوا سکا۔ اور نوشیرواں نے ملک قباد کو آتش خانہ کا فریب بھی سمجھا دیا۔ تب مزدک کنوئیں میں گرا کر مار ڈالا گیا۔ اس کے مرنے کے بعد خرمہ بنت فادہ زوجہ مزدک نے مدائن سے بھاگ کر رے میں یہ مذہب جاری کیا۔ مزدک کے تفصیلی حالات کے لئے دیکھو ہماری کتاب نظام الملک طوسی ؂

[1] کتاب الفرج بعد الشدت باب ۔ صفحہ ۳۰۰۔ وعقد الفرید صفحہ ۱۰۰ جلد ۳

[2] ابو سعید عبد الملک بن علی بن اصمع مشہور بہ اصمعی بصری۔ لغت۔ نحو۔ اخبار۔ نوادرات کا امام ہے ۱۲۳ھ ہجری میں پیدا ہوا۔ ۲۱۶ھ ہجری میں فوت ہوگیا۔ عربی علم لغت ایک حد تک اسی کی روایت سے مدون ہوا ہے۔ بلا کا ذہین تھا۔ علاوہ متفرق مضمون

Marfat.com

ہارون الرشید اس وقت سلطنت پر حکمران تھا۔ شرکت دربار کی آرزو میں آستانہ خلافت
پر روزانہ حاضر رہتا تھا اور دربان و پاسبانوں کو قصہ کہانی سنا سنا کر دوست بنا لیا تھا اور
اس امید میں رہا کرتا تھا کہ دیکھئے کس دن اقبال کا سورج اپنی روشنی پھیلاتا ہے۔ قصہ
مختصر یہ کہ مدتوں اسی امیدواری میں گزری۔ محنت شاقہ سے بسا اوقات جی گھبرا اٹھتا
تھا۔ کہ وطن کو واپس جاؤں لیکن بدرجۂ مجبوری چند روز تک اور صبر کیا۔ معمول کے موافق
ایک رات کو آستانۂ خلافت پر موجود تھا۔ کہ حاجب نے آکر دریافت کیا "کوئی شخص اسوقت
حاضر ہے جو شاعر ہو اور فنِ شعر کو اچھی طرح جانتا ہو"۔ میں نے یہ آواز سنکر (اپنے دل میں)
کہا۔ اللہ اکبر! مصیبت سے نکلنے کا وقت آن پہنچا۔ اگر تقدیر نے یاوری کی اور خلیفہ کو میرا
کلام پسند آگیا۔ تو پھر کیا پوچھنا ہے؟ اور حاجب سے کہا کہ میں عمدہ اشعار جانتا ہوں"۔
چنانچہ حاجب نے مجھے ساتھ لے لیا۔ اور مبارکباد دے کر کہا کہ "اگر خلیفہ کو تمہارا کلام پسند
آگیا تو پھر مالا مال ہو جاؤ گے اور یہ مصائب دور ہو جائینگے"۔ اور دربار شاہی میں لے جا کر ایک
ایسے موقع پر کھڑا کر دیا جہاں سے میں خلیفہ کو بخوبی دیکھ سکتا تھا اور سلام کر سکتا تھا۔ خلیفہ
ہارون الرشید ایک مسند پر جلوہ گر تھا۔ اور اس کا نورانی چہرہ مثل بدر کے چمک رہا تھا۔
اور پہلو میں وزیر اعظم جعفر برمکی بیٹھا تھا۔ خادم اپنے اپنے قرینے سے کھڑے ہوئے تھے۔
میں نے بھی خلیفہ کو سلام کیا۔ جواب سلام کا دے کر ارشاد فرمایا کہ اگر دربار کی ہیبت تم پر

بقیہ حاشیہ ۲۲۳ کے اشعار میں حرف رجز کے بارہ ہزار شعر یاد تھے۔ تصنیفات میں سے ۳۵ مفید کتابوں کی فہرست
ابن خلکان میں درج ہے۔ تذکرہ شعرائے عرب صفحہ ۱۰۴۔

Marfat.com

چھا گئی ہو تو تھوڑی دیر علیحدہ بیٹھو تاکہ خوف زائل ہو جائے۔ پھر ہمارے حضور میں اؤ تاکہ بات چیت کر سکو۔" میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر توقف کرتا ہوں تو مناسب نہیں ہے۔ کیا عجب ہے کہ تھوڑی دیر میں یہ مجلس برخاست ہو جائے۔ اور پھر مجھ کو ایسا موقع نہ ملے۔ اسلئے فوراً ہی عرض کیا کہ "امیر المومنین کی فیاضی کی روشنی نے میرے دل کی وحشت کو دور کر دیا ہے۔ مجھے کوئی خوف نہیں ہے۔ جو حکم ہو اُس کی تعمیل کروں۔ یا اجازت ہو تو میں خود ہی ابتدا کروں۔" میرا یہ برجستہ جواب سُنکر ہارون الرشید ہنسنے لگا اور جعفر کی طرف دیکھ کر کہا "سالی کہ نکوست از بہارش پیداست" یہ شخص اپنے فن میں کامل معلوم ہوتا ہے چنانچہ وزیر نے بھی تائید کی اور کہا کہ "امیر المومنین یہ شخص آپ کی فیاضیوں سے ضرور فائدہ اُٹھائیگا" پھر خلیفہ نے پوچھا کہ "تم شاعر ہو یا راوی" میں نے عرض کیا کہ راوی۔ پھر پوچھا کہ "کس سے روایت کرتے ہو" میں نے جواب دیا کہ "جس قدر اہل فن گزرے ہیں اور جن کے کلام میں شیرینی ہے" یہ جواب سنکر کہا کہ اچھا بتاؤ "اصف القارۃ من راماھا" اس مثل کے کیا معنے ہیں میں نے عرض کیا کہ "اس میں دو قول ہیں ایک یہ کہ قارہ ایک قبیلہ کا نام ہے جس کی تیر اندازی مشہور ہے اور جو ٹھیک آنکھوں پر تیر مارتے تھے اور رُماۃ الحدق کہلاتے تھے۔ یہ قبیلہ ملوک یمن کے عہد میں تھا۔ اور جنکے اعزاز کا یہ عالم تھا کہ بادشاہ کے ہم پہلو بیٹھا کرتے تھے۔ اور سلطانی موکب میں یہی لوگ سب سے آگے ہوتے تھے۔ ایک روز کا ذکر ہے کہ ایک شخص نے میدان کارزار میں آنحر پکارا "این رماۃ الحدق" یعنے وہ تیر انداز کہاں ہیں اس وقت بادشاہ نے اُن بہادروں

لہ عقد الفرید میں رماۃ الحرب لکھا ہے۔

Marfat.com

سے مخاطب ہوکر کہا تھا "انصف القارۃ من راماہا" دوسرا قول یہ ہے کہ قارہ پہاڑ کی چوٹی۔ اور اس جگہ کو کہتے ہیں جو سطح زمین سے اونچی ہو۔ قائل کی یہ مراد ہے کہ جو لوگ حلم و ثبات اور شان میں بلند ہیں وہ اس سے آمادہ پیکار ہوں" ہارون یہ جواب سُنکر خوش ہوا اور کہا کہ خوب بتلایا۔ پھر کہا کہ کچھ عجاج کا کلام بھی یاد ہے؟ میں نے عرض کیا کہ بہت کچھ۔ کہا اچھا وہ قصیدہ پڑھو جس کی ابتدا ہے "طارقا ھم طارقا" میں نے پڑھنا شروع کیا جب اس موقع پر پہنچا جہاں بنی امیہ کی مدح تھی تو میں نے اس کو چھوڑ دیا۔ اور جہاں سے منصور کی مدح تھی وہاں سے پڑھنے لگا۔ تو ہارون نے پوچھا کہ بنی امیہ کی مدح کے اشعار قصداً چھوڑ دیئے ہیں یا سہواً میں نے عرض کیا کہ قصداً۔ کیونکہ جس قدر جھوٹ کا حصہ تھا وہ اُن کے لئے چھوڑ دیا ہے۔ اور جو حصہ سچائی کا ہے وہ عرض کرتا ہوں میرا یہ جواب سُنکر جعفر پھڑک اُٹھا اور کہا "احسنت بارک اللہ علیک" بعد ختم اس قصیدے کے حکم دیا کہ عدی بن رقاع کا وہ قصیدہ پڑھو جو ولید بن یزید بن عبدالملک کی مدح میں ہے۔ اور جس کا مطلع ہے عرف الدیار توھما فاعتادھا۔ چنانچہ میں نے تیزی اور بلند آوازی سے پڑھنا شروع کیا۔ جعفر نے کہا کہ ہلکے ہلکے پڑھو تاکہ انعام سے محروم نہ لوٹو۔ ہارون الرشید نے جعفر کی طرف دیکھ کر کہا کہ "اب تو صلہ دینا مجھے لازم ہو گیا ہے لیکن آپ کو بھی میری فیاضی میں شریک ہونا پڑے گا۔ یہ گفتگو سُنکر مجھے نہایت مسرت ہوئی اور عرض کیا کہ آج مجھے عرب و عجم پر فخر کرنے کا موقع ملا ہے کیونکہ خلیفہ اور وزیر دونوں فیاضی میں ایک دوسرے

حاشیہ ۱۵ جو شخص قارہ سے تیر کی لڑائی لڑے گا اس کا انصاف کیا جاویگا +

Marfat.com

شریک ہیں یہ جملہ سنکر ہارون الرشید ہنس پڑا۔ اور کہا کہ اچھا اب ذوالرمہ کا قصیدہ پڑھو جس کا مطلع ہے "اَمِنْ حذر الھجران قلبك مطلع" میں نے کہا امیر المومنین یہ تو اسکے اشعار کی عروس ہے۔ کہا اگر یہ عروس ہے تو آخر داماد کون ہے؟ میں نے جواب دیا کہ وہ قصیدہ جس کا مطلع ہے۔ ما بال عینك منها الماء ینسكب" حکم ہوا کہ اچھا یہی سناؤ۔ جب میں اس موقع پر پہنچا جہاں اونٹ کی تعریف تھی تو جعفر ناخوش ہو کر بولا۔ کہ شاید دنیا میں اور کوئی مضمون اب نہیں رہا ہے کہ ہم اپنی قیمتی رات خارشتی اونٹ کے اوصاف سننے سنانے میں بسر کردیں۔ جعفر کے اس فقرے سے ہارون کو غصہ آگیا اور تیور بدل کر کہنے لگا کہ "بس۔ خاموش یہ وہی اونٹ ہے کہ جس نے تمہارے بادشاہوں کے (سلاطین عجم مراد ہیں) سر سے تاج اتار کر پھینک دیا اور تخت سلطنت سے زمین پر ڈال دیا۔ اور بعد مرنے کے اس کی کھال کے تازیانے بنائے گئے کہ جن سے تجھے اور تیری قوم کو مثل غلاموں کے سزا دیجاتی ہے"۔ یہ سنکر جعفر نے کہا کہ "مجھے بھی بے گناہ سزا دیگئی ہے۔ لیکن خدا کا شکر ادا کرتا ہوں۔ ہارون الرشید نے کہا کہ یہ دوسری غلطی ہے۔ الحمد للہ کہنے کا یہ کیا موقع تھا۔ ایسی کیا نعمت ملی تھی جس کا شکریہ ادا کیا گیا؟" خیر دو ایک باتوں میں یہ معاملہ رفع ہو گیا۔ باقی رات قصہ گوئی میں کٹی جب سپیدۂ صبح قریب ہوا تو ہارون الرشید نے اصمعی سے کہا میرے یہاں ایک مہمان ٹھیرا ہوا ہے اب اس کے پاس چل کر قصص و حکایات بیان کرو چنانچہ خادم نے جوتیاں سامنے لاکر رکھ دیں لیکن پہنتے وقت پاؤں میں کوئی چیز چبھ گئی تو خلیفہ خادم پر ناراض ہونے لگا۔ جعفر نے کہا کہ امیر المومنین خدا کی قسم اگر آپ ہمارے ملک کی بنی ہوئی جوتی پہنتے تو ایسی تکلیف

Marfat.com

نہ ہوتی۔ خلیفہ نے جھلا کر کہا کہ تم بار بار عجم کی مدح اور عرب کی ہجو کرتے ہو لیکن یاد رکھو کہ میں کبھی بند نہ ہونگا اور تمہاری ہر بات کا جواب دونگا۔" پھر جعفر کو حکم دیا کہ تیس ہزار درہم میری طرف سے اور اسی قدر خود اضافہ کر کے اصمعی کے پاس علے الصباح بھیج دینا۔ جعفر نے کہا کہ اگر امیر المومنین کی مجلس نہ ہوتی تو ضرور میں اس قدر دیتا لیکن اس مجلس میں خلیفہ کی برابری کرنا داخل بے ادبی ہے لیکن میں انتیس ہزار درہم دیتا ہوں" چنانچہ صبح کی نماز سے ہنوز فراغت نہیں ہوئی تھی کہ دونوں عطیے میرے پاس پہنچ گئے۔ اور اس روز سے دربار کا داخلہ میسر ہو گیا اور ایک دن کے صلہ و انعام سے میری حالت درست ہو گئی اور جعفر برمکی میرے حال پر خاص طور پر مہربانی کرنے لگا۔

(۲) عورات برامکہ کی علمی قدردانی

ابو مسلم ولید انصاری جس کو صریع الغوانی کہتے ہیں یہ برامکہ کا مشہور شاعر ہے وہ کہتا ہے کہ جب یزید شیبانی کا زمانہ بگڑ گیا۔ تب میں محتاج ہو گیا۔ اور حالت بینوائی میں بغداد پہنچکر ایک کنیز کا مہمان ہوا جس کا نام سکینہ تھا۔ یہ کنیز نہایت سلیقہ شعار تھی اور تمام امرا کے محلات میں آیا جایا کرتی تھی ایک روز فاطمہ (ملقب بہ عتابہ) جعفر برمکی کی والدہ کی خدمت میں حاضر تھی کہ کسی کنیز نے ایک غزل چھیڑی ایک دو بیت فاطمہ نے بھی سن لیئے۔ چونکہ مضمون عالی تھا۔ اور بات نصیحت کی سنکر بہت خوش ہوئی۔ سکینہ سے پوچھا یہ کس کا کلام ہے؟ اس نے کہا کہ حضور یہ غزل صریع[1] الغوانی کی ہے۔ اور یہ مشہور شاعر اتفاق روزگار سے محتاج ہو کر

[1] حاشیہ: عہد خلفاء عباسیہ میں تیسرا شاعر بھی اعلےٰ درجہ کا تھا اسکا تمام بھی شعرائے برامکہ میں گنا جاتا ہے۔ اسکا دیوان لیڈن (ہالینڈ) سے چھپکر شائع ہوا ہے

Marfat.com

ان دنوں میرا ہی مہمان ہے۔ یہ سُنکر عتابہ نے دس ہزار درہم سکینہ کو دیے اور کہا میری طرف سے یہ حقیر ہدیہ اُس کو دینا۔ اور کہدینا کہ اگر یحییٰ اور جعفر کو تمہاری اطلاع ہوئی تو وہ بھی امداد کریں گے۔" چنانچہ اس عطیے سے میں نے اپنی حالت درست کی اور درباری لباس مرتب کیا۔ اور سہیل بن عبداللہ کے ہمراہ دربار وزارت میں جانے کی تیاری کی اتفاقاً راستے میں ایک موقوف شدہ عامل سے ملاقات ہوئی۔ وہ میرا قدیم ملنے والا تھا۔ دیکھتے ہی کہا کہ "اگر جعفر برمکی کی مدح میں چند شعر کہو اور مجھے عہدے پر بحال کرادو تو پانچ ہزار درہم شکرانہ میں ادا کرونگا۔" میں نے اقرار کرلیا اور چند مدحیہ اشعار لکھے جن کا مضمون مطابق اس حدیث نبوی کے تھا کہ اطلبوا الحاجات عند حسان الوجوہ یعنے حاجت برآری اچھے ہی لوگوں سے ہوا کرتی ہے اور دربار میں پہنچکر وہی اشعار میں نے نذرانہ میں جعفر کو پیش کئے اُس سے قبل مجھے جعفر نے نہیں دیکھا تھا لیکن اشعار پڑھتے ہی بول اُٹھا کہ ربیع الغوانی تیرا ہی نام ہے میں نے عرض کیا "ہاں" یہی خادم ہے چنانچہ فوراً بیٹھنے کا اشارہ کیا پھر پوچھا کہ خاص مطلب کیا ہے میں نے اُس عامل کی سفارش کی۔ چنانچہ فوراً درخواست منظور ہوئی جب دیوان عام سے اُٹھ گیا تو مجھے بھی مجلس خاص میں طلب کیا منتخب احباب کا مجمع تھا مجلس کی ستھرائی اور آراستگی کا کیا کہنا ہے شاید کسریٰ اور قیصر کو ایسی مجلس میسر ہوئی ہو دوسروں کا تو کیا ذکر ہے۔ وہ رنگ دیکھ کر میں حیرت زدہ رہ گیا۔ چونکہ بے تکلف دوستوں کا مجمع تھا اس لئے ساز چھیڑا گیا اور دورِ شراب چلنے لگا جعفر نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا کہ "اپنا کلام سناؤ" میں نے حسب حال پڑھنا شروع کیا۔ چند ہی بیت پڑھے تھے کہ چاروں طرف سے نعرۂ تحسین بلند ہونے لگا۔ اس لطف صحبت

Marfat.com

کے ساتھ دور برابر جاری تھا۔ جب ساقی مجھ تک پہنچا میں نے عرض کیا کہ "معافی چاہتا ہوں کیونکہ میں نے آج تک پی ہی نہیں ہے" جعفر نے کہا "خوب۔ شراب کی تعریف میں ساحری کھلانا اسکے خواص اور اندرونی اثرات کا بیان کرنا کیونکر ممکن ہے۔ جبتک کہ وہ منہ نہ لگائی گئی ہو۔ کچھ ہی ہو۔ آج تو ایک گلاس پینا پڑیگا۔ چنانچہ جعفر کے اصرار سے طوعاً و کرہاً ایک ساغر چڑھا گیا۔ میرے اس فعل سے جعفر کو نہایت شرمندگی ہوئی اور کہا کہ "ابو مسلم میں تمہارے حسن ادب سے خوش ہوا اس کا صلہ ملیگا" جب سب لوگ چلے گئے صرف جعفر اور میں باقی رہگیا اس وقت جعفر نے کہا اب تم کو ایک کنیز دکھلاتا ہوں جس کی مثال نہیں ہے اور ایسی راگنیاں سنواتا ہوں جو تم نے کبھی نہ سنی ہونگی۔ چنانچہ ایک کنیز کو طلب کیا جس وقت وہ میرے سامنے آئی تو یہ معلوم ہوا کہ گویا سورج نکل آیا۔ اس کے حسن کا یہ عالم تھا کہ شعرا دیوان کے دیوان مدح میں لکھ ڈالیں تاہم اس کے حسن کی تعریف ختم نہ ہو سکے۔ جعفر نے حکم دیا کہ بربط پر کوئی عمدہ غزل سناؤ۔ اس کنیز نے اس کمال سے بربط بجایا کہ جعفر بے خود ہو گیا اس پر خوبی قسمت سے یہ طرہ ہوا کہ یہ غزل بھی میری ہی تھی۔ جب جعفر کو ہوش آیا تو پوچھا کہ یہ کس کی غزل تھی میں نے عرض کیا کہ بندہ ربیع الغوانی کی۔ لیکن اس کی راگنیوں نے مجھے بھی بیچین کر دیا تھا اس لئے جعفر نے حکم دیا کہ مسلم اس کنیز کو دختر کہہ کر پکارو تاکہ تمہیں اس کا دیکھنا مباح ہو جائے۔ میں نے حکم کی تعمیل کی تب وہ مجھ سے ہم کلام ہوئی میں اس کی طباعی اور ذہانت کی تعریف نہیں کر سکتا ہوں کیونکہ اس نے ایک تھوڑی دیر میں میری بہت سی غزلیں یاد کر لیں اور اس غزل کو جس پر جعفر کو غشی کی نوبت

Marfat.com

پہنچی تھی۔ کمال موسیقی سے سوطرز پر گایا۔ لیکن اتفاق سے اس غزل میں صرف چار ہی بیت تھیں۔ جعفر نے خوش ہو کر حکم دیا کہ "حریع العوانی کو اس غزل کا صلہ چار سو دینار دیا جائے۔ یہ حکم سنکر مجھے اپنی تقدیر پر افسوس آیا کہ کاش یہ غزل طولانی ہوتی۔ جب مجھے انعام مل چکا تو کنیز نے عرض کیا کہ اے وزیر عالم پناہ! شاعر کو چار سو دینار اس غزل کا صلہ دیا گیا اور جس نے ان اشعار کو سو طرح پر سنایا۔ اس کو بھی اسی قاعدے کے مطابق صلہ ملنا چاہیئے" چنانچہ جب مجھے انعام مل چکا تو میں رخصت ہوا۔ چلتے وقت کنیز نے کہا کہ اگر حکم ہو تو میں بھی اپنے باپ کی خدمت کروں۔ جعفر نے کہا کہ مناسب ہے۔ چنانچہ اس کنیز نے ایک ڈبہ گرانبہا جواہرات کا اور قیمتی لباس۔ اور ایک خوب صورت لونڈی پیش کی۔ میں نے یہ تحفے لیا اور رخصت ہوا۔ بعد کو معلوم ہوا کہ اس کنیز کا نام ریحان تھا۔ چنانچہ میں نے بھی ریحان کو عمدہ تعلیم دی۔ اور نہایت عمدہ اشعار اس کو یاد کرائے۔ پھر تو اس کا یہ حال تھا۔ کہ نہایت عمدہ شعر کہنے لگی۔ اور مجھ سے بہت کچھ سلوک کیا۔ چنانچہ علاوہ عطیات جعفر کے میں نے حساب کیا تو دو سو قیمتی جوڑے ۲۳ ہزار مثقال چاندی، ۲۰ دانہ مروارید گرانمایہ اور ایک ڈبہ قیمتی جواہرات کا ریحان سے وصول ہوا تھا۔

فصاحت و بلاغت

خاندان برامکہ کی فصاحت و بلاغت عموماً تمام مورخوں کو تسلیم ہے لیکن جعفر برمکی کی خوش بیانی اور برجستہ گوئی کا مؤرخین نے خصوصاً اعتراف کیا ہے۔ ثمامہ[1] بن اشرس کا قول ہے کہ میں نے جعفر برمکی اور

حاشیہ [1] تاریخ الخلفاء سیوطی۔

Marfat.com

مامون الرشید سے زیادہ فصیح کسی اور کو نہیں دیکھا۔ اور علامہ حصری نے زہر الاداب میں اس روایت کو ان لفظوں میں لکھا ہے کہ جعفر برمکی وقت تقریر کے کسی موقع پر نہ رکتا تھا نہ سلسلۂ کلام میں الفاظ و معنے کی تکرار ہوتی تھی۔ لغو اور فضول باتوں کا تو کیا ذکر ہے۔ جس فن پر گفتگو کرتا تھا جب تک اس کا سلسلہ ختم نہ ہو جائے دوسرے پہلو پر بحث نہ کرتا تھا۔ اور ایک گفتگو کے بعد جب دوسری شروع کرتا تو پچھلی تقریر پہلی سے زیادہ مؤثر اور دل کش ہوتی تھی۔ غمگین کو ہنسا دینا۔ عابد و زاہد کے دل پر قبضہ کر لینا اس کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔ اعلیٰ درجے کے اشعار۔ نوادرات۔ ضرب المثل۔ قصص و حکایات میں اس کی معلومات انتہائی درجے پر تھی۔ باوجود اس کے فصاحت کا منبر بڑھا رہتا تھا۔ اور سہل[ع] بن ہارون کا قول ہے کہ اگر کلام کو موتی اور گفتگو کو جوہر فرض کیا جائے تو خدا کی قسم یحییٰ و جعفر برمکی کا کلام ہے میں نے اس زمانے کے بڑے بڑے شیوا بیان لوگوں کو دیکھا ہے وہ سب اس کے قائل تھے کہ بلاغت کی تکمیل انہیں دونوں سے ہوئی ہے اور انھیں پر اسکا خاتمہ ہو گیا۔ سچ تو یہ ہے کہ اگر دنیا ان کے عہد زندگی پر فخر کرے تو کچھ ناز یبا نہیں ہے۔" اور اسی فصاحت و بلاغت کا اثر تھا کہ خلیفہ ہارون الرشید نے امین و مامون کو قبائل عرب میں نہیں بھیجا بلکہ فضل و جعفر کے سپرد کر دیا تھا۔ جن کی تعلیم سے ان کی فصاحت آج تک ضرب المثل ہے۔ ابو عثمان عمرو جاحظ[ع] لکھتا ہے کہ "جعفر برمکی جب کسی مضمون

[ع] صفحہ ۳۰۵۔ حاشیہ عقد الفرید جلد ۱ [ع] صفحہ ۱۱۱ جلد ۳ و صفحہ ۳۰۵ جلد اول عقد الفرید ✤ [ع] اکرام الناس۔ ابو عثمان عمرو بن بحر بن محبوب الجاحظ بصری علماے ادب میں بہت بڑا فصیح و بلیغ گزرا ہے ابو اسحاق نظام معتزلی کا شاگرد تھا۔

پر گفتگو کرتا تھا تو کسی عالم کو جرأت نہ ہوتی تھی کہ اُس کے مقابلے میں لم و لانسلم کہہ سکے بلکہ محویت ہو جاتی تھی اور نہایت خاموشی سے اُس کی تقریر سنا کرتے تھے۔

جعفر برمکی کے توقیعات۔ اور خطبے اگرچہ کمیاب ہیں۔ لیکن اُس کے بعض اقوال جو کُتب ادب میں پائے جاتے ہیں۔ اُن کے ہر ہر فقرے سے شُستہ بیانی کی شہادت ملتی ہے۔ ایک موقع[1] پر کسی نے ایک عامل کی شکایت میں ایک درخواست پیش کی اُس پر جو حکم لکھا ہے اُس کے یہ الفاظ ہیں۔

قد کثر شاکوك وقل شاکروك	تیرے شاکی بہت ہیں اور شکر گزار کم۔
فاما اعتدلت واما اعتزلت	یا تو اعتدال اختیار کر یا الگ ہو جا

ثمامہ[2] کا قول ہے کہ ایک مرتبہ میں نے جعفر برمکی سے سوال کیا کہ بیان کی کیا تعریف ہے اُسکے جواب میں کہا

بقیہ حاشیہ ۲۳۲ - اور خود بھی ائمہ معتزلہ میں تھا۔ اس کے مفید تصنیفات میں سے کتاب البیان والتبیین نہایت مشہور ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ یہ اول درجہ کا بدشکل تھا۔ اور اس کی آنکھیں باہر کو نکلی ہوئی تھیں۔ جس کو دیکھ کر لڑکے سہم جاتے تھے۔ آخر عمر میں مفلوج ہو گیا تھا۔ ۹۰ سال کی عمر میں بمقام بصرہ ۲۵۵ھ ہجری میں فوت ہوا۔ ایام مرض میں اکثر یہ شعر پڑھا کرتا تھا۔

اترجوا ان تکون وانت شیخ	جیسا تو عالم شباب میں تھا کیا پیری میں بھی ویسا ہی
کما قد کنت ایام الشباب	ہونے کی امید رکھتا ہے۔
لقد کذبتك نفسك لیس ثوب	تیرے نفس نے اب تجھکو فریب دیا ہے اور یہ ظاہر ہے
خلیق کالجدید من الثیاب	کہ پرانا کپڑا نئے کے برابر نہیں ہوتا ہے۔

(نزہتہ الالبا صفحہ ۲۵۴) [1] ابن خلکان صفحہ ۱۳۰ [2] کامل اثیر نے جو الفاظ لکھے ہیں اُس پر علامہ حصری مؤلف

ان یکون الاسم محیطا بمعناک مخبرًا عن مغزاک مخرجا من الشرکۃ غیر مستعان علیہ بالفکرۃ۔	لفظ مطلب پر احاطہ کرے اور مقصود کو بتا دے اور دوسرے پہلو کا احتمال نہ رہنے دے اور تفکر سے اعانت نہ لی گئی ہو۔ (یعنے آورد نہو)

کتابت علم انشا اور کتابت میں بھی جعفر برمکی عمر بن[1] مسعدہ وغیرہ سے بڑھکر تھا۔ تمام فرامین احکام۔ توقیعات۔ سلطنتہاے غیر کے معاہدے اپنے قلم سے لکھتا تھا۔ اور اس[2] فن میں اس قدر کمال بہم پہنچایا تھا کہ جعفر برمکی کے عام توقیعات بازاروں میں ایک ایک اشرفی کو بکتی تھیں اور فن انشا کے شائق بڑے شوق سے مول لیتے تھے۔ چونکہ خود اہل فن تھا اس وجہ سے کتاب اور خوشنویسوں کی عزت افزائی کرتا تھا۔ اور انکے کمال کا معترف ہوتا تھا۔ ایک عمدہ تحریر دیکھ کر جعفر بہت خوش ہوا چنانچہ اس کا یہ قول[3] مشہور ہے۔

الخط خیط الحکمۃ ینظم فیہ منثورھا ویفضل فیہ شذورھا	خط حکمت کا دھاگا ہے جس میں حکمت کے بکھرے ہوئے موتی گوندھے جاتے ہیں اور اسکے زرین دانے ممتاز رہتے ہیں۔

بقیہ حاشیہ ۲۳۳ زہر الآداب نے اس قدر اور اضافہ کیا ہے ویکون سلیما من التکلف۔ بعیدا من الصنعۃ۔ بریا من التعقید غنیا من التاویل صفحہ ۱۰۷ حاشیہ عقد الفرید جلد اول

[1] عمر بن مسعدہ المتوفی ۲۱۵ھ ۸۳۰ء ہجری فن کتابت میں بے مثل و یگانہ روزگار تسلیم کیا گیا ہے اس کی یہ صفت تمام فاضلوں کو تسلیم ہے کہ بڑے بڑے مضمون کو مختصر الفاظ میں اس خوبی سے ادا کرتا تھا کہ مضمون کا اصلی اثر اور زور پورا قائم رہتا تھا۔ مامون الرشید کا کاتب تھا۔ زہر الآداب میں جا بجا اس کے علم انشا کے نمونے لکھے ہیں لیکن جعفر برمکی عمرو کی تحریروں کو اکثر کاٹ دیا کرتا تھا۔ اور بطور ہدایت کے اسی کاغذ کی پشت پر لکھ دیا کرتا تھا۔ چنانچہ عمرو نے جو خط حمزۃ الحروری کے نام لکھا تھا اسکو پڑھ کر جعفر نے یہ الفاظ لکھ دئے تھے اذا کان الاکثار ابلغ۔ کان الایجاز مقصرا واذا کان الایجاز کافیا کان الاکثار عیبا۔ زہر الآداب حاشیہ عقد الفرید صفحہ ۱۶۰ جلد ۲ [2] المامون حصہ دوم صفحہ ۲۵۷ [3] شریشی جلد ۱ صفحہ ۸۲ اور کامل اثیر میں بھی لکھا ہے۔ مگر اسکے یہ الفاظ ہیں الخط سمط الحکمۃ بہ تفضل شذورھا۔ وینظم منثورھا جلد

اور اپنے کُتّاب[1] کو ہمیشہ یہ نصیحت کیا کرتا کہ "اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارا کُل کلام توقیع کے درجہ پر پہنچ جاوے تو ابتدا ہی سے ایسی کوشش کرو" اور اس سے بڑھ کر فن کتابت کا کمال اُس تحریر سے معلوم ہوتا ہے جو جعفر نے اپنے میر منشی محمد بن[2] اللیث کے نام لکھی تھی لہذا اُسکے چند فقرے ہم بھی نقل کرتے ہیں جس سے جعفر کے علم انشا اور کتابت کی تصدیق ہوتی ہے اور یہ تحریر حقیقت میں محمد بن اللیث کے اُس خط کا جواب ہے جس میں اُس نے جعفر سے پوچھا تھا کہ خط کی پاکیزگی کے لئے کیا کیا چیزیں ضروری ہیں۔

اما بعد فلیکن قلمك محرفا لا متینا ولا رقیقا ضیق القلب فابرہ بریا مستویا کمنقار الحمامة اعطف بطنه ورقق شفرتیه ولیکن مدادك فارسیا خفیفا اذا وزنته فانقعه لیلة ثم صفه فی الدواة ولیکن قرطاسك رقیقا مستوی النسج مخرج السحاة مستویا من احدی الطرفین الی آخره فلیست تستقیم السطور الا فیما کان کذلك ولیکن اکثر مطك فی اطراف القرطاس الذی فیه یسارك واقله فی الوسط ولا تمط	حمد و نعت کے بعد معلوم ہو کہ اول تو قلم ایسا بنانا چاہئے جو ترچھا ہو لیکن زیادہ سخت اور نازک نہو شگاف تنگ ہو اور برابر سے اس طرح پر تراشا جائے جیسے کبوتر کی چونچ ہوتی ہے گہراؤ کی طرف ذرا جھکا ہو اور قط کی جگہ باریک ہو اور روشنائی فارسی ساخت کی وزن میں ہلکی ہو اور تمام رات اسکو بھگو کر صبح کو دوات میں چھوڑ دو۔ اور کاغذ باریک ہو۔ اور بناوٹ میں برابر اور اسکو اس طرح پر موڑو کہ ایک جانب کی موڑائی اسکے آخر تک برابر ہو ورنہ سطریں سیدھی نہ آئینگی۔ اور یہ بھی ضرور ہے کہ لکھتے وقت زیادہ کھینچاؤ کاغذ کے بائیں جانب ہونا چاہئے۔ پھر وسط میں کم اور دوسری جانب

حاشیہ [1] صفحہ ۱۰۴ عقد الفرید جلد اول [2] شریسی جلد ۱ صفحہ ۸۲۔

فی الطرف الاخر والمط نصف الحظ ولا یقوی علیہ الا العاقل ولا احسب العاقل یقوی علیہ ایضاً الا بالنظر الی الید فی استعمالها الحرکۃ - والسلام	بالکل نہو - کیونکہ یہ کشش نصف تحریر کے برابر ہے - لیکن ان امور پر دانشمند آدمی قابو پا سکتا ہے - اور وہ بھی اس وقت جب کہ اپنی ہاتھ کی حرکت کا خیال رکھے[1] - والسّلام -

مناظرہ اور علمی مجلسیں

جعفر کی علمی مجلسیں اور اُس کے مناظرے کے حالات علم ادب کی جان ہیں - لیکن خاص خاص مناظرے - اور علمی بحثیں - جس سے جعفر کی وسعت نظر - ذکاوت ذہنی - اور زور تقریر کا حال معلوم ہو کمیاب ہیں - کسی قدر حالات جعفر کے علمی کمالات کے اُس مناظرے سے معلوم ہو سکتے ہیں جو دربار ہارون الرشید میں شعر کی فصاحت و بلاغت اور تشبیہات پر ہوا تھا اور جس کو شارح مقامات حریری نے بجنسہ نقل کیا ہے جعفر کو مناظرہ اور مباحثہ کی یحییٰ نے خاصکر تعلیم دی تھی - اور اس مقصد میں کامیابی حاصل کرنے کی غرض سے ایک خاص علمی مجلس[2] قائم تھی - جس میں اکثر مباحثات ہوا کرتے تھے - چنانچہ اسی انجمن کی مشق کا نتیجہ تھا کہ جعفر کی زبان اُن مناظروں میں بھی جس میں اصمعی اور ہارون الرشید وغیرہ ایک فریق ہوتے تھے نہیں رکتی تھی - اور برجستہ جوابات دیتا تھا -

سعید[3] بن ہرثمہ ادیب (علمائے عراق سے تھا) کا قول ہے کہ فضل بن ربیع اگرچہ ایک کامل

حاشیہ [1] جلد دوم صفحہ ۱۷، عقد الفرید میں یہ خط مفصل موجود ہے - جس میں علاوہ ہدایات مذکورہ کے مفردات مکتبا عروف کے لکھنے کی خاص ہدایتیں ہیں - [2] اس کمیٹی کا ناظم (سیکرٹری) ہشام ابن الحکم تھا - کتاب الفہرست ابن الندیم [3] اکرام الناس صفحہ ۱۸۱ و ابن خلکان ۱۲۱ -

Marfat.com

مناظرہ فضل بن ربیع و جعفر برمکی

شخص تھا۔ لیکن برامکہ سے اس کو کوئی نسبت نہ تھی اور فضل کی ہمیشہ یہ آرزو رہی کہ برامکہ کا تمام امور میں حریفِ مقابل بنجائے اس وجہ سے فضل و یحییٰ سے بھی چھیڑ چھاڑ کیا کرتا تھا لیکن جعفر۔ فضل کو منہ نہیں لگاتا تھا بلکہ فضل سے مناظرہ کرنا خلاف شان سمجھتا تھا۔ لیکن اتفاق سے ایک دن دونوں میں مناظرہ شروع ہوگیا۔ ہارون الرشید خاموشی سے دونوں کی بحث سن رہا تھا۔ جعفر کی تقریر میں اس بلا کا جادو تھا کہ اس کا اثر کل دربار پر پڑتا تھا۔ لیکن فضل کی تقریر الجھی ہوئی تھی۔ اور مناظرے میں ادب کا پہلو بالکل چھوٹ گیا تھا اور بہت ہی بے باکانہ گفتگو کر رہا تھا۔ جب فضل چیختے چیختے تھک گیا اور اس کا گلا بالکل خشک ہوگیا اور مناظرے میں بند ہوگیا۔ تب سلیمان بن جعفر (ہارون الرشید کا ایک مصاحب) نے فضل کی حمایت میں گفتگو کرنا شروع کی۔ ہارون الرشید نے فوراً سلیمان کو روکدیا اور کہا کہ یہ موقع دونوں کے امتحان کا ہے۔ کسی کی حمایت نہونا چاہئے۔ مجھے یہ دیکھنا منظور ہے کہ ان میں سے کون سب سے زیادہ فصیح و بلیغ ہے اور دونوں میں کسقدر تفاوت ہے تھوڑے وقفہ کے بعد فضل نے پھر مباحثہ شروع کیا اس مرتبہ جعفر نے غصے ہوکر فضل کو مخاطب کرکے کہا کہ "اے لقیط[1] چپ رہ"۔ یہ سنکر فضل جھلا اٹھا۔ اور کہنے لگا۔ کہ امیر المومنین! آپ گواہ رہیں۔ جعفر نے بڑی سخت کلامی کی ہے"۔ جعفر نے خلیفہ کو مخاطب

---

[1] جو بچہ راستہ میں پڑا ہوا ملے اور کوئی اس کو پرورش کرلے تو وہ لقیط کہلاتا ہے گویا اس کا یہ مطلب تھا کہ فضل کے باپ کا پتہ نہیں ہے اور وہ گمنام ہے جس کو کوئی نہیں جانتا۔

Marfat.com

کرکے کہا کہ ملاحظہ کیجئے "معلوم نہیں کہ یہ جاہل آپ کو گواہ بنا کر کس عدالت میں کھڑا کرے گا۔ حالانکہ یہ نہیں سمجھتا کہ حاکم الحکام تو حضور ہیں۔" جعفر کے اس برجستہ جواب پر زور سے قہقہ لگا اور فضل شرمندہ ہو کر چپ ہو رہا۔ خلیفہ ہارون الرشید نے کہا کہ جو شخص اپنا مرتبہ نہ جانتا ہو۔ اور جس کو اپنے علم کا بھی علم نہ ہو اس کو ہمیشہ ایسی ہی خجالت ہو گی جیسی آج سر دربار فضل بن ربیع کو ہوئی۔ چونکہ علمی بحث کا اب خاتمہ ہے لہذا اس کے حکیمانہ اقوال سے صرف ایک دو قول نقل کیے جاتے ہیں جس سے جعفر کی بیدار مغزی اور معاملات سلطنت میں کمال ہوشیاری پائی جاتی ہے۔

جعفر کے حکیمانہ اقوال

الخراج[1] عماد الملوك۔ وما استغزوا بمثل العدل وما استنذروا بمثل الظلم واسوء الاموّ فی خراب البلاد تعطیل الارضین وهلاك الرعیة۔ ومثل السلطان اذا اجحف باهل الخراج حتی یضعفوا عن عمارة الارضین مثل من یقطع لحمه ویاکله من الجوع فهو ان شبع من ناحیة فقد ضعف من ناحیة اخری وما ادخل علی نفسه من الضعف والوجع	خراج بادشاہوں کا ستون ہے۔ عدل سے بڑھکر کسی شے میں عزت نہیں اور ظلم سے زیادہ خوف بادشاہوں کو نہیں ہوتا ہے رعایا کے ہلاک کرنے اور ناراضی کی پرتی ڈالدینے سے بہت ہی جلد ملک تباہ ہو جاتا ہے۔ جو بادشاہ اپنی رعایا کو یہاں تک ستاوے کہ وہ زمین کے آباد کرنے میں عاجز ہو جائیں اسکی مثال اس شخص جیسی ہے کہ جو بھوک سے تنگ ہو کر اپنے ہی بدن کا گوشت کاٹ کر کھانا شروع کرے اگرچہ ایک طرف سے اسکا پیٹ بھر لیگا لیکن دوسری طرف سے وہ ضعیف ہو جائے گا

حاشیہ [1] مستطرف فی کل فن مستطرف جلد اول صفحہ ۹۸ مطبوعہ مصر۔ عقد الفرید صفحہ ۱ جلد اول۔

Marfat.com

اعظم مما دفع عن نفسه من الم الجوع ومثل من كلف الرعية فوق طاقتهم كالذي يطين سطحه بتراب اساس بيته واذا ضعف المزارعون عجزوا عن عمارة الارضين فيتركونها فتخرب الارض ويهرب المزارعون فتضعف العمارة ويضعف الخراج وينتج من ذلك ضعف الاجناد۔ واذا ضعف الجند طمع الاعداء في السلطان

(۲) اذا احببت انسانا من غير سبب فارج خيره واذا ابغضت انسانا من غير سبب فتوق شره

اور یہ درد و تکلیف اُسپر بھوک کی مصیبت سے کہیں زیادہ سخت ہوگی۔ اور جس نے رعایا کو اُنکی طاقت و قوت سے زیادہ ستایا اُسکی مثال بالکل ایسی ہے جیسے کوئی شخص اپنے مکان کی بنیاد سے مٹی کھود کر دیواروں کی کہگل کرے۔ اور جب کاشتکار کمزور ہو جاتے ہیں تو زمین کے آباد کرنیسے معذور ہوتے ہیں۔ اور اسکو چھوڑ کر چلے جاتے ہیں تب زمین خراب ہو جاتی ہے جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ملک کی آبادی کم ہو جاتی ہے اور خراج گھٹ جاتا ہے اور اس کل کا یہ اثر ہوتا ہے کہ آخر کو فوج کمزور ہو جاتی ہے۔ اور جب فوج کمزور ہوئی تو دشمن بادشاہ کو لالچ کی نظر سے دیکھنے لگتے ہیں۔

جب کوئی شخص کسی سے بلا سبب محبت کرتا ہے تو فائدے میں رہتا ہے

اور جب بلا سبب عداوت کرتا ہے تو نقصان اُٹھاتا ہے

سخاوت اور فیاضی کے متعلق اس خاندان میں سب کے مقولے مشہور ہیں۔ چنانچہ ابراہیم الموصلی کہتا ہے کہ فیاضی میں جعفر[۲] کا یہ قول تھا "کسی شخص کی حاجت روائی میں اگر توقف ہو جائے تو اُس سے معذرت کرنا چاہئے۔ کیونکہ حاجت مند بہ درجہ مجبوری مانگتا ہے اور یہ معذرت[۳] صدق نیت پر دلالت کرتی ہے۔

حاشیہ ۱ اعلام الناس صفحہ ۱۶۷ مطبوعہ بمبئی ۲ عقد الفرید جلد اول صفحہ ۱۳۰ مطبوعہ مصر ۳ علم ادب کی کتابیں جعفر برمکی کے مقولوں سے لبریز ہیں لیکن اصل کا سو ترجمہ کے لکھنا خالی از تکلف نہیں ہے ناظرین کتب ادبیہ کی سیر کریں۔ عقد الفرید سے چند مقولے اور لکھے جاتے ہیں۔

(۱) نوکر کی شکایت کے جواب میں غذ باذنه وراسه فهو مالك

Marfat.com

جعفر کے عام اخلاق وعادات

فیاضی

جعفر کے عام اخلاق وعادات پر ریویو کرنے سے پہلے یہ کہنا بے جا نہوگا کہ عرب کے طبقۂ وزرا میں کوئی وزیر ایسا نہیں گزرا ہے کہ جو علم۔ تدبیر۔ دانائی۔ عالی حوصلگی۔ اخلاقی فضائل میں جعفر کا دعویدار ہو۔ اور اگر بفرض محال کسی صفت میں کوئی سہیم ہو بھی تو یہ دعوےٰ نہیں کیا جاسکتا ہے کہ فیاضی میں بھی جعفر سے افضل ہوا ہو۔ ایک عجمی مؤرخ لکھتا ہے کہ زوال خاندان برامکہ کے بعد پچھلے زمانے میں اگر کوئی بغداد کا امیر کبیر مفلس ہوجاتا اور سخت مصائب کے بعد حصول مراد میں کامیاب ہوتا تو خدا سے یوں عرض کرتا تھا کہ اے خدا! معلوم نہیں زمانۂ ازل میں میں نے تیرے حضور میں کیا قصور کیا تھا کہ جس کی یہ سزا دی گئی کہ بعد زمانہ برامکہ کے پیدا کیا گیا۔ جعفر کی خداپرستی۔ حلم۔ تواضع۔ اور بے ریا سخاوت بھی مذکورۂ بالا قول کی حقیقت میں مصداق ہے۔ فضل برمکی بھی اگرچہ فیاض تھا مگر اس میں کبر۔ اور غرور بھی تھا۔ لیکن جعفر میں علاوہ فیاضی کے عفو۔ ترحم۔ اور خاکساری اعتدال سے بڑھ کر تھی بعض خدام اور شعرا بدزبانیاں کرتے تھے مگر وہ اپنی فیاض طبیعت سے درگزر کرتا تھا۔ اور انعام اور صلات سے

حاشیہ صفحہ ۲۳۹ (۲) ایک شخص کی سفارش عامل سے
(۳) قیدی کی عرضی پر حکم
(۴) تجردی کی شکایت
(۵) بار بار اعانت کی درخواست
(۶) ایک عامل کو ہدایت

کن له کابیه ولو کان مکانك
الجنایة حبسته والتوبة تطلقه
الصوم لك وجاء
دع الضرع یدر لغیرك کما در لك
اجعل وسیلتك الینا ما یزیدك عندنا

Marfat.com

اُن کی زبانیں بند کرتا تھا۔ علّامہ سیوطی اپنے رسالہ **مشتہے العقول فی منتہی النقول** میں تحریر فرماتے ہیں کہ "ایک شاعر نے جعفر کی ہجو میں ایک قصیدہ لکھا سُنکر قصور معاف کر دیا۔ اور پانچہزار دینار صلہ دیکر رخصت کیا۔ اور اسی موقع پر علامۂ موصوف لکھتے ہیں کہ علما۔ حکما۔ عظماء۔ اور ندما۔ میں سے کوئی بھی ایسا نہ تھا کہ جو جعفر کی فیاضی سے محروم رہا ہو۔ جعفر اُن کے حق میں ابر رحمت تھا۔ جو ہمیشہ فیاضی کی بارش کیا کرتا تھا۔"

اپنے زمانۂ حکومت میں اکثر جعفر نے پچاس پچاس ہزار دینار لوگوں کو بلا غرض بانٹ دئے۔ چنانچہ عرب[1] کی یہ مثل "بترمک فلان" جعفر کی فیاضی سے قائم ہوئی ہے۔ جعفر کی یہ علمی فیاضی بھی یادگار ہے کہ اُس نے ایک مجمع میں جس میں ایک ہزار شاعر موجود تھے سب کو ایک ایک ہزار درہم مرحمت فرمائے۔ بلاشبہ اسی قسم کے انعامات تھے۔ جس نے شعرا کی زبان مدح میں کھول دی تھی۔ **اشجع سلمی** کہتا ہے[2]۔

علمی فیاضی

یرید الملوک مدی جعفر	سلاطین جعفر کی ریس کرنی چاہتے ہیں۔
ولا یصنعون کما یصنع	لیکن کام ویسے نہیں کرتے جیسے جعفر کرتا ہے۔
ولیس باؤسعهم فی الغنی	جعفر اوروں سے دولتمندی میں زیادہ نہیں۔
ولکن معروفه اوسع	لیکن فیاضی میں زیادہ ہے۔
بداهته مثل تفکیره	اس کا فی البدیہہ اور فکر کرنا دونوں یکساں ہے۔
متی تلقه فهو مستجمع	جب تم اُس سے ملو تو وہ تمام صفات کا جامع ثابت ہوگا۔

حاشیہ [1] اعلام الناس صفحہ ۱۶۷ [2] شریشی شرح مقامات حریری جلد اول صفحہ ۴۴ مطبوعہ مصر خیریہ پریس۔

جعفر کی فیاضی کی شہرت عالمگیر تھی۔ عرب کا ایک ایک قبیلہ۔ اور ہر ہر قبیلے کے مرد و عورت دونوں جعفر کے نام سے واقف تھے۔ اکثر اعراب ریگستان کی لمبی منزلیں طے کر کے آتے تھے مدیحہ قصائد اور زمانۂ جاہلیت کے اشعار سنا کر گراں بہا خلعت اور انعام حاصل کر کے لوٹ جاتے تھے۔ علامہ ابن خلکان لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ سفر حجاز میں جب جعفر کا قافلہ وادی عقیق میں پہنچا۔ تو ایک عورت قبیلہ بنی کلاب کی جعفر کے سامنے حاضر ہوئی اور برجستہ یہ دو شعر پڑھے۔

انی مررت علی العقیق واھلہ	عقیق اور عقیق والوں پر میرا گذر ہوا۔
فیکون من مطر الربیع نزورا	تو وہ مینہ کے کم ہونے کے شاکی تھے۔
ماضرھم اذا جعفر جارلھم	جعفر جس کا ہمسایہ ہو۔
ان لایکون ربیعھم ممطورا	اس کو اس کی کیا پروا ہے کہ مینہ برسے۔

جعفر نے اس کے اشعار سنکر ایک کثیر انعام دیا۔ جس سے وہ خوش خوش رخصت ہو گئی کیونکہ جعفر کو یہ بھی معلوم ہو چکا تھا کہ اس جگہ مدت سے بارش نہیں ہوئی ہے اور تمام قبیلہ قحط سالی کی آفت میں مبتلا ہے[1]

بزرگان دین کی خدمت

ربیع بن سلیمان امام شافعی رضی اللہ عنہ کی روایت بیان کرتے ہیں کہ ایک موقع پر عید کے دن امام صاحب کے پاس کچھ نہ تھا۔ اور ضرورتاً اس دن سو دینار قرض لئے تھے کہ قبیلۂ قریش کا ایک شخص حاضر آیا اور اپنی حاجت ظاہر کی۔ چنانچہ امام صاحب نے بھی اپنا حال سنایا اور کہا کہ بھائی

حاشیہ [1] ابن خلکان صفحہ ۱۳۱۔ مرآۃ الجنان یافعی ۔ شرح عینی جلد دوم صفحہ ۱۱۹

پاس اس وقت ستر دینار موجود ہیں اس میں سے بقدر ضرورت لے لو۔ قریشی نے کہا کہ یہ کل رقم بھی میری ضرورت کو کافی نہیں ہے۔ چنانچہ وہ سب دینار اس کو دے کر رخصت کیا۔ اسی وقت جعفر کا ایک خادم آیا اور عرض کیا کہ حضور کو وزیر السلطنت نے یاد فرمایا ہے۔ امام صاحب تشریف لے گئے۔ جعفر نے پوچھا کہ آپ کا کیا حال ہے۔ کیونکہ رات کو میں نے یہ آواز سنی ہے کہ کوئی شخص کہتا ہے **الشافعی الشافعی**" چنانچہ امام صاحب نے سارا قصہ بیان کیا۔ رخصت کے وقت پانچسو دینار دیئے۔ پھر پوچھا کہ اور اضافہ کروں۔ یہاں تک کہ خود ہی سوال کرتا جاتا تھا اور رقم بڑھاتا جاتا تھا۔ جب پوری دو ہزار کی رقم ہو گئی تب اجازت رخصت کی دی گئی۔ اس واقعہ سے جعفر کی بزرگان دین سے ارادت مندی اور جوش محبت کا حال معلوم ہوتا ہے۔

ترحم اور رقت طبع کی مثالیں

ایام[1] سفر میں ایک موقع پر جعفر کے روبرو ایک ایسا غلام پیش کیا گیا جسکے مالک کی کل جائداد حکم شاہی سے قرق ہو کر برسرِ نیلام تھی۔ یہ غلام نہایت خوب صورت تھا۔ جعفر نے پوچھا کہ تیرا کیا نام ہے؟ اس نے کہا کہ میرا نام "ماہر" ہے پھر پوچھا کہ کیا جانتے ہو؟ کہا ادب۔ شعر۔ موسیقی۔ اور علاوہ اس کے جو حکم ہو اس کی تعمیل کر سکتا ہوں۔ ماہر کا کمال سنکر جعفر نے اسکے مالک سے پوچھا کہ اس غلام کی کیا قیمت ہے؟ کہا کہ علے الضرورت پانسو دینار اس کا مول ہے چنانچہ فوراً قیمت ادا کر دی گئی۔ چونکہ ماہر نے کہا تھا کہ موسیقی اور ادب سے واقف ہوں اسلئے

حاشیہ [1] شریسی جلد دوم صفحہ ۱۳۰۔

Marfat.com

امتحاناً حکم دیا کہ اچھا کچھ اشعار سناؤ۔ چنانچہ غلام نے عود بجانا شروع کیا۔ اور حسب ذیل اشعار سنائے۔

حملتم جبال الحب فوقی وانني	تم نے میرے اوپر عشق کا پہاڑ رکھ دیا۔
لاعجز عن حمل القمیص وضعف	اور میں تو ضعف سے قمیص کا بھی متحمل نہیں۔
ظفر تم بکتمان اللسان فمن لکم	اس میں تو تمہاری جیت رہی کہ زبان کچھ ظاہر نہیں کرتی
بکتمان عین دمعها الدهر یندف	لیکن آنکھ تو کیا کروگے جنکے آنسو ہمیشہ جاری رہتے ہیں

جعفر کو یہ سنکر نہایت افسوس اور تعجب ہوا۔ اور اس کے مالک کو علاوہ قیمت کے ایک خلعت اور رحمت کیا۔ اور اپنے ساتھ چلنے کا حکم دیا۔ جب اپنے گھر سے ایک میل آگے بڑھ گیا۔ تو اس غلام نے نہایت سوز و گداز سے اس طرح پر گانا شروع کیا۔

وما کنت اخشی معبدان یبیعني	مجھ کو یہ خوف نتھا کہ معبد۔ مجھ کو کسی چیز کے عوض میں بیچ ڈالیگا
لشئ ولو اضحت انا ماله صفرا	گو اسکا ہاتھ بالکل خالی ہو جاوے۔
اخوهم ومولاهم وحامل سرهم	میں اُن کا بھائی ہوں۔ غلام ہوں۔ رازدار ہوں۔
ومن قد ثوی فیهم وعاشرهم دهرا	مدتوں اُن میں رہا ہوں اور ہم کی صحبت اُٹھائی ہے۔
اشوقا ولما انقض لی غیر ساعة	ابھی تو گھنٹہ بھر نہیں گزرا ابھی سے شوق کی یہ حالت ہے
فکیف اذا خب المطی بنا شهرا	اس وقت کیا حال ہوگا جب سواری مہینہ بھر کی راہ طے کریگی

یہ اشعار سنکر جعفر نے پوچھا کیوں ماہر؟ تم اپنے مالک کا گھر جانتے ہو۔ اور اس جگہ سے جا سکتے ہو؟ کہا افسوس!! کیا عشق کی علامتیں بھی چھپی رہتی ہیں۔ جعفر اس کا یہ برجستہ جواب سنکر

Marfat.com

وش ہوا اور کہا کہ "تو آزاد ہے خدا کی راہ پر"۔ چنانچہ اُسی جگہ سے ایک ہزار دینار دیکر
خصت کر دیا۔ جعفر کے ایک ہمراہی نے پوچھا۔ کیا ایسے غلام بھی آزاد کر دیئے جاتے ہیں
س نے جواب دیا کہ اگر آزاد نہیں ہوتے ہیں تو مملوک بھی نہیں بنائے جاتے ہیں۔"
لام رخصت ہو کر چلا گیا۔ وداع کے وقت کسی شاعر کا یہ قول بطور طنز کے اُس نے
ھا۔

لا یوجد الخیر الا فی معادنه الشر حیث طلبت الشر موجود	نیکی تو صرف اپنی جائے پیدائش ہی میں ملے گی۔ اور برائی کو جہاں ڈھونڈھو موجود ہے۔

۲۔ اسحٰق بن ابراہیم الموصلی راوی ہے کہ جب خلیفہ ہارون الرشید نے ایامِ حج میں
قیام بصرہ قیام کیا تو جعفر برمکی نے مجھ سے کہا کہ "آج لوگوں نے مجھ سے ایک کنیز کی
ت ہی تعریف کی ہے جو علاوہ شکل و شمائل کے موسیقی میں یکتائے روزگار ہے لیکن
شکل یہ ہے کہ اُس کا مالک گھر سے باہر جانے کی اجازت نہیں دیتا ہے۔ جسے خریداری
شوق ہو اُس کے مکان پر جا کر البتہ دیکھ سکتا ہے۔ چنانچہ میں بھی اُس کے دیکھنے کا
شتاق ہوں۔ جی چاہتا ہے کہ سوداگری لباس پہنکر بازاری لوگوں کے ڈھنگ پر
س کے مکان پر جاؤں کہ کوئی شناخت نہ کر سکے لیکن چاہتا ہوں کہ تم بھی میرے
ساتھ ہو"۔ میں نے عرض کیا کہ بسر و چشم حاضر ہوں" چنانچہ دوپہر کے وقت جب کہ لوگوں کی
دھوم دھام کم ہو گئی اور بازاروں میں سناٹا ہو گیا۔ اُس وقت دلال (بردہ فروش) حاضر

شیبہ ۱۲ جامع الحکایات مولانا حسین ابن اسعد دہستانی مفصلاً۔ و ابن خلکان صفحہ ۳۲ مختصراً۔ و مرآۃ الجنان یافعی۔

Marfat.com

ہوا۔ چنانچہ ہم دونوں عربی سوداگروں کا لباس پہنکر اُسکے ساتھ ہو لئے۔ تھوڑی دیر میں ایک مکان پر پہنچے جس کی رفعت و شان اور موجودہ حالت سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ کسی بگڑے ہوے امیر کا مکان ہے۔ دلال نے دروازے پر دستک دی اندر سے ایک خوبصورت جوان نکلا لیکن اُس کے موٹے کپڑوں اور ظاہری حالت سے فقر و فاقہ کے آثار معلوم ہوتے تھے۔ ہم لوگ مکان کے اندر داخل ہوئے۔ اور دہلیز میں ایک پُرانی چٹائی پر جاکر بیٹھ گئے۔ دلال نے فرمائش کی کہ کنیز سامنے لائی جائے۔ چنانچہ اُس کے مالک نے لاکر حاضر کیا۔ جیسی اُس کی تعریف سُنی تھی اُس سے ہزار درجہ حسن و جمال میں بڑھ کر تھی۔ جب جعفر نے بیٹھنے کا اشارہ کیا تو اُسی جگہ پر بیٹھ گئی لیکن اُس کی صورت سے حیرانی برستی تھی۔ جسم پر اگرچہ کسی قسم کا قیمتی لباس نہ تھا۔ لیکن وہ موٹے کپڑے پہنے ہوے تھی۔ اُس میں بھی ایک عجیب شان معلوم ہوتی تھی۔ اُس کے حسن و جمال کی طرف سے تو اطمینان ہو گیا لیکن موسیقی کا امتحان ہنوز باقی تھا اس لئے جعفر نے فرمائش کی کہ کوئی عمدہ غزل سناؤ کنیز نے بربط پر ایک غزل گائی جس کا لفظی ترجمہ فارسی میں ایک عجمی شاعر نے حسب ذیل کیا ہے۔

چرا ز بندہ بریدی بہ عہدِ وصل رواں — چرا ز خانۂ خویشم ہمے کنی مہجور

بہ وصل تو نہ بپاے آوریدہ ام شب و روز — بخدمتت نہ بسر بردہ ام سنین و شہور

بجز ز دیدن تو نیست بندہ ات شادان — بجز بخدمتِ تو نیست عاشقت مسرور

بدل ز منزل تو مے نگیرم از جنت — عوض ز روے تو کے خواہم ار بود مہ و ہور

چو آرزوے دلی و عزیز تر ز ہمہ　　بگو چگونہ بمانم من از جمالِ تو دور

اچھی طرح پر اس غزل کے اخیر مصرع کو ادا بھی نہیں کیا تھا کہ اس کنیز نے بے ساختہ رونا شروع کیا۔ اور غم کے آثار اُس پر چھا گئے۔ اتنے میں مکان کے اندر سے ایک نوجوان کے چیخنے کی آواز آئی یہ آواز (بقول ایک ظریف کے) گویا کوہ ندا کی صدا تھی جس نے اُس کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ اور فوراً وہ کنیز مکان کے اندر چلی گئی۔ اور دونوں نے ملکر اپنی آہ وزاری سے ایک ماتم برپا کر دیا۔ تھوڑی دیر میں وہ نوجوان اندر سے نکلا اور عرض کیا۔ کہ "بزرگان من۔! مجھ سے جو گستاخی اور بے ادبی ہوئی ہے اسکی معافی چاہتا ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ میں اس کنیز سے عہد کر چکا ہوں کہ تجھے فروخت نہ کرونگا۔ اور تیرا زرِ ثمن مجھپر حرام ہے۔ اس وقت لوجہ اللہ اُس کو آزاد کرتا ہوں۔ آپ بھی گواہ رہیں اور مجھے اجازت دیں کہ مطابق سنّت نبوی کے اس کنیز سے نکاح کروں۔ نوجوان کی ان باتوں کا جعفر کو نہایت افسوس ہوا کیونکہ وہ خود اُس پر فریفتہ ہو چکا تھا لیکن جب اُس نوجوان نے اپنی گذشتہ سوانح عمری بیان کی تو جعفر مجبور ہوا۔ اور ہم لوگ واپس آئے چونکہ مجھے اُس غریب کی حالت پر نہایت افسوس تھا لہذا جعفر کے سوار ہونے کے قبل میں نے عرض کیا کہ "مجھے اس شخص کے حال پر رونا آتا ہے اور میرے رونے کا بڑا سبب یہ ہے کہ آپ کی فیاضی سے یہ محروم رہا جاتا ہے۔ میں نہیں سمجھتا ہوں کہ اس سے زیادہ اعانت کا اور کون محتاج ہوگا۔"

جعفر نے کہا ہاں سچ ہے وہ ضرور مستحق ترحم ہے۔ مگر مجھے اُس کنیز کے نہ ملنے کا غصّہ

ہے۔ میں نے عرض کیا کہ "دستگیریِ مستمنداں۔ ترحم بر بیچارگاں۔ شفقت بر اہلِ استحقاق۔ یہ تو آپ کا خاصہ ہے ان کو نہ چھوڑنا چاہئے۔ یہی وہ احسان ہے جو عمر بھر باقی رہے گا۔ تمام عمر کی نیک نامی۔ اس بدنامی سے تبدیل کرنا مناسب نہیں ہے"۔ میری تقریر سنکر جعفر نے حکم دیا کہ اچھا چالیس ہزار دینار قیمت جو اوّل طے ہو چکی ہے وہ اُس نوجوان کو دیدئیے جاویں۔ اور آئندہ کے واسطے امید دِ بجاوے۔ چنانچہ حکم کی فوراً تعمیل ہوگئی۔ اور جعفر کے صدقے میں بصرے کے اہل دول میں وہ نوجوان بھی شامل ہوگیا۔

طبیعی و ذہانت

طبعی اور ذہانت میں جعفر کے بہت سے اقوال مشہور ہیں لیکن اس موقع پر صرف وہ واقعہ جس کو اکثر مؤرخین نے لکھا ہے ہم بھی لکھتے ہیں خلیفہ ہارون الرشید چونکہ علم و فضل کا حامی تھا۔ اس وجہ سے اُس کے دربار میں ماہرین اور مجتہدین فن ہر وقت موجود رہتے تھے ایک دن کا ذکر ہے کہ ایک یہودی منجم دربار میں حاضر ہوا معلوم نہیں کس خیال سے ہارون الرشید نے منجم سے پوچھا کہ اچھا میں ایک سوال کرتا ہوں اُسکا جواب دے سکتے ہو؟ نجومی نے بڑے دعوے سے عرض کیا کہ "وہ کونسی بات ہے جس کا جواب میں نہیں دے سکتا ہوں"۔ تب خلیفہ نے پوچھا کہ اچھا بتاؤ۔ میری عمر اب کس قدر باقی ہے؟ نجومی نے فوراً زائچہ تیار کیا اور بے دھڑک کہہ گزرا کہ یہ سال امیر المومنین پر کسی طرح بخیر و عافیت گزرتا معلوم نہیں ہوتا ہے۔ حضور کی عمر کا اخیر یہ مرحلہ ہے جو طے ہونے کو باقی ہے۔ ہر چند مثل خلیفہ منصور وغیرہ کے ہارون کو نجوم کے اقوال پر اعتقاد نہ تھا۔ لیکن پھر بھی بہ مقتضائے فطرت انسانی گھبرا گیا۔ اور افسوس کر کے سناٹے میں چپ رہ گیا۔ چنانچہ اس واقعہ سے جعفر کی

Marfat.com

وزیرالسلطنۃ کو اطلاع دیگئی کہ اس وقت دربار میں ایک یہودی نجومی نے اسطرح کی بیباکانہ پیشین گوئی کی ہے اور وہ ہنوز دربار میں موجود ہے۔ یہ غمناک واقعہ[1] سنکر جعفر فوراً حاضر ہوا۔ خلیفہ ہارون الرشید کو مغموم دیکھ کر نجومی سے پوچھا کہ کیا تیرا خیال ہے کہ حقیقت میں امیرالمومنین کی حیات کا پیمانہ لبریز ہوچکا ہے۔ اور یہ اخیر سال ہے؟ نجومی نے کہا کہ "ہاں"۔ تب جعفر نے پوچھا کہ اچھا بتاؤ تم کب مروگے؟ نجومی نے کہا کہ ابھی میری عمر بہت باقی ہے اور اس قدر مدت تک میں زندہ رہونگا۔ اس کا یہ جواب سنکر جعفر نے خلیفہ سے عرض کیا کہ "امیرالمومنین اس نجومی کے قتل کا حکم صادر فرمائیں تو ابھی اس کی پیشین گوئی کا فیصلہ ہوسکتا ہے کہ جو کچھ یہ کہتا ہے کہاں تک سچ ہے"۔ چنانچہ جعفر کے اصرار سے نجومی کو سولی دیگئی۔ اور جعفر کی اس کارروائی سے جو غلط جاں فرسا خیال خلیفہ کے دل میں پیدا ہوگیا تھا وہ نکل گیا اور غم سے نجات پائی۔ ہارون الرشید نے جعفر کی اس عاقلانہ تدبیر کا شکریہ ادا کیا۔ تمام اہل دربار بھی خوش ہوگئے۔ اور یہ واقعہ عام طور پر مشہور ہوگیا چنانچہ انشجع سلمی نے اس عبرت خیز واقعہ کو نظم میں اس طرح پر ادا کیا ہے۔

سل الراکب الموفی علی الجذع ھل رای		سولی پر چڑھنے والے سے پوچھو کہ اس نے
لواکبہ منھا بلی غیر اعور		اپنا ستارہ دیکھا ہے؟
ولو کان منھم مخبرا عن منیۃ		اگر کوئی ستارہ موت کی خبر دے سکتا۔ تو

حاشیہ [1] ابن خلکان صفحہ ۱۳۱ و مرآۃ الجنان یافعی۔

Marfat.com

لاخبر عن رأسه المتغير	تو اس کے سر کا حال بتاتا جو حیرت زدہ ہے۔
یعرفنا موت الامام کانه	یہ ہم کو خلیفہ کی موت کی خبر دیتا ہے۔
یعرفنا ابناء کسریٰ و قیصر	گویا کسرےٰ اور نوشیروان کی اولاد کا حال بیان کر رہا ہے
اخبر عن نحس لغیرك شومه	تو دوسروں کی بدبختی کی خبر دیتا ہے۔
ونجمك بادی الشر یا شی مخبر	لیکن اے ابتر ترین پیشین گویاں تیرا ستارہ تو صریح منحوس ہے

فہم و فراست

معاملہ فہمی اور تصفیۂ مقدمات میں جعفر کا ذہن رسا قاضی ابو یوسف اور بڑے بڑے ائمۂ وقت کے ہمپایہ تھا۔ اہم مطالب اور پیچیدہ مقدمات کا فیصلہ منٹوں میں سنا دیتا تھا۔ چنانچہ ہارون الرشید کے عہد کا واقعہ ہے کہ قاضی بصرہ کی عدالت میں ایک مقدمہ[1] دائر ہوا۔ اس مقدمے کے فریقین نہایت معاملہ فہم اور قانون دان تھے۔ ایک فریق کے اعتراض کا جواب دوسرا ایسا دیتا تھا کہ حاکم کو ترجیح کا پہلو نہیں ملتا تھا۔ چنانچہ اسی ردوقدح میں ڈیڑھ برس تک یہ مقدمہ دائر رہا اور کسی کے حق میں فیصلہ نہیں ہوا۔ تب بہ مجبوری عدالت ماتحت نے قاضی ابو یوسف سے جو قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) کے عہدے پر ممتاز تھے۔ استصواب کیا۔ اور روئداد مقدمہ لکھ کر بھیج دی) اور یہ استدعا کی کہ "یا تو مقدمہ عدالت العالیہ میں پیش ہو۔ یا کوئی مشہور عالم جو فقہ کے اصولِ روایت و درایت سے واقف ہو بصرہ روانہ کیا جائے کہ وہ اس مقدمہ کو فیصلہ کرے۔"

حاشیہ [1] افسوس ہے کہ لائق مؤرخ نے اصل مقدمہ کو نہیں لکھا ہے کہ کیا دعوے تھا جسکا جعفر نے فیصلہ کیا۔

Marfat.com

قاضی صاحب نے خواجہ عتبہ کو جو اُن کے ممتاز شاگردوں میں سے تھے اس کام کے واسطے انتخاب کیا۔ اور بصرے کو بھیج دیا۔ خواجہ صاحب نے عرضی دعوے اور جواب دعوے ملاحظہ کیا۔ اور فریقین کے عذرات کی سماعت کی۔ اور کل بحث مقدمہ کی سُنی لیکن نفس مطلب بالکل سمجھ میں نہ آیا۔ اور بہ سبب پیچیدگی کے فیصلہ نہ ہو سکا۔ مجبوراً چند روز بصرے میں قیام کرکے یہ فقیہ واپس آیا۔ تب قاضی بصرہ نے امیرالمومنین ہارون الرشید کے حضور میں ایک درخواست مفصل بھیجی اور بابت فیصلہ مقدمہ کے دریافت کیا۔ چنانچہ خلیفہ نے فریقین کو اپنے دربار میں طلب کیا اور روئداد مقدمہ سُنکر حکم دیا کہ دربار خاص میں تمام علما کے سامنے اس مقدمے کی سماعت کی جائیگی۔ چنانچہ ایسا ہی کیا۔ لیکن فریقین کے دلائل کی تردید اور اُن کی تشفی نہوئی تب خلیفہ نے قاضی ابو یوسف کو حکم دیا کہ "یہ مقدمہ آپ کے سپرد کیا جاتا ہے مطابق احکام شریعت کے اس کا فیصلہ کرکے تجویز پیش کیجئے اور ہر دو فریق میں سے کسی کو شکایت کا موقع نہ ہو۔ اور رضامندی باہمی سے یہ معاملہ طے ہو جائے"۔ چنانچہ امام صاحب کے یہاں یہ مقدمہ برابر ایک ماہ تک پیشی میں رہا۔ لیکن حسب دلخواہ معاملہ طے نہوا۔ تب بہ مجبوری امام صاحب نے خلیفہ سے اطلاع کی کہ یہ معاملہ ایسا اہم اور پیچیدہ ہے کہ مجھے امید نہیں ہے کہ کوئی فقیہ یا دانشمند اس کو طے کر سکے۔ چنانچہ سب سے آخر میں یہ مقدمہ خلیفہ نے جعفر برمکی کے سپرد کیا اور یہ کہا کہ "مجھ کو امید ہے کہ اس کا فیصلہ آپکے ہاتھ سے ہو جائے گا۔ اور جہاں تک عقل و دانش سے کام لیا جا سکتا ہے۔ اس مقدمے میں لینا چاہئے"۔ جعفر نے فریقین کو حکم دیا کہ وہ مکان پر حاضر ہوں۔ اور جب وہ حاضر

Marfat.com

ہوے تو اُن کے ساتھ کمال مہربانی سے پیش آیا۔ اور مقدمے کے حالات سُنے۔ چنانچہ تین روز کے مختلف اجلاسوں میں فیصلہ مقدمہ کا سنا دیا۔ اور ایسا فیصلہ کیا کہ جس میں فریقین رضامند رہے۔ جب خلیفہ نے مقدمے کے حالات اور فیصلہ جعفر کا سنا کمال خوش ہوا۔ بلکہ جوش مسرت میں یہ حکم دیا کہ "دوبارہ اس فیصلہ کو مجمع علما میں سُننا چاہتا ہوں۔ چنانچہ ایک تاریخ میں امام قاضی ابو یوسف[1]۔ امام محمد شیبانی[2]۔ ابو مطیع بلخی[3] وغیرہ مشہور علما کا جلسہ ہوا۔ اور جعفر نے سب کے سامنے روئداد مقدمہ بیان کر کے اُس کا فیصلہ سُنایا جس کو تمام علما نے تسلیم کیا۔ اور کہا انصاف کی بات یہ ہے کہ "اگر جعفر برمکی چند روز اصول و فروع فقہی مسائل پر توجہ کرے تو تمام فقہا سے اُس کا مرتبہ بلند ہو جائے"۔

ظرافت

باوجود[1] ان فضائل کے جعفر برمکی بالکل زاہد خشک نہ تھا۔ بلکہ نہایت زندہ دل۔ اور ظریف تھا۔ ہر وقت خندہ پیشانی رہتا۔ اُس کی بذلہ سنجیوں اور بے تکلفی کی گفتگو سے اکثر خلیفہ ہارون الرشید ہنستے ہنستے لوٹ جاتا تھا۔ ایک دو مضمون ہم نے ایسے بھی پڑھے ہیں کہ جس کے لکھنے سے تہذیب مانع ہے۔ لیکن ایک چٹکلہ اُس کی زندہ دلی کا لکھا جاتا ہے "خلیفہ ہارون الرشید۔ ابو یعقوب الندیم۔ ابو نواس۔ اصمعی۔ اور جعفر برمکی ایک روز تفریح کی غرض سے صحرا میں جا نکلے۔ ایک بوڑھا آدمی خچر پر سوار منزل مارے ہوے کہیں سے چلا آرہا تھا۔ خلیفہ نے کہا جعفر ذرا پوچھو تو سہی کہ یہ کون شخص ہے؟

حاشیہ [1] تاریخ اسحاقی صفحہ ۹۲ مطبوعہ مصر۔

جعفر۔(بوڑھے سے مخاطب ہوکر) حضرت آپ کہاں سے تشریف لاتے ہیں؟

مسافر۔بصرے سے آرہا ہوں۔

جعفر۔کدھر کا قصد ہے؟

مسافر۔بغداد کو جارہا ہوں؛

جعفر۔آخر بغداد کو کیوں جاتے ہو کیا کام ہے۔

مسافر۔اپنی آنکھوں کا علاج کرنا ہے۔

یہ گفتگو سُنکر خلیفہ نے جعفر سے کہا کہ ذرا اُس کو چھیڑنا چاہئے۔جعفر نے کہا مجھے خوف ہے کہ کچھ ایسی باتیں نہ سُننا پڑیں جو ناگوار طبیعت ہوں۔خلیفہ نے کہا کہ "نہیں تم کو ہماری قسم کچھ تو ضرور کہو" مجبوراً پھر اُس بوڑھے سے جعفر نے پوچھا شیخ صاحب اگر میں آپ کو ایسی دوا بتلا دوں کہ جس سے صحت ہو جائے تو یہ آپ کو منظور ہے؟

مسافر۔واہ سبحان اللہ! اس سے بہتر اور کیا ہو سکتا ہے۔

جعفر۔اچھا سُنئے یہ عجیب غریب نسخہ ہے جسکو آج سے پہلے میں نے کسی کو نہیں بتلایا ہے۔خوب یاد کر لیجئے نسخے کے یہ اجزا ہیں سورج کی کرن۔چاند کی چمک۔ہوا کے جھونکے۔چراغ کی لَو یہ چاروں چیزیں تین تین اوقیہ[1] لیجئے۔اور سب کو ملا کر اُس کھرل میں جس میں گہرائی (عمق) نہ ہو تین مہینے تک کوٹکر ایک ٹوٹے ہوئے برتن میں جمع کیجئے اسکے بعد تین مہینے تک ہوا میں رکھئے پھر اونٹ کی پنڈلی کی سلائی سے سوتے وقت تین سو مرتبہ آنکھوں میں لگائیے۔بلا ناغہ تین مہینے کے استعمال میں اس سرمہ سے انشاءاللہ شفا ہو جائیگی۔

حاشیہ [1] ایک اوقیہ برابر ۱ تولہ ۳ ماشہ چھ رتی کے ہوتا ہے۔

Marfat.com

مسافر اس عجیب وغریب نسخے کو سنکر جھلاّ اُٹھا۔ اور خچر سے اُتر کر جعفر کی طرف جھکا اور زور سے گوزمارا اور کہا تمہارے نسخے کی یہ اجرت ہے اور چل کھڑا ہوا۔ خلیفہ ہارون الرشید کو اس پر نہایت کی اس حرکت پر بہت ہی ہنسی آئی مگر تین ہزار درہم دے کر رخصت کیا۔

جعفر کے قتل کا افسانہ

جعفر کی سوانح عمری میں جس قدر لکھا جا چکا ہے۔ وہ اُس کے حالات زندگی کا ایک مختصر خاکہ ہے لیکن سب سے زیادہ مہتم بالشان اُسکے قتل کا واقعہ ہے۔ اور قتل میں بھی صرف وہ حصّہ جو حضرت عباسہ کے متعلق ہے۔ محققین تاریخ کے نزدیک حضرت عباسہ کا واقعہ بھی منجملہ اُن افسوسناک غلطیوں کے ہے جو تاریخ اسلام میں بطور قصّہ کہانی کے مشہور ہیں۔ اور قبول عام اور امتداد زمانے سے تمام تاریخوں میں نقل ہوتی چلی آئی ہیں۔ اور شہرت عام نے اُن غلط اور بے سیر و پا روایتوں کو ضرب المثل کے ایسے بلند درجے پر پہنچا دیا ہے کہ بعض مستند مؤرخین نے بھی باوجود شک و شبہ کے اپنی تاریخوں میں وہ واقعات لکھے ہیں۔ چنانچہ اُن تحریرات کا (جن کو لکھے ہوئے صدیاں گزر چکی ہیں) آج بھی یہ اثر ہے کہ قوم کے اکثر افراد اپنی محال پسندی کی عادت۔ یا بزرگانہ عقیدت کے جوش سے غلط افسانوں کو تاریخ کے سچے واقعات سمجھ کر فخریہ استعمال کرتے ہیں۔ اور بجائے اس کے کہ تاریخ کے دامن پر جو بدنما داغ ہے مٹا دیں اُس کو اپنی مینا کاری اور نقاشی سے ایک خوشنما پھول بنا دیتے ہیں۔ لیکن موجودہ تحقیقات سے آہستہ آہستہ اس قسم کی غلطیاں کم ہوتی جاتی ہیں۔ بلکہ وہ زمانہ قریب ہے کہ یورپ کی تاریخوں۔ ناولوں۔ اور کتب فلسفہ میں

غلط مضامین مذہب اور معاشرت اسلام کے متعلق عہد ظلمت سے لکھے ہوئے چلے آتے ہیں وہ بھی مٹ جاویں۔ کیونکہ یورپ کے بعض آزاد خیال مؤرخ اس قسم کے واقعات سے انکار کرتے جاتے ہیں۔ جبکہ یورپ کا یہ خیال ہے کہ جو غلط الزام تاریخ اسلام پر متعصب عیسائیوں نے لگائے ہیں ان کی تصحیح کیجائے تو مسلمانوں پر بدرجۂ اولےٰ فرض ہے کہ وہ بھی تحقیقات سے کام لیں۔ اور ایسے واقعات کو حرف غلط کی طرح اپنی تاریخوں سے مٹاویں۔ حضرت عباسہ کی شادی کی روایت جس بلند آہنگی سے مشہور ہوئی ہے اگرچہ اس کی شہرت ہمارے زمانے میں تعجب انگیز ہے۔ لیکن جس زمانے میں اسلامی تاریخیں لکھی جانا شروع ہوئیں اس وقت ہر واقعہ کی تنقید اور تحقیق کرنے کا دستور نہ تھا۔ اسلئے تاریخ کبیر ابو جعفر جریر طبری کا یہ واقعہ خاص و عام میں مشہور ہوگیا۔ اور تیسری صدی سے آج تک برابر تاریخوں میں نقل ہوتا رہا۔ اور یہاں تک مشہور ہوا کہ عربی فارسی تاریخوں سے اردو میں بذریعۂ اخبارات و رسائل کے پھیل گیا۔ اور قصہ (ناول) نگاروں نے جھوٹ سچ ملا کر بات کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔ اس معاملے میں جس قدر حصہ غلطی کا ہے۔ وہ مسلمانوں ہی کا ایجاد کردہ ہے کوئی غیر قوم اس میں شریک نہیں ہے۔ علاوہ بریں اس واقعہ کا ماخذ بھی صرف ایک ہی تاریخ طبری ہے لہذا اس بات کا فیصلہ آسان ہے اور اصول روایت اور درایت دونوں سے یہ مسئلہ حل ہوسکتا ہے لیکن جب تک مفصل واقعات جو غلط مشہور ہیں۔ معلوم نہ ہوجائیں اس پر تاریخی حیثیت سے استدلال نہیں ہوسکتا ہے لہذا اول وہ حالات ذیل میں لکھے جاتے ہیں۔ اسکے بعد محققین تاریخ کے اقوال لکھے جائیں گے جس سے انشاء اللہ اصلیت واقعہ کی معلوم ہوجائیگی و باللہ التوفیق ؛

Marfat.com

جعفر کا عقد عباسہ سے۔ اور اُس کا سبب

طبری کی سب سے پہلی روایت

علامہ ابو جعفر جریر طبری المتوفی سنہ ۳۱۰ھ ہجری نے زوال برامکہ کے جو اسباب لکھے ہیں منجملہ اُسکے ایک یہ بھی ہے[1]

قد حدثنی احمد بن زهیر اخبه عن عمه زاهر بن حرب ان سبب هلاک جعفر و البرامکه ان الرشید کان لا یصبر عن جعفر و عن اخته عباسه بنت المهدی و کان یحضرهما اذا جلس للشرب۔ فقال لجعفر ازوجکها لیحل لک النظر و لا یکون منه شی مما یکون للرجل الی زوجته فزوجها منه علی ذلک

احمد بن زہیر روایت اپنے چچا زاہر بن حرب[2] کے کہتا ہے کہ جعفر برمکی اور اُسکے خاندان کی ہلاکت کا سبب یہ ہے کہ خلیفہ ہارون الرشید کو بغیر اپنی بہن عباسہ اور وزیر جعفر کے ایک دم بھی صبر نہ آتا تھا۔ جب وہ کسی کے جلسے ہوتے تو یہ دونوں بھی شریک ہوا کرتے تھے اسلئے جعفر سے خلیفہ نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ تم دونوں عقد کر دو تاکہ فخر گاہ ایک دوسرے کا دیکھنا مباح ہو جائے لیکن[3] زن و شوئی کے تعلقات نہوں۔ اور اسی شرط پر عباسہ کا نکاح جعفر سے کر دیا

چنانچہ اس افسانہ کا جس قدر سرمایہ ہے وہ صرف مذکورۂ بالا الفاظ ہیں۔ اور صرف اس بنیاد پر بعض مؤرخین نے بڑی بڑی عمارتیں قائم کر لی ہیں لیکن اس روایت کے ساتھ ہی مورخ مذکور نے

حاشیہ [1] تاریخ کبیر طبری مطبوعہ لائیڈن صفحہ ۶۷۰۔ جلد سوم ذکر ایقاع الرشید بالبرامکہ۔

[2] اعلام الناس میں بروایت ابراہیم بن اسحٰق اصلی راوی کا نام ابو ثور زاہر بن صقلاب لکھا ہے۔

[3] بجنسہٖ یہی الفاظ کامل ابن اثیر کے بھی ہیں دیکھو صفحہ ۵، جلد ۶۔ اسباب زوال۔

Marfat.com

اسباب بھی لکھے ہیں (جو اپنے موقع پر لکھے جائینگے)، مگر لطف یہ ہے کہ کسی حیثیت سے کسی روایت کو ترجیح نہیں دی ہے۔

بہرحال اس متن کی شرح میں مصنف روضۃ الصفا وضیاء الدین برنی و محمد دیاب الاتلیدی (مصنف اعلام الناس) و دیگر عرب و عجم کے مورخوں نے جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ خلیفہ ہارون الرشید کا دستور تھا کہ سلطنت کے تمام کاموں کے بعد شب کو عیش و طرب کے جلسوں میں بیٹھا کرتا تھا۔ باوجودیکہ صوم وصلوٰۃ کا پابند تھا تاہم اس کی یہ مجلس رندانہ ہوتی تھی۔ پری پیکر نازنینوں کا جھرمٹ ہوتا۔ بے تکلف احباب جمع ہوتے۔ اور نبیذ[1] کا دور دور چلتا۔ اس قسم کے خاص جلسوں میں خلیفہ کی بہن عباسہ بھی شریک ہوا کرتی تھی۔ کیونکہ عباسہ میں علاوہ کمال حسن کے سلیقہ شعاری۔ اور علم و ادب تمام بیگمات شاہی سے زیادہ تھا۔

ہارون اور عباسہ کی محبت کا سبب

اس لئے ہارون الرشید کو کمال محبت تھی۔ اور فطرتی محبت کے علاوہ خاص اتحاد کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ خلیفہ ہادی اپنے عہد حکومت میں ہارون کو تختِ سلطنت سے محروم کرنا چاہتا تھا۔ اور وعویدار خلافت سمجھ کر طرح طرح کی سختیاں کرتا تھا۔ اس وقت یہ عزیز بہن ہادی کو سمجھاتی تھی۔ کہ "بھائی جان! ہارون پر اس قدر سختیاں کرنا خلاف مصلحت ہے۔ آپ کے بعد خلافت کا وارث ہارون ہے"! چنانچہ اس وقت کی سفارشوں کا بھی کچھ اثر تھا کہ جو ہارون کے دل پر قبضہ کئے ہوئے تھا۔ غرضکہ از حد محبت تھی۔ لیکن جیسی

حاشیہ [1] خلیفہ ہارون الرشید کی مے نوشی سے علامہ ابن خلدون نے انکار کیا ہے۔ لیکن نبیذ کا پینا ان کو بھی

بہن عزیز تھی ویسا ہی جعفر برمکی وزیر السلطنۃ بھی پیارا تھا۔ ایسے جلسوں سے جعفر کی غیر حاضری بھی ہارون کو شاق گزرتی تھی۔ کیونکہ جعفر کی بذلہ سنجیاں اور ہر موقع پر عمدہ اشعار پڑھنا یہی اُس جلسے کی ایک قابل قدر چیز تھی۔ اس لئے ہارون کی یہ خواہش تھی کہ اِس بزم عیش میں بلاناغہ جعفر اور عباسہ دونوں شریک ہوا کریں لیکن مشکل یہ تھی کہ یہ عفت مآب۔ پارسا۔ شہزادی جعفر کے سامنے آتے ہوے جھجکتی تھی اور ایک جگہ بیٹھنا ناپسند کرتی تھی۔ لیکن مجبوراً پھر بھی بھائی کے حکم کی تعمیل کرتی تھی۔ اس حجاب کے دفعیّے کی ہارون نے یہ تدبیر نکالی کہ دونوں کا عقد کر دیا جائے تاکہ جو مغائرت اس وقت ہے وہ جاتی رہے۔ چنانچہ اپنے اس خیال کو ایک مرتبہ جعفر سے بایں الفاظ ظاہر کیا کہ جو دلی[1] محبت تم سے ہے وہ ظاہر ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ عباسہ سے مجکو کس قدر اُنس ہے۔ لہٰذا میری خواہش ہے کہ میں تم دونوں کا چپ چاپ عقد کر دوں۔ کیونکہ شہرت اس کام کی منظور نہیں ہے اس طور پر ایک دوسرے کا دیکھنا مباح ہوگا۔ لیکن شرط صرف اس قدر ہے کہ خلوت صحیحہ نہو۔" خلیفہ کا یہ (انوکھا) سوال سُنکر جعفر حیرت زدہ رہگیا۔ اور خلیفے کے پاؤں پر اپنا سر رکھ دیا اور عرض کیا کہ "امیر المومنین! باوجود اس مہربانی کے جو میرے حال پر ہے۔ مجھے امید ہے کہ آپ میری جان اور مال اور میرے خاندان کی تباہی کبھی پسند نہ فرماویں گے۔ ابتداے آفرینش سے آج تک کسی غلام

حاشیہ بقیہ۔ تسلیم ہے۔ یہ نبیذ کھجور کی تاڑی ہوتی تھی۔ جس کو رنگین طبع بجاے شراب کے استعمال کرتے تھے۔ اور علماے عراق نے اس کی حلت کا فتوے دیدیا تھا چنانچہ ابو نواس لکھتا ہے۔ ؎ اباح العراقی النبیذ وشربہ عراقی سے امام ابو حنیفہ مراد ہیں (ثمرات الاوراق) اور اس قسم کے جلسے اور مے نوشی خلفا میں عام طور سے تھی۔ بلکہ اس وقت کی عام معاشرت کا یہ نمونہ تھا۔ اور مے نوشی سے ہر جگہ نبیذ کا دور مراد ہے ؎ ابن خلکان صفحہ ۱۳۲ و ۱۳۳ و ضیاء برنی صفحہ ۲۳ و روضۃ الصفا جلد ۳۔

اور خادم نے اپنے ولی نعمت کے خاندان میں شادی نہیں کی ہے۔ اگر کسی نے ایسا خیال بھی کیا تو وہ خانماں برباد ہوا۔ اور قیامت تک بدنامی اور رسوائی کے داغ سے نہ چھوٹا۔ آخر میں نے کیا گناہ کیا ہے کہ خلیفہ میرے خون کا پیاسا ہے۔ کیا میری خدمت گزاری کا یہی صلہ ہے کہ خاندان برامکہ تباہ و برباد کر دیا جاوے۔ علاوہ بریں میں ایک عجمی۔ آتش پرست (باعتبار خاندان) اور محتاج آدمی ہوں۔ مجکو خاندان رسالت سے (روحی فداہ) نسبت ہی کیا ہے اس رشتہ کے ہرگز لائق نہیں ہوں۔ میرے ماں۔ باپ۔ بھائی جس وقت اس خبر کو سنینگے۔ تغیر مزاج امیرالمومنین سے فوراً ہلاک ہو جائینگے۔ میرے دشمن اس خبر کو سنکر خوش ہونگے اور اس کو میرے اقبال کا خاتمہ سمجھیں گے۔ امیرالمومنین! عجم کی تواریخ پر غور فرمائیں کہ سلطنت اکابرہ کی سات سو برس کی مدت میں کوئی واقعہ بھی ایسا گزرا ہے کہ کسی نے اپنی بہن یا بیٹی کا عقد ایک ادنے نوکر یا غلام سے کر دیا ہو؟ بلکہ اس قسم کی قرابت میں بہت احتیاط کی ہے اور بلا سوچے سمجھے کبھی ایسی جرأت نہیں کی ہے۔ اگر کسی غلام نے حرم میں دست درازی کی ہے تو وہ نمک حرام کہلایا ہے۔ اور تباہ ہو گیا ہے۔ بلحاظ تقدس نسب یہ کیونکر جائز ہے کہ شہزادی عباسہ کے شوہر ہونے کی عزت میرے لئے شایاں ہو؟ چنانچہ جعفر کو اس خیال سے اس درجہ پریشانی ہوئی کہ چند روز کے واسطے طعام و شراب سبھی کچھ چھوٹ گیا۔ لیکن قضائے الٰہی سے کوئی چارہ نہ تھا۔ ہارون الرشید کے جاہ و جلال کے مقابلے میں جعفر کا کوئی عذر نہ سنا گیا اور شرط مذکورہ بالا پر نکاح ہو گیا۔ جب اس نکاح کی یحییٰ و فضل وغیرہ کو اطلاع ہوئی تو انہوں نے ایک مجلس ماتم منعقد کی اور خوب روئے اور تمام خاندان سوگوار بن گیا۔

Marfat.com

اور یحییٰ وغیرہ کا اُس وقت یہ خیال تھا کہ "جب تمام دنیا میں ہماری شہرت ہو گئی۔ اور ہمارے جود و سخا نے تمام عالم کو گھیر لیا۔ تو ہارون کو ہم پر رشک آیا ہے اور اس فکر میں ہے کہ ہمارے خزانے لُوٹ لے۔ اور جاگیریں ضبط کرے۔ یہی عباسہ سبب ہماری ہلاکت کا ہو گی۔ بس خاندان کا اَب خاتمہ ہے۔ موت کا زمانہ قریب ہے جس کا اُنتظار ہر وقت کرنا چاہئے" جب نکاح کے بعد عباسہ و جعفر جلسوں میں شریک ہونے لگے تو ایک دفعہ پھر دونوں کو ہارون الرشید نے مخاطب کر کے کہا "دیکھیو! خدا کی قسم میں پھر تم کو سمجھائے دیتا ہوں جس فعل سے میں نے تم کو روکا ہے کبھی بھولے سے بھی اس کا خیال نہ کرنا۔ کسی چھت کا سایہ تم دونوں پر نہ پڑے جب تک ہارون وہاں موجود نہ ہو۔ کبھی ایسا نہ ہو کہ بغیر میری موجودگی تم دونوں ایک جگہ جمع ہو" چنانچہ دونوں نے اس نصیحت کو سُنا اور جہاں تک ممکن ہوا جعفر اپنے قول میں عرصے تک ثابت قدم رہا۔ نکاح کے بعد اب کوئی امر مانع نہیں تھا۔ اس لئے ہارون الرشید کی مجلس خلوت میں بے تکلف دونوں شریک ہونے لگے۔ جب روزانہ نشست سے ہر ایک کو دوسرے کے حسن خداداد کے نظارے کا موقع ملا۔ تو طرفین میں محبت بڑھنے لگی۔ لیکن ہارون کی موجودگی میں سوائے معمولی گفتگو اور ظاہری نظارے کے اور کیا ہو سکتا تھا عباسہ کو بمقابلہ جعفر محبت کا بہت کچھ جوش تھا اور یہ جوش روز بروز بڑھتا جاتا تھا۔ جب اشارۃً کنایۃً ہارون کو افراط محبت کا حال معلوم ہو گیا۔ تو اُس کو اس نکاح پر نہایت افسوس ہُوا۔ اور کسی قدر جلسے کی آمد و رفت میں بھی کمی کر دی۔ کیونکہ ایک دم سے تفرقہ کرنا بھی مصلحت نہ تھا۔ جب کسی قدر روک ٹوک ہوئی تو عباسہ نہایت بے چین ہوئی اور حالت بے صبری میں اپنی دِلی حالت بذریعہ

Marfat.com

تحریر جعفر تک پہنچائی۔ لیکن جعفر نے قاصد کو حقارت سے نکال دیا۔ اور خط کا کچھ جواب نہ دیا۔ جب اس تدبیر میں کامیابی نہوئی تو اُس نے دوسری تدبیر یہ سوچی کہ عتابہ[1] مادر جعفر برمکی سے میل جول بڑھایا۔ اور نہایت قیمتی جواہرات اور تحائف عتابہ کے نذر کئے جب کسی قدر اپنے موافق کر لیا۔ تو ایک دفعہ عباسہ نے عتابہ کے پاس یہ پیام بھیجا کہ "خاندان عباسیہ سے جو جدید تعلقات خاندان برمکی کے ہوئے ہیں۔ وہ جعفر کے واسطے باعث فخر ہیں اور یہ رابطہ دن بہ دن قوی ہونا چاہیئے اور یہ خیال نہ کرنا چاہیئے کہ یہ تعلق باعث زوال برامکہ ہوگا۔ اور جعفر کو کسی قسم کا نقصان پہنچیگا۔ جہاں تک ہوسکے آپ کو میری مواصلت میں سعی کرنا چاہیئے چنانچہ عتابہ نے عباسہ کا کہنا مان لیا۔ اور وعدہ کیا کہ کسی حیلے سے میں تم کو جعفر سے خلوت میں ملادونگی[2]۔ اب عتابہ نے حیلے ڈھونڈھنا شروع کئے اور جعفر سے کہا کہ سنتی ہوں ان دنوں ایک کنیز بکنے والی ہے[3]۔ جو ملاحت صباحت کے علاوہ نہایت ہوشیار و سلیقہ شعار ہے۔ بلکہ آج اُسکا

حاشیہ [1] یہ مضمون روضۃ الصفا کا ہے لیکن مصنف اعلام الناس لکھتا ہے کہ ایک مشاطہ جو جعفر کے محل کی کنیزوں کا بناؤ سنگھار کیا کرتی تھی۔ عباسہ نے بذریعہ رشوت کے اُس کو اپنی طرف ملا لیا۔ اور لونڈیوں کے روپ میں اُسی کے ذریعے سے جعفر تک عباسہ پہنچ گئی۔ اعلام الناس صفحہ ۱۵۳۔ [2] ابن خلکان میں لکھا ہے کہ ہر جمعہ کو ایک باکرہ کنیز جعفر کے پاس خلوت میں بھیجی جاتی تھی۔ چنانچہ عباسہ نے عتابہ سے یہی درخواست کی تھی کہ ایک جمعہ کو لونڈی کے روپ میں مجھے بھیج دو۔ لیکن عتابہ نے اس شرط کو اول نہیں مانا۔ تب عباسہ نے عتابہ سے کہلا بھیجا کہ اگر میری یہ شرط نامنظور کی تو میں ہارون سے کہدونگی کہ مجھ سے ایسا ایسا سلوک کیا گیا ہے۔ اور اگر میں جعفر سے حاملہ ہوگئی تو تمہارے حق میں اچھا ہوگا۔ [3] ایسی گل اندام کنیزیں جس سے خلفائے عباسیہ کی مجلس کا رنگ دوبالا ہوجاتا تھا۔ دو روم۔ ایشیائے کوچک کی خوب صورت لڑکیاں ہوتی تھیں جو لڑائی کی لوٹ میں پکڑی آتی تھیں۔ دلال ان کو سستے داموں پر خرید لیتے تھے۔ اور موسیقی۔ شاعری۔ ایام العرب۔ ادب۔ خوشنویسی۔ ظرافت۔ اور حاضر جوابی کی تعلیم دلاتے تھے۔ ان فنون میں کامل ہوکر وہ نہایت گراں قیمت پر بازار میں بکتی تھیں۔ المامون حصہ دوم صفحہ ۲۳۹

Marfat.com

مثل نہیں ہے۔ اور اس درجہ اُس کی تعریف کی کہ جعفر غائبانہ مشتاق ہو گیا۔ اور بے صبر ہو کر اں سے کہا کہ جس قدر جلد ممکن ہو وہ کنیز خریدی جائے۔ چنانچہ عتابہ نے اقرار کیا کہ فلاں شب کو وہ جاوے گی اور عباسہ کو اس حال سے مطلع کر دیا۔ لیکن عباسہ نے عتابہ کی ہدایت پر عمل نہیں کیا بلکہ اس ملاقات کے واسطے خود ہی یہ تدبیر سوچی کہ خلیفہ ہارون الرشید کی باغ میں دعوت کی جائے۔ عباسہ کا یہ باغ دجلہ کے کنارے نہایت عمدہ موقع پر واقع تھا۔ اور ہر قسم کے درختوں سے سرسبز تھا۔ چنانچہ عباسہ نے ہارون سے درخواست کی کہ اگر آپ مع مصاحبین اور ارکان سلطنت کے میری دعوت قبول فرمائیں تو کمال مہربانی اور بندہ نوازی ہے۔ اور میری یہ آرزو ہے کہ دس شبانہ روز تک باغ میں جشن کا جلسہ قائم رہے۔" ہارون نے اپنی عزیز بہن کی دعوت کو نہایت خوشی سے قبول کیا۔ عباسہ نے شاہانہ تکلف سے دعوت کی۔ اور مہمانداری کی کوئی شرط فروگذاشت نہیں ہوئی دستور کے موافق ہر روز ایک حسین کنیز خلیفہ کی خواب گاہ میں بھی بھیجی جاتی تھی۔ جب تین راتیں گزر گئیں تو عباسہ نے ہارون سے کہا کہ آج تیسری رات ہے۔ جعفر تنہا سوتا ہے کوئی کنیز بھی خدمت کے واسطے نہیں بھیجی گئی۔ اور میں بلا اجازت نہیں جا سکتی ہوں۔ اگر اجازت ہو تو ایک کنیز بھیج دی جائے۔ ہارون نے پوچھا کہ گزشتہ شبوں میں کیوں نہیں بھیجی گئی۔ عباسہ نے کہا کہ بلا اجازت کیونکر بھیجتی۔ ہارون نے کہا غلطی ہوئی آج ضرور بھیجنا چاہئے۔ اگرچہ عباسہ نے ہر روز ایک کنیز جعفر کے پاس بھیجی تھی مگر مصلحتاً انکار کر گئی۔ جب ہارون سے کنیز کے بھیجنے کی اجازت مل گئی تو عباسہ نے آج خود لونڈیوں کا سا روپ بھرا۔ اور شب خوابی کا لباس پہن کر جعفر کے پاس پہنچی ۔ اگرچہ عباسہ نے اِس

بات کی کوشش کی تھی کہ جعفر اُس کو نہ پہچان سکے لیکن جعفر نے دیکھتے ہی پہچان[1] لیا۔ اور ہارون کے خوف سے کانپنے لگا اور عباسہ کے قدموں پر اپنا سر رکھ دیا اور عرض کیا کہ اے[2] سیّدہ میری ہلاکت میں کوشش نہ کر۔ میرے خاندان کی ذلت اور تباہی کا باعث نہو۔ تمہارے اور میرے دشمن بہت ہیں۔ یہ ممکن نہیں کہ یہ حال ظاہر نہو۔ صلۂ رحم اور محبّت کا جوش ہارون سے سفارش کر کے تم کو قتل سے بچا لیگا لیکن میرے بھائی اور باپ ضرور قتل کر ڈالے جائینگے۔ اور یہ تم کو اچھّی طرح سے معلوم ہے کہ خلیفہ ہمارا دشمن ہے اور اس قسم کے بہانے ڈھونڈھ رہا ہے۔ عباسہ نے جعفر کی باتوں پر کچھ لحاظ نہ کیا۔ اور مذاق میں اُڑا دیا۔ اور نہایت نرم اور شیریں الفاظ میں جعفر سے کہا کہ "میرے پیارے شوہر! کیا شرعاً میں تجھپر حلال نہیں ہوں۔ میری طرف دیکھ! کیا میری نظیر دنیا میں ہے۔ میرے اوپر سے ہزاروں جانیں قربان ہوں۔ تجکو کیا ہو گیا ہے۔ کیا تو میرا شوہر نہیں ہے۔ اور میں تو کبھی کبھی ملنے کی خواستگار ہوں۔ اور اس حال سے کسی کو خبر بھی نہو گی۔ جعفر کے دل پر عباسہ کی تقریر کا پورا اثر پڑا۔ نہ ہارون کے معاہدے کا کچھ خیال رہا۔ نہ خاندان کی بربادی کی پروا کی اور اُس خلوت کدے میں بمقتضاے فطرت وہ سب کچھ ہو گیا جس کا ہارون مانع تھا۔ دس دن کے بعد دعوت کا جلسہ ختم ہو گیا۔ اِس بے تکلفی کی ملاقات کے بعد چوری چھپے سے دونوں کبھی کبھی ملا کرتے تھے۔ اس واقعہ کی اگرچہ کسی کو خبر نہیں ہوئی لیکن عباسہ کے حمل نے اس راز کو طشت از بام کر دیا۔ اور وضع

حاشیہ [1] ابن خلکان اعلام الناس اور روضۃ الصفا میں لکھا ہے کہ جعفر نے عباسہ کو نہیں پہچانا تھا۔ صبح کو عباسہ کے کہنے پر معلوم ہوا کہ وہ کنیز نہیں تھی بلکہ خود شہزادی عباسہ تھی۔ تب عتابہ کا فریب جعفر کو معلوم ہوا اور صبح کو اُس سے یہ شکایت کی کہ تو نے مجھے کھوٹے داموں پر بیچ ڈالا۔ ابن خلکان صفحہ ۱۳۳ [2] ضیاے برنی صفحہ ۲۶۔

Marfat.com

حمل کے بعد بہ خیال بدنامی عباسہ نے اس لڑکے کو مکہ معظمہ کو روانہ کر دیا۔ اور سوائے عباسہ کی کنیزوں کے اور کوئی اس حال سے واقف نہوا۔ لیکن آخر کب تک یہ واقعہ چھپ سکتا تھا اتفاق سے عباسہ کی ایک کنیز زبیدہ خاتون سے مل گئی اور اس نے یہ تمام حالات زبیدہ سے بیان کر دئے۔ چونکہ زبیدہ کو جعفر اور عباسہ دونوں سے دلی رنج تھا لہذا ہارون سے جعفر کی شکایت کا اب یہ اچھا موقع مل گیا اور قطع نظر عداوت سابقہ کے یحییٰ ناظر حرم کی بعض سختیاں بھی زبیدہ کو ناگوار خاطر تھیں اس وجہ سے عباسہ کے تمام پوشیدہ حالات ہارون سے صاف صاف کہدیئے ہارون یہ واقعات سنکر سناٹے میں رہگیا۔ اور زبیدہ سے پوچھا

حاشیہ ۱ کہا جاتا ہے کہ جو غلام اس لڑکے کے ہمراہ گیا تھا اس کا نام ریاش اور دایہ کا نام برہ تھا ۱۲ مصنف اعلام الناس لکھتا ہے کہ زبیدہ نے اول یہ حالات خود نہیں بیان کیئے بلکہ ارجوان خادم کی زبانی ہارون تک پہنچائے اور یہ خادم جعفر کے پاس بطور مخبر کے تعینات تھا۔ جب ارجوان نے سب حالات بیان کر دیئے تو خود اس کی تائید کی اور بہت کچھ بڑھا کر عباسہ اور جعفر کی شکایت کی بعدہٗ ہارون الرشید نے ارجوان کو قتل کر دیا تاکہ یہ راز افشا نہو"

۲ جب یحییٰ ضعیف ہو گیا تو ہارون نے مختلف خدمتیں یحییٰ کے سپرد کر دیں تھیں چنانچہ حرم سرا کی نظارت بھی یحییٰ کے سپرد تھی یحییٰ کے حکم سے محل میں خواجہ سراؤں کا آنا جانا بالکل بند ہو گیا تھا اور محل کے تمام دروازوں میں تالا لگا کر اور کنجیاں لے کر چلا جاتا تھا۔ اس وجہ سے حرم کو تکلیف تھی۔ ایک مرتبہ زبیدہ نے اس کی ہارون الرشید سے شکایت کی تو ہارون نے جواب دیا کہ یحییٰ کا کوئی فعل خلاف مصلحت نہیں ہے۔ محل کی نگرانی اس کے سپرد ہے اس وجہ سے ایسا حکم جاری کر دیا ہوگا۔ میں اس معاملے میں یحییٰ کو متہم نہ کرونگا۔ اور یحییٰ سے پوچھا کہ اے باپ زبیدہ آپ کی کیوں شکایت کرتی ہے؛ تو یحییٰ نے خفا ہو کر کہا کہ معلوم ہتا ہے کہ میں تیرے حرم میں متہم ہوں۔ ہارون نے کہا میرا یہ خیال نہیں ہے۔ تب یحییٰ نے کہا پھر تو عورتوں کی باتیں کیوں سنتا ہے۔ لیکن جب زبیدہ نے دوبارہ یحییٰ کی شکایت کی اور اس نے مثل اول کے ٹال دیا تو زبیدہ نے غصے ہو کر ہارون سے کہا کہ تعجب ہے یحییٰ ہماری تو اس قدر نگرانی کرتا ہے مگر اپنے بیٹے جعفر کی کچھ بھی خبر نہیں لیتا ہے جو سخت جور و ظلم کا بانی ہو رہا ہے تب ہارون نے متعجب ہو کر پوچھا کہ وہ کیا معاملات ہیں جس کی یحییٰ کو خبر نہیں ہے۔ تب زبیدہ نے جعفر و عباسہ کے عشق و محبت کا تذکرہ کیا۔ از روضۃ الصفا و ابن خلکان حالات زوال برامکہ۔

Marfat.com

کہ" تمہارے پاس کوئی دلیل ہے کہ جعفر نے ایسا کیا ہے ؟ زبیدہ نے کہا کہ" ہاں عباسہ کے لڑکا پیدا ہوا ہے اس سے زیادہ اور کیا دلیل ہو سکتی ہے" پوچھا کہ وہ لڑکا کہاں ہے۔ زبیدہ نے کہا کہ وہ یہاں موجود تھا۔ لیکن جب اس کے ظاہر ہونے کا خوف ہوا تو عباسہ نے مکہ معظمہ کو روانہ کر دیا ہے" رشید یہ سُنکر چپ ہو گیا اور زبیدہ سے کہا کہ" دیکھو خبردار محل کی کوئی کنیز بھی اس حال سے واقف نہ ہونے پائے" زبیدہ نے جواب دیا کہ اس محل میں ایسی کون کنیز ہے۔ جو اس حال سے واقف نہیں ہے۔ تب ہارون الرشید خاموش ہو رہا اور اپنے دلی خیالات کو کسی پر ظاہر ہونے نہیں دیا کہ اس کو اپنے وزیر سے رنج ہے۔ لیکن برامکہ کی تباہی اور بربادی کے خیالات اس کو اسی وقت سے پریشان کرنے لگے۔ اور دل ہی دل میں منصوبے باندھنا شروع کئے۔ آخر تصدیق واقعات کی غرض سے مکہ معظمہ جانے کا ارادہ کیا۔ اور جعفر کو بھی ہمراہ لیا جب عباسہ کو ہارون کی روانگی معلوم ہوئی تو اس لڑکے کو مکہ معظمہ سے یمن کی طرف روانہ کر دیا۔ اس جگہ پر پہنچکر مورخین میں اختلاف ہے ایک گروہ کا تو یہ قول ہے کہ وہ لڑکا مکہ معظمہ میں ملا۔ اور ہارون نے اس کو اپنی بہن عباسہ اور جعفر سے مشابہ پایا بچے کو رحم کھا کر چھوڑ دیا لیکن جعفر کو قتل کر ڈالا۔ دوسرا گروہ یہ کہتا ہے کہ بعد قتل جعفر کے ہارون نے تذکرہ منورہ کا سفر کیا۔ اور وہاں وہ لڑکے عباسہ کے اس کے حضور میں پیش کئے گئے۔ ان بچوں کو دیکھ کر ہارون کو نہایت ہی تعجب ہوا کیونکہ علاوہ حسن و جمال کے انکی زبان نہایت فصیح اور شستہ اور جو فصاحت و بلاغت آلِ ہاشم میں ہونا چاہئے وہ ان میں موجود تھی۔ چنانچہ ہارون نے بڑے لڑکے سے پوچھا کہ اے قرۃ العین تمہارا کیا نام ہے ؟ اس نے کہا کہ" میرا نام حسن ہے"

Marfat.com

پھر چھوٹے سے پوچھا کہ اے میرے پیارے تجکو کیا کہکے پکارتے ہیں" تو اُس نے کہا کہ مجھ کو حسینؑ کہتے ہیں" چنانچہ اُن لڑکوں کو بغور دیکھتا رہا پھر خوب رویا اور لڑکوں کو مخاطب کرکے کہا کہ "تم دونوں مجھ کو بہت ہی پیارے معلوم ہوتے ہو جو تم کو ستائے خدا اُس پر رحم نہ کرے" لیکن یہ نہ سمجھا کہ میں حقیقت میں کیا کہہ رہا ہوں اور کیا کر رہا ہوں۔ کیونکہ تھوڑی ہی دیر میں مسرور کو حکم دیا کہ حسن و حسین دونوں کو قتل کرکے اُس صندوق[1] میں جس میں عباسہ کی نعش ہے بند کرکے دفن کردے۔ چنانچہ ہارون کے حکم سے یہ دونوں بچے قتل ہوے اور اپنی ماں کے ساتھ ایک ہی صندوق میں زیرزمیں دفن کردیئے گئے۔ اس کے بعد جو اسباب زوال برامکہ کے ہوئے وہ اِن مؤرخین کے نزدیک تتمہ اس واقعہ کے ہیں۔

طبری کی غلط روایت پر محققانہ نظر

طبری کے چند الفاظ اور مختصر روایت پر جس قدر طول طویل افسانہ لکھا گیا ہے وہ ہم لکھ چکے ہیں۔ لیکن اس روایت کو صحیح سمجھنا سخت غلطی ہے کیونکہ اصول روایت و درایت سے جہاں تک اس فرضی واقعہ کی تحقیقات کی گئی تو کوئی بھی اصلیت نہیں پائی جاتی ہے۔ اگرچہ اسلام کی ابتدائی تاریخوں میں طبری نہایت مستند ہے اور واقعات تاریخی یہ سند متصل لکھے گئے

حاشیہ [1] مصنف اعلام الناس لکھتا ہے کہ ارجوان نے ہارون سے یہ بھی کہا تھا کہ عباسہ اور جعفر میں خفیہ راہ و رسم سات برس سے ہے۔ چنانچہ تین لڑکے پیدا ہو چکے ہیں ایک چھ برس اور دوسرا پانچ برس کا ہے۔ تیسرا دو برس کا ہو کر فوت ہو چکا ہے۔ یہ دونوں لڑکے اس وقت مدینہ منورہ میں موجود ہیں۔ اور اس وقت بھی عباسہ حاملہ ہے۔ چنانچہ یہ سنکر ہارون نے مسرور کو حکم دیا کہ رات کے وقت جلاد اور دس مزدور حاضر کرے۔ چنانچہ وقت مقررہ پر ہارون عباسہ کے خواب گاہ کے کمرے میں گیا عباسہ کو حاملہ پایا۔ اور اس کو سوتے میں قتل کردیا۔ اور جس طرح سو رہی تھی ویسی ہی اس کی نعش ایک صندوق میں کفن کرتا لگا دیا اور یہ صندوق ایک دالان کھود کر اسی مکان میں دفن کردیا گیا اور لعبازاں یہ مزدور بھی بوروں میں بھر کر سی دیئے گئے اور دجلے میں ڈبو دیے گئے اسکے بعد جعفر قتل کروا لا گیا۔

Marfat.com

یں۔ لیکن یہ بھی طے شدہ مسئلہ ہے کہ بہت سے واقعات جو قصہ کہانی کے درجہ میں ہیں وہ
ھی بلا تحقیق اور بغیر لحاظ اسباب و علل کے جو اُس وقت لوگوں میں مشہور ہو رہے تھے لکھ دئے
یں جس کو پچھلے مؤرخوں نے تاریخی اصول سے غلط ثابت کر دیا ہے لیکن چند روایات کی
غلطی سے طبری کی عظمت و شان میں کچھ فرق نہیں آسکتا ہے۔ کیونکہ مشاہیر مورخین میں
بری کا درجہ ابن اسحاق۔ ابن کلبی۔ محمد بن عمر والواقدی سیف بن عمر
الاسدی۔ اور مسعودی کے ہم پلہ ہے ؛

روایت مذکورۂ بالا میں (اصل الفاظ پر غور کرو) طبری نے جن لفظوں میں جعفر و عباسہ کے
نکاح کا واقعہ لکھا ہے وہ بہت صاف ہیں جس سے ہر شخص بہ آسانی سمجھ سکتا ہے کہ احمد بن
زہیر کا قول عام روایت کی بنا پر ہے۔ نہ مؤرخانہ حیثیت سے طبری نے اس کو لکھا ہے نہ خود
سلیم کیا ہے کیونکہ آگے چل کر جو اسباب قتل جعفر کے طبری نے لکھے ہیں وہ بلا ترجیح ہیں۔
جس سے ثابت ہوتا ہے کہ واقعہ مذکور واقعہ مسلمہ نہیں ہے۔ بلکہ اسی قسم کی تاریخی غلطی ہے۔
جس کی بہ کثرت نظیریں تاریخ میں موجود ہیں اور طبری کے بعد جو تاریخیں لکھی گئیں اُن کا
طرز بھی جداگانہ تھا۔ بعض مؤرخ اختصار اور نقل روایت کو پسند کرتے تھے اور بعض
طوالت کو لیکن اُس اصول پر بھی پورے طور پر عملدرآمد نہیں کیا گیا۔ کیونکہ جو مختصر پسند تھے۔
انہوں نے یہاں تک اختصار کیا کہ سلاطین کے حالات میں صرف اُن کے ناموں پر اکتفا
کیا نہ اُن کے نسب نامے لکھے نہ عام اخلاق و عادات دکھائے۔ نہ اصول سلطنت پر بحث
کی۔ نہ ملک کے جغرافیہ اور عام طبعی حالات پر لحاظ کیا اور ہر مضمون کو ناقص اور ادھورہ چھوڑ دیا

اس وجہ سے ایسی تاریخیں نہ مقبول ہوئیں نہ معتبر سمجھی گئیں اور جنہوں نے مفصل لکھا انہوں نے تقلیداً متقدمین کے تمام قصص و حکایات کو بھی تاریخ کے دائرے میں شامل کر لیا اور جو ملا بعینہ نقل کرتے چلے گئے یہاں تک کہ جابجا عنوان تبدیل کر دئے جس سے اصل واقعہ کی ابتدا اور انتہا دونوں غائب ہو گئیں بہرحال ایسی تاریخیں[1] جو دونوں عیبوں سے پاک ہیں وہ بہت تھوڑی ہیں چنانچہ علامہ ابن خلدون کی یہ رائے آب زر سے لکھنے کے قابل ہے کہ فن تاریخ بظاہر تو نہایت آسان ہے۔ اور اس کا سمجھنا ہر عالم و جاہل کو یکساں ہے۔ کیونکہ گزشتہ زمانے کے واقعات اس سے خوب معلوم ہوتے ہیں لیکن درحقیقت اس کے واسطے نہایت غور و تامل کی ضرورت ہے تاکہ ان واقعات کے اسباب دریافت ہوں۔ مثلاً فلاں واقعہ کیوں ہوا۔ اور اس کے شروع ہونے کا سبب کیا تھا۔ اور پھر انجام کیا ہوا اسلئے فن تاریخ کو ایک عمدہ فن فنون حکمت سے سمجھنا چاہئے۔ مسلمانوں میں بڑے لائق مؤرخ ہوئے ہیں جنہوں نے تاریخ اور اخبار کو عمدہ طور پر جمع کیا ہے۔ مگر انکے بعد جو مورخ ہوئے انہوں نے تاریخ کو لغو اور وہمیات سے خلط ملط کر دیا ہے اور وہی بیہودہ باتیں اور ضعیف روایتیں۔ اور فرضی قصہ کہانیاں ہم تک پہنچادی ہیں۔ نہ جن کے واقعات پر غور کیا گیا ہے نہ حالات کی تنقیح پر توجہ کی گئی ہے۔ نہ جھوٹ کو سچ سے علیحدہ کیا ہے اس لئے فن تاریخ میں تحقیق اور تنقیح کم ہے اور اوہام و غلطیاں بہت ہیں۔ اگرچہ تقلید انسان کے رگ و پے

حاشیہ [1] کتاب العبر و دیوان المبتدا والخبر فی ایام العرب والعجم والبربر۔ کتاب المختصر فی احوال البشر۔ کتاب المواعظ والاعتبار فی بیان الخطط والآثار علامہ مقریزی۔ اسی قسم کی تاریخیں ہیں۔ اور تمام واقعات صحیح اور اصول تاریخ کے مطابق ہیں۔

Marfat.com

یں سمائی ہوئی ہے اور جہالت سب کو گھیرے ہوے ہے مگر سچ ہمیشہ سچ ہے جس پر کوئی غالب نہیں ہوسکتا۔ اور جھوٹھ ہمیشہ جھوٹھ ہے جو ذرا سی فکر میں معلوم ہوجاتا ہے۔ اور ناقل ہمیشہ بلا تمیز صحت و غلطی کے نقل کرسکتا ہے۔ لیکن صرف عقل و ادراک ہی ایک ایسی چیز ہے جو خطا اور ثواب کو جدا کرسکتی ہے۔ اور علم ہی وہ شے ہے جس سے ہر چیز کی حقیقت کھل جاتی ہے[1]۔ اور آگے چلکر تاریخ کی فضیلت میں لکھا ہے کہ "جو شخص[2] دینی و دنیاوی باتوں کی تحقیق چاہتا ہو اسے تاریخ سے واقف ہونا ضرور ہے۔ لیکن اس فن میں چند امور کا لحاظ رکھنا واجبات سے ہے اول ماخذ کا دریافت کرنا۔ دوسرے اس پر غور و تامل کرنا۔ اور اس کی تصدیق و تنقیح میں ثابت قدم رہنا۔ کیونکہ یہی دو باتیں انسان کو لغزشوں اور غلطیوں سے بچاتی ہیں۔ اگر ایسا نہ کیا جائے اور محض نقل و روایت پر اعتبار کیا جائے اور عادت و سیاست اور دنیا کی طبیعت اور جماعت انسانی کے مستحکم اصول پیش نظر نہ رکھے جائیں اور غائب کو حاضر پر اور گزشتہ کو حال پر قیاس نہ کیا جائے تو کچھ شک نہیں ہے کہ انسان لغزش سے کبھی نہیں بچے گا۔ اور قدم اس کا رہِ راست سے ضرور ڈگ جائے گا۔ اور اکثر مؤرخین۔ مفسرین۔ اور ائمہ نقل سے واقعات روایات کے بیان کرنے میں یہی غلطی ہوئی ہے کیونکہ انہوں نے محض نقل پر بھروسہ کرلیا اور اس کے عیب و ثواب پر نظر نہ کی نہ ان کو اصول و قواعد سے جانچا نہ نظائر و شواہد پر قیاس کیا نہ حکمت و عقل کی کسوٹی پر کسا۔ نہ خود موجودات کے طبائع سے واقف ہوئے۔ نہ غور و تامل اور سمجھ بوجھ کو ان باتوں کی تحقیق میں دخل دیا۔ اس لئے وہ حق سے بہک گئے اور وہم و غلطی کے جنگل میں

حاشیہ [1] مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۳ مطبوعہ ازہریۃ المصریہ [2] مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۶۔

جاپڑے۔ خصوصاً اعداد[1] کے بیان اور مال و لشکر کے شمار میں تو انہوں نے ایسا مبالغہ کیا ہے کہ بادی النظر میں جھوٹ اور غلط معلوم ہوتا ہے۔

ناظرین اعلامہ ابن خلدون نے جو اصول تاریخ نویسی کے لکھے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ فن کس قدر مشکل ہے۔ اور مؤرخین کو محض واقعات کے نقل کر دینے سے کیا کیا دقتیں پیش آئی ہیں چنانچہ جعفر و عباسہ کا واقعہ بھی اسی قسم کے غلط اور مہمل افسانوں کا ایک ٹکڑہ ہے۔ اور چونکہ سیکڑوں واقعات اس قسم کے تاریخوں میں موجود ہیں جن کو عوام صحیح سمجھتے ہیں حالانکہ وہ بالکل جھوٹے قصے ہیں اس لئے بطور نظیر کے صرف دو واقعے ہم مقدمہ ابن خلدون سے نقل کرتے ہیں جن کو علامہ موصوف نے عقلی قرائن کی بنا پر غلط قرار دیا ہے۔ اگرچہ سوانحعمری کا یہ طرز نہیں ہے کہ اس قدر طول طویل عبارتیں نقل کی جائیں۔ مگر چونکہ ہم کو ایک غلط واقعہ پر مفصل تبصرہ لکھنا ہے اسلئے امید ہے کہ ناظرین ان نظائر کو خارج از بحث قرار نہ دیں گے بلکہ یہ بحث ان کو مسئلہ متنازعہ کے حل کرنے میں اصول موضوعہ کا کام دے گی۔ و ہو ہذا ؎

جنت الارم یا شداد کی بہشت

منجملہ ان واہی تباہی خبروں کے جن کو مفسرین نے بھی اپنی تفسیروں میں لکھا ہے اور جس کا خراب اثر

حاشیہ [1] اس کی نظیر حضرت موسےٰ علیہ السلام کے حالات ہیں کہ میدان جنگ میں صرف وہ نوجوان جن کی عمر بیس برس کی تھی چھ لاکھ تھے۔ علاوہ مصر و شام کی فوجوں کے حالانکہ حضرت موسےٰ اور اسرائیل میں صرف چار پشت کا فرق تھا اس قدر مدت یعنے دو سو بیس برس میں نسل کی اس قدر ترقی نہیں ہو سکتی ہے۔ کیونکہ مصر میں جب حضرت یوسف علیہ السلام تشریف لائے ہیں تو اس وقت بنی اسرائیل کی کل تعداد ستر نفر تھی۔

مذہب اسلام پر پہنچتا ہے سب سے بیہودہ اور بعید از قیاس وہ روایت[1] ہے جو سورہ والفجر کی آیت اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ الَّتِي لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ کی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ ارم ایک شہر کا نام تھا جس کے بڑے بڑے ستون تھے اور عاد بن عوص بن ارم کے دو بیٹے تھے۔ شدید و شداد جو اس کے بعد وارث تاج و تخت ہوئے۔ شداد نے جنت کی صفت سنکر اسکے مثل ایک جنت بنانی چاہی۔ چنانچہ عدن کے خطوں میں تین سو برس میں اس نے ایک شہر بنایا اور خود شداد کی عمر نو سو برس کی تھی اور جو شہر کہ اس نے بنوایا تھا وہ بہت بڑا تھا دیواریں اس کی چاندی سونے کی اینٹ سے۔ اور ستون اس کے زبرجد و یاقوت سے بنائے گئے تھے۔ اور جبکہ وہ بن کر طیار ہوا تو شداد اپنی سب فوج کے ساتھ چلا جب وہ شہر ایک منزل رہ گیا تب خدا نے ایک ایسی ہولناک آواز آسمان سے بھیجی کہ وہ سب مر گئے۔ اس روایت کو **طبری**۔ **ثعالبی** اور **زمخشری**۔ وغیرہ مفسرین نے لکھا ہے۔ اور عبداللہ بن قلابہ صحابی سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ وہ اپنے اونٹ کو ڈھونڈھتے ہوئے اس شہر میں پہنچے اور بیشمار جواہرات وہاں سے رول کر اپنی جھولی میں بھر لائے جب معاویہ بن ابی سفیان کو خبر پہنچی تو انہوں نے حضرت عبداللہ کو طلب کر کے سارا قصہ پوچھا۔ پھر کعب احبار سے اسکی تصدیق کی کعب احبار نے کہا کہ "یہ شہر ارم ذات العماد ہے اور اس میں ایک شخص مسلمانوں میں سے آپ کے زمانے میں داخل ہوگا۔ سرخ رنگ۔ پست قد۔ اور ابرو اور گردن پر تل ہوگا اور وہ اونٹ

حاشیہ [1] مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۹ ترجمہ "کیا تو نے نہیں دیکھا کہ کس طرح پر کیا تیرے پروردگار نے قوم عاد کے ساتھ جو ارم کی اولاد تھی۔ اور ایسی قد اور تھی کہ انکے مانند شہروں میں پیدا نہیں کئے گئے تھے"

Marfat.com

کی تلاش میں وہاں پہنچے گا پھر جب اُنہوں نے ابن قلابہ کو دیکھا تو کہا خدا کی قسم یہ وہی شخص ہے اس روایت کو لکھ کر علامہ موصوف لکھتے ہیں کہ "اس شہر کی خبر آج تک کبھی نہیں سُنی گئی نہ یہ بات پایۂ تحقیق کو پہنچی کہ زمین کے کسی ٹکڑے پر ایسا شہر آباد ہے۔ اور عدن کا میدان جہاں ایسے شہر کا بنایا جانا گمان کیا جاتا ہے۔ وسط یمن میں واقع ہے۔ اور برابر اس کی آبادی چلی آتی ہے۔ اور مسافر و سیاح تمام ملکوں سے وہاں آتے جاتے رہتے ہیں لیکن کسی ایک نے ایسے شہر کی خبر کی نقل نہیں کی۔ نہ کسی اور قوم نے اسکا حال بیان کیا پس اگر یہ کہا جاتا کہ یہ شہر ویران ہو گیا اور اُس کے آثار اب باقی نہیں رہے تو زیبا تھا مگر ان کے کلام سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اب تک موجود ہے بعض کہتے ہیں کہ وہ **دمشق** ہے جس پر قوم عاد نے قبضہ کیا تھا۔ اور بعضوں کا ہذیان یہاں تک پہنچگیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ وہ شہر نظر سے غائب ہے اور صرف جادوگر اور اہل ریاضت کو نظر آتا ہے۔ یہ سب باتیں از قبیل خرافات و مضحکات ہیں۔ اور یہ سارے قصے اس وجہ سے لکھے گئے ہیں کہ مفسرین نے صنعت عرب پر خیال نہیں کیا اور ذات العماد کو ارم کی صفت قرار دے کر دھوکے میں پڑ گئے ورنہ اگر عماد سے ستون ہی مراد لئے جاویں تو بھی وہ صفت قوم کی ہے کہ بوجہ ان کی قوت کے اس صفت سے اُن کو موصوف کیا۔ نہ یہ کہ مراد اس سے کوئی خاص

حاشیہ ۱؎ بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت علی مرتضےٰ کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے کہ خداوند تعالےٰ نے اس باغ اور محل کو جو قوم عاد نے تعمیر کیا تھا۔ دنیا سے اُٹھا کر آسمان پر پہنچا دیا ہے۔ اور قیامت کے دن وہ بھی منجملہ اور آسمانی بہشتوں کے ایک بہشت ہو گی لیکن یہ بھی بڑا اتہام ہے۔ نہ اس معنے کی تائید اس آیت سے بھی ہوتی ہے جس میں قوم عاد کے مردہ پڑے ہوئے جسموں کی اُکھڑے ہوئے درختوں کے تنوں سے تشبیہ دی ہے وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوا بِرِيحٍ صَرْصَرٍ الخ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ (سورہ الحاقۃ ۶۹ تبارک الذی)

Marfat.com

عمارت ہو۔ پس کوئی ضرورت نہیں ہے کہ ایسی کہانیاں بنائی جاویں۔ اور خدا کی کتاب کی آیتوں کی توجیہ کے لئے ایسے محامل بعیدہ تلاش کئے جاویں جن سے وہ ہر طرح سے پاک اور منزہ[1] ہے۔

حاشیہ [1] علامہ موصوف نے شداد کے بہشت سے انکار کیا ہے۔ اور فی الحقیقۃ خدا کی بہشت کے مقابلے میں ایک کافر کی بہشت کا تذکرہ ایک بے جوڑ بات بھی ہے۔ قرائن عقلی کی بنا پر جو کچھ اس وقت علامہ موصوف نے لکھا تھا اس کی تائید زمانہ حال کی تحقیقات سے ہوتی ہے کیونکہ قوم عاد کی آبادی عربیسا ڈزرتا یعنے عرب کے ریتلے میدان میں تھی۔ ابو الفدا اور معالم التنزیل کی تحقیقات کے موافق بھی یہ قوم یمن و عمان کے قریب آباد تھی اور احقاب کہلاتی تھی۔ عرب کے نقشے میں جو ریگستان پچاس درجہ طول اور بیس درجہ عرض پر واقع ہے وہ الاحقاب ہے جہاں قوم عاد آباد تھی۔ اور انکے آثار آج تک ان مقامات کے ناموں میں پائے جاتے ہیں جو خلیج فارس کے کنارے پر یا قرب و جوار کے میدانوں میں واقع ہے (دیکھو جغرافیہ ریورنڈ فاسٹر ملک عرب) چونکہ اپنے زمانے میں عوص کی اولاد دیگر قبائل سے بہت ممتاز تھی۔ اور شرقی و جنوبی عرب کی مالک تھی۔ اور جسامت و قوت وغیرہ میں اوروں پر فائق تھی اسلئے بطور مثال کے خداوند نے سورۂ والفجر میں عاد کا ذکر کیا ہے۔ انکے رہنے کی عمارتیں تھیں لیکن وہ ریگستانی محل اس قابل نہیں تھے کہ قرآن مجید میں ان کا ذکر کیا جاتا۔ جو خیال اس آیت کی تفسیر میں علامہ موصوف نے ظاہر کیا ہے تفسیر جلالین و بیضاوی و تفسیر کبیر میں بھی اس کی تائید کی گئی ہے۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ جس طرح بنی ہاشم اپنے دادا ہاشم کے نام سے مشہور ہیں اسی طرح قوم عاد اپنے دادا ارم کے نام سے مشہور تھی۔ مختصر شجرہ قوم عاد اولیٰ کا یہ ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام

سام

۱ عیلام ۲ اسور ۳ ارفکسد ۴ لود ۵ ارم

۱ عوص ۲ حول ۳ جثر ۴ مش

عاد اولیٰ — ثمود (عاد ثانی)

یہ بات بھی قابل یاد رکھنے کے ہے کہ مفسرین نے شداد کو جس عاد کی اولاد میں لکھا ہے وہ ایک تیسرا عاد ہے جسکا زمانہ ۱۹۲۱ برس قبل حضرت مسیح کے تھا یعنی عاد اولیٰ و ثانی کے بہت زمانہ بعد ہوا ہے۔ یہ شداد ماطاط بن عبد الشمس (سبا اکبر) کی اولاد میں تھا اور اسکے باپ کا بھی نام عاد ہے بڑی شان و شوکت کا بادشاہ تھا اور اس نے بڑی عالیشان عمارتیں بنائی تھیں جنکے نشان اب بھی پائے جاتے ہیں بہرحال تاریخی حیثیت سے بھی تفسیر میں عاد ثالث و عاد اولیٰ کے حالات خلط ملط ہیں۔ شداد کا قصہ جسکو مفصل دیکھنا ہو وہ بدائع الظہور تفاسیر دیکھے)

Marfat.com

حکایت بوران و زنبیل

ایسے ہی غلط اور بے سروپا زنبیل کا قصہ ہے جسکو مصنف عقد الفرید نے حالات شادی خلیفہ مامون الرشید میں لکھا ہے ۔

حاشیہ علامہ ابن خلدون نے صرف عقد الفرید کا بلحاظ طوالت کے حوالہ دیدیا ہے لیکن بہ نظر دلچسپی ناظرین یہ طولانی قصہ شرح مقامات حریری سے بہت ہی مختصر کرکے لکھا جاتا ہے جس کو عربی کا مذاق ہو وہ عقد الفرید یا شریسی ملاحظہ کرے ۔"

اسحاق موصلی کہتا ہے کہ میں ایک دن مامون الرشید کی خدمت میں حاضر ہوا خلیفہ عیش و طرب میں مصروف تھا ۔ مجھے دیکھا تو علیحدہ کمرے میں لے گیا اور وہاں نبیذ کا دور چلنے لگا ۔ جب شام ہوگئی تو مجھ سے کہا کہ "تا واپسی میری تم حاضر رہنا میں دارالحرم میں جاتا ہوں ۔" جب آدھی رات گزر چکی اور خلیفہ واپس آیا تب مجھے بھی وحشت ہوئی اور مکان کا قصد کیا کیونکہ ایک کنیز کی یاد نے مجھے بے چین کر دیا تھا ۔ غرضکہ میں اٹھ کھڑا ہوا ۔ راستے میں پیشاب کی حاجت ہوئی تو ایک کوچے میں چلا گیا ۔ وہاں کیا دیکھتا ہوں کہ دیوار سے متصل ایک ریشمی زنبیل ٹنگی ہوئی ہے اول تو میں سوچتا رہا لیکن پھر بے دھڑک اس میں بیٹھ گیا ۔ میرا بیٹھنا تھا کہ ڈوریاں کھنچ گئیں ۔ اور میں یکایک ایک خوشنما اور وسیع میدان میں جا اترا ۔ جن چار کنیزوں نے مجھے اوپر کھینچا تھا ان میں سے ایک نے شمع ہاتھ میں لی اور میرے آگے آگے چلی اور ایک دوسرے کمرے میں لے گئی جو شاہانہ طرز پر سجا ہوا تھا ۔ میں وہاں جا کر ٹھہرا تھوڑی دیر میں ایک پردہ اٹھایا گیا اور چند کنیزیں نمودار ہوئیں ۔ جو عود کی انگیٹھیاں ۔ اور شمع وغیرہ لیئے ہوئے تھیں ۔ اور انکے ہمراہ ایک کم سن عورت تھی جو حسن و جمال کی دیوی تھی ۔ چودھویں رات کا چاند اس کے حسن سے شرماتا تھا ۔ میں فوراً اس کی تعظیم کے واسطے اٹھ کھڑا ہوا بہ کمال مہربانی مرحبا خیر مقدم کہہ کر مجھے بٹھایا اور میرے حالات سننے کی مشتاق ہوئی میں نے عرض کیا کہ "ایک دوست کے مکان سے آتا ہوں اتفاقیہ اس کوچے میں آنکلا تھا ۔ زنبیل کو معلق دیکھ کر حالتِ نشے میں بیٹھ گیا ۔ اگر مجھ سے قصور ہوا ہو تو امیدوار معافی ہوں ۔" کہا معانقہ نہیں انجام بخیر ہے ۔ پھر پوچھا تمہارا پیشہ کیا ہے ۔ میں نے عرض کیا کہ بزاز ہوں بغداد میں دکان ہے ۔ کہا کہ کچھ اشعار سے ذوق ہے ۔ میں نے کہا کچھ یونہیں برائے نام ۔ تب اس بی بی نے مجھے پڑھنے کی فرمایش کی ۔ میں نے کہا کہ میں تو مہمان ہوں ۔ میزبان کے سامنے اشعار پڑھتے ہوئے ذرا طبیعت رکتی ہے مناسب ہے کہ آپ ہی ابتدا کریں یہ سنکر بولی کہ سچ کہتے ہو ۔ پھر اس نے محدثین کے اقوال اور قدما کے منتخب اشعار سنائے ۔ تب مجھے نہایت تعجب ہوا میں یہ نہیں کہہ سکتا ہوں کہ باعث تعجب اس کا حسن و جمال تھا ۔ یا کمال ادب یا طرز کلام ؟ جب یہ سلسلہ ختم ہوا تو وہ مجھ سے مخاطب ہوئی کہ ہاں اب شرم چھوڑو اور کچھ اشعار پڑھو میں نے الامر فوق الادب سمجھکر اساتذہ کے منتخب اشعار سنائے ۔ ہر ہر شعر کو پسند کیا ۔ آخر میں یہ کہا کہ خدا کی قسم بازاری لوگوں میں یہ صفت نہیں ہو سکتی ہے بعد اس صحبت کے دسترخوان بچھایا گیا ۔ جو خوان سامنے آئے اس سے معلوم ہوتا تھا کہ سوائے سلاطین کے اور کسی کو یہ نعمت میسر نہیں ہو سکتی ہے ۔ جب اس سے فراغت ہوئی تو قصص و حکایات کا سلسلہ چھیڑا گیا ۔ طرفین سے عمدہ عمدہ لطیفے اور

نظائر مذکورۂ بالا کے سوا بہت سے غلط واقعات ہیں جو اس محقق نے لکھے ہیں جس کو بلحاظ طوالت

قصے بیان کئے گئے۔ جب میں بیان کر چکا تو مجھسے کہا تعجب ہے کہ ایک تاجر کو ایسی ایسی شاہانہ حکایتیں یاد ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ آپ کا فرمانا صحیح ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ میرا ایک ہمسایہ دربار میں حاجا کرتا ہے میں بھی اس کے پاس کبھی کبھی جا بیٹھتا ہوں۔ یہ قصے اسکے سنے سنائے یاد ہو گئے ہیں۔ غرضکہ اسی قسم کے مذاکرے میں ساری رات کٹ گئی اور صبح کا وقت آگیا اس وقت اس بی بی نے مجھ سے کہا کہ تم جامع صفات ہو۔ صورت بھی اچھی ہے ادب بھی جانتے ہو۔ لیکن میرے خیال میں صرف ایک چیز کی کمی ہے۔ میں نے پوچھا کہ وہ کیا۔ کہا اشعار کا راگنی سے پڑھنا۔ میں نے کہا کہ مجھے بھی اس کی مدت سے آرزو ہے مگر افسوس ہے کہ یہ فن حاصل نہیں ہوا۔ اگرچہ میرا یہ انکار ظاہری تھا لیکن راگنی کے نام سے دل بے چین ہو گیا اور بول اٹھا کہ مناسب ہے اگر یہ تھوڑی سی رات نغمہ و سرود کے ساتھ ختم ہو۔ یہ سنکر بولی کہ یہ تو مجھ پر تعریض ہے میں نے کہا نہیں بلکہ ادب و فضل کی ابتدا آپ سے ہوئی تھی اختتام بھی آپ پر ہونا چاہئے۔ مجبوراً میری فرمایش پر عود بجایا۔ سبحان اللہ کیا کہنا تھا۔ جب میں نے بہت کچھ تعریف کی۔ تو کہا یہ بھی جانتے ہو کہ یہ کس کے اشعار ہیں اور طرز کس کا ہے؟ میں نے انکار کیا تو خود ہی جواب دیا۔ کہ یہ اشعار فلان شاعر کے ہیں۔ اور راگنی اسحاق موصلی کی ہے۔ ہنوز باتوں کا تار نہیں ٹوٹا تھا کہ صبح کے آثار پیدا ہوئے اور ایک بوڑھی عورت نے جو اس کی دایہ تھی آن کر کہا کہ بس! جلسہ ختم ہوتے ہی میں بھی رخصت ہوا چلتے وقت مجھ سے کہا کہ خبردار کوئی راز ظاہر ہو۔" المجالس بالامانات" مکان پر پہنچکر بعد فراغ نماز فجر سو رہا۔ ہنوز نیند پوری نہیں ہوئی تھی کہ خلیفہ مامون الرشید کے خادم نے آکر جگا دیا اور ساتھ لے گیا۔ امیرالمومنین کو بھی رات کا خمار باقی تھا۔ رات کے جلسے کے حالات بیان کرنے لگے اور چونکہ فطرتی طور پر عورتوں سے زیادہ مانوس تھے رات ہوتے ہی پھر وہی دھن سوار ہوئی اور مجھ سے کہا کہ میں محل میں جاتا ہوں۔ میں نے کہا کہ بسم اللہ تشریف لے جائیے کوئی امر مانع نہیں ہے۔ لیکن مجھے پھر وہی حکم ہوا کہ خبردار یہاں سے باہر نہ جانا۔ اور خدام کو تاکید کر دی گئی کہ اسحاق جانے نہ پائے۔ لیکن صبح ہوتے ہی تمام رات کا سماں میں بھی بھول نہیں سکتا تھا۔ اسلئے حاجب کو سمجھا بجھا کر نکل کھڑا ہوا اور سیدھا اسی طریق سے کل والے محل میں جا پہنچا۔ آج بھی اسی قسم کی صحبت رہی۔ صبح کو مکان پہنچا۔ لیکن آج بھی خلیفہ کے خادم آئے اور اپنے ساتھ لے گئے۔ امیرالمومنین نے فرمایا کہ تم روز گھر بھاگ جاتے ہو۔ میں نے عرض کیا کہ حضور تو عیش و طرب میں مشغول رہتے ہیں۔ تنہائی سے مجھے وحشت ہوتی ہے اسلئے چلا جاتا ہوں لیکن سیدوار حاضر ہوں۔ غرضکہ ادھر اُدھر کی باتوں میں دن ختم ہو گیا اور خلیفہ نے محل میں جاتے وقت یہ اقرار مجھسے کرا لیا کہ آج صبح تک حاضر رہونگا۔ لیکن خلیفہ کے جاتے ہی پھر خیالات نے پریشان کر دیا۔ دوپہر کی حراست سے بھاگ نکلا۔ لیکن آخر گرفتار ہوا۔ مگر کسی کو چاندی اور کسی کو انگوٹھی دیکر اور کسی کی خوشامد کر کے راضی کر لیا۔ سیدھا محل میں جا پہنچا مجھے دیکھتے ہی اس بی بی نے فرمایا کہ تم نے تو اپنا گھر بنا لیا ہے ہر روز بھاگے چلے آتے ہو۔ میں نے کہا صاحب

Marfat.com

ہم نظر انداز کرتے ہیں۔ اگر ناظرین کو شوق ہو تو مقدمۂ ابن خلدون ملاحظہ فرمائیں۔ لیکن خاص

مہمان کی دعوت تین روز تک ہوتی ہے۔ آج کے بعد اگر میں حاضر ہوں تو میرا خون حلال ہے۔ پھر مجلس شروع ہوئی اور معمول کے موافق جلسہ رہا۔ چونکہ آج تیسرا دن اور آخری جلسہ تھا میں نے خیال کیا کہ خلیفہ تک یہ حالات ضرور پہنچیں گے۔ اسلئے میں نے کہا میرا ایک چچازاد بھائی بھی ہے جو کہ مجھ سے زیادہ خوب صورت۔ ادیب اور ماہر موسیقی ہے۔ اسحاق کی تمام راگنیوں کا حافظ ہے یہ سنکر مجھ سے کہا کہ طفیلی ہو کر اس قدر شوخیاں کرتے ہو۔ میں نے کہا کہ آپ کو اختیار ہے۔ پھر کہا کہ اچھا اگر تمہارا بھائی ایسا ہی ہے جیسا کہتے ہو تو مجھے اسکے آنے میں کوئی عذر نہیں ہے۔ چونکہ صبح ہو گئی تھی۔ میں بھی رخصت ہو کر گھر پہنچا لیکن پہنچتے ہی گرفتار ہو گیا اور آج چپراسی مجھکو بُری طرح سے لے گئے۔ مامون الرشید غضبناک بیٹھا تھا دیکھتے ہی کہا اسحاق! تو باغی ہو گیا ہے۔ اور اس قدر انحراف کا کیا سبب ہے سچ کہہ! میں نے عرض کیا کہ خلوت میں گزارش کرونگا۔ چنانچہ جب مجمع منتشر ہو گیا تو میں نے رام کہانی سنا دی۔ کہا اگر مطابق واقعہ کے ہوا تو خیر ورنہ سزا دیجائیگی۔ جب وقت مقرر آ پہنچا تو میں مامون الرشید کو اپنے ساتھ لے کر چلا لیکن راستے میں میں نے یہ سمجھایا کہ براہ مہربانی آپ مجھپر وہاں حکومت نہ کیجئے گا۔ نہ سلطنت کا کوئی اظہار ہو۔ بلکہ میرے تابع ہونا پڑے گا۔ امیر المومنین نے اقرار کیا۔ لیکن یہ کہا کہ اگر اس عورت نے مجھسے متعلق راگنی کے کچھ فرمایش کی تو میں کیا کرونگا۔ میں نے کہا اس کا بندوبست میں کرلونگا۔ غرضکہ مامون الرشید کو سمجھا کر اُس محل تک میں لے گیا۔ اور زنبیل میں بیٹھکر دونوں محل میں جا اُترے اور ہم دونوں ایک جگہ بیٹھ گئے۔ ماموں تو اُس کا حسن و جمال دیکھ کر غش کر گیا۔ جب اُس بی بی نے ماموں کو میرے پاس بیٹھے دیکھا تو مجھ سے کہا کہ اپنے بھائی کے ساتھ تم نے انصاف نہیں کیا۔ اور ماموں سے مخاطب ہو کر کہا کہ آپ میرے قریب صدر میں بیٹھیں یہ تو گھر کے آدمی ہیں (کیونکہ چوتھا دن تھا) آپ ہمارے مہمان ہیں۔ چنانچہ پھر علمی مباحثے ہونے لگے لیکن ماموں ہر ایک بات میں اُس پر غالب رہا۔ بعد اس مذاکرہ کے نبیذ کا دور چلا۔ اور ساتھ ہی اُس کے اُس بی بی نے عود بجانا شروع کیا۔ چونکہ ماموں تین رطل پی چکا تھا سرور زیادہ ہوا اور اُسی حالت مدہوشی میں تیز نظروں سے مجھے دیکھ کر زور سے کہا کہ اسحاق! میں نے کہا لبیک یا امیر المومنین۔ کہا فلاں راگ شروع کر۔ ماموں کی زبان سے یہ کلمہ سنتے ہی وہ بی بی سمجھ گئی کہ یہ امیر المومنین مامون الرشید ہیں جھٹ پردے میں چلی گئی۔ جب میں گانے سے فارغ ہوا تو پوچھا کہ یہ کس کا مکان ہے ایک کنیز بولی کہ حسن بن سہل کا (اُس وقت یہ وزیر اعظم تھا) حکم ہوا کہ فوراً حسن حاضر کیا جائے۔ ایک بوڑھی عورت اُسکو بلا لائی۔ خلیفہ نے پوچھا کہ تمہاری کوئی بیٹی ہے۔ عرض کیا کہ ہاں ایک کنیز ہے جس کا نام بوران ہے پھر پوچھا کہ شادی ہو چکی ہے۔ جواب ملا نہیں۔ کہا اچھا میں اسکا خطبہ کرتا ہوں۔ حسن نے کہا کہ بوران آپ کی لونڈی ہے آپ کو اختیار ہے چنانچہ تیس ہزار نقد دینار پر عقد ہو گیا۔ خلیفہ نے مجھ سے کہا کہ خبردار اس واقعہ کو کسی سے نہ کہنا چنانچہ اسحاق کہتا ہے کہ میں نے اس واقعہ کو امیر المومنین مامون الرشید کے انتقال تک کبھی ظاہر نہیں کیا،، دیکھو عقد الفرید عبدیہ جلد ۳ صفحہ ۳۵۶ مطبوعہ مصر و مقامات حریری مشہور بہ شریسی جلد ۲ صفحہ ۱۹۵۔ علامہ ابن خلدون کے نزدیک یہ جلسہ بھی محض لغو ہے۔ البتہ شادی کا ہونا مسلم ہے اور واقعہ تاریخی ہے لیکن نہ اس رنگ پر۔ حالات شادی نہایت دلچسپ ہیں لیکن ہم اس سے زیادہ نہیں لکھ سکتے۔ جس کو مفصل دیکھنا منظور ہو وہ اردو میں تاریخ المامون۔ اور عربی میں شرح مقامات حریری

جعفر و عباسہ کی شادی پر جو رائے اس نامور مورخ نے لکھی ہے وہ یہ ہے کہ "اقوال موضوعہ میں سے عباسہ کا بھی قصہ ہے جس کو برامکہ کے زوال میں تمام مورخین نے نقل کیا ہے کہ ہارون الرشید نے اپنی بہن عباسہ کا جعفر بن یحییٰ برمکی سے اس شرط پر نکاح کر دیا کہ دونوں میں خلوت صحیحہ نہو۔ اور مقصود اس نکاح سے یہ تھا کہ جعفر و عباسہ دونوں اسکی مجلس میں بے تکلف آسکیں لیکن جب عباسہ کو جعفر سے دلی محبت ہو گئی تو اس نے کسی حیلے سے خلوت صحیحہ حاصل کی اور وہ حاملہ ہو گئی۔ جب رشید کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو وہ نہایت غضب ناک ہوا لیکن یہ بالکل جھوٹا قصہ ہے۔ اور کسی طرح پر ممکن نہیں ہے کہ ہارون الرشید جیسا بلند ہمت اور عظیم القدر خاندان والا شخص اپنے عربی شرف کو عجم کے ایک غلام سے رشتہ داری کر کے خراب کرے گا۔ اگر کوئی غور و انصاف کی نظر سے دیکھیگا تو اس کو صاف معلوم ہو جائے گا کہ یہ بالکل گڑھت ہے۔ کہاں خلیفہ ہارون الرشید اور عباسہ۔ اور کہاں ایک عجمی غلام جعفر! دونوں کے مرتبے اور شان میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ برامکہ کے ادبار کے اسباب کچھ اور ہی ہیں"

ملاحظہ کرے جس شان و شکوہ سے مامون الرشید کی یہ شادی ہوئی ہے اسکی نسبت عربی مورخوں کا یہ فخریہ دعوے ہے کہ گزشتہ اور موجودہ زمانہ میں کوئی اسکی نظیر نہیں لا سکتا۔" خلیفہ ہارون الرشید کا تقدس مذہبی اور عزت خاندانی ظاہر ہے کیونکہ ہارون الرشید سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ تک صرف چار پشت کا فرق ہے (ہارون بن مہدی بن عبداللہ ابو جعفر منصور بن محمد سجادہ بن علی بن عبداللہ بن العباس) اور حضرت عبداللہ بن عباس ترجمان القرآن ابن عم رسول اللہ صلعم کے ہیں۔ اب باقی رہی نسب کی بحث۔ چنانچہ فقہا کا اس پر اتفاق ہے کہ ایک قریشی دوسرے قریشی کا کفو ہے۔ اور اسیطرح پر بقیہ قبائل عرب باہم کفو ہیں۔ لیکن کوئی عجمی کبھی کسی عربی کا کفو نہیں ہو سکتا ہے۔ اگرچہ وہ عالم اور بادشاہ ہی کیوں نہو۔ اور در المختار میں علامہ شامی نے بحر الرائق سے نقل کیا ہے کہ اگر ہاشمیہ کسی قریشی غیر ہاشمی سے نکاح کرلے تو وہ جائز رکھا جاویگا۔ اور اگر عربی غیر قریشی سے نکاح کرے تو اسکے ولی کو اختیار ہے کہ اس نکاح کو اسیطرح پر رد کر دے جس طرح سے کوئی عربی عورت کسی عجمی سے نکاح کرلے۔ اور عرب کے نزدیک عجم سے وہ لوگ مراد ہیں جو کسی عربی قبیلے کی طرف منسوب نہوں۔ اور اصطلاح عرب میں ان کا نام موالی و عتقاء ہے خواہ عربی زبان بولتے ہوں یا نہیں۔

Marfat.com

پھراس کے بعد اپنے عقلی دعوے کے ثبوت میں علامۂ موصوف نے خلیفہ ہارون الرشید کی خانگی زندگی پر یہ رائے لکھی ہے کہ "ہارون الرشید پر یہ الزام کہ وہ اپنے ہم نشینوں میں شراب پیا کرتا تھا اور ہمیشہ حالت نشہ میں رہتا تھا۔ حاش للہ یہ بالکل غلط ہے۔ اور اسکے مرتبۂ خلافت اور شان عدالت دونوں سے بھی یہ بعید ہے۔ کیونکہ ہارون الرشید کی ہر وقت علماء صلحا سے صحبت رہا کرتی تھی اور **فضیل بن عیاض** اور **ابن سماک** سے گفتگو ہوا کرتی تھی اور **سفیان ثوری** سے مکاتبت جاری رہتی تھی۔ اور ان کے وعظ سے وہ متاثر ہوتا تھا۔ طواف مکہ میں دعائیں مانگتا تھا۔ نیچگانہ نماز کا پابند تھا اور صبح کی نماز اول وقت جماعت سے پڑھا کرتا تھا طبری وغیرہ نے لکھا ہے کہ ہارون الرشید ہر روز ایک سو رکعت نماز نفل کی پڑھتا تھا۔ اگر ایک سال فتوحات ملکی میں رہتا تو دوسرے سال حج کو جاتا تھا۔ **ابن ابی مریم** جو اس دربار کا ایک مسخرہ تھا اُس پر ایک مرتبہ سخت ناراض ہوا جبکہ اُس نے نماز میں ہنسانا چاہا۔ اور یہی رشید ہے کہ جس نے امام مالک سے موطا لکھنے کی فرمایش کی تھی۔ جو ایسا شخص ہو بھلا وہ کیونکر اعظم المنکر ہو سکتا ہے۔ اور زمانۂ جاہلیت کے بھی تمام شرفا شراب سے پرہیز کرتے تھے۔ اور اس کا پینا برا جانتے تھے۔ یہی ہارون الرشید ہے جس نے **ابو نواس** اپنے دربار کے ملک الشعرا کو اس جرم پر جیلخانہ بھیج دیا کہ وہ ہمیشہ شراب خواری میں مست رہتا ہے۔ ہاں اس سے انکار نہیں کہ وہ نبیذ پیتا تھا جس کی حلت کا علماء عراق نے فتوے دیدیا تھا لیکن شراب کا پینا تو بالکل اتہام ہے۔ اور یہ شہرت بھی اجتلات موضوعہ سے ہے جو برابر[1] تاریخوں میں نقل ہوتی چلی آئی ہے"، قطع نظر عقلی دلائل کے

حاشیہ [1] از مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۱۰ الغایت ۱۲۔

Marfat.com

جو علامہ ابن خلدون نے لکھے ہیں ہمارے پاس واقعی ثبوت اس کا موجود ہے کہ عباسہ کی شادی خاص عباسیہ خاندان میں ہوئی ہے جس کو ہم آگے چل کر لکھیں گے اب

احمد بن زہیر کی روایت کی غلطی

اس موقع پر یہ دکھلانا ہے کہ احمد بن زہیر جو اصلی راوی اس واقعہ کا ہے اس کی روایت کس درجے تک قابل سند ہے کیونکہ واقعات تاریخی کے استدلال میں صرف وہی روایت مستند سمجھی جاتی ہے کہ جس میں سند کا سلسلہ علی التواتر ہو اور سب سے اخیر راوی جس پر اخبار و احادیث کا سلسلہ ختم ہوئے ایسا شخص ہو کہ جو اس واقعہ میں شریک رہا ہو۔ جو سلسلہ روایت طبری نے لکھا ہے وہ احمد سے چل کر زاہر پر ختم ہو جاتا ہے جو ایک ہی معتزلہ خاندان کے دو آدمی ہیں۔ اُن میں سے کسی ایک کا بھی کسی معاملہ یا مشورے میں شریک ہونا اور جعفر کے مقتل میں موجود ہونا پایا نہیں جاتا ہے۔ کیونکہ خود طبری نے اُن لوگوں کے نام لکھے ہیں جو اس معاملے میں اوّل سے آخر تک ہارون الرشید کے شریک و سہیم رہے ہیں جو مؤرخ اس کے مدعی ہیں کہ جعفر کی شادی عباسہ سے ہوئی ہے۔ اور یہی شادی خاندان برامکہ کی بربادی کا باعث ہوئی اُن کی دلیل روایت کی حیثیت سے بس یہی ہے کہ اس کو امام المورخین طبری نے لکھا ہے۔ لیکن خود اُنہوں نے اس کی جانچ نہیں کی ہے کہ طبری کے کون سے ایسے الفاظ ہیں جو قطعی طور پر ثبوت میں پیش ہو سکتے ہیں۔ علاوہ بریں طبری کی روایت پر جو حواشی لکھے گئے ہیں۔ اُن میں کوئی سلسلہ سند متصل کا نہیں ہے جس پر اعتبار کیا جائے بلکہ شاعرانہ خیالات کی بنا پر جو دل میں آیا ہے لکھتے چلے گئے ہیں۔ اگر واقعی وہ معاملات پیش آئے ہوتے جو ہم لکھ چکے ہیں تو طبری ہی اُن کو کیوں چھوڑ دیتا۔ اور چند کمزور

الفاظ پر احمد بن زہیر کی روایت کو ختم کر دیتا۔ کیونکہ طبری نے عقد عباسہ کی صرف دو وجہیں بیان کی ہیں ایک یہ کہ ہارون الرشید کو جعفر اور عباسہ دونوں سے ایسا عشق تھا کہ جب تک دونوں پیش نظر نہ ہوں بے قرار رہتا اور کسی طرح صبر ہی نہ ہوتا۔ دوسری یہ کہ رات کی مجلس میں دونوں آتے تھے۔ مگر ایک دوسرے کو دیکھ نہ سکتا تھا۔ اسلئے یہ تجویز ہوئی کہ شرائط خاص پر عقد کر دیا جائے تاکہ عباسہ کا جعفر کو دیکھنا مباح ہو جائے۔ پہلے سبب کو ہم تسلیم کرتے ہیں اور ہو سکتا ہے کہ ہارون الرشید کو بہ لحاظ فطری محبت اپنی بہن عباسہ سے اور بلحاظ ذاتی قابلیت وزیر جعفر سے ایسی محبت ہو گئی ہو جو عشق کے درجے تک پہنچتی ہے۔ لیکن صرف مجلس میں دونو کو شریک کرنے کے واسطے ایسی تکلیف اور خلاف شرع فعل کرنے کی ہارون کو کوئی ضرورت نہ تھی۔ کیونکہ یہ ثابت[1] ہو چکا ہے کہ فضل۔ جعفر۔ وغیرہ۔ ہارون الرشید کی اجازت سے دارالحرم میں جاتے تھے اور خلیفہ کی بیٹیاں اور بہنیں اُن کے سامنے آتی تھیں۔ کوئی پردہ نہ کرتا تھا۔ کیونکہ فضل و ہارون برادران رضاعی تھے۔ سلطنت اور وزارت کے خاندان میں کوئی مغائرت نہ تھی۔ باہمی میل جول اور معاشرت کے آداب ویسے ہی برتے جاتے تھے جو بھائی اور بیٹوں میں ہونا چاہئے۔

لیکن حقیقت[2] یہ ہے کہ خلافت عباسیہ کے رقیبوں نے محض بدنام کرنے کے واسطے یہ قصہ

حاشیہ [1] دیکھو اعلام الناس صفحہ ۵ مطبوعہ بمبئی [2] شیعی علما نے جو تاریخیں لکھی ہیں وہ بالاتفاق یہی کہتے ہیں کہ جعفر کے قتل کا سبب عباسہ کا معاملہ تھا۔ لیکن جناب رئیس المحدثین سید نعمت اللہ الموسوی الحسنی الجزائری نے اپنی کتاب نہر الربیع میں حسب ذیل سبب لکھا ہے "سبب استیصال برامکہ ظاہر اکفایت خواہر رشید بود و اما سبب حقیقی آں پس نفرین حضرت علی بن موسے الرضا علیہ السلام کہ در موقف عرفات بر ایشاں نفرین کرد۔ بسبب آنکہ ایشاں حضرت کاظم علیہ السلام را سعایت کردند و سبب شہادت آں جناب ایشاں بودند۔ جلد اول صفحہ ۲۰۳ مطبوعہ بمبئی

تصنیف کر کے مشہور کر دیا تھا۔ اور اسی مشہور افسانے کو طبری نے بھی بجنسہ نقل کر دیا ہے۔ ورنہ بلحاظ عام حالات خلیفہ ہارون الرشید۔ واقتضاے شریعت۔ اور دیگر قرائن عقلی کے ہر طرح پر یہ واقعہ غلط ہے۔ متاخرین مورخوں میں سے خاوند شاہ مصنف روضۃ الصفا نے بھی خواہ تقلیداً یا بہ لحاظ حالات مشہورہ جعفر و عباسہ کا قصہ لکھا ہے۔ لیکن تسلیم کیا ہے کہ یہ افسانہ ہے اور کسی تاریخی واقعہ میں اس کا شمار نہیں ہے۔ چنانچہ اپنے بچاؤ کے واسطے تمہید میں لکھتے ہیں "از انجملہ قضیۂ جعفر و عباسہ خواہر ہارون ست و ایں قضیہ را خامہ مشکیں رقم از ثقہ نقل میکند اگر فی الجملہ مخالفتے بہ روایات مسودہ داشتہ باشد معذور دارند" علے ہذا القیاس ابن خلکان نے جو واقعات لکھے ہیں اس سے بھی اس فرضی واقعہ کا ابطال ہوتا ہے۔ لیکن ان قیاسات کے علاوہ سب سے زیادہ صحیح اور قابل اعتبار شہادت ہمارے پاس ابو محمد[1] عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ دینوری کی تحریر ہے جس کے سامنے کسی تحقیقات کی پھر ضرورت نہیں رہتی ہے اور تمام شبہات دور ہو جاتے ہیں یہ مستند مؤرخ کتاب المعارف میں خلیفہ مہدی عباسی کی اولاد ذکور و اناث کے حالات میں لکھتا ہے۔

ولد المهدی موسیٰ وهارون والبانوقة	کہ "مہدی عباسی کے خیزران (کنیز شرعی) سے
وامهم الخیزران ام ولد وعلیا وعبید الله	موسیٰ اور ہارون دو بیٹے اور بانوقہ ایک دختر۔

حاشیہ [1] ابو محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ کاتب علم نحو لغت اور حدیث میں یکتاے زمانہ تھا ۲۱۲ھ میں بمقام کوفہ پیدا ہوا۔ اسحاق بن راہویہ۔ اور حاتم سجستانی سے تحصیل علم کی تھی۔ کتاب المعارف۔ آداب الکاتب۔ عیون الاخبار۔ طبقات الشعرا۔ غریب القرآن غریب الحدیث۔ مشکل القرآن۔ دلائل النبوۃ اسکی مشہور تصنیفات ہیں۔ آخر عمر تک خاص بغداد میں درس دیتا رہا ہے خلیفہ معتمد علے اللہ کے عہد میں مرگ مفاجات سے ۲۷۶ھ ہجری میں انتقال کیا۔ دینور (بلاد جبل میں متصل قریسن ایک شہر ہے) کا عرصے تک قاضی رہا اس وجہ سے دینوری مشہور ہوا۔ طبقات الادبا صفحہ ۲۷۲

امهما ریطة بنت ابی العباس والعباسة	اور ریطہ بنت ابوالعباس سے علی و عبیداللہ
الام ولد والعالیة ومنصورا وسلیمة امهم	دو بیٹے۔ اور ایک کنیز سے عباسہ۔ اور حجتریہ بنت الاصبہند
الحجتریة بنت الاصبهند ویعقوب واسحٰق	سے عالیہ۔ منصورا۔ سلیمہ۔ تین لڑکیاں
لام ولد۔ وابراهیم لام ولد فاما البالوقة	اور ایک کنیز سے یعقوب اور اسحٰق اور ایک سے ابراہیم تھے لیکن بالوقہ
فماتت صغیرة۔ واما العباسة فزوجها	نے بچپن ہی میں انتقال کیا۔ باقی رہی عباسہ اسکی شادی
هارون من محمد بن سلیمان فمات عنها	خلیفہ ہارون الرشید نے اول محمد بن سلیمان بن علی عباسی سے کی
فزوجها من ابواهیم بن صالح بن علی	اور جب اس شہزادی کا انتقال ہوگیا تو ابراہیم بن صالح بن علی سے دوسرا نکاح کردیا

قبل اس کے کہ سطور مرقومۂ بالا پر کچھ لکھا جائے یہ ظاہر کردینا مناسب ہے کہ ابو عبداللہ مسلم سنہ ۱۲۱ھ میں جعفر برمکی کے قتل کے چھبیس برس بعد پیدا ہوا۔ اور خاص دارالخلافہ بغداد میں اپنی عمر کا ایک بڑا حصہ طے کرکے دنیا سے انتقال کرگیا اسلئے جیسا قریب زمانہ ابو عبداللہ کو ملا وہ طبری کو میسر نہیں آیا۔ اور جس زمانے میں اس مؤرخ نے اپنی تاریخ لکھی ہے اس وقت برامکہ کی اولاد اور متوسلین بلکہ خلیفہ ہارون الرشید کے زمانے کے لوگ موجود تھے۔ جنہوں نے بچشم خود یہ حالات دیکھے تھے۔ اس صورت میں ابو مسلم کی شہادت سے زیادہ اور کون معتبر شہادت ہوسکتی ہے۔ اگر فی نفسہ ایسا ہوتا تو جعفر کے عقد کے بھی حالات ضرور یہ مؤرخ لکھتا۔ اور طبری اور المعارف[1] کے الفاظ میں مقابلہ کرنے سے بھی اس بحث کا تصفیہ ہوجاتا ہے۔ کیونکہ ابو عبداللہ نے نہ صرف عباسہ کے شوہروں ہی کا نام بتایا ہے بلکہ ان کے نسب نامے لکھے ہیں جس سے قطع نظر صحت واقعہ کے

حاشیہ [1] المعارف صفحہ ۱۳۰ مطبوعہ مطبع العامریۃ الشرقیۃ۔ مصر۔

Marfat.com

عام مؤرخین کے اس الزام کا قطعی جواب ہوتا ہے کہ ہارون الرشید نے صرف حلّت نظر کی غرض سے عباسہ کا نکاح کر دیا تھا۔ یہ سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ جس دیندار خلیفہ نے اپنی بیوہ اور سوگوار بہن کو محمد بن سلیمان کے مرنے کے بعد رنڈاپے کی مصیبتوں سے بچایا اور شرع کا پابند رہا وہ کیونکر ایسے نکاح کو جائز رکھ سکتا تھا جسکے شرائط کو اصول شریعت اور عقل و حکمت سے کوئی تعلق نہو۔ بلکہ صرف اپنا عیش مقصود ہو۔ !!-

کتاب المعارف سے اگرچہ یہ نہیں معلوم ہوتا ہے کہ کس عمر میں عباسہ کی پہلی شادی ہوئی لیکن شہزادی عباسہ ۱۵۴ھ ہجری میں بمقام کوفہ پیدا ہوئی تھی۔ اور ۱۷۸ھ ہجری میں جس سال ہارون الرشید تخت نشین ہوا ہے۔ اس نے محمد بن سلیمان بن علی عباسی کو بصرہ۔ بحرین۔ یمامہ۔ عمان۔ اہواز۔ اور فارس کی گورنری عطا کی۔ اور دوسرے سال بروز دوشنبہ بماہ ربیع الثانی ۱۷۹ھ (مطابق ۸۔ ستمبر ۷۹۵ء) حضرت عباسہ کا عقد شاہزادہ محمد بن سلیمان عباسی ہاشمی امیر بصرہ سے کر دیا۔ اس وقت عباسہ کی عمر ۱۲ برس کی تھی جو عین شادی کا وقت ہے۔ مگر افسوس ہے کہ عباسہ کا یہ پیارا شوہر تین ہی برس زندہ رہا اور ۱۸۲ھ ہجری میں بمقام بصرہ لاولد فوت ہو گیا۔ محمد بن سلیمان کے انتقال پر خلیفہ ہارون الرشید نے ابراہیم بن صالح بن علی بن عبداللہ بن العباس بن عبدالمطلب سے عباسہ کا عقد کر دیا۔ المعارف کی شہادت کے علاوہ ابراہیم کے عقد کی تصدیق صالح بن بہلہ طبیب ہندی

حاشیہ ۱ کامل اثیر جلد ۶ خلافت ہارون الرشید ۲ یہ شہزادہ خلیفہ منصور عباسی کے زمانے میں کوفہ کا بھی گورنر رہ چکا تھا صفحہ ۲۱۱ جلد ۵ کامل اثیر۔ تاریخ شادی ہم نے تاریخ التوفیقات الالہامیہ مصنفہ غازی مختار پاشا سے نقل کی ہے۔ جو زمانہ حال کی ایک مستند تاریخ ہے۔

Marfat.com

کے حالات سے بھی ہوتی ہے۔ جس کو علامہ ابن ابی اصیبعہ[1] نے تذکرہ عیون الانباء میں لکھا ہے اس روایت میں یہ بات بھی لحاظ کے قابل ہے کہ صالح ہندی دربار ہارون الرشید کا طبیب تھا۔ اور اس نے ابراہیم عباسی کا ایسے وقت میں علاج کیا تھا جبکہ وہ بظاہر مر چکا تھا اور صحت کے بعد ہارون الرشید نے عباسہ کا عقد ابراہیم سے کیا تھا۔ لہذا وہ روایت بجنسہ لکھی جاتی ہے ؎

صالح (رسالی) بن بہلہ ہندی معالج ابراہیم عباسی

(اطبائے ہند میں مشہور تھا معالجات اسکے مشہور ہیں عہد خلافت ہارون الرشید میں ہندوستان سے عراق گیا تھا) ابوالحسن یوسف بن ابراہیم الحاسب المعروف بابن الدایہ بروایت احمد بن رشید کاتب (بحوالہ مولی سلام الابرش) بیان کرتے ہیں

حاشیہ [1] ابوالعباس احمد بن سدیدالدین قاسم بن خلیفہ مشہور بابن ابی اصیبعہ ساتویں صدی ہجری کے مشہور علماء میں سے ہے۔ اسکا باپ ملک العادل۔ ملک المعظم۔ ملک الناصر۔ کے دربار کا طبیب تھا۔ اور انکھوں کے علاج میں خصوصاً مشہور تھا۔ ۶۶۹ھ ہجری میں وہ فوت ہوا۔ احمد نے بھی فن طب پر توجہ کی اور یعقوب بن سقلاب عیسائی کا شاگرد ہوا۔ اور جالینوس کی تمام کتابیں پڑھیں۔ اور رضی الدین رجبی دمشقی سے زکریا رازی کی طب کا عملی حصہ پڑھا۔ اسکے بعد قاضی القضاۃ رفیع الدین دمشقی اور سیف الدین مدی اور شمس الدین خوی سے علوم حکمیہ حاصل کئے۔ احمد تخمیناً ۶۲۳ھ / ۱۲۲۶ء ہجری میں عیون الانباء فی طبقات الاطبا تصنیف کی جس سے سارے زمانے میں مشہور ہو گیا۔ تمام مؤرخین کا اس پر اتفاق ہے کہ اطبا کے حالات میں اس جامعیت سے کسی نے کوئی کتاب نہیں لکھی ہے۔ علامہ موصوف نے علاوہ اس کتاب کے معالم الامم واخیار ذوی الحکم (ہسٹری فلاسفر یونان) وحکایات الاطبا فی علاجات الادواء (اطبار کے تاریخی معالجات کا تذکرہ) وکتاب التجارب والفوائد بھی تصنیف کیں ہیں۔ جن میں سے ہر ایک بے نظیر ہے ۶۶۸ھ ہجری میں بمقام حرضد (شام) فوت ہوا۔ منتخب از تہذیب الاخلاق جلد اول نمبر ۳۔ مطبوعہ ۳۔ اکتوبر ۱۸۹۶ء بمقام علیگڈھ۔

کہ ہارون الرشید کے سامنے دسترخوان بچھا ہوا تھا۔ اور لوگوں کا مجمع تھا مگر جبرئیل بن بختیشوع طبیب اس وقت غیر حاضر تھا امیر المومنین نے حکم دیا کہ فوراً جبرئیل بھی حاضر کیا جائے احمد نے جہاں جہاں جبرئیل کے ملنے کی امید تھی اُن مکانوں میں تلاش کیا مگر کہیں جبرئیل کا پتہ نہ لگا تب اطلاع کی گئی۔ ہارون جبرئیل کو بھلا برا کہہ رہا تھا کہ اتنے میں جبرئیل بھی آن پہنچا۔ ہارون کو اس حال میں دیکھ کر عرض کیا کہ "اگر امیر المومنین اپنے بھائی ابراہیم بن صالح کے حال پر خاموشی سے آنسو بہاتے تو مناسب تھا۔ تب ہارون نے ابراہیم کا حال پوچھا جبرئیل نے کہا کہ وہ قریب المرگ ہیں شاید نماز عشا تک زندہ رہیں" یہ سنکر رشید رونے لگا۔ دسترخوان سامنے سے اُٹھا دیا گیا۔ مجلس درہم برہم ہو گئی۔ اتنے میں جعفر برمکی نے عرض کیا کہ "جبرئیل کا علاج رومی ہے۔ اور صالح ہندی طبیب ہے۔ اور اسی طرز پر علاج بھی کرتا ہے۔ اگر ارشاد ہو تو میں اُس کو طلب کروں اور ابراہیم کے دیکھنے کو بھیجوں۔ چنانچہ خلیفہ نے منظور کیا صالح نے اچھی طرح ابراہیم کو دیکھا اور جعفر کے پاس لوٹ آیا۔ لیکن اُس نے کہا کہ میں سوائے امیر المومنین کے اور کسی سے ابراہیم کا حال بتانا نہیں چاہتا ہوں۔ چنانچہ جعفر مع صالح کے ہارون الرشید کی خدمت میں حاضر ہوا۔ صالح نے کہا کہ امیر المومنین میں اپنی جان کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ابراہیم اِس عارضے میں آج رات کو ہرگز نہیں مریگا اور اگر مر جائے تو میرے تمام لونڈی غلام لوجہ اللہ آزاد سمجھے جائیں۔ اور کل مال و دولت میرا فقراء کو تقسیم کر دیا جائے اور میری بیبیاں مطلقہ سمجھی جائیں۔ ہارون الرشید نے کہا "افسوس ہے کہ تو معاملات غیب پر حلف اُٹھاتا ہے۔

Marfat.com

صالح نے کہا۔ حضور کا فرمانا سچ ہے العلم عند اللہ ضرور ہے لیکن میں جو عرض کرتا ہوں اُس کو غیب سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ بلکہ علمی حیثیت (تجربہ طبابت) سے عرض کرتا ہوں۔ یہ سنکر ہارون خوش ہو گیا۔ لیکن جب عشا کا وقت آیا تو خبر آئی کہ ابراہیم نے انتقال کیا یہ سنکر ہارون فوراً جعفر کے پاس گیا اور صالح کو بہت کچھ بُرا بھلا کہا اور کہا کہ ہندوستان اور اُس کی طب پر لعنت ہے اور کہتا جاتا تھا کہ ہائے افسوس! میرا ابن عم موت کے گھونٹ پی رہا ہے اور میں عیش و طرب میں ڈوبا ہوا ہوں۔ چنانچہ اُسی وقت اپنی جگہ سے اُٹھا اور ابراہیم کے گھر پہنچا خادموں نے تعظیماً مسند اور کرسی بچھانا شروع کی۔ لیکن ہارون تلوار ٹیک کر کھڑا ہو گیا۔ اور کہا کہ عزیزوں کی مصیبت میں جلوس اچھا نہیں معلوم ہوتا ہے فرش تہ کر ڈالو چنانچہ اُسی جگہ زمین پر بیٹھ گیا اُسوقت سے فرش زمین پر بیٹھنا بنی عباس میں سنت قرار پا گیا۔ صالح طبیب بھی خاموش کھڑا تھا اور سب لوگ بھی سناٹے میں تھے۔ انگیٹھیوں سے خوشبو نکل رہی تھی۔ کہ یکبارگی صالح چیخ اُٹھا اور کہنے لگا کہ میں سچ مچ میری بیبیوں پر طلاق ہو گی۔ اور وہ دوسروں کے عقد میں جائینگی۔ اور میری قسم ٹوٹ جائیگی۔ خدا کی قسم امیر المومنین آپ کا بھائی زندہ ہے وہ فوت نہیں ہوا ہے۔ کیا آپ اُس کو زندہ دفن کر دیں گے۔ آپ مجھے اجازت دیں کہ میں اندر جا کر دیکھوں۔" ہارون نے اجازت دی اور صالح تنہا ابراہیم کے پاس گیا۔ احمد کہتا ہے کہ میں نے ایک آواز سُنی گویا کوئی تالی بجا رہا ہے۔ پھر یہ آواز بند ہو گئی۔ اور ایک تکبیر کی آواز آئی۔ اور صالح تکبیر کہتا ہوا نکل آیا۔ پھر کہا کہ امیر المومنین

Marfat.com

تشریف لے چلئے تاکہ میں آپ کو ایک عجیب تماشا دکھاؤں چنانچہ ہارون مع مسرور غلام اور ابو سلیم کے اندر داخل ہوا اور صالح نے ابراہیم کے داہنے ہاتھ کے انگوٹھے کے ناخون میں سوئی چبھودی ابراہیم نے ہاتھ گھسیٹ لیا تب صالح نے کہا کہ امیر المومنین کہیں! وہ بھی درد سے حرکت کرتا ہے۔ پھر صالح نے کہا کہ ابراہیم اسی وقت باتیں کرسکتا ہے۔ مگر مجھے خوف ہے کہ اس صدمے سے دل پھٹ جائے اور حقیقتاً ابراہیم کا دم نکل جائے۔ کیونکہ اس وقت ابراہیم کفن میں لپٹا ہوا ہے اور حنوط کی خوشبو اڑ رہی ہے۔ چنانچہ کفن اتار کر غسل دیا گیا۔ اور وہ تمام خوشبوئیں بدن سے دور کی گئیں اور شاہانہ لباس پہنایا گیا۔ اور عمدہ عطریات لگائے گئے۔ اور خواب گاہ کے پلنگ پر لٹا دیا اور کچھ علاج بھی کیا اور ہارون سے کہا کہ تھوڑی دیر میں ابراہیم باتیں کریں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ابراہیم کو چھینک آئی اور کروٹ بدل کر اٹھ کھڑا ہوا۔ اور بعد اس واقعہ کے خلیفہ ہارون الرشید نے اپنی بہن عباسہ بنت المہدی سے ابراہیم کا عقد کر دیا اور مصر و فلسطین کی گورنری مرحمت فرمائی یہاں تک کہ ابراہیم نے بمقام مصر انتقال کیا۔[1]

چنانچہ[2] اس کی تصدیق اخبار الاول سے بھی ہوتی ہے کہ خلیفہ ہارون الرشید

حاشیہ [1] وعاش ابراھیم بعد ذلک دھرا ثم تزوج العباسۃ بنت المھدی وولی مصر وفلسطین وتوفی بمصر وقبرہ بھا۔ اخبار الاول باب چہارم صفحہ ۱۰۳ تقرری گورنران مصر منجانب خلفائے عباسیہ۔

نے پہلی تاریخ ربیع الاول ۱۷۶ھ ہجری میں جون ۷۹۲ء میں ابراہیم کو مصر کی گورنری مرحمت فرمائی تھی۔ اور آخر الامر اس شہزادے نے بھی اسی جگہ انتقال کیا[1]۔ واقعہ مذکورہ بالا سے اچھی طرح ثابت ہے کہ پہلی شادی سے قبل عباسہ کا عقد جعفر سے نہیں ہوا۔ کیونکہ ۱۷۶ھ ہجری سے قبل نہ ہارون الرشید خود مختار والی ملک تھا اور نہ جعفر اس کا وزیر تھا اور نہ دونوں کے باہمی تعلقات افراط کے درجے پر پہنچے تھے۔ لیکن معترض یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ تیسرا عقد ہوگا جو بعد فوت ابراہیم عباسی کے کیا گیا۔ لیکن جس عورت کے دو عقد ہو چکے ہیں اس کے تیسرے عقد میں اس قسم کے شرائط فضول تھے۔ بہرحال جعفر و عباسہ کے عقد میں جس قدر طول طویل قصے لکھے گئے ہیں اور جن جن پہلوؤں سے اس میں ناول کا رنگ پیدا کیا گیا ہے وہ بجائے اس کے کہ مسلم قرار پاتے تاریخی اصول سے بالکل غلط ثابت ہوتے ہیں جسکے واسطے کسی مزید شہادت کی ضرورت نہیں ہے ہاں ایک اعتراض یہ ہو سکتا ہے کہ اگر جعفر و عباسہ کا واقعہ صحیح نہیں تھا تو پھر کیا سبب ہے کہ علاوہ طبری کے کامل ابن الاثیر۔ ابوالفداء وغیرہ نے جو مستند تواریخ ہیں یہ واقعات لکھے ہیں بلکہ حد تواتر کو پہنچ گئے ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ ان تاریخوں کا ماخذ اصلی طبری ہے اور یہ مؤرخ

حاشیہ [1] نہایت افسوس ہے کہ باوجود محنت شاقہ کے ہم کو کسی تاریخ سے ابراہیم کے عقد کی تاریخ اور عباسہ کے انتقال کا سنہ معلوم نہیں ہوا اور نہ اس بحث کو ہم اور واضح طور پر لکھتے۔ [2] بتاریخ ۳۔ شعبان یوم چہارشنبہ سنہ ۱۷۶ھ (۲۱۔ دسمبر سنہ ۷۹۲ء) ابراہیم بن صالح نے انتقال کیا۔ توفیقات صفحہ ۸۸۔

Marfat.com

محض طبری کی روایت کش ہیں اور چونکہ یہ تاریخیں طبری کے بعد تصنیف ہوئی ہیں اسلئے کم وبیش سب نے اس واقعہ کو نقل کر دیا ہے لیکن اصل روایت صرف ایک ہی ہے لہذا اس روایت میں کثرت رواۃ کی بنا پر استدلال نہیں ہو سکتا ہے اور یہ قصہ ممکن تھا کہ تاریخی حیثیت تک نہ پہنچتا بلکہ چند روز میں خود بخود مٹ جاتا۔ لیکن ہارون الرشید نے برامکہ کے قتل میں جو بے عنوانی کی اس کا بھی یہ نتیجہ ہوا۔ کہ خیالی تصورات تصدیق کے درجے تک پہنچ گئے۔ حالانکہ برامکہ کی خودسری کا علاج آسان تھا ایک ادنےٰ اشارہ سے جعفر قتل ہو سکتا تھا۔ جس کی مثال بالکل خلیفہ مامون الرشید اور فضل بن سہل ذوالریاستین کا واقعہ ہے۔ کہ جب وزیر سلطنت پر حاوی ہو گیا۔ اور بقائے سلطنت کے واسطے اس کا قتل ضروری سمجھا گیا۔ تو مامون کے اشارے سے وہ قتل کر دیا گیا۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ برامکہ کی بربادی کے اسباب بالکل ملکی ہیں[1] جیساکہ ذیل کے واقعات اور ہارون الرشید کے اقوال سے ثابت ہوتا ہے کہ خلافت عباسیہ میں اس خاندان کا اجتماع ناممکن ہو گیا تھا۔

عالیہ بنت المہدی کی روایت

ابن بدرون[2] راوی ہے کہ قتل جعفر کے بعد عالیہ

حاشیہ [1] زمانہ حال کے مصری اور ترکی مورخوں نے بھی لکھا ہے کہ واقعہ جعفر و عباسہ محض افسانہ ہے۔ اور جعفر کے قتل کے اسباب ملکی ہیں۔ اور یہی فیصلہ علیگڈھ کالج کے یونین کلب میں ہوا تھا۔ جو مسٹر ملریسن صاحب بہادر پرنسپل کے عہد میں ہوا۔ اس زمانے میں اس مباحثے کی بڑی شہرت تھی۔ اور اخبارات میں بھی یہ واقعہ مشتہر ہوا تھا۔

[2] حیات الحیوان جلد ۲ صفحہ ۱۱۲۔ ابن خلکان ۱۳۴

بنت المہدی نے ہارون الرشید سے پوچھا کہ بھائی صاحب! جب سے آپ نے جعفر کو قتل کیا ہے اُس دن سے میں دیکھتی ہوں کہ ایک دن بھی آپ کا خوشی میں بسر نہیں ہوا اسکا کیا سبب ہے اور یہ کہ آپ نے جعفر کو کس وجہ سے قتل کیا ہے؟ یہ سنکر رشید نے کہا کہ۔ "میری جان! اگر مجھے معلوم ہوا کہ میری قمیص بھی جعفر کے قتل کا سبب جانتی ہے تو میں اُس کو جلا دوں"

اس سے بھی زیادہ واضح الفاظ میں ہارون نے خود جعفر کے قتل کا سبب اُس وقت بیان کیا ہے۔ جب قتل جعفر کے بعد اصلی خیالات لوگوں سے دریافت کیے ہیں۔ وہو ہٰذا +

(۲)

جعفر کے اصلی خیالات کا اندازہ

عیسےٰ[1] پسر فیروز شاہ صالح بن سلیمان عباسی سے راوی ہے کہ قتل جعفر کے بعد مجکو ہارون الرشید نے ملازمت سے برخاست کر دیا۔ کیونکہ میں جعفر برمکی کا آوردہ تھا۔ لیکن چند روز بعد مجھے بلایا اُس وقت خلیفہ خلوت میں بیٹھا ہوا تھا۔ سواے ایک دو خادموں کے اور کوئی نہ تھا۔ مجھ سے کہا کہ میں ایک بات دریافت کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن یاد رہے کہ اگر جھوٹ ہوا تو میرے ہاتھ سے رہائی محال ہے۔ میں نے عرض کیا کہ "امیر المومنین کیا مجھے اپنی جان عزیز نہیں ہے کہ میں جھوٹ عرض کرونگا" یہ سنکر سب کو رخصت کر دیا۔ جب تنہائی ہوئی تو مجھ سے کہا کہ تجھے خدا کی قسم! سچ سچ بتلا دے کہ جعفر نے میرے قتل کی کونسی تدبیر سوچی تھی۔

حاشیہ [1] تاریخ ضیاء برنی صفحہ ۱۰۰

آیا زہر خورانی کی نیت تھی۔ یا تلوار سے سر جدا کرنا منظور تھا۔ تو جعفر کا ہمراز رہا ہے اسلئے تجھے یہ حال خوب معلوم ہوگا۔" میں نے خدا اور رسول کی قسم کھا کر عرض کیا کہ جعفر نے کوئی تدبیر امیر المومنین کے قتل کی نہیں کی تھی۔ بلکہ وہ سچا خیر خواہ تھا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میں نے جعفر کا اسلحہ خانہ دیکھا کو معمولی مقدار سے زیادہ آلات حرب جمع تھے۔ میرا دل کھٹکا۔ اور وزیر السلطنۃ سے خلوت میں پوچھا کہ حضور کو اس قدر اسلحہ کی کیا ضرورت ہے۔ یہ تو بادشاہوں کا کام ہے۔ آپ کے کس مصرف کے ہیں۔ جعفر نے کہا کہ یہ سچ ہے لیکن اگر امیر المومنین پر کوئی غنیم چڑھ آئے اس وقت یہ کام آسکتے ہیں۔ تب میں نے کہا کہ خلیفہ تو خود ہی آپکی فکر میں ہیں۔ یہ سنکر جعفر نے کہا کہ برب کعبہ۔ اگر امیر المومنین میرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالیں تب بھی میں ان کے حق نعمت نہیں بھول سکتا ہوں۔ ظاہر و باطن میں امیر المومنین اور ان کی اولاد کا میں خیر خواہ ہوں۔ یہ سنکر ہارون نے کہا کہ میں نے جعفر کو صرف معاملات سلطنت کے لحاظ سے قتل کیا ہے۔ اور مصلحت ملکی اس وقت یہی تھی۔ افسوس! اگر سلطنت نہ ہوتی تو جعفر کیوں قتل کیا جاتا؟ قیامت کے دن میں جعفر کو کیا منہ دکھاؤنگا۔ لیکن مجھے امید ہے کہ وہ اخلاقاً فیاضی سے ہرگز اپنے خون کا دعوے مجھپر نہ کریگا۔ اس کے بعد ہارون رونے لگا۔ اور جعفر کا خوب ہی نوحہ کیا۔ اور مجھے اصلی عہدے پر بحال کر دیا۔" اب اس بحث کو ہم خلیفہ مامون الرشید کی ایک ملکی تقریر پر ختم کرتے ہیں جو ایک موقع پر احمد بن داؤد سے مخاطب ہو کر کی تھی۔ اور جو اس موقع

Marfat.com

کے بھی مناسب ہے جسکے پڑھنے سے ان تمام خیالات اور مباحثات کا خود بخود تصفیہ ہو جائیگا۔ اور آگے چل کر جو اسباب زوال تحریر ہیں اُسکی تصدیق ہو جائیگی ٭ اور وہ یہ

(۳) جعفر کا قتل مُلکی حیثیت سے تھا

ہے "بادشاہ بعض وقت اپنے خاص ارکان دولت کے ساتھ جو باتیں کر گزرتا ہے۔ عوام ہرگز اُس کا انصاف نہیں کر سکتے وہ دیکھتے ہیں کہ وزیر یا نائب السلطنۃ نے جو وفاداریاں کیں۔ اُن کے بارسے حکومت کی گردن کبھی ہلکی نہیں ہو سکتی۔ وہ بے تکلف راے لگا لیتے ہیں کہ بادشاہ نے جو کچھ کیا صرف حسد یا تنگ دلی کی وجہ سے کیا۔ لیکن اُن کو کیا معلوم ہے کہ اس کے بعض افعال خود سلطنت کے خانہ برانداز ہیں۔ اب بادشاہ دو مجبوریوں میں گھِر جاتا ہے نہ اس راز کو عوام پر ظاہر کر سکتا ہے نہ اُس وزیر یا نائب سے درگزر کر سکتا ہے۔ مجبوراً وہ کر گزرتا ہے جو ظاہر میں نہ کرنا چاہئے۔ وہ جانتا ہے کہ عوام تو کیا خواص بھی اُس کو معذور نہ رکھیں گے۔ لیکن ضرورت کسی کی نکتہ چینی کی پروا نہیں کر سکتی[1] ٭

اسباب زوال برامکہ

واقعات مذکورہ بالا سے یہ اچھی طرح پر ثابت ہو چکا ہے کہ جس سبب کو ہمارے بعض مورخین نے غلطی سے اصل سبب قرار دیا ہے وہ محض ایک واہی تباہی قصہ ہے اور

حاشیہ [1] المامون حصہ دوم صفحہ ۱۷۶ بحوالہ رسالہ حکم و آداب صفحہ ۶۶۔

فی نفسہ خاندان برامکہ کی تباہی کے اسباب ملکی ہیں۔ ابتداءً جزئی جزئی واقعات سے ہارون الرشید کے اشتعال کو تحریک ہوئی اور جب برامکہ حقیقتاً تمام ملک کے مالک بن گئے اور ہارون الرشید برائے نام خلیفہ رہ گیا۔ اُس وقت سیاست ملکی کے قانون نے قطعی طور پر استیصال کر دیا بلحاظ طرز حکومت زمانہ موجودہ ہارون پر یہ الزام لگایا جا سکتا ہے کہ اُس نے برامکہ پر بڑا ظلم کیا۔ لیکن جب عام طور پر شخصی سلطنتوں کے اختیارات اور اُن کی مجبوریوں پر نظر ڈالی جاتی ہے اُس وقت یہ سنگین جرم محض خفیف ہو جاتا ہے۔ اور انصافاً یہی کہنا پڑتا ہے کہ جو کچھ ہوا مناسب تھا۔ یہی حال ہارون اور برامکہ کا ہے۔ اب ہم برامکہ کے وہ حالات لکھتے ہیں جن کو تمام مؤرخین نے اسبابِ زوال سے تعبیر کیا ہے۔

تیاری قصر جعفر برمکی (۱)

زمانہ کا دستور ہے کہ جب کسی امیر یا وزیر السلطنۃ سے بادشاہ ناراض ہو جاتا ہے تو اُس کا ہر فعل گناہ۔ اور ہر کام معیوب سمجھا جاتا ہے۔ کامل بن الاثیر کی روایت ہے کہ منجملہ اسباب زوال کے ایک سبب یہ بھی تھا کہ جعفر نے خاص دارالخلافۃ بغداد میں ایک بے نظیر عمارت تیار کی۔ اور جس کی تیاری میں دو کرور درہم صرف کر ڈالے۔ جعفر کی یہ اولوالعزمی حقیقت میں ہارون کے واسطے باعثِ غصہ تھی کیونکہ خلیفہ ابو جعفر منصور عباسی نے (ہارون کا دادا تھا) جب بغداد کی تعمیر کی تو اُس کی بھی کُل فیاضی جعفر برمکی کے ایک قصر کے برابر (یعنے دو کرور درہم) تھی۔ ہارون نے یہ خیال کیا کہ جب ایک قصر کی تیاری میں اس قدر صرف

(۱) طبری جلد تین صفحہ ۶۷۳ مطبوعہ ہالینڈ و کامل ایثر۔

Marfat.com

ہوا ہے تو دیگر مصارف کا کیا ٹھکانہ ہے۔ جب یہ قصر رفیع الشان بنکر تیار ہو گیا اور جعفر نے اُس میں رہنا چاہا تو ایک تاریخ مقرر کر کے چند نجومی جمع کیئے اور اُن سے پوچھا کہ اس مکان میں جانے کے واسطے کونسی تاریخ سعید ہے سب نے زائچہ بنا کر دن اور وقت تجویز کیا۔ اور یہ قرار پایا کہ جعفر برمکی بوقت شب اس جدید مکان میں داخل ہو چنانچہ جعفر اپنے مکان کو جا رہا تھا۔ رات کا وقت سناٹے کا عالم تھا لوگ آرام کر رہے تھے لیکن ایک شخص کھڑا ہوا کہہ رہا تھا +

تدبر با لنجوم ولست تدری ورب النجم یفعل ما یشاء		تم نادان بن کر ستاروں پر اپنی تدبیر قائم کرتے ہو۔ اور ستاروں کا خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

یہ برجستہ شعر سُنکر جعفر ٹھیر گیا اور قائل سے پوچھا کہ تمہارا اس شعر کے پڑھنے سے کیا مطلب ہے اُس نے کہا کچھ نہیں ؛ اتفاقیہ زبان سے نکل گیا ہے جعفر نے اُس کو تو انعام دے کر رخصت کر دیا لیکن اپنے حق میں اُس نے بدفالی سمجھی۔ جب جعفر مکان میں داخل ہوا تو شعرا نے مبارکباد کے قصیدے پڑھے اور ابو نواس شاعر نے بھی ایک مدحیہ قصیدہ پڑھا۔ لیکن اتفاق سے اُس میں یہ دو شعر اُس کی زبان سے نکل گئے۔

اربع البلاان المخشوع لبادی علیك وانی لم اخنك ودادی		اے مکان شکستگی کا آثار تجھ پر ظاہر ہے۔ لیکن میں نے تیری دوستی میں خیانت نہیں کی۔

Marfat.com

سلام علے الدنیا اذا ما فقدتم بنی برمک من رائحین وغادی	اے برمک کی اولاد۔ جب تم دنیا سے گم ہو جاؤ۔ تو دنیا کو سلام ہے۔

جعفر نے جب یہ تشبیب کے اشعار سنے تو بہت افسوس کیا۔ اور ابو نواس سے کہا کہ "خدا محفوظ رکھے تم نے آج ہماری موت کی خبر سنائی ہے"۔ اُسکے تھوڑے دنوں کے بعد جعفر قتل کیا گیا[1] چنانچہ اس کی تائید ابراہیم بن مہدی اور جعفر کی حسب ذیل گفتگو سے بھی ہوتی ہے۔ ابراہیم[2] بن مہدی عباسی راوی ہے کہ میں ایک دن جعفر کے اس نئے محل میں گیا۔ جعفر کو نہایت غضبناک پایا۔ لیکن مجھے دیکھا تو معانقہ کیا اور مجلس میں جا کر بیٹھ گیا۔ جب غصہ دھیما ہوا تو میں نے پوچھا کہ برہمی مزاج کا باعث کیا تھا؟ جعفر نے کہا کہ "منصور جو ہمارا دشمن ہے۔ آج اس مکان میں آیا تھا میں نے اُس سے پوچھا کہ بغداد یا اُس کے اطراف میں بلحاظ عمارت۔ اور کمال صنعت کوئی دوسری عمارت ہے جو اس قصر کے مثل ہو۔ اور آپکی نظروں میں یہ کیسی معلوم ہوتی ہے۔ یہ سُنکر منصور نے کہا کہ اس میں ایک عیب ہے میں نے پوچھا کہ وہ کیا؟ کہا کہ اس میں کھجور کا درخت نہیں ہے۔ اُس کا یہ جواب سنکر میں نے کہا! سبحان اللہ۔ دو کرور کی رقم تو صرف ہو چکی ہے اور آپ اس میں عیب نکالتے ہیں"۔ جب جعفر کہہ چکا تو میں نے کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ منصور حاسد اور دشمن ہے کیا عجب ہے کہ یہ ساری باتیں خلیفہ ہارون الرشید سے کہدے کہ وزیر السلطنۃ نے نئے محل میں تو اسقدر صرف کیا ہے دیگر جواہرات اور مال کا کیا شمار ہوگا۔ اگر ہارون نے منصور کا یہ قول تسلیم

حاشیہ [1] حیات الحیوان جلد ۲/۸۵ و روضۃ الصفا و مراۃ الجنان [2] روضۃ الصفا جلد ۳ صفحہ ۱۸۴۔

کرلیا تو آپ قیاس فرما سکتے ہیں کہ اس کے مزاج کا کیا حال ہوگا؛ یہ سُنکر جعفر ہنس پڑا اور مجھ سے مخاطب ہوکر کہا کہ "جو لوگ دولت کو جمع کرکے دفینہ کرتے ہیں بھلا وہ ایسی عمارت کیونکر بنا سکتے ہیں۔ اور میں نے یہ مکان اس لئے بنایا ہے کہ لوگ دیکھیں اور سمجھیں کہ مجکو خدا نے اپنی مہربانی سے کس قدر دولت عطا فرمائی ہے۔ اور اصل میں میں نے یہ مکان بناکر منعم حقیقی کے عطیے کا اظہار کیا ہے۔ لہذا آپ ہی خیال کیجئے کہ یہ صرف خواہشات نفسانی میں ہوا ہے یا اظہار تجمل میں۔ اور میرا ایثار فی سبیل اللہ ہے۔ میں نہیں چاہتا ہوں کہ اگر میں دنیا سے رخصت ہوں۔ تو مال و دولت کے خزانے چھوڑ جاؤں۔ کیونکہ خلیفہ میری جاگیر اور خزانوں کی فکر میں ہے۔ جو کچھ ہے صرف کرکے جاؤں گا اور میرے بعد آپ کو یہ معلوم ہو جائے گا کہ میرے باپ یحییٰ اور بھائی فضل کے پاس کس قدر سرمایہ تھا اور گھر سے کیا برآمد ہوا۔" ابراہیم کا قول ہے کہ حقیقت میں جیسا جعفر کہتا تھا ویسا ہی ہوا۔ اور جعفر کے قتل کے بعد جب برامکہ کے مکانات کی تلاشی لی گئی تو جیسا خیال تھا اس کا ہزارواں حصہ بھی نہ برآمد ہوا۔ مؤرخ طبری[1] بروایت علی بن سلیمان لکھتا ہے کہ جعفر برمکی یہ کہا کرتا تھا کہ "میرے مکان میں کوئی عیب نہیں ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ اس کے مالک کی عمر کوتاہ ہے۔"

حاشیہ [1] طبری کبیر جلد ۳ صفحہ ۹۰۷ مطبوعہ ہالینڈ۔ جعفر نے خاص اہتمام سے محل بنوایا تھا۔ اور وقت تیاری کے یحییٰ سے پوچھا کہ میں اس مکان کو کیسا بنواؤں۔ یحییٰ نے جواب دیا کہ مکان گویا ایک قمیص ہے چاہے ڈھیلا بنا خواہ تنگ۔ از عقد الفرید۔

Marfat.com

خریداری بارعہ کنیز (۲)

تمام مؤرخین کا اس پر اتفاق ہے کہ خلیفہ ہارون الرشید نے تخت خلافت پر بیٹھ کر تمام مالی و ملکی انتظامات اپنے وزیر کے سپرد کردئے تھے۔ کُل خزانے کا مالک وزیر اعظم تھا۔ جب کبھی روپے کی ضرورت ہوتی تو خلیفہ کو وزیر سے درخواست کرنا پڑتی تھی لیکن اس پر بھی یہ حال تھا کہ کبھی ملتا تھا اور کبھی نہیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ ایک کنیز بکنے آئی جس کا نام بارعہ تھا۔ موسیقی۔ حساب۔ خوشنویسی میں کامل دستگاہ رکھتی تھی۔ اور اس کے مالک نے یہ قسم کھائی تھی کہ ایک لاکھ درہم سے کم پر نہ فروخت کرونگا۔ اور ہارون اُس کنیز کا شیدا تھا۔ جعفر سے کہا کہ ایک لاکھ درہم خزانے سے دیدیا جائے۔ جعفر نے یحییٰ سے مشورہ کیا اور کہا کہ اگر رشید اسی طرح پر خرچ کرے گا تو خزانہ جلد خالی ہوجائے گا۔" چنانچہ جعفر نے یہ حکمت کی کہ خزانے سے توڑے نکال نکال کر راستے میں پھیلا دئے تاکہ ہارون کی اُس پر نظر پڑے کیا عجب ہے کہ اس طرح پر خریداری سے باز آوے چنانچہ جب خلیفہ کی نظر روپے کے اُس انبار پر پڑی جو گزرگاہ میں ڈھیر تھا تو خزانچی سے پوچھا کہ یہ روپیہ کیسا بکھرا پڑا ہوا ہے اُس نے کہا کہ بارعہ[1] کی قیمت کے واسطے یہ روپیہ خزانے سے نکالا گیا ہے۔ چنانچہ اُس وقت تو خریداری کنیز کی ملتوی ہوگئی۔ لیکن ہارون نے ایک مکان علٰحدہ بنوایا اور اُس کا نام **بیت المال عروس** رکھا اور یہ روپیہ اُس میں امانتاً رکھوا دیا۔ اور بعد اس واقعہ کے خزانے کی جانچ شروع کی تو معلوم ہوا کہ برامکہ نے خزانہ خالی کردیا ہے ٭

حاشیہ [1] روضۃ الصفا جلد ۳ صفحہ ۱۸۴۔

Marfat.com

(۳) ابوالزنبیع محمد بن لیث کی شکایت

دنیا میں کیسا ہی عاقل اور مدبر کیوں نہو لیکن یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ تمام ملک کو راضی رکھ سکے۔ برامکہ کے اوج حشم کو دیکھ کر اکثر حاسد اور دشمن پیدا ہو گئے تھے۔ ان میں سے محمد بن لیث بھی ایک قوی دشمن برامکہ کا تھا۔ چنانچہ ثمامہ[1] ابن اشرس بروایت احمد بن یوسف روایت کرتا ہے کہ محمد بن لیث نے جو عہد خلیفہ ہارون الرشید میں ایک باوقار عالم تھا۔ خلیفہ کو ایک طولانی خط لکھا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ "امیرالمومنین! قیامت کے دن تو خدا کو کیا جواب دیگا کہ تو نے یحییٰ ابن خالد اور اس کی اولاد کو مسلمانوں پر حاکم مقرر کر رکھا ہے۔ جو کام اہل اسلام کا تھا وہ زندیقوں کے سپرد کیا ہے۔" خط کا مضمون پڑھ کر ہارون چپ ہو رہا اور ایک دن یحییٰ برمکی سے پوچھا کہ محمد بن لیث کے حق میں آپ کا کیا خیال ہے۔ یحییٰ نے کہا کہ امیرالمومنین وہ منافق اور مرتد ہے۔ مذہب اسلام سے اسے کوئی تعلق نہیں ہے۔ صرف اپنی شیریں زبانی سے لوگوں کو فریب دیتا ہے۔ اور مسلمانوں کی بدگوئی اور جھوٹی شکایتیں کیا کرتا ہے۔"

بہرحال برامکہ کے مذہب اور عقائد کی طرف سے ہارون کو ایک قسم کا مشتبہ خیال پیدا ہو گیا تھا لیکن فی نفسہ یہ خاندان مذہب اسلام کا پابند تھا۔ گو فلسفے کے ذوق نے زندقہ اور ارتداد سے منسوب کر دیا تھا۔ لیکن مؤرخین کے نزدیک برامکہ حقیقت میں زنادقہ سے نہیں تھے +

حاشیہ [1] طبری کبیر جلد ۳ صفحہ ۶۶۸۔

Marfat.com

(۴) فضل بن ربیع کی مخالفت

برامکہ[1] کے کھلے ہوے دشمنوں میں ایک فضل[2] بن ربیع حاجب بھی تھا۔ جو برامکہ کی برابری کا دعویدار تھا۔ اگر اُس کا اختیار ہوتا تو وہ بھی برامکہ کے درجے پر پہنچتا۔ اُس کے مخبر اور جاسوس صرف اسی کام کیواسطے مقرر تھے کہ وہ اس خاندان کے جزو کل حالات جو روزمرّہ معلوم ہوں دریافت کیا کریں۔ اور جو نئی بات معلوم ہوتی وہ فوراً ہارون الرشید سے جاکر کہدیتا۔ جس سے ہارون کا دل پھر گیا تھا۔ عبداللہ بن سلیمان[3] بن وہب کا قول ہے کہ "جب خدا کسی قوم کا زوال نعمت اور ہلاکت چاہتا ہے تو اُس کے اسباب بھی پیدا کر دیتا ہے چنانچہ برامکہ کے زوال میں یہ بھی ایک سبب تھا کہ وہ فضل بن ربیع کے معاملات میں پہلو تہی کرتے تھے۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ فضل ربیع یحییٰ برمکی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اُس وقت یحییٰ لوگوں کی حاجت روائی کر رہا تھا۔ چنانچہ فضل نے بھی دس رقعے مختلف مضمون کے پیش کئے۔ یحییٰ نے ہر ایک میں کوئی نہ کوئی عیب نکال کر اُس کو واپس کر دیے۔ تب فضل غصّے ہو کر اُٹھ کھڑا ہوا۔ جعفر بھی اُس وقت یحییٰ کے پاس موجود تھا۔ روانگی کے وقت یحییٰ نے ایک خادم کو حکم دیا کہ فوراً دوڑو جس وقت فضل گھوڑے پر سوار ہونے لگے تو سننا دیکھو وہ کیا کہتا ہے کیونکہ انسان اپنے دلی خیالات کا اظہار تین موقعوں پر کرتا ہے **اوّل** جب پلنگ پر بقصد آرام لیٹنا چاہتا ہے۔ **دوسرے** جب اپنی بی بی کے

حاشیہ [1] حیوۃ الحیوان دمیری جلد ۲ صفحہ ۱۱۲ و الفخری صفحہ ۱۹۱ [2] منصور، مہدی اور ہادی کے زمانے میں بھی فضل حاجب تھا [3] ابن خلکان جلد ۲ صفحہ ۵۲۱ و مرآۃ الجنان یافعی۔

Marfat.com

پاس تنہا بیٹھنا ہے۔ تیسرے جب گھوڑے پر سوار ہوتا ہے چنانچہ جس وقت **فضل** گھوڑے پر سوار ہوا تو اس کی زبان پر یہ شعر جاری تھا۔

متی[1] وعسی مثنی الزمان عنانہ
بتصریف حال والزمان عثور

کب (اور یہ قریب ہے) زمانہ اپنی باگ پھیرے گا۔ حالت کو بدل کر) اور زمانہ بڑا ٹھوکر کھانے والا ہے،

یحییٰ نے یہ سنا تو فضل کو بلایا اور سب کام کر دیئے۔ چنانچہ اس واقعہ کے چند روز ہی بعد برامکہ کا زوال ہوا علاوہ محمد بن لیث اور فضل ربیع کے اسمٰعیل بن صبیح بھی برامکہ کی برائیاں ہارون سے بیان کیا کرتا تھا اور ممکن ہے کہ اکثر لوگ ایسے مخالف ہونگے جس سے ہارون کا اشتعال بڑھ گیا تھا

ذراوہ محمد مشیر خاص کی گم شدگی

خلیفہ ہارون الرشید کے خاص مصاحبوں میں **ذراوہ محمد** ایک مشہور شخص تھا۔ ایک دن خلوت خاص میں ذراوہ اور جعفر برمکی دونوں موجود تھے ذراوہ نے اس خیال سے کہ شاید خلیفہ کو کوئی راز کی بات وزیر سے کہنا منظور ہو اجازت لیکر جانا چاہا لیکن ہارون نے حکم نہیں دیا تب جعفر نے اشارتاً سمجھا کہ ذراوہ سے کوئی خاص بات کہنا منظور ہے اور خود اجازت لے کر رخصت ہو گیا۔ اور ایک خادم سے کہتا گیا کہ جب ذراوہ چلا جائے تو مجھ سے آنکر اطلاع کرنا۔ جب خلوت ہو گئی اور سوائے اس مصاحب کے کوئی باقی نہ رہا۔ تو ہارون نے ذراوہ سے کہا کہ تم ہمارے خاص مصاحب ہو۔ جہانتک ہو سکے جعفر سے بچتے رہنا کیونکہ میری خاص مہربانیاں جعفر کے رشک و حسد کا باعث ہونگی۔ ایسا نہو کہ تم کو کوئی سخت

حاشیہ [1] جامع الحکایات میں یہ اشعار لکھے ہیں جو عربی کا ترجمہ ہیں ؎

قضا عجب بنودگر عناں بگرداند — صفات اہل زماں در زماں بگرداند
سرور سیرت بخشد ترا پس از اندوہ — چو حال گرداں حال جہاں بگرداند

صدمہ پہنچ جائے۔ ذراوہ نے عرض کیا کہ "امیر المومنین کی محبت اور خیر خواہی میری محافظ ہے۔ جب تک یہ مستحکم ہے مجھے کوئی صدمہ نہیں پہنچا سکتا ہے" اور چلتے وقت بہت سی راز کی باتیں ذراوہ سے کہیں جب جعفر کو معلوم ہوا کہ ذراوہ خلیفہ سے رخصت ہو کر اپنے مکان پر پہنچ گیا ہے۔ تو خود ذراوہ کے مکان پہ گیا جہاں تک ممکن ہوا ذراوہ نے وزیر کی عزت اور تعظیم کی اور ادھر اودھر کی باتیں کرتا رہا۔ آخر جعفر نے پوچھا کہ آج جن خاص معاملات پر خلیفہ سے گفتگو ہوئی ہے میں اس کو سننا چاہتا ہوں۔ ذراوہ نے بہت کچھ معذرت کے بعد کہا کہ "مجکو یہ زیبا نہیں ہے کہ امیر المومنین کے اسرار کسی غیر سے کہوں اور غالباً اسکو آپ بھی جائز نہ رکھیں گے"

جب جعفر کا اصرار ختم ہو گیا اور ذراوہ نے کچھ نہ بتایا تب جعفر رخصت ہو کر اپنے مکان میں آیا اور ذراوہ فوراً خلیفہ کے حضور میں حاضر ہوا اور جو گفتگو ابھی ہوئی تھی وہ سب کہہ سنائی ہارون رشید۔ جعفر پہ بہت غصہ ہوا اور دلی رنج بھی بڑھ گیا۔ اور ذراوہ سے کہا کہ "جعفر تمہارا دشمن ہو گیا ہے لیکن اطمینان رکھو اس کی بات جو تمہارے خلاف ہو گی نہ سنونگا۔ بلکہ تمہارے موجودہ اعزاز میں بھی اضافہ کروں گا" چنانچہ ذراوہ بہ اطمینان رخصت ہو گیا اور اپنے ایک خادم کو جعفر کے پاس روانہ کر دیا۔ اور جو گفتگو ابھی خلیفہ سے ہوئی تھی اس کی اطلاع جعفر کو کر دی۔ جعفر کو کھٹکا ہوا۔ اور سمجھا کہ واقعی خلیفہ ہر جرم کا انتقام لیگا۔ اسلئے جعفر نے مناسب سمجھا کہ کسی حکمت سے ذراوہ کو خلیفہ کی نظر سے پوشیدہ کر دے۔ ہر چند یہ مشکل کام تھا لیکن جعفر نے تمام حجاب۔ اور مصاحبین اور خدام کو اپنی طرف

Marfat.com

ملالیا۔ اور کسی کی مجال نہ رہی کہ کوئی جعفر کے خلاف ایک بات بھی زبان سے نکال سکے اور حاجب و خدام سے کہدیا کہ جب زبیدہ وہ حاضر ہو تو کوئی اس کی اطلاع خلیفہ سے نہ کرے بلکہ یوں کہدے کہ اب وقت ملاقات کا گزر گیا ہے۔ یا یہ کہ اس وقت کسی کو جانے کی اجازت نہیں ہے اور جب خلیفہ دریافت کرے تو ہر ایک یہی جواب دے کہ وہ اندنوں بیمار ہے۔ عارضہ مہلک ہے۔ کیا عجب ہے کہ عنقریب فوت ہو جائے۔ اور جب اسی طور پر چند روز گزر جائیں تو یہ کہنا کہ اس غریب کا انتقال ہو چکا ہے!" چنانچہ جعفر کے حکم کے بموجب سب نے ایسا ہی کیا۔ جب خلیفہ کو زبیدہ کے انتقال کی خبر پہنچی تو سنکر بہت افسوس کیا اور اس کے اہل و عیال کے واسطے وظیفہ مقرر کر دیا لیکن جو لوگ اس سازش میں شریک تھے ان کو اس صریحی جھوٹ سے اب دغدغہ پیدا ہوا کہ ایسا نہو یہ راز کھل جائے اس لئے سب کو یہ فکر ہوئی کہ یا تو زبیدہ کو قتل کر ڈالنا چاہئے یا یہ فکر کی جائے کہ وہ کہیں چلا جائے اور خلیفہ کو اس کی مطلق خبر نہ ہو۔ اتفاق سے ان معاملات کی جعفر عبداللہ ہاشمی کو بھی جو جعفر کا دشمن تھا خبر ہو گئی وہ زبیدہ سے جا کر ملا اور سب حالات بیان کیے اور یہ فکر کی کہ زبیدہ اور ہارون الرشید کی شکارگاہ میں ملاقات کرا دے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا۔ زبیدہ کو دیکھ کر ہارون الرشید بہت خوش ہوا۔ اور یہ سمجھ لیا کہ واقعی یہ سب شرارتیں جعفر کی ہیں۔ جب شکار سے واپس آیا تو ایک مجلس جشن مرتب کی اور زبیدہ کی زبانی سب حالات سنے علامہ ابن خلدون تحریر فرماتے ہیں کہ جب بطور تعریض کے مجلس رشید میں ایک موقع پر مغنی نے یہ اشعار گائے۔

Marfat.com

لیت[1] ھندا انجزتنا ما نعد	کاش۔ ہند اپنا وعدہ پورا کرتی۔
وشفت انفسنا مما نجد	اور ہماری روح کو غم سے شفا دیتی۔
واستبدت مرۃ واحدۃ	کاش وہ ایک دفعہ بھی خود مختار بنتی۔
انما العاجز من لا یستبد	وہ شخص عاجز ہے جو خود مختار نہ ہو۔

تو رشید[2] نے کہا خدا کی قسم عاجز میں ہی ہوں" اور بطور تعریض کئی مرتبہ کہا انما العاجز لا یستبد اس واقعہ سے بھی ہارون الرشید کا جوش بڑھ گیا اور جعفر کے قتل پر متوجہ ہو گیا

گمنام خطوط سے اشتعال طبع پیدا ہوا

اسباب مذکورۂ بالا سے ثابت ہوتا ہے کہ اگرچہ یہ واقعات چھوٹے چھوٹے تھے مگر ہارون الرشید جعفر اور اس کے خاندان کی طرف سے بدظن ہو چکا تھا۔ اور بہت سے بُرے خیالات اُس کے دل میں جم گئے تھے لیکن واقعات مذکورہ کو ان خطوط اور گمنام[3] عرائض نے اور بھی مستحکم کر دیا جو برامکہ کی شکایت میں ہارون کے پاس بھیجی گئیں جس میں یہ اچھی طرح سے ہارون کو بتایا گیا کہ حقیقت میں ملک سلطنت کے مالک تو برامکہ ہیں۔ اور خلافت برائے نام ہے۔ چونکہ مہدی اور منصور کے زمانے سے یہ خاندان مالک الملک ہو رہا تھا۔ اس وجہ سے ہارون کی نظر اس قدر وسیع نہیں تھی کہ وہ سمجھ لیتا کہ سلطنت اور وزارت میں کیا فرق ہے لیکن رعایا کی نظریں ان واقعات کو اچھی طرح دیکھ رہی تھیں۔ کہ

حاشیہ [1] یہ واقعہ مفصلاً تاریخ برنی سے لکھا گیا ہے کیونکہ عربی تاریخوں میں مختصراً تحریر ہے۔

[2] مقدمۂ ابن خلدون صفحہ ۱۱

[3] دیکھو ابن خلکان و مرآۃ الجنان یا فخی حالات جعفر برمکی۔

Marfat.com

خلافت عبّاسیہ عنقریب نیا جنم لیا چاہتی ہے۔ چنانچہ اِن اشعار سے اُس کی تصدیق ہوتی ہے۔ جو ایک گمنام خط میں ہارون الرشید کو لکھے گئے ہیں۔

قل للامین اللہ فی ارضہ	خدا کی زمین کا جو امانت دار ہے۔
ومن الیہ المحل والعقد	اور جو حل و عقد کا مالک ہے اُس سے کہدو۔
ھٰذا ابن یحییٰ قد غدیٰ مالکا	کہ یہ یحییٰ کا بیٹا تیری طرح مالک بن بیٹھا ہے۔
مثلک ما بینکما حد	تجھ میں اور اس میں کوئی حدِ فاصل نہیں۔
امرک مردود الی امرہٖ	تیرا کہنا اس کے حکم سے رد ہو جاتا ہے۔
وامرہ لیس لہ رد	لیکن اُس کا حکم رد نہیں ہو سکتا۔
وقد بنی الدار التی ما بنیٰ ال	اُس نے ایک مکان بنایا ہے۔
فرس لھا مثلا ولا الھند	جسکے مثل فارس اور ہند کسی نے نہیں بنایا۔
والدرّ والیاقوت حصباؤھا	موتی اور یاقوت اُس کی کنکریاں ہیں۔
وترابھا العنبر والند	اور اُس کی خاک عنبر اور لوبان ہے۔
ونحن نخشی انہ وارث	ہم لوگوں کو یہ ڈر ہے کہ جب آپ کو قبر چھپالے گی
ملک ان غیبک اللحد	تو وہ ملک کا وارث ہو جائے گا۔

جب ہارون نے یہ اشعار پڑھے تو اشتعال کی تحریک اور زیادہ ہو گئی اور بُری طرح سے برامکہ کے پیچھے پڑ گیا۔

حاشیہ ۱؎ یہ اشعار حیوٰۃ الحیوان دمیری جلد ۲ صفحہ ۱۱۲ سے نقل کئے گئے ہیں۔

Marfat.com

(۷) عرب کا گروہ اور اسکا اقتدار

ہر ایک سلطنت میں شخصی ہو یا جمہوری یہ نہایت مشکل ہے کہ ایک شخص یا ایک خاندان نیکنام ہو کر زندگی بسر نہیں کر سکتا ہے۔ اور لوگ اس کے فوراً مخالف بلکہ جانی دشمن ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ حالات خلافت مامون الرشید میں شمس العلما مولانا شبلی نعمانی تحریر فرماتے ہیں کہ "عرب کا گروہ جو دربار میں ایک بڑی قوت رکھتا تھا۔ ہمیشہ سے اہل عجم کا حریف مقابل تھا۔

ہارون الرشید کے زمانے میں خاندان برامکہ کی بربادی کے اصلی باعث یہی لوگ ہوئے تھے" اور یہ امر مسلم ہے کہ ہارون الرشید کی سلطنت دو قوتوں سے مرکب تھی۔ فوجی قوت کا عنصر عرب تھا فوج اور اکثر سرداران فوج عرب تھے ملکی صیغہ عجم یعنی برامکہ کے ہاتھ میں تھا اور اس وجہ سے عیش و دولت کے مزے انھیں کو زیادہ حاصل تھے۔ یہ حالت ضرور دونوں میں رشک پیدا کرنے والی تھی۔ امین و مامون کی رقابت نے یہ علیحدگی اور بڑھا دی۔ کیونکہ عرب زبیدہ کے تعلق سے امین کے طرفدار تھے اور عجم۔ مامون کو اپنا بھانجا کہتے تھے۔ ہارون الرشید جس قدر ماموں کی طرف زیادہ جھکتا جاتا تھا عرب اس کو اپنی شکست سمجھتے تھے اس لئے اس فتنے کے برپا کرنے میں بھی یقیناً عرب کا بہت بڑا حصہ ہے۔ عرب کا گروہ برامکہ کی شان و شوکت اور اقتدار کو حسد کی نظر سے دیکھتا تھا۔ اور ہارون کو بات بات پر برانگیختہ کرتا تھا۔ اور چھوٹی چھوٹی معمولی

حاشیہ سلہ المامون طبع دوم حصہ اول صفحہ ۴۰۔

Marfat.com

خبریں۔ ہولناک اور واقعات عظیم کے پیرائے میں دکھلائی جاتی تھیں۔ جس سے ہارون کا اشتعال طبع روز بروز بڑھتا گیا۔

یحییٰ بن عبداللہ[1] کی رہائی

عہد ہارون الرشید میں جس قدر بغاوتیں حصول خلافت میں ہوئیں منجملہ اس کے یحییٰ بن عبداللہ الحسنی (برادر محمد مہدی ملقب بہ نفس زکیہ) کی بغاوت بھی مشہور ہے۔ ہارون کے مقابلے میں بمقام طبرستان یحییٰ نے علم بغاوت بلند کیا۔ چنانچہ فضل برمکی کی حکمت عملی سے ہارون الرشید کو کامیابی ہوئی اور یحییٰ دارالخلافہ میں حاضر ہوا۔ خلیفہ نے بہ نظر احتیاط و اعتبار جعفر کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ اس قیدی کو اپنی نگرانی میں رکھے اور جہانتک ممکن ہے حفاظت کیجائے چنانچہ جعفر نے یحییٰ کو اپنی حفاظت میں لے لیا۔ ایک دن جعفر نے یحییٰ کو اپنے پاس بلایا اور سب حال دریافت کئے۔ چونکہ یحییٰ کو یقین تھا کہ ہارون الرشید آل ابو طالب کا جانی دشمن ہے اس لئے نہایت عاجزانہ لہجہ میں کہا "اے جعفر! باوجود اس فضل و تقدس کے کیا تو مجھے ہلاک کرے گا۔ کیا تجکو معلوم نہیں ہے کہ میں فرزند علی ہوں۔ خدائے عزوجل سے ڈر اور رسول مقبول کی دشمنی سے محترز رہ۔ میں بے گناہ ہوں۔ ہارون نے مجھ سے فریب کیا ہے اور پناہ دیکر خلاف معاہدہ مجکو قید کیا ہے"۔ جعفر نے رحم کھا کر اس علوی کو چھوڑ دیا اور کہا کہ "جہاں جی چاہے چلے جاؤ"۔ یحییٰ نے کہا مجھے گرفتاری کا خوف ہے۔ تب بہ ہمراہی ایک خاص شخص یحییٰ کو ایک محفوظ جگہ میں بھیج دیا۔ لیکن جعفر کے ایک

حاشیہ ۱ ابن خلکان صفحہ ۱۳۳ - کامل ابن اثیر صفحہ ۵۰ طبری کبیر صفحہ ۶۶۶ جلد ۳ مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۱۰ - ابو الفدا صفحہ ۱۰ جلد ۲

خادم نے جو فضل بن ربیع کا مخبر تھا یہ حال فضل سے کہدیا اور فضل نے موقع پاکر رشید سے سب حال بیان کیا۔ چنانچہ خلیفہ نے بعد تحقیقات کے جب واقعہ کی صحت کرلی تو ایک دن اثنائے کلام میں کھانے کے وقت جعفر سے پوچھا کہ "یحییٰ حسینی کا کیا حال ہے؟ جعفر نے کہا "امیرالمومنین وہ بدستور قید میں ہے اور بھاری زنجیروں میں جکڑا ہے"۔ یہ سنکر رشید نے پھر پوچھا کہ تجھے میری جان کی قسم کیا یحییٰ قید میں ہے؟ تب تو جعفر سمجھ گیا اور کہا۔ "امیرالمومنین میں نے اس کو چھوڑ دیا ہے۔ کیونکہ میرے نزدیک خلیفہ برحق کو کوئی آزار اس کی ذات سے نہیں پہنچ سکتا ہے"۔ ہارون الرشید کو اس بغاوت انگیز ملزم کے چھوڑ دینے کا نہایت افسوس ہوا لیکن بظاہر خوش ہوکر کہا کہ "بہت خوب کیا۔ میرا بھی یہی ارادہ تھا"۔ جب جعفر رخصت ہوا تو ہارون اس کو دیکھ رہا تھا اور کہتا جاتا تھا "قتلنی اللہ ان لم اقتلك فكان من امره ما كان"۔ طبری نے اس روایت کو ابو محمد یزیدی کی زبانی بیان کیا ہے جو ایک معتبر راوی ہے اور تحریر واقعہ کے قبل یہ لکھتے ہیں "جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہارون الرشید نے جعفر کو بلاسبب قتل کروادیا۔ یہ محض غلط ہے سبب یہ تھا کہ جعفر نے یحییٰ کو قید سے چھوڑ دیا۔ حالانکہ اس کی نظربندی کی سخت ہدایت جعفر کو کی گئی تھی"۔ اس واقعہ کے بعد ہی جعفر کے قتل کا حکم صادر ہوا تھا۔ اور ہارون کا غیظ و غضب پورے جوش پر تھا۔ اسباب مذکورۂ بالا جو قلمبند ہو چکے ہیں وہ مختلف مؤرخین کی رائے ہیں۔ لیکن امام المؤرخین علامہ ابن خلدون نے

علامہ ابن خلدونؒ[1] کی رائے زوال برامکہ پر

حاشیہ [1] مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۱۱۰ الفخری صفحہ ۱۹۱۔

جعفر و عباسہ کی شادی کے غلط افسانے پر تنقید کرنے کے بعد برامکہ کے زوال پر یہ رائے لکھی ہے کہ "برامکہ پورے طور پر دولت عباسیہ کے خزانوں پر قابض ہو گئے تھے۔ یہاں تک کہ ہارون الرشید کو ضرورت کے وقت تھوڑا سا بھی روپیہ خزانے سے نہیں ملتا تھا۔ برامکہ کا قدم استقلال اور استحکام کے ساتھ سلطنت میں جم گیا تھا اور وہ حکومت پر غالب تھے۔ رشید کو سلطنت میں دخل و تصرف کا کچھ بھی اختیار باقی نہ تھا اور تمام دنیا میں آہستہ آہستہ انکی شہرت پھیل گئی تھی اور سلطنت کے تمام اعلےٰ درجے کے منصب انہوں نے حاصل کر لئے تھے چنانچہ **وزارت۔ کتابت۔ حجابت** اور **سپہ سالاری** کے تمام معزز عہدوں پر یحییٰ برمکی کی اولاد میں سے پچیس[1] شخص حکمران تھے۔ مختصر یہ کہ برامکہ سیف و قلم دونوں کے مالک تھے۔ اور دولت عباسیہ کے قدیم جاں نثار دولت سے خارج کر دئے گئے تھے اور یہ سارے کرشمے یحییٰ کے دم سے تھے کیونکہ وہ ایام ولیعہدی سے تخت نشینی تک ہارون الرشید کا اتالیق تھا بلکہ یحییٰ کی گود میں بچپن سے پرورش ہوا تھا۔ اور یحییٰ کو باپ کہتا تھا۔ یہ ذریعہ اور بھی اعزاز کا باعث تھا۔ تمام اعیان سلطنت برامکہ کی طرف متوجہ تھے۔ دور دراز ملکوں سے بادشاہوں کے تحائف برامکہ کے پاس آتے تھے اور یحییٰ سلطان کہلاتا تھا۔ اور خزانہ دولت سے بھرتا چلا جاتا تھا۔ تمام خاندان فقیری کی ذلت سے چھوٹ گیا تھا۔ چھوٹے بڑے سب امیر کبیر تھے۔ جن الفاظ میں برامکہ کی مدح کی جاتی تھی وہ الفاظ خلیفہ کے مدحیہ قصائد میں بھی نہ ہوتے تھے۔ شعرا اور سائلین بڑے بڑے صلے پاتے تھے۔ تمام جاگیرات اور

حاشیہ [1] نہایت افسوس ہے کہ آج ان پچیس آدمیوں کے نام معلوم ہو سکتے ہیں نہ حالات۔

Marfat.com

علاقے برامکہ کے قبضے میں تھے۔ جب یہاں تک نوبت پہنچی تو دوست بھی دشمن بن گئے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ **بنو قحطبہ** یعنے جعفر کے ننہال کے لوگ بھی اس کی برائی کے درپے ہو گئے۔ تب تو رشید تمام شکایتوں پر توجہ کرنے لگا اور برامکہ کی معمولی فروگذاشتیں اس کو جرم سنگین معلوم ہونے لگیں یہ اسباب تھے جنھوں نے برامکہ کو تباہ کر دیا اور ان کی سوانح ہمارے واسطے عبرت کی داستان بن گئی۔"

خلافت عباسیہ (۱۰) کے مالک برامکہ تھے

علامہ ابن خلدون کے ہر ہر جملہ کی تصدیق اکثر واقعات سے ہوتی ہے۔ خصوصاً برامکہ کا کُل سلطنت پر قابض اور مالک کامل ہونا بہت زور کے ساتھ ثابت ہوتا ہے اور صرف یہی سبب جعفر کے قتل اور آل برمک کی بربادی کے واسطے کافی ہے۔ مصنف حیوٰۃ الحیوان لکھتا ہے کہ جب ہارون الرشید نے دارالسلطنۃ سے نکل کر ملک کا دورہ شروع کیا تو جس جگہ اور جس باغ میں اس کے ڈیرے کھڑے ہوتے تھے۔ وہاں یہی معلوم ہوتا تھا کہ یہ برامکہ کی جاگیر ہے۔ ان صداؤں نے ہارون کے کان بدمزہ کر دئے تھے۔ اور بعض اشخاص کو جعفر نے بلاحکم کے قتل بھی کر ڈالا تھا۔ اس سبب سے بھی ہارون ناخوش تھا۔

متعلق اسباب زوال جہاں تک تحقیقات ہو سکی وہ سب رائیں تحریر ہو چکی ہیں۔ علامہ ابن خلکان کی ایک روایت باقی ہے وہ بھی لکھی جاتی ہے۔ سعید بن سالم سے لوگوں نے پوچھا کہ برامکہ پر رشید کیوں غضب ناک ہوا۔ سعید نے کہا خدا کی قسم ان کا قصور مستلزم قتل نہ تھا۔ لیکن ان کا زمانہ طول پکڑ گیا تھا۔ اور ہر طوالت کا انجام ملال ہے۔ دیکھو

Marfat.com

عمر بن الخطاب اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے زمانے کو یہ کیسا اچھا زمانہ تھا۔ عدل و انصاف جاری تھا۔ زمانہ پُر امن تھا۔ فتوحات کی ترقی اور اموال کی وسعت تھی۔ لیکن جب اُن کے زمانے نے طول پکڑا دونوں خلیفہ قتل ہوئے۔ جب رشید نے دیکھا کہ برامکہ کی طرف لوگ رجوع ہیں۔ اُن کے مداح ہیں تو وہ ناراض ہو گیا اور بادشاہ تو اس سے کم میں بھی ناخوش ہو جاتے ہیں۔" برامکہ کے دشمن بہت تھے۔ فضل ربیع وغیرہ برامکہ کے محاسن کو چھپا دیتے تھے اور اُن کے قبائح شائع کرتے تھے چنانچہ اس کا نتیجہ وہی ہوا جو ہونا چاہئے تھا اور کھلی ہوئی مخالفتیں طرفین سے ہونے لگیں۔ اور عداوت کا اعلان پورا پورا ہو گیا۔ چنانچہ واقعات ذیل سے اس کی شہادت ہوتی ہے۔ بقول حافظ شیرازی۔

ہمہ کارم ز خود کامی بہ بدنامی کشید آخر
نہاں کے ماند آں رازے کزو سازند محفلہا

حاشیہ ۱ حضرت عمر رضؓ ۱۳ھ ہجری میں خلیفہ ہوئے۔ ۱۰ برس کی خلافت کے بعد ۲۳ھ ہجری میں شہید ہوئے۔ ایام جاہلیت میں جب قریش کے قبیلوں میں لڑائی ہوتی تو آپ سفیر ہو کر جایا کرتے تھے۔ اکثر منافرہ کے جلسوں میں بھی پیش ہوتے تھے۔ اس عہد میں ملک شام۔ بعلبک۔ حمص۔ بیت المقدس۔ حلب۔ انطاکیہ۔ تبریز۔ آذربیجان۔ ہرات۔ جرجان فتح ہوا۔ سلطنت کسریٰ برباد ہوئی۔ سب سے پہلے امیر المومنین کا خطاب اختیار کیا۔ سزائے تازیانہ اور رات کے لیے چوکیدار مقرر کیے دفتر مرتب کیا گیا۔ شہروں میں قاضی بھیجے۔ رمضان کے مہینے میں مسجدوں میں قندیلیں جلائیں۔ اور حضرت عثمان رضؓ ۲۳ھ ہجری میں مسند خلافت پر بیٹھے ۱۲ برس خلافت کر کے ۳۵ھ ہجری میں شہید ہوئے۔ جزیرہ قبرس۔ اندلس۔ خراسان۔ اصطخر۔ بلارستان۔ کرمان۔ سجستان۔ نیشاپور۔ سیستان۔ قہستان۔ مرو۔ اور طالقان فتح ہوا ۳۰ھ ہجری میں قرآن شریف کے سب نسخے جمع کر کے دوبارہ ترتیب کیا اور وہی آج تک جاری ہے۔ مسجد الحرام کو وسیع کیا۔ اور بطور پولیس کے اول سپاہی مقرر کئے۔

Marfat.com

(۱۱)

عبرت

حکیم بختیشوع[1] بن جبرئیل کہتا ہے کہ خلیفہ ہارون الرشید ایک دن قصرِ خلد میں بیٹھا ہوا تھا کہ میں بھی وہاں جا نکلا وسط میں دریائے دجلہ کا خوشنما منظر عجیب لطف دے رہا تھا سامنے سے آل برمک کی رفیع الشان عمارتیں نظر آ رہی تھیں یحییٰ برمکی کے دروازے پر سوار اور پیادوں کا ہجوم ہو رہا تھا۔ رشید نے دیکھا تو کہا کہ "خدا یحییٰ برمکی کا بھلا کرے غریب ہمارے واسطے کیسی سخت محنت اٹھاتا ہے۔ ہم اس کی بدولت آرام سے عیش کرتے ہیں"۔ حکیم مذکور کہتا ہے کہ ایک زمانے کے بعد پھر مجھے قصر خلد میں جانے کا اتفاق ہوا اور وہی گزشتہ سماں آنکھوں کے سامنے تھا اس روز میں نے رشید کو یہ کہتے سنا کہ "حقیقت میں یحییٰ تو خلافت کرتا ہے۔ میں تو برائے نام ہوں"۔ میں اسی وقت سمجھ گیا کہ بس اب برامکہ کی خیر نہیں ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

(۱۲)

یحییٰ برمکی سے مخالفت کا اعلان

ہارون الرشید خاندان برامکہ میں یحییٰ برمکی کا سب سے زیادہ ادب کرتا تھا۔ لیکن جب استعمال طبع بڑھ گیا تو یحییٰ کی بھی ہر ہر بات پر اعتراض ہونے لگا۔ یحییٰ کا دستور تھا کہ وہ بلا اجازت ہارون الرشید کے پاس چلا جاتا تھا کسی دربان اور حاجب سے اطلاع کرانے کی ضرورت نہ ہوتی تھی چنانچہ ایک دن یحییٰ دستور کے موافق ہارون کے پاس چلا گیا اس وقت جبرئیل

حاشیہ [1] یونانی اطبا میں نہایت ہی جلیل القدر اور فاضل طبیب تھا۔ خلفائے عباسہ سے جس قدر دولت کے خزانے اسکو حاصل ہوئے وہ دوسرے کو نہیں ملے۔ خلیفہ متوکل کے عہد میں اس طبیب سے اعلیٰ رتبے کا کوئی شخص نہ تھا۔ بلکہ لباس اور دیگر سامان آرائش میں اس میں اور خلیفہ میں کچھ فرق نہ تھا۔ ۲۵۶ھ میں فوت ہوا۔ طبقات الاطبا صفحہ ۱۳۸ جلد ۲ یہ واقعہ الفخری سے نقل کیا گیا ہے۔ [2] طبری کبیر جلد ۳ صفحہ ۱۰۶۷ مطبوعہ یورپ۔

Marfat.com

بن بختیشوع حکیم موجود تھا یحییٰ نے سلام کیا تو ہارون نے سلام کا جواب دھیمی آواز سے دیا اور جبرئیل سے مخاطب ہو کر کہا کہ "تمہارے مکان میں کوئی شخص بلا اجازت آسکتا ہے"۔ جبرئیل نے عرض کیا کہ یہ کیونکر ممکن ہے۔ پھر یحییٰ سے پوچھا کہ بلا اجازت کیوں آئے ہو؟ یحییٰ نے جواب دیا کہ "یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ میں بلا اجازت اسی وقت نہیں آیا ہوں بلکہ جس وقت امیر المومنین بستر خواب میں ہوتے تھے تو میں وہاں تک چلا جاتا تھا۔ لیکن اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ اب میرا وہ درجہ نہیں رہا اور میرا آنا امیر المومنین کو ناگوار ہے"۔ یہ جواب سنکر ہارون نادم ہو کر چپ ہو رہا۔ اور یحییٰ نے سمجھا کہ بس اب اقبال کا خاتمہ ہو گیا۔ بلکہ ہارون نے یحییٰ کی یہاں تک حقارت کر دی تھی۔ کہ مسرور کو حکم دے دیا تھا کہ اب کوئی غلام یحییٰ کی تعظیم کو نہ کھڑا ہو ع ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا؟

برامکہ عمدہ (۱۳) جاگیرات کے مالک تھے

مبرد نحوی لکھتا ہے کہ ابو عبید اللہ مارستانی نے قاضی یحییٰ بن اکثم سے اور انھوں نے اسمٰعیل بن یحییٰ ہاشمی سے سوال کیا تھا کہ آپ کو برامکہ کے قتل کا سبب معلوم ہے۔ تو اسمٰعیل نے کہا کہ ہاں مجھے اس معاملہ کے ظاہر و باطن سے اطلاع ہے۔ میں ایک دن ہارون الرشید کے ہمراہ

حاشیہ ۱۲ جبرئیل بن بختیشوع بن جارجس یونانی دربار ہارون الرشید کا مشہور فاضل طبیب تھا اسکے علاج بڑے بڑے معرکے کے مشہور ہیں۔ ۱۷۵ھ میں جب جعفر برمکی بیمار ہوا ہے تو خلیفہ نے اسی طبیب کو اس کے علاج کے واسطے مقرر کیا تھا۔ دربار رشید میں اسکا مرتبہ وزارت سے کم نہ تھا۔ جب امین الرشید تخت نشین ہوا ہے تو وہ بھی اس کی بڑی عزت کرتا تھا اور بغیر اجازت اس طبیب کے پانی تک نہ پیتا تھا۔ ۱۳ برس تک ہارون الرشید کی اس نے خدمت کی تھی۔ اور عہد مامون الرشید میں بمقام سامرا ۲۱۳ھ میں فوت ہوا۔ اور دیار مسرجس میں دفن ہوا۔ علاوہ طب کے دیگر فن میں بھی اس کی تصنیفات ہیں۔ طبقات الاطباء صفحہ ۱۳۷ جلد ۲۔ ۱۲ اعلام الناس صفحہ ۱۵۳۔

Marfat.com

شکارگاہ میں تھا کہ ناگاہ دور سے کچھ سوار نظر آئے۔ رشید نے پوچھا کہ یہ کس کا موکب ہے
مَیں نے عرض کیا کہ آپ کے بھائی جعفر بن یحییٰ کی اردلی کے سوار ہیں۔ تب اپنے داہنے
بائیں دیکھا تو بہت سے سوار ہمرکاب تھے۔ پھر اُسطرف نظر کی تو جعفر کے سوار نہ دکھائی
دیئے۔ تب مجھ سے پوچھا کہ وہ لوگ کیا ہوئے۔ مَیں نے عرض کیا کہ آپ کے بھائی صاحب
کسی دوسرے راستے سے تشریف لیگئے ہیں اور جدھر سے آپ جا رہے ہیں انکو یہ راستہ
معلوم نہ ہوگا۔ کہا نہیں بلکہ یہ بات ہے کہ جعفر نے ہم کو اس قابل نہیں سمجھا کہ وہ ہمارے
ساتھ ہو کر زیب و زینت کا باعث ہو۔ مَیں نے کہا امیر المومنین صاف فرمائیے اگر جعفر کو یہ جگہ
معلوم ہوتی تو ہرگز تجاوز نہ کرتے اور ضرور آپ کے ساتھ ساتھ چلتے۔ تھوڑی دُور چل کر
ایسی جگہ پہنچے جہاں مویشیوں کی کثرت تھی۔ اور خوب صورت مکانوں کا سلسلہ لگاتار
چلا گیا تھا۔ اور اسی جگہ سے گاؤں کیطرف جانیکا راستہ تھا۔ تھوڑی دور چل کر گاؤں
کے دروازے پر پہنچ گئے۔ یہاں کی زمین سرسبز و شاداب اور علی العموم موضع کی عمدہ حالت
تھی۔ کھلیانوں میں غلہ کی افراط تھی۔ اور رعایا بھی خوش حال نظر آتی تھی۔ یہ دیکھکر میری
طرف مخاطب ہوا اور پوچھا کہ یہ کس کی جاگیر ہے۔ مَیں نے کہا۔ جعفر کی۔ یہ سُنکر چُپ
ہو رہا۔ پھر ایک ٹھنڈی سانس بھری اور آگے چلا۔ رستے میں جہاں تک جانے
کا اتفاق ہوا۔ کوئی موضع بھی ایسا نہ ملا جس کی حالت خراب ہوتی۔ بلکہ سرسبز و
شاداب تھے۔ ہر موضع کو دیکھتا اور مجھ سے پوچھتا تھا کہ یہ کس کا ہے؟ مَیں عرض
کرتا تھا کہ آپ کے بھائی جعفر کا۔ جب شکار سے دارالخلافہ بغداد میں واپس آئے ہیں

نے گھر جانے کی اجازت چاہی۔ تب ہارون نے چاروں طرف دیکھا میں بھی سمجھ گیا۔
اور جو مجمع تھا وہ منتشر ہوگیا۔ جب میں اکیلا رہ گیا تو مجھ سے مخاطب ہوا اور کہا اسمٰعیل!
تم دیکھتے ہو برامکہ نے دولت سے اپنا گھر بھر لیا ہے۔ خود امیر بن گئے ہیں۔ اور میری
اولاد کو فقیر کر دیا ہے۔ اُن کے معاملات سے میں نے ابتک غفلت کی ہے" یہ
سنکر میں نے اپنے دل میں کہا کہ اب اس خاندان پر بلا نازل ہوا چاہتی ہے۔ پھر میں
نے کہا کہ امیر المومنین کے یہ خیالات کس بنا پر ہیں کہا جو کچھ ہے ظاہر ہے۔ میں نے
صریحی غلطی کی ہے کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ شہر سے اس قدر نزدیک مسلسل ایک ہی
پٹڑی پر برامکہ کی جاگیر ہے۔ میری اولاد سے کسی ایک کی بھی ایسی جاگیر نہیں ہے۔
دارالسلطنت کے قریب کی تو یہ حالت ہے دور دراز ممالک کا معلوم نہیں کیا حال ہوگا؟
میں نے کہا کہ برامکہ تو آپ ہی کے خادم اور بندے ہیں۔ اُن کا خزانہ۔ اور جاگیریں۔
حقیقت میں آپ ہی کا مال ہے۔ یہ سُنکر مجھے قہر کی نظروں سے دیکھا اور کہا" یہ بات
نہیں ہے۔ بلکہ وہ بنی ہاشم کو اپنا غلام سمجھتے ہیں۔ اور خود ہی خلیفہ ہیں۔ اور بنی عباس کے
پاس جو دولت ہے اُس کو بھی وہ اپنا عطیہ سمجھتے ہیں"۔ میں نے کچھ اور عرض کیا تو کہا معلوم
ہوتا ہے کہ تو میری باتیں اُن کو بتلا دیگا۔ میں تجھکو حکم دیتا ہوں کہ افشاے راز نہ ہو۔ اور
اگر ہوا تو میں سمجھونگا کہ یہ تیرا ہی کام ہے۔ میں نے کہا نعوذ باللہ! میں آپ کا راز کہوں
یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ خلیفہ ہارون الرشید کی یہ پہلی تقریر تھی جو برامکہ کی مخالفت میں کیگئی۔
پھر میں رخصت ہوکر مکان چلا گیا اور دوسرے دن صبح کو حاضر ہوا۔ اُسوقت باب السلام

Marfat.com

کے شرقی جانب ہارون الرشید بیٹھا ہوا تھا - میں بھی پاس جا کر بیٹھ گیا اور سامنے جانب مغرب جعفر کے محل نظر آ رہے تھے دروازے پر سرداران فوج - عمّال اور اُمرائے دربار کا ایک ہجوم لگا ہوا تھا اور ہر روز جعفر کے دروازے پر ایسا ہی مجمع رہتا تھا - یہ رنگ دیکھکر میری طرف متوجہ ہوا اور کہا " اسمٰعیل ! میں کل تم سے کیا کہتا تھا دیکھو ! جعفر کے دروازے پر کسقدر لونڈی غلاموں اور سواروں کا مجمع ہے اور ایک میں ہوں کہ میرے دروازے پر ایک بھی نہیں ہے " میں نے کہا " امیر المومنین آپکو خدا کی قسم ! اپنے دل میں اس قسم کے خیالات نہ رکھئے - جعفر حقیقت میں آپ کا خادم اور غلام ہے اور سپہ سالار بھی ہے - اگر اُسکے دروازے پر فوج نہ ہوگی تو کس کے دروازے پر ہوگی - کیونکہ جعفر کا دروازہ تو فی نفسہ آپ ہی کا دروازہ ہے " یہ سُنکر کہا کہ " دیکھو گھوڑوں کی اس قدر کثرت ہے کہ یہاں تک تانتا لگا ہوا ہے - صرف میری بُدبکی کیواسطے جعفر ایسا کرتا ہے - خدا کی قسم میں ان باتوں پر اب صبر نہیں کر سکتا ہوں " پھر اُس کا غصہ بھڑک اُٹھا اور ایسا جوش میں آیا کہ گفتگو کرنا بھی بند کر دی - تب مجھے یقین ہو گیا کہ ؎

بگڑی ہے کچھ ایسی کہ بنائے نہیں بنتی ۔ ہے اس سے یہ ظاہر کہ یہی حُکمِ قضا ہے

اور میں اجازت لیکر گھر چلا گیا - راستے میں جعفر کو آتے ہوئے دیکھا میں قصداً چھُپ گیا اور جعفر خلیفہ کی خدمت میں حاضر ہوا - بعد معمولی آداب کے ہارون نے اپنی داہنی جانب جعفر کو بٹھایا اور از حد تعظیم کی - دیر تک بہ خندہ پیشانی باتیں کرتا رہا - اور اپنے خاص خادموں میں سے ایک خادم مرحمت فرمایا - یہ خادم نہایت حسین - ظریف - کاتب - محاسب

Marfat.com

ہوشیار اور عقیل تھا - امیر المومنین کی اس فیاضی سے جعفر نہایت خوش ہوا حالانکہ یہ خادم جاسوس تھا اور جعفر کے حق میں بلا تھا - ہاروں سے ایک ایک حال جعفر کا آن کر کہا کرتا تھا اس واقعہ کے تیسرے دن میں جعفر کی خدمت میں حاضر ہوا - تب تخلیہ ہو گیا - اُسوقت میں نے جعفر سے کہا کہ "اگر اجازت ہو تو بطور نصیحت کے کچھ عرض کروں - کیونکہ میں یہ جانتا تھا کہ جو گفتگو اسوقت ہو گی - یہ خادم ضرور جاکر ہارون سے کہدیگا - جعفر نے کہا کہ آپ کو اجازت ہے جو کہنا ہے کہئے - اور یہ وہ زمانہ ہے کہ جب خلیفہ نے جعفر کو خراسان کا والی مقرر کر کے چند روز کے بعد معزول کر دیا تھا اور اب نہروان کی حکومت سپرد کیگئی تھی - اور سامان سفر تیار ہو رہا تھا - میں نے عرض کیا کہ اے میرے سردار! آپ ایسے شہر کو تشریف لیجا نیوالے ہیں جسکے اطراف نہایت وسیع ہیں اور خیر و برکت کی جگہ ہے اگر آپ بعض جاگیریں امیر المومنین کی اولاد کے نام منتقل فرمادیں تو ترقی دولت کا باعث ہو سکتا ہے - جب میں کہہ چکا تو جعفر نے میری طرف غضب ناک ہو کر دیکھا - اور کہا کہ "اے اسمٰعیل تمہارے ابن عم ہارون الرشید میرے ہی طفیل میں روٹی کھاتے ہیں - اور سلطنت عباسیہ کا قیام میری ذات سے ہوا ہے - خزانہ کو دولت سے پُر کر دیا ہے - اس پر بھی صبر نہیں آتا ہے - اب اُن چیزوں پر تاک لگائی ہے جسکو میں نے اپنی اولاد کیواسطے ذخیرہ کیا ہے - کہ وہ میرے بعد اُنکے کام آوے - خدا کی قسم اگر کوئی شئے بھی مجھ سے ہارون نے طلب کی تو اُس پر جلد وبال نازل ہو گا" میں نے عرض کیا کہ "خدا کی قسم جیسا آپ کا گمان ہے اُسکے مطابق امیر المومنین نے ایک حرف بھی نہیں کہا ہے -

Marfat.com

بلکہ یہ تو میری ذاتی رائے ہے" تب جعفر نے کہا کہ پھر ایسی فضول تقریر کا کیا نتیجہ ہے اور میں تھوڑی دیر بیٹھکر اپنے گھر چلا گیا۔ اور اُس دن سے نہ میں جعفر کے پاس گیا۔ نہ دربار میں حاضر ہوا۔ کیونکہ میں نے سمجھا کہ یہ وزیر ہے اور وہ بادشاہ۔ ان کے جھگڑے میں پڑنا فضول ہے دونوں آپس میں نبٹ لینگے۔ لیکن زوال برامکہ میں اب کچھ دیر نہیں ہے۔ کیونکہ اُن کے معاملات میں کمزوری آگئی ہے۔ بعد اس کے خادم امِ جعفر نے مجھ سے بیان کیا کہ اُس غلام نے جو بطور مخبر تعینات تھا یہ تمام باتیں جو مجھ سے اور جعفر سے ہوئیں تھیں ہارون کو لکھ بھیجیں اور وہ اُس کے پڑھتے ہی غضب ناک ہو گیا اور برامکہ کی بربادی کے حیلے سوچنے لگا ؛

تفویض حکومت خراسان علی بن عیسٰے

برامکہ کی سب سے بڑی جاگیر جس پر تمام فیاضیوں اور اخراجات کا دار و مدار تھا۔ وہ خراسان کا ملک تھا۔ کیونکہ معمولی مال گزاری داخل خزانہ ہوتی تھی۔ باقی متفرقات آمدنی کے مالک برامکہ تھے۔ اس جاگیر کا رشک و حسد سب سے زیادہ علی بن عیسٰے بن ماہان بن مملک کو تھا اور اُس کی ہمیشہ یہ کوشش رہی کہ جسطرح ممکن ہو یہ صوبہ برامکہ کے قبضے سے نکل کر میرے پاس آجائے۔ لہذا ہمیشہ جعفر اور یحییٰ کی بُرائیاں بیان کیا کرتا تھا۔ جب ہارون کا مزاج برامکہ کیطرف سے برہم دیکھا تو دل کھولکر خوب ہی شکائتیں کیں اور یحییٰ کے احسانات بالکل بھُلا دیئے۔ جسوقت علی کی تقرری کا ہارون الرشید نے ارادہ کیا تو یحییٰ سے مشورہ کیا کہ اگر آپ کی رائے ہو تو

حاشیہ بر صفحہ ۳۱۸

Marfat.com

ہیں فضل اور جعفر کو کوئی عمدہ خدمت عطا کروں اور خراسان کی حکومت علی بن عیسےٰ کو سپرد کردوں۔ یحییٰ نے کہا کہ بہت مناسب ہے اور کسی قسم کی مخالفت نہیں کی۔ چنانچہ سنہ ۱۸۸ھ میں منصور بن یزید الحمیری کو جو بجاے فضل کے سنہ ۱۸۹ھ میں مقرر کیا گیا تھا معزول کرکے علی کو خراسان کی حکومت مرحمت فرمائی۔ اور جعفر کو بغاوت شام کے دور کرنے کے حیلے سے وزارت سے بھی الگ کردیا۔ اور مہر وزارت یحییٰ برمکی کے سپرد کردی۔ علی نے جب یہ موقع پایا تو خراسان میں جاکر خوب دست درازیاں شروع کیں اور حفظ ماتقدم کے لحاظ سے ایک اور چال چلا یعنے اپنا میر منشی یحییٰ کی خدمت میں روانہ کیا۔ اور اُسکو انعام کثیر کا وعدہ کرکے کہا کہ تم یحییٰ سے ایک **امان نامہ** میرے نام لکھا لاؤ چنانچہ وہ منشی دربار یحییٰ میں حاضر ہوا اور یحییٰ سے تمام حالات خلوت میں جاکر عرض کردیئے یحییٰ برمکی نے نہایت صاف دلی سے ایک خط اپنے قلم سے لکھکر میر منشی کو حوالہ کردیا۔ مضمون اُس کا یہ تھا کہ "تمام برائیوں سے خدا ہم دونوں کو بچائے اگر تمہارے دل میں مجھ سے یا میری اولاد کی جانب سے کوئی بدگمانی ہے کہ ہم تمہارے بدخواہ ہیں۔ یا تمہارے کاموں میں خلل انداز ہیں تو اس خیال کو دل سے نکال ڈالو۔ کیونکہ میں اُن لوگوں میں نہیں ہوں جن کے یہاں بدی کا بدلہ بدی ہے۔ ہماری طرف سے محبت اور بھلائی

حاشیہ ۱؎ طبری کی روایت ہے کہ یحییٰ نے اول مخالفت کی لیکن جب علی نے تحائف پیش کئے۔ اسوقت ہارون نے بطور تعریض کے یحییٰ سے کہا کہ تم اس کے مخالف تھے۔ لیکن اس خیر و برکت کو دیکھو۔ یحییٰ نے جواب دیا کہ امیر المومنین کی رائے صائب ہے اور میرے علم سے اُسکا علم وسیع ہے لیکن یہ مال جبر کا ہے اور جو تین برس میں فراہم ہوا ہے وہ ایک گھنٹے میں جمع ہوسکتا ہے۔ جلد ۳ صفحہ ۲۰۳، ۲؎ ابن خلدون جلد ۳ حالات سنہ ۱۷۹ و ۱۸۰ھ و کامل اثیر صفحہ ۵ جلد ۶ و تاریخ ضیاے برنی ۱۲

کے ہروقت امیدوار رہو۔ اور اس کا کبھی خیال مت کرو کہ جو جاگیر فضل اور جعفر کے قبضے میں تھی آج اُس پر کون قابض ہے - عدل وانصاف بڑی دولت ہے - یہ ہاتھ سے نہ جانے پائے دنیا کی سرخروئی اور آخرت کی نجات اسی پر ہے والسّلام" جب یحییٰ کی تحریر علی کے ملاحظے سے گزری تو بہت خوش ہوا - اور انعام واکرام سے میر منشی کو مالامال کر دیا - اب چونکہ یحییٰ کی مخالفت کا بھی خوف باقی نہیں تھا - اس لئے رعایا پر سخت گیری اور ظلم کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا - موروثی جاگیریں ضبط کرلیں - اور جن وسائل سے روپیہ جمع ہوسکا خوب ہی فراہم کیا - لوگ یحییٰ سے شکایت کرتے تھے مگر وہ مجبور تھا - چند سال کے بعد قیمتی جواہرات اور دیگر مال - لونڈی - غلام وغیرہ لیکر علی بغداد میں داخل ہوا - اور دربار عام میں حاضر ہونیکی اجازت چاہی تاکہ جو تحائف خراسان سے لایا ہے اُسکو علیٰ رؤس الاشہاد پیش کرے - اس کارروائی سے یہ دکھلانا منظور تھا کہ برامکہ کے مقابلے میں میری کارگزاری کی ملک اور سلطنت میں وقعت ہو - اور خراسان کے فاصل کا اندازہ[1] بھی ہوجائے - چنانچہ علی کی درخواست کو خلیفہ ہارون الرشید نے منظور کیا - اور یہ حکم دیا کہ ایک وسیع میدان میں دربار عام کی تیاریاں کیجائیں اور وہاں علی اپنی نذر پیش کرے چنانچہ ایک خوش فضا میدان میں ایک رفیع الشان بارگاہ سجائی گئی - اور صدر میں تخت شاہی بچھایا گیا علی نے نہایت فرزانگی اور سلیقہ شعاری سے اپنے تحائف کو پیش کیا - ایک

حاشیہ [1] عہد حکومت مامون الرشید میں خراسان کا سالانہ خراج حسب ذیل تھا - کم وبیش یہی عہد ہارون الرشید میں سمجھنا چاہیئے دو کروڑ اسی لاکھ درہم - چار ہزار گھوڑے - ایک ہزار غلام - بیس ہزار تھان - تیس ہزار رطل تیل دو ہزار رطل چاندی - مقدمہ ابن خلدون فصل ۲ -

Marfat.com

جانب اشرفیوں کے انبار تھے ۔ دوسری جانب دینار و درہم کے ڈھیر تھے ۔ تیسری جانب ریشمی کپڑے اور قیمتی اسباب تھا ۔ چوتھی جانب تُرکی غلام صف باندھے کھڑے ہوئے تھے جنکے گلے میں مرصع تلواریں حمائل تھیں ۔ اور قصب مصری کی دستاریں اُنکے سر پر تھیں ۔ انہیں کے برابر جوروش کنیزوں کا جُھرمٹ تھا ۔ جنکے قیمتی لباس اور زیوروں کے جھلاجھلی سے میدان جگمگا رہا تھا ۔ مشک نافے اس کثرت سے تھے کہ بغداد کا جنگل مہک رہا تھا اسکے بعد عربی اونٹ اور گھوڑوں کی قطار تھی ۔ جو قیمتی ساویراق سے مرتب تھے ۔ جب یہ تحائف اپنے اپنے موقع پر سجا دیئے گئے ۔ اُسوقت امیرالمومنین کی سواری آئی ۔ یہ سامان دیکھکر خوش ہو گئے ۔ اور سے سرخ ۔ سفید اور سیاہ انبار نظر آئے پوچھا کہ یہ کیا ہے ۔ ؟ مصاحبین نے عرض کیا کہ اشرفی ۔ نقرہ اور مشک اذفر کے انبار ہیں جو نظر آرہے ہیں ۔ غرضکہ ایک ایک چیز کو دیکھتا تھا ۔ اور خوش ہوتا تھا جب سامان دیکھ چکا ۔ تو صدر ایوان میں آن کر تخت زرنگار پر بیٹھ گیا ۔ یحییٰ اور جعفر بھی موجود تھے اور دربار لگا ہوا تھا ۔ یحییٰ نے جعفر سے کہا دیکھتے ہو ؟ علی نے اسقدر مدت میں کس قدر ظلم وستم سے خزانہ جمع کیا ہے ۔ اور یہ ساری نمائش اس واسطے کی گئی ہے کہ امیرالمومنین کا مزاج ہماری طرف سے برہم ہو جاوے اور لوگوں کو معلوم ہو کہ خراسان کس قدر زرخیز ملک ہے اس کارروائی سے میرے دل پر علی نے کاری زخم لگایا ہے ۔" جعفر نے کہا کہ " علی کی کارروائی پر افسوس اور رنج کرنا فضول ہے ۔ کیونکہ وہ ہمارا دشمن ہے ۔ خلیفہ کی خوشنودی مزاج کیواسطے غریب رعایا سے یہ دولت حاصل کی ہے ۔ لیکن تھوڑے دن میں ملک اور خلیفہ کو معلوم ہو جائیگا

Marfat.com

کہ یہ روپیہ کیونکر جمع ہوا ہے۔ خراسان میں عنقریب فتنہ و فساد کی آگ بھڑکنے والی ہے۔ بجائے ایک ایک درہم کے جو خزانے میں اس وقت آیا ہے خلیفہ کے سو سو دینار خرچ ہونگے تب بھی ملک کی بغاوتیں دور نہ ہونگی۔ خراسان اور ماوراء النہر بالکل تباہ کر دیا گیا ہے۔ علی نے امیر المومنین کے ساتھ بھلائی نہیں کی ہے بلکہ یہ سلطنت کی بربادی کے آثار ہیں" جعفر کی اس گفتگو کو لوگوں نے سنا تو ہارون الرشید سے اطلاع کر دی۔ خلیفہ نے جعفر سے پوچھا تو جعفر نے بھی صاف صاف کہہ دیا کہ "امیر المومنین کو اس مال پر جو بہ جبر رعایا سے وصول کیا گیا ہے خوش نہ ہونا چاہئے۔ خلیفہ نے یہ جواب نہایت ناگواری سے سنا۔ اور علی بن عیسیٰ کی اس درجہ عزت کی کہ سب دربار کو اس سے حیرت اور عبرت ہوئی یحییٰ اور جعفر نہایت افسردہ دل ہو گئے جب مکان پر پہنچے تو یحییٰ نے جعفر سے کہا کہ "جو تم کہتے ہو وہ بالکل سچ ہے تمہارے اقوال آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں لیکن ہارون لالچی اور طامع ہے اب وہ کچھ نہیں سنیگا۔ اور جہاں تک ہوگا ہماری ہلاکت کی فکر کرے گا" چنانچہ اس واقعہ کے

جعفر کے قتل کا چوتھا (۱۴) جوش

بعد روز بروز خلیفہ کا مزاج بگڑتا گیا احمد بن محمد واصل راوی ہے کہ [illegible] میں ہارون کے پاس میں کھڑا ہوا تھا۔ لوبان اور عطریات کی خوشبو سے تمام محل مہک رہا تھا۔ ہارون لحاف اوڑھے ہوئے لیٹا تھا مگر جاگ رہا تھا کہ جعفر برمکی آگیا اور کسی معاملے میں مشورہ کر کے فوراً واپس ہوا۔ جب جعفر رخصت ہوا۔ تو ہارون کی زبان سے بے ساختہ یہ کلمہ نکلا کہ "اے خدا تو جعفر کو ایسی توفیق دے کہ وہ مجھے ہلاک کرے یا مجھے اس پر قدرت مرحمت فرما کہ میں اس کا سر تن سے

Marfat.com

جدا کردوں۔ کیونکہ اب میری زندگی تلخ ہے۔" یہ باتیں ہارون خود بخود کر رہا تھا۔ میں نے سنا تو میرا بدن کانپ اٹھا اور سمجھا اگر ہارون کو یہ معلوم ہو جائے کہ میں نے اِن کلمات کو سنا ہے تو وہ مجھے زندہ نہ چھوڑے گا۔ میں اسی دھن میں تھا کہ خلیفہ نے لحاف سے سر نکالا اور کہا کہ میں نے ابھی جو کہا ہے وہ تو نے سنا ہے میں نے انکار کیا۔ ہارون نے کہا کہ نہیں تو نے ضرور سنا ہے کیونکہ اس وقت عود اور مجمر تیرے ہاتھ میں ہے۔ اگر جان عزیز ہے تو افشائے راز نہ ہو۔ خیر اس وقت کی تو بات ٹل گئی لیکن چند ہی روز میں ہارون نے اپنا حوصلہ پورا کیا +

جعفر کے قتل کا مشورہ (۱۵)

ابو الحسن عیسیٰ بن موسیٰ راوی ہے کہ ایک دن مجکو ہارون الرشید نے بلا کر کہا کہ "میں ایک راز مخفی کہنا چاہتا ہوں مگر خوب سمجھ لو کہ افشائے راز پر نتیجہ اچھا نہ ہوگا۔" میں نے عرض کیا کہ "امیر المومنین کی مجھ پر کمال شفقت ہوگی کہ آپ مجھ سے وہ راز ظاہر نہ کریں کیونکہ ممکن ہے کہ کوئی شخص قیاس اور عقل سے وہ واقعات سمجھ جائے اس صورت میں صرف شبہ میں میری جان جاتی رہے گی۔ لیکن رشید نے میرا عذر نہ سنا اور کہنے لگا۔ میرا قطعی ارادہ ہے کہ برامکہ کا استیصال کردوں۔ اور فضل بن ربیع کو جو امیر المومنین کی پرورش کردہ ہے وزارت عطا کروں مگر افسوس ہے کہ فضل میں ویسی عقل و دانش نہیں ہے جو برامکہ میں ہے ایسا نہو کہ انکے زوال پر ملک میں بدامنی اور ابتری پھیلجائے یہ خیالات اکثر میرے دل میں آتے ہیں لیکن سخت مجبور ہوں۔ نہ تو غیرت اور حسد کی وجہ میں

وزارت (۱۶) کی تبدیلی پر ہارون الرشید کے خیالات

حاشیہ ۱۵ نمبر ۱۔ و تاریخ برنی سے لکھے گئے ہیں۔

Marfat.com

تاب ہے اور نہ قتل برامکہ مناسب سمجھتا ہوں۔ کیونکہ سلطنت کا قیام اُن کے دم سے ہے۔ اس معاملے میں میری قوت فیصلہ بالکل کمزور ہے۔ تمہاری کیا رائے ہے۔ میں یہ تقریر سُنکر دم بخود رہ گیا۔ کیونکہ نہ تو صاف جواب دے سکتا تھا اور نہ بغیر کچھ کہے ہوئے چارہ تھا۔ اور میں اچھی طرح سمجھتا تھا کہ خلافت عباسیہ کا نظم و نسق جعفر اور یحییٰ کے ہاتھ میں ہے اُنکے قتل ہوتے ہی خلافت کا ڈھچر ڈھیلا پڑ جائے گا۔ اس لئے میں نے عرض کیا کہ امیر المومنین کی رائے میں میرے مشورے کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن جہاں تک ممکن ہو غور و فکر سے کام لینا مناسب ہے اور تمثیلاً برامکہ کی چند خدمات کا میں نے ذکر کیا۔ رشید نے سر جھکا لیا۔ جس جگہ ہم لوگ بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے یہ ایک خوش فضا باغ دجلہ کے کنارے تھا۔ اس باغ کے متصل ایک ٹکڑا اراضی کا افتادہ تھا۔ لوگوں سے پوچھا کہ یہ کس کی زمین ہے کسی نے جواب نہیں دیا۔ فضل ربیع سے بھی (جو اُس وقت حاجب تھا) دریافت کیا اُس نے بھی کہا کہ مجکو اس کا علم نہیں ہے تب جعفر کو بُلا کر دریافت کیا اُس نے اول سے آخر تک اُس کی تاریخ بیان کر دی کہ پہلے فلاں کے قبضے میں تھی اور اس وقت فلاں شخص مالک ہے۔ تب ہارون کو اطمینان ہو گیا اور نظر غائر سے میری طرف دیکھا۔ جس میں یہ کنایہ تھا کہ ایسے عاقل اور دانا وزیر کو کیونکر قتل کروں"

Marfat.com

خلیفہ ہارون الرشید کی ناراضی کا اثر خاندان برامکہ پر اُن کے باہمی مشورے اور ہارون و یحییٰ کا معاہدہ

جب یحییٰ برمکی کو خلیفہ ہارون الرشید کے افعال و حرکات سے یقین ہو گیا کہ اس کا جوش انتقام اور غلبۂ غضب کسی طرح کم نہ ہوگا اور وہ روز سیاہ عنقریب آنے والا ہے کہ جعفر قتل ہوگا اور خاندان کے چھوٹے بڑے قید کی سخت مصیبتیں اٹھائینگے۔ اسلئے یحییٰ نے اپنے تمام خاندان کو جمع کیا۔ اور اُن سے مخاطب ہو کر کہا کہ "تم سب کو معلوم ہے کہ خلیفہ ہارون الرشید کا مزاج کس درجہ برہم ہے اب مصلحت یہ ہے کہ ہمارے پاس جس قدر مال۔ دولت۔ اور جاگیریں ہیں اُن کی ایک فہرست مرتب کریں۔

یحییٰ کا مشورہ خاندان سے

اول میں اپنا تمام سرمایہ پیش کرونگا۔ خاندانی عزت کا اگر کچھ بھی پاس ہے تو یہ سب سرمایہ جمع کر کے ہارون کو دے دینا چاہئے۔ ممکن ہے کہ اس کارروائی سے اُس کا غصہ ٹھنڈا ہو جائے [illegible] لالچی ہے۔ میں اُس کے مزاج سے خوب واقف ہوں"۔ یحییٰ کی تقریر سنکر سب لڑکے دم بخود رہ گئے **فضل** نے جو فرزند رشید تھا۔ باپ سے مخاطب ہو کر عرض کیا کہ "میرے پیارے باپ آپ کی ہمیشہ ہم سب کو یہ نصیحت تھی کہ جہاں تک ہو سکے دنیا میں نیک نامی حاصل کرو۔ مساکین و فقراء کی اعانت کرو دولت کو جمع مت کرو اب آپ فرماتے ہیں کہ اثاث البیت کی فہرست تیار

Marfat.com

کیجائے۔ اور جو اندوختہ ہے وہ برآمد کیا جاوے۔ آپ کو خوب معلوم ہے کہ مال ہمارے پاس اب کہاں ہے اور اگر الامر فوق الادب حکم کی تعمیل کی جائے اور ہم اپنا کل سرمایہ ہارون کے خوش کرنے کو دے دیں تو بھی کوئی نتیجہ نہ ہوگا۔ کیونکہ ہارون طامع ہے۔ اس دولت کو دیکھ کر اس کی طمع کو اور تحریک ہوگی اور جلب منفعت کی غرض سے وہ ہم کو قید کریگا۔ میرے نزدیک دیدہ و دانستہ ہلاکت میں نہ پڑنا چاہئے۔ بفرض محال اگر کچھ ہوا تو یہ ہو سکتا ہے کہ آپ کے بڑھاپے پر رحم کرکے آپ کو زندہ چھوڑ دے گا۔ لیکن ہمارا زندہ رہنا محال نظر آتا ہے۔ اور اس وقت بھی امید حیات نہیں ہے۔ خدا کا حکم عنقریب جاری ہونے والا ہے۔ المحکم حکمٌ والقضاء قضاءٌ۔ جب یحییٰ نے فضل کا عاقلانہ جواب سنا تو رونے لگا چونکہ کل کنبہ کے دل سوز و گداز سے بھرے ہوے تھے یحییٰ کی آواز سنتے ہی سب کے سب اس ماتم میں شریک ہو گئے۔ اب برامکہ پر ایک ایک دن بھاری تھا صدقہ اور خیرات کا یہ حال تھا کہ راتوں کو مساکین اور فقرا کے مکان پر جو کچھ ہو سکتا تھا روانہ کرتے تھے اور اپنی خدمات اور حالت پر افسوس کیا کرتے تھے۔ جو مشورہ یحییٰ برمکی نے اپنے بیٹوں کو دیا تھا۔ اگر اس پر عمل [illegible] تو ممکن تھا کہ ہارون الرشید کا غصہ دھیما ہو جاتا اور اپنے خیالات سے درگزر کرتا لیکن افسوس ہے کہ خود فضل و جعفر کو بھی طمع نے اس مفید مشورے سے فائدہ اٹھانے دیا۔

جعفر کو اپنے قتل کا یقین تھا (۲)

علی بن سلیمان سے روایت ہے کہ ایک دن جعفر اپنے مکانات کی سیر کر رہا تھا اور ہر چیز

Marfat.com

کو نہایت غور و فکر سے دیکھ رہا تھا جب سب دیکھ چکا تو کہا کہ اس مکان میں کوئی عیب نہیں ہے شاہان عجم کے مکانات کے نمونے پر بنا ہے ہاں اگر کچھ عیب ہے تو یہی کہ اس کے مالک کی حیات کا جام لبریز ہو چکا ہے" پھر ایک ٹھنڈی سانس بھر کر رونے لگا۔ نجوم میں جعفر کو کمال تھا اسی عالم میں اُس نے اپنا زائچہ دیکھا تو معلوم ہوا کہ خانہ طالع ہبوط میں ہے۔ منحوس ستارے مسعود پر غالب ہو رہے ہیں۔ چنانچہ اس واقعہ کے تین مہینے بعد قتل ہوا۔ اور ایک سال میں کل خاندان تباہ و برباد ہو گیا۔

(۳) احباب کے مشورے

برامکہ کے عام احسان اور فیاضی نے رعایا کے دلوں پر پورا قبضہ کر لیا تھا۔ اسلئے سارا ملک (باستثناء چند امرا) برامکہ کا طرفدار تھا۔ احباب جیسی جیسی وحشت انگیز خبریں سنتے تھے۔ ویسے ہی مفید مشورے برامکہ کو دیتے تھے۔ عثمان بن عبدالرحمٰن ایک خراسانی فاضل راوی ہے کہ جب میں نے رشید کا مزاج برامکہ کی طرف سے برہم پایا تو یحییٰ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور جو غمناک واقعات مدینۃ السلام میں میں نے سنے تھے اس کا ذکر کیا اور مشورہ دیا کہ خلیفہ کے کئی بیٹے ہیں مصارف بھی زیادہ ہو گئے ہیں۔ نقدی تو آپ کے پاس نہیں ہے۔ البتہ جاگیریں فضل و جعفر کے پاس موجود ہیں مناسب ہے کہ ان میں سے آپ **امین و مامون** کو دیدیں کہ ہارون کا غصہ کم ہو جائے۔ یحییٰ نے سنا تو رو کر کہنے لگا کہ میری ہمیشہ لڑکوں کو یہ نصیحت رہی کہ خوب صرف کرو اور دنیا میں نیک نام ہو کر رہو۔ چنانچہ جو جاگیریں تھیں ان میں سے بڑا حصہ اوقاف کا ہے۔ آمدنی میں سے خفیف رقم خزانے میں رہتی ہے۔ بفرض

محال اگر گنج قاروں بھی ہارون کو دیدیا جاے تو ہم کو زندہ نہ چھوڑے گا۔ رضینا بقضا اللہ اور کلام مجید کی یہ آیت پڑھ کر چپ ہو رہا۔ من جاء بالحسنة فله عشر امثالها ومن جاء بالسيئة فلا يجزى الا مثلها وهم لا يظلمون ۵

اسحاق بن سلیمان سے مشورہ

ثمامہ راوی ہے کہ ایک دن میں یحییٰ کے ہمراہ اسحاق بن سلیمان کے مکان پر حاضر ہوا۔ اسحاق نے یحییٰ کا استقبال کیا اور بڑے تپاک سے لاکر مسند پر بٹھایا اور خود یحییٰ کے سامنے بیٹھ گیا۔ تب یحییٰ نے کہا کہ "اس وقت آپ دونوں صاحب موجود ہیں مجھے مفید مشورہ دیجئے کیونکہ ہارون کے مزاج سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہمارے قتل پر تلا ہوا ہے۔ موقع ملنے پر وہ کسی کو نہیں چھوڑے گا" ثمامہ کہتا ہے کہ دوسری نماز کے وقت تک ہم لوگوں نے نشست کی لیکن کوئی مفید راے قائم نہ ہوئی اور کسی کی زبان سے کچھ نہ نکلا۔ جب یحییٰ نے یہ رنگ دیکھا تو دل کھول کر خوب رویا اور کہا "المقدر کائن" جو ہونے والا ہے وہ حکم الہیٰ ہے۔ ہمارے زوال کی واضح علامت اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتی ہے کہ آپ کی زبان بند ہے۔ حالانکہ تمام بغداد میں آپ کی صائب راے مشہور ہے۔ پھر یحییٰ اٹھ کھڑا ہوا اور بکرر کہا کہ "المقدر کائن" اس گفتگو کے ایک ہفتے بعد جعفر قتل ہوا ہے۔

خلیفہ ہارون الرشید اور یحییٰ کا معاہدہ

ہارون الرشید کے طرز عمل اور روزانہ معاملات سے یحییٰ کو اپنی

Marfat.com

تباہی کے سامان نظر آرہے تھے اور دن رات اسی ادھیڑبن میں رہتا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یحییٰ کے قوے بالکل مضمحل ہوگئے تھے اور حزن و ملال کی علامتیں اُس کے چہرے پر نظر آتی تھیں جب رشید نے یحییٰ کو دیکھا کہ وہ بالکل تحلیل ہو گیا ہے۔ اور ہر وقت اُس پر اداسی چھائی رہتی ہے۔ تو ایک دن یحییٰ سے پوچھا کہ میں آپ کو ان دنوں بحالت پریشان دیکھتا ہوں اس کا باعث کیا ہے؟ یحییٰ نے جواب دیا کہ "اُس شخص کی غمناکی کیا پوچھتے ہو۔ جس کے سامنے موت کا فرشتہ کھڑا ہو۔" خلیفہ نے بتجاہل عارفانہ سے یحییٰ کو جواب دیا کہ یہ کیونکر ممکن ہے کہ میری حیات میں آپ کو اس قسم کے واقعات پیش آویں۔ آخر وہ ہے کون جس کی طرف سے آپ کو خدشہ ہے؟ یحییٰ نے کہا کہ "سوائے امیر المومنین کے اور کون ہے جس سے مجھے خوف ہو سکتا ہے۔ میری مشکلات کی انتہا آستانۂ خلافت تک ہے۔ خود سلطنت ہمارے خاندان کی دشمن ہے۔ یہی باعث میری پریشانی کا ہے۔" یحییٰ کی تقریر سنکر رشید نے بہت سی قسمیں کھائیں۔ اور کہا کہ "جب تک میں زندہ ہوں کسی قسم کی برائی نہ کرونگا۔" یحییٰ نے کہا کہ "مجھے زبانی باتوں کا اعتبار نہیں ہے کہ جب غضب کی آگ بھڑکتی ہے اُس وقت معاہدے اور حلف کا خیال نہیں رہتا ہے۔" تب خلیفہ نے ایک کاغذ پر اُن قسموں کو جس کا زبانی اقرار تھا لکھا اور بطور معاہدے کے کچھ اور بھی اضافہ کیا۔

تکمیل کے بعد **عبداللہ بن علی۔ عباس بن محمد۔ محمد بن ابراہیم** اور **موسیٰ ابن عیسےٰ** کے (جو بنی ہاشم سے تھے اس معاہدے پر دستخط ہوئے

Marfat.com

علاوہ اس شہادت کے ارکان فوج کی بھی مہریں ہوئیں۔ اور دستاویز یحییٰ کے حوالہ کردی گئی اور دستاویز کے دیتے وقت ہارون الرشید نے کہا کہ "بخدائے لایزال! میرے دل میں کبھی خاندان برامکہ کی برائی کا خیال بھی نہ آئے گا" ہارون الرشید کی اس کارروائی سے یحییٰ بہت خوش ہوا۔ اور اپنے بیٹے **فضل** سے کہا کہ اس کاغذ کو باحتیاط رکھنا کسی وقت یہ کام آویگا۔ **فضل** نے کہا کہ "اگرچہ ہارون میرا بھائی ہے (باعتبار رضاعت) لیکن انتقام کے وقت اپنی تحریر کا وہ کچھ بھی خیال نہ کرے گا بلکہ اس کا جو جی چاہے گا کر گزرے گا" چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

واقعات سفر مکہ معظمہ ۱۸۶ھ ہجری

خلافت عباسیہ میں سب سے زیادہ جس خلیفہ نے حج کئے ہیں وہ صرف ہارون الرشید ہے جس کی تفصیل مورخ مسعودی نے بقید سنین لکھی ہے۔ لیکن بماہ صفر ۱۸۶ھ ۹۔ فروری ۸۰۲ء میں جو اخیر حج اس نامور خلیفہ نے کیا ہے اس کو تمام مورخوں نے کسی قدر مفصل لکھا ہے کیونکہ بہ لحاظ واقعات یہ سفر [illegible] جو مؤرخ جعفر و عباسہ کی شادی کے قائل ہیں۔ وہ یہ لکھتے ہیں کہ جب زبیدہ خاتون کی شہادت سے

مقاصد سفر

ہارون کو یہ یقین ہو گیا کہ جو لڑکا عباسہ سے پیدا ہوا ہے وہ مکہ معظمہ روانہ کر دیا گیا ہے اسلئے واقعات کی صحت کے لئے اس نے یہ سفر کیا تھا۔ لیکن جس مبتدا کی یہ خبر ہے وہ خود ہی غلط ہے۔ اسلئے یہ بھی ایک معمولی فقرہ ہے۔ بلکہ اصلیت یہ ہے

Marfat.com

کہ ہارون الرشید کو مصلحت ملکی سے دارالسلطنۃ میں جعفر کا قتل کرنا منظور تھا۔ اس لئے حج کا قصد کیا۔ اور بلاشبہ بمقابلہ بغداد وغیرہ ارض حجاز میں کسی قسم کی مشکلات کا سامنا ہارون کو نہیں کرنا پڑا۔ اور جب جعفر کے قتل کا مصمم ارادہ ہو گیا اس وقت اول حیرہ سے براہ دریا انبار[1] (متعلق صوبہ رقہ) کی طرف کوچ کیا پھر وہاں سے مدینہ منورہ پہنچا۔ اس مابین سفر میں کوئی واقعہ بجز اس کے قابل ذکر نہیں ہے۔ کہ

مدینہ منورہ میں خلیفہ اور برامکہ کی فیاضی

خاندان خلافت نے اہل مدینہ کو انعامات سے مالا مال کر دیا چنانچہ اس سال کا نام "عام الاعطیۃ الثلاثۃ" قرار پایا۔ اور خلیفہ کے مقابلے میں برامکہ نے جو فیاضیاں اس سفر میں کیں ہیں ان کی نسبت محمد بن مناذر نے حسب ذیل اشعار لکھے ہیں۔

اتانا بنو الاملاک من آل برمک	ہمارے ملک میں آل برمک آئے جو بادشاہوں کی نسل سے ہیں
فیا طیب اخبار و احسن منظر	تو کیا اچھی خبر ہے اور کیا اچھا منظر ہے۔
لھم رحلۃ فی کل عام الی العدا	ہر سال ان کا ایک سفر دشمنوں کی طرف ہوتا ہے۔
واخری الی البیت العتیق المعطر	اور دوسرا سفر کعبہ پاک کی طرف۔
اذا نزلوا بطحاء مکۃ اشرقت	جب یہ بطحائے مکہ میں اترتے ہیں تو وہ

حاشیہ [1] کامل ابن اثیر صفحہ ۵۶ واقعات حج ۱۷۰ھ انبار بغداد کی جانب مغرب نہر فرات پر یہ شہر واقع ہے۔ ایرانی اس کو فیروز سابور کہتے ہیں اس کا بانی سابور بن ہرمز ہے۔ ابو العباس سفاح نے اسکو از سر نو آباد کیا تھا اور شاہانہ عمارتیں بنوائی تھیں معجم البلدان جلد اول صفحہ ۳۴۱ عہ عرب میں ہر بڑے بڑے واقعات کی تاریخیں بطور یادگار کے قائم ہیں چونکہ ہارون الرشید امین الرشید مامون الرشید تینوں نے ملک سمول سے زیادہ فیاضی کی تھی اس وجہ سے اس سال کا نام "عام الاعطیۃ الثلاثۃ" قرار پایا۔ عہ ابن خلکان و مستوفی جلد اول صفحہ ۲۱۱

Marfat.com

بیحیی و بالفضل بن یحیی وجعفر	یحیی اور فضل بن یحیی اور جعفر کی وجہ سے چمک اٹھتا ہے
فتظلم بغداد وتجلو لنا الدجیٰ	جب یہ تینوں چاند جج کرتے ہیں تو مکہ میں اجالا
بمکة ماجوا ثلاثة اقمر	ہو جاتا ہے اور بغداد میں تاریکی چھا جاتی ہے۔
فما خلقت الا لجود اکفھم	ان کی ہتھیلیاں سخاوت کے لئے بنی ہیں۔
واقدامھم الا لسعی مظفر	اور پاؤں ظفر مند کوشش کے لئے۔
اذا رام یحیی الامر ذلت صعابہ	جب یحییٰ کام کا ارادہ کرتا ہے تو مشکلیں سہل ہو جاتی ہیں
وناھیک من راع لہ ومدبر	اور اس سے بڑھ کر کام کا مدبر اور محافظ کون ہوگا۔

غرضکہ اسی طرح پر تالیف قلوب کرتا ہوا۔ ہارون الرشید مکہ معظمہ پہنچا اور خالد بن عیسیٰ کاتب[1] کے مکان میں ٹھہرا علاوہ یحییٰ۔ جعفر۔ فضل۔ اور موسیٰ کے اس سفر میں محمد برمکی بھی ہمراہ رکاب تھا جو اپنے بھائیوں سے علیحدہ ابن نوح کے یہاں فروکش تھا۔ درپردہ اگرچہ ہارون الرشید جعفر کے قتل کی فکر میں تھا۔ لیکن انتظام سلطنت سے بھی غافل نہ تھا کیونکہ سب سے بڑا کام اس نے یہ کیا کہ شہزادہ قاسم جس کا مؤتمن لقب تھا [illegible] سے لوگوں سے بیعت لی کہ بعد امین و مامون کے یہی وارث تاج و تخت ہوگا اور جزیرہ ثغور و عواصم کی حکومت بھی اس کے سپرد کی اور بہ نظر فساد آیندہ و استحکام سلطنت یہ بھی کیا کہ امین و مامون کو خانہ کعبہ کے اندر لے جاکر نصیحت کی۔

معاہدہ امین الرشید و مامون الرشید بمقام مکہ معظمہ

حاشیہ [1] طبری کبیر صفحہ ۵۰۶ جلد ۳ واقعات حج ۱۸۶ھ ہجری

پھر دونوں سے جدا جدا معاہدے لکھوائے اور اس پر گواہیاں ثبت کیں اور علے روس الاشہاد جس میں یحییٰ برمکی۔ جعفر بن یحییٰ۔ فضل بن ربیع حاجب۔ اور فقہا و علما بھی شامل تھے۔ یہ دستاویزیں پڑھ کر سنائی گئیں اور بعد تکمیل یہ معاہدہ سونے کے نلوے میں رکھ کر حرم کعبہ میں دروازے کے اوپر آویزاں کرا دیا گیا۔ اس کارروائی سے بھی لوگوں کو معلوم ہوا کہ اصلی مقصد اس سفر سے یہی تھا پھر شعرا کے قصائد اور خلیفہ کی فیاضی نے اس واقعہ کو اور بھی چمکا دیا۔[1]

اگرچہ بظاہر خلیفہ ہارون الرشید ایسے کام کرتا جاتا تھا جس سے نہ اُس کا مافی الضمیر معلوم ہو اور نہ برامکہ میں انتشار و وحشت پیدا ہو لیکن پھر بھی دلی جذبات کو نہ روک سکا اور اسی مقدس مقام سے چھیڑ چھاڑ شروع کر دی۔ سب سے پہلی چشمک یہ ہوئی کہ مقام عسفان[2] میں جعفر برمکی جو دعوت ہمیشہ کیا کرتا تھا وہ اس مرتبہ ہارون الرشید نے نامنظور کی۔ جس سے جعفر کو یقین ہو گیا کہ بس اب میری خیر نہیں ہے۔ وللہ در من قال ؎

ابتدائی چھیڑ چھاڑ

آ لگی ہے سرگرداب فنا کشتئ عمر
ہر نفس بادِ مخالف کا ہے جھونکا ہم کو

یحییٰ برمکی و خلیفہ ہارون الرشید کی مناجات خانۂ کعبہ میں

واقعات مذکورۂ بالا کے ذیل میں ایک

حاشیہ [1] کامل اثیر صفحہ ۵۷ جلد ۶۔ مامون حصہ اوّل۔ تاریخ الخلفاء سیوطی صفحہ ۱۱۳ [2] عسفان الجحفہ اور مکہ کے مابین ایک مشہور قریہ ہے جہاں حجاج کا قافلہ ٹھہرتا ہے۔ اس مقام پر پانی کا ایک چشمہ ہے۔ اور حال میں حجاز ریلوے کا ایک اسٹیشن بھی ہے۔ معجم البلدان جلد ۶ صفحہ ۱۷۴

دل چسپ بات اور بھی ہے اور وہ یہ کہ خاندانِ خلافت اور وزارت میں اِس درجہ رنج بڑھ گیا تھا کہ حرمِ محترم میں دونوں نے ایک دوسرے کی بربادی کی دعا مانگی ہے اِس موقعہ پر پہنچ کر علامہ[1] ابن الاثیر الجزری تحریر فرماتے ہیں کہ لوگوں نے اس واقعہ کو سبب زوال برامکہ نہیں قرار دیا ہے۔ حالانکہ سب سے بڑا اور قوی سبب تو یہی ہے (یعنے مناجات کعبہ اثر سے خالی نہیں جاتی ہے۔)

چنانچہ یحییٰ[2] حرم کا پردہ پکڑ کر یہ مناجات کرتا ہے۔ کہ "اے خدا! میں گنہ گار ہوں۔ اور میرے گناہ بھی بے شمار ہیں جس کو تیرے سوا کوئی نہیں جانتا ہے۔ اگر تیری یہ مرضی ہے کہ مجکو سزا دیجائے تو میں راضی ہوں لیکن یہ سزا مجکو دنیا ہی میں دیجائے۔ مجھے کچھ افسوس نہ ہوگا اگرچہ میری دولت اور اہل وعیال مجھ سے چھین لیئے جاویں۔ لیکن اے خدا میری عزت باقی رہے"

یہ دعا کرکے دروازہ مسجد حرم تک پہنچا تھا کہ پھر لوٹ آیا اور عرض کیا کہ "اے خدا! اپنی عزت کو میں نے دعا میں مستثنےٰ کیا ہے۔ نہیں تو یہ بھی سلب کرلے میں راضی ہوں" چونکہ خانہ کعبہ

حاشیہ [1] کامل اثیر صفحہ ۵۸ جلد ۶ [2] یحییٰ کی دعا میں دو روایتیں ہیں لہذا ہر دو روایات مع اصلی الفاظ کے نقل کی جاتی ہیں (روایت موسیٰ بن یحییٰ برمکی) اللھم ان ذنوبی جمۃ عظیمۃ لا یحصیھا غیرک ولا یعرفھا سواک اللھم ان کنت تعاقبنی فاجعل عقوبتی بذلک فی الدنیا وان احاط ذلک بسمعی وبصری وولدی ومالی حتی تبلغ رضاک ولا تجعل عقوبتی فی الاخرۃ۔ (بروایت احمد بن حسن بن حرب) اللھم ان کان رضاک فی ان تسلبنی مالی واھلی وولدی فاسلبنی الا الفضل طبری کبیر صفحہ ۶۷۴ جلد سوم۔ حیات الحیوان دمیری صفحہ ۱۱۲ جلد ۱۔

کی دعا قبولیت کے اثر سے خالی نہیں رہتی ہے لہذا خدا نے یحییٰ کی دعا کو سن لیا۔ مسرور کی روایت ہے کہ جب ہارون طواف کر رہا تھا اُس وقت اُس نے یہ دعا مانگی کہ "اے خدا! تو خوب جانتا ہے کہ جعفر واجب القتل ہے میں تجھ سے اُس کے قتل میں استخارہ چاہتا ہوں" چنانچہ وقت واپسی مکہ معظمہ انبار کے قریب ہارون الرشید نے جعفر کے قتل کا حکم دیدیا تھا۔

واقعات قتل جعفر برمکی

ہے عجب سیر اگر دیدۂ بینا دیکھے
دیکھنا ہو جسے عبرت کا تماشا دیکھے

حج سے فارغ ہو کر خلیفہ ہارون الرشید نے مکہ معظمہ سے کوچ کر دیا۔ اور منزل بمنزل ٹھہرتا ہوا حیرہ[1] پہنچا اور چند روز قصر عون العبادی میں قیام کیا۔ چونکہ مکہ معظمہ ہی سے خلیفہ کا مزاج برہم ہو گیا تھا۔ اور معمولی باتوں پر چھیڑ چھاڑ ہونے لگی تھی۔ اسلئے جعفر متردد تھا اور اپنے بچاؤ کی تدبیریں سوچتا تھا۔ یاس کا یہ عالم تھا کہ بات بات پر زائچے[2] کھینچتا اور شگون لیتا تھا غرضکہ جعفر اپنے خیالات میں ڈوبا ہوا تھا اور ہارون الرشید اپنی [illegible] حیرہ سے انبار پہنچا۔ یہاں ایک دوسری چھیڑ یہ ہوئی کہ علی[3] بن عیسے بن ماہان نے جو قدیمی دشمن اس خاندان کا تھا موسے برمکی کی شکایت ہارون سے کرنا شروع کی کہ "موسے نے رعایاے خراسان کو بھڑکا دیا ہے۔

علی بن عیسیٰ کی مخالفت

حاشیہ [1] طبری کبیر صفحہ ۶۷۰ بروایت فضل بن سلیمان بن علی حیرہ۔ کوفہ سے تین میل پر واقع ہے۔ معجم البلدان جلد ۳ صفحہ ۳۷۶ [2] ابن خلکان صفحہ ۳۶
[3] کامل اثیر زوال برامکہ صفحہ ۵۔ و طبری کبیر صفحہ ۶۷۵ جلد ۳

اور اس پر آمادہ کیا ہے کہ وہ اطاعت سلطانی سے آزاد ہو جائیں اور اسی قسم کی خط و کتابت اسے خراسان سے ہو رہی ہے۔ یہ سنکر ہارون جھلا اٹھا اور موسےٰ کو قید کر کے بمقام کوفہ عباس بن موسیٰ کے پاس بھیجدیا۔ اگرچہ اس کے بعد ام الفضل کی سفارش سے رہا کر دیا گیا۔

ہارون الرشید کا بمقام عمر ٹھہرنا اور جعفر کا قتل ہونا

لیکن جب بمقام عمر[1] پہنچا تو پوری پوری تیاریاں قتل کی کی گئیں۔ خیام شاہی اس جگہ نصب ہو گئے۔ اور خود سیر و شکار میں مشغول ہوا۔ اگرچہ جعفر کی طرف سے ہارون نہایت ہی غضبناک ہو رہا تھا مگر اپنی حکمت عملی سے اس کی کوشش کر رہا تھا کہ جعفر کو کسی قسم کی بدگمانی اس کی جانب سے نہو۔ چنانچہ تاریخ قتل سے ایک دن پیشتر کا واقعہ ہے کہ حسب دستور جعفر برمکی دربار میں حاضر ہوا۔ ہارون الرشید نے سلام کے بعد مزاج پرسی کی اور نہایت عزت و تپاک سے اپنے برابر بٹھا لیا۔ اور دیر تک باتیں کرتا رہا پھر جعفر نے جو ڈاک آئی تھی وہ پیش کی اور کل کاغذات پڑھ کر سنائے اور احکام جاری کیئے۔ چلتے وقت عرض کیا کہ "آج میری خراسان کی روانگی کا دن ہے"۔ ہارون نے سنا تو ایک منجم کو طلب کیا اور اس سے پوچھا کہ اب کیا وقت ہے اس نے عرض کیا کہ ساڑھے تین گھڑی دن چڑھ گیا ہے۔ تب منجم سے اصطرلاب لے لیا اور دل ہی دل میں کچھ حساب لگایا اور آسمان کو دیکھ کر کہا کہ "برادر من! آج کا دن تو نحس ہے۔ اور یہ گھڑی سفر کے واسطے خطرناک ہے۔

حاشیہ [1] یہ ایک پہاڑی گاؤں کا نام ہے جو صوبہ انبار میں جانب رقہ واقع ہے اور رقہ نہر فرات پر ہے از کتاب المعارف و معجم البلدان عہ اعلام الناس صفحہ ۱۶۸

Marfat.com

کل بعد نماز جمعہ روانہ ہونا شب کو نہروان میں قیام کر کے سنیچر کو دن ہی دن میں روانہ ہو جانا جعفر بھی اس پر رضامند ہو گیا اور خود بھی اصطرلاب سے دیکھ کر کہا "بیشک جو امیر المومنین نے ارشاد فرمایا ہے وہ صحیح ہے تمام ستارے احتراق[1] میں ہیں" پھر اٹھ کھڑا ہوا اور اپنے خیمے میں چلا گیا ارکان سلطنت اور خدام نے خیمے تک مشائعت کی اور ہارون الرشید نے بڑے اعزاز سے رخصت کیا۔ غرضکہ آج کا دن تو اس حکمت سے ٹالا۔ جب جمعہ کا دن آیا تو کرمانی[2] (بروایت بشار الترکی) کہتا ہے کہ ہارون الرشید نے شکار کا قصد کیا اور جعفر کو بھی اپنے ساتھ لے گیا۔ اور سارا دن شکار میں ختم کر دیا۔ واپسی کے وقت جعفر سے کہا کہ آج کی رات عیش و طرب میں کاٹنا چاہئے۔ جعفر نے انکار کیا۔ لیکن ہارون نے نہ مانا اور باصرار کہا کہ نہیں آج ضرور جشن کرو تب طوعاً و کرہاً سامان عیش مرتب کیا گیا ہارون الرشید کی جعفر کے حال پر آج خاص مہربانی تھی، اور لحظہ بہ لحظہ نقل۔ بخورات۔ اور عطریات کی کشتیاں آتی تھیں۔ جبرئیل بن بختیشوع[3] کی روایت ہے کہ آج خلیفہ نے جعفر کی بہت کچھ خاطر و تواضع کی تھی۔ اول وقت جب ملاقات ہوئی تو معانقہ کیا اور پیشانی کا بوسہ لیا۔ اور ہاتھ میں ہاتھ دے کر تخمیناً ایک ہزار گز کے فاصلے تک دونوں ہاتھ ہے۔ جب اپنے خیمے کو لوٹنے لگا تو جعفر سے کہا کہ تمکو ہماری جان کی قسم! آج جشن کا دن ہے جاؤ اور خوشی

حاشیہ [1] احتراق اور تصمیم نجوم کی اصطلاح میں دو متقابل لفظ ہیں۔ مرکز آفتاب سے جب کسی ستارے کا فاصلہ ۶ درجے ہوتا ہے تو کہتے ہیں کہ ستارہ احتراق میں ہے۔ اور جب یہ فاصلہ ۱۶ دقیقہ کم ہو تو کہتے ہیں کہ ستارہ تصمیم میں ہے بہر حال پہلی صورت نحس اور دوسری سعد ہے [2] طبری کبیر صفحہ ۶۸۳ جلد سوم [3] دیکھو تذکرہ عیون الانباء ابن ابی صیبعہ حالات جبرئیل بن بختیشوع صفحہ ۱۳۴ جلد اول۔

Marfat.com

جشن کی رات

سناؤ۔ اور مجھ سے کہا کہ جبرئیل میں اپنے خیمے میں جاتا ہوں تم میرے بھائی کے ساتھ جاکر شریک جلسہ ہو۔" چنانچہ میں جعفر کے ساتھ اُس خیمے میں چلا گیا جو جشن کے واسطے مرتب کیا گیا تھا۔

ابوذکار الکلوذانی مغنی (نابینا) بھی موجود تھا۔ سوائے ان کے اور کوئی نہ تھا خلیفہ کی مہربانی کا یہ حال تھا کہ خادم پر خادم چلے آتے تھے لیکن جعفر اُن کے آنے جانے پر ٹھنڈی سانسیں بھرتا تھا اور مجھ سے کہتا تھا کہ **ابو عیسیٰ** امیرالمومنین کی مہربانیوں سے میں کانپ رہا ہوں یہ معاملات خالی از علت نہیں ہیں۔ پھر بیند کا دور چلنے لگا جعفر کے حکم سے ہر پیالہ پر **ابوزکار** یہ گاتا تھا۔

ان بنی المنذرحین انقضوا	منذر کا خاندان جب فنا ہوگیا۔
بحیث شاد البیعة الراهب	جہاں کہ راہب نے کلیسا بنایا تھا۔
اضحوا ولا یرهبهم راهب	اُن کی یہ حالت ہوگئی کہ نہ اُن سے کوئی ڈرتا ہے۔
حقا ولا یرجوا هم راغب	نہ کسی کو اُن سے کچھ امید ہے۔
کانت من اخز لبو [illegible]	اُن کے لباس پشمینہ کے تھے۔
لم یجلب الصوف لهم جالب	صوف تو اُن کے لیے کوئی لایا ہی نہیں۔

جب خلیفہ ہارون الرشید نے معلوم کر لیا کہ جعفر بدستور مجلس نشاط میں بیٹھا ہے اُس وقت اُس نے اپنے خاص خادم ابوہاشم مسرور الکبیر کو طلب کیا اور اُس سے مخاطب ہو کر

حاشیہ ۱؎ روضۃ الصفا کی روایت ہے کہ کاتب ابن ابی شیخ بھی اس جلسہ میں موجود تھا۔

Marfat.com

حسب ذیل گفتگو شروع[1] کی۔

ہارون الرشید ۔ مسرور! جس کام کے واسطے میں نے تجھ کو اِس وقت طلب کیا ہے میرے نزدیک اُس کے انجام دینے کی قابلیت نہ محمد (امین الرشید) میں ہے نہ عبداللہ (مامون الرشید) اور قاسم (معتمن) میں۔ یاد رکھ! میں جو حکم دیتا ہوں ٹھیک ٹھیک اس کی تعمیل کرنا ورنہ تیرے اعزاز اور مرتبے میں فرق آجائے گا۔

مسرور ۔ امیرالمومنین! اگر حکم ہو تو تلوار اپنے سینے میں پشت سے پار کردوں؟

ہارون الرشید ۔ ہاں مجھ کو تجھ سے ایسی ہی امید ہے۔ تو جعفر برمکی کو پہچانتا ہے؟

مسرور ۔ ہاں میں جانتا ہوں۔ ایسا کون ہے جو اُس بزرگ شخص کو نہ جانتا ہو۔

ہارون الرشید ۔ تو نے دیکھا ہوگا کہ میں نے آج صبح کو اُس کو کس اعزاز سے رخصت کیا ہے؟

مسرور ۔ "ہاں"

ہارون الرشید ۔ اچھا اب تو رخصت ہو اور جعفر کا سر کاٹ کر میرے سامنے پیش کر۔

مسرور (کانپ کر) امیرالمومنین! یہ کوئی [illegible] ہے۔ اگر یہ خدمت کسی اور سے لی جائے تو مناسب ہے۔

ہارون الرشید ۔ نہیں۔ ہرگز نہیں۔ یہ کام تجھی کو کرنا پڑے گا۔ اب اگر کوئی عذر کیا تو تیرا سر قلم کردیا جائیگا۔ جب مسرور نے ہارون الرشید کا غصہ بڑھتے ہوئے دیکھا تو جان کے

حاشیہ [1] دیکھو طبری کبیر صفحہ ۸، جلد ۳ روضۃ الصفا و کامل اثیر و اعلام الناس و تذکرہ ابن ابی اصیبعہ حالات جبرئیل۔

خوف سے رخصت ہوا اور ہارون الرشید نے **حماد بن سالم۔ ابو عصمہ۔ ہرثمہ بن اعین** معزز سرداروں کو بھی مسرور کے ساتھ کر دیا۔ علاوہ ان کے سو ڈان کے حبشیوں کا ایک مختصر دستہ تھا (جس میں چالیس سپاہی تھے) چنانچہ مسرور اپنے ہمراہ ارکان سلطنت اور فوجی سپاہیوں کو لے کر جعفر کے خیمے کی طرف روانہ ہوا پھر تنہا جعفر کے خیمے میں داخل ہوا۔ جعفر کی صحبت اپنے رنگ پر جمی ہوئی تھی اور **ابو زکار** مغنی یہ گا رہا تھا۔

فلا تبعد۔ فکل فتی سیاتی	تو دور نہو (یعنے زندہ رہ) ہر جوان کو موت آئیگی۔
علیہ الموت یطرق او یغادی	رات کو آئے یا صبح کو۔
وکل ذخیرۃ لا بد یوما	اور ہر ذخیرہ۔
و ان کرمت تصیر الی نفاد	گو بڑا ہو۔ ایک نہ ایک دن ختم ہو جائے گا۔
ولو فوديت من حدث اللیالی	اور حوادث زمانے کے مقابلے میں اگر فدیہ دیکر تجھکو بچایا جا سکتا
فدیتک بالطریف و بالتلاد	تو میں نئی پرانی سب چیزیں تیرے فدیے میں دیتا

ابو زکار نے دوسرے مصرع کو اچھی طرح ادا بھی نہیں کیا تھا کہ یکایک جعفر نے مسرور کو دیکھا۔ "مسرور تمہارے آنیسے مجھ کو مسرت ہوئی لیکن بلا اجازت چلے آنے کا افسوس ہے۔"

حاشیہ لہ کسی عجمی شاعر نے ان اشعار کا ترجمہ حسب ذیل کیا ہے۔

مرگ در مردماں ہمے آید	بامداد و شبانگہ و بیگاہ
گرچہ پنہاں کنی ازو خود را	آشکارا کند بجوید راہ
آنچہ داری بہ دست اگر بدہی	ہم نیابی ازو تو ہیچ پناہ

Marfat.com

مسرور۔ بیشک آپکو افسوس ہوا ہوگا۔ لیکن میں جس کام کیواسطے آیا ہوں وہ تو اس سے بھی زیادہ قابل افسوس ہے

جعفر۔ مسرور یہ موقع اشارہ و کنایہ کی گفتگو کا نہیں ہے جو کچھ کہنا ہے صاف صاف کہو۔

مسرور۔ (نہایت غصہ سے) امیرالمومنین نے آپ کے قتل کا حکم دیا ہے۔

جعفر۔ مسرور یہ تمہاری غلط فہمی ہے خدا کی قسم نیند کے نشے میں مذاقاً ایسا حکم دیا ہوگا یہ انکا اصلی حکم نہیں ہے تم لوٹ جاؤ۔

مسرور۔ یہ مذاق نہیں ہے میں آپ کا سر کاٹنے آیا ہوں۔

جعفر۔ مسرور تم اس وقت واپس جاؤ۔ اگر صبح کو امیرالمومنین کو پشیمان پانا تو کہہ دینا کہ جعفر زندہ ہے اور اگر وہ اپنے حکم پر مستقل رہا تو مجھے کوئی عذر نہوگا اور رات بھر کی مہلت کا صلہ اس قدر دونگا کہ جس کا حساب نہیں ہے اور اگر یہ ناممکن ہے تو مجھ کو امیرالمومنین کے سامنے لے جاکر کھڑا کردے کیا عجب ہے کہ مجھے دیکھ کر رحم آجائے اور اپنے حکم کو منسوخ کردے۔

مسرور۔ مجھے خوب معلوم ہے امیرالمومنین آپ کو کسی طرح پر زندہ نہیں چھوڑیں گے۔

جب جعفر نے مسرور کی یہ گفتگو سنی تو اس کو اپنے قتل کا یقین ہوگیا اور مسرور سے کہا کہ اچھا میرے قتل میں تھوڑا سا اور تو [illegible] خلیفہ [illegible] کی تعمیل کردی گئی اور میں بھی خلیفہ کا حکم اپنے کانوں سے سننا چاہتا ہوں" چنانچہ مسرور نے یہ منظور کیا اور خلیفہ سے جاکر اطلاع کی کہ میں نے جعفر کو قتل کردیا ہے۔ ہارون الرشید اس وقت غضبناک بیٹھا ہوا تھا پوچھا سر کہاں ہے؟ مسرور نے عرض کیا کہ فلان خیمے میں جہاں قتل کیا گیا ہے حکم دیا کہ فوراً پیش کر۔ چنانچہ مسرور جعفر کے پاس گیا اور کہا کہ اب تو میرے

Marfat.com

قول کی آپ کو تصدیق ہو گئی اُس وقت جعفر رونے لگا اور مسرور کے قدموں پر گرنا چاہا۔ اور نہایت عاجزی کے لہجہ سے کہا کہ "مجھے اس قدر مہلت دو کہ میں حرم سرا میں جا کر جو وصیت کرنا ہے کر آؤں۔ لیکن مسرور نے یہ درخواست نامنظور کی اور کہا کہ "جو وصیت کرنا ہے یہاں کر لیجئے اندر جانے کی اجازت نہیں مل سکتی ہے۔" تب جعفر نے کہا کہ "اے مسرور! میرے جس قدر حقوق تجھ پر ہیں کیا اُس کے مکافات میں ایک ساعت کی مہلت دینے کی تجکو قدرت نہیں ہے۔" مسرور نے کہا میں مجبور ہوں امیر المومنین کے حکم کے خلاف کیونکر کروں۔ جب جعفر کو یقین ہو گیا کہ کمبخت مسرور کسی طرح اُس کو زندہ نہیں چھوڑ سکتا۔ اس وقت

جعفر کی وصیت

کلمہ طیبہ بآواز بلند پڑھا اور حاضرین جلسہ کو مخاطب کر کے کہا کہ "تم گواہ رہو۔ میرے جس قدر لونڈی غلام ہیں وہ آج سے فی سبیل اللہ آزاد ہیں۔ اور میرا جس قدر مال ہے وہ مساکین پر وقف ہے۔ جس قدر امانتیں اور قرضہ میرا لوگوں پر ہے میں اُس کو بھی معاف کرتا ہوں۔" حاضرین جلسہ کا اُس وقت بُرا حال تھا۔ سب زار زار رو رہے تھے جبرئیل[1] کی روایت ہے کہ پھر ہرثمہ بن اعین نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور جعفر کا ہاتھ [illegible] فاسق [illegible] اتنے میں ہارون الرشید کا ایک اور خادم آیا اور کہا کہ جلد لے چلو۔" چنانچہ جعفر کو اُس کے خیمے سے ہارون الرشید کے خیمے تک بُری طرح گھسیٹتے لے گئے اور اُسی جگہ مسرور نے ایک ہاتھ تلوار کا جعفر کی گردن پر ایسا

حاشیہ [1] طبقات الاطباء صفحہ ۱۲۴ جلد اول

مارا کہ سر تن سے جدا ہو گیا!!

جعفر کی موت

چھتیس ۳۶ برس کی عمر میں سترہ ۱۷ برس سات مہینے گیارہ دن وزارت کر کے محرم کی آخری تاریخ (مستہل صفر) سنیچر کی رات ۲ ۱۸۷ھ ۲۹ جنوری ۸۰۳ء میں بمقام عمر نہایت حسرت و بیکسی کی حالت میں یہ بلند اقبال وزیر دنیا سے رخصت ۳ ہوا۔

ع خوش درخشیدہ ولے دولتِ مستعجل بود۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ۰

واقعات بعد از قتل جعفر برمکی

جب مسرور جعفر کو قتل کر چکا تو خون میں رنگی ہوئی تلوار لئے ہوے ہارون کے سامنے حاضر ہوا اور جعفر مرحوم کا سر جس سے خون کے فوارے جاری تھے۔ ایک طشت میں رکھ کر پیش کیا جس وقت ہارون الرشید کی نظر اس خون آلودہ چہرے پر پڑی تو بے ساختہ ایک ٹھنڈی سانس لی اور چیخ مار کر رونے لگا۔ جبرئیل ۴ بن بختیشوع طبیب کا قول ہے کہ جعفر کو قتل ہوے آدھا گھنٹہ بھی نہیں گزرا [illegible] چلئے امیر المومنین یاد فرما رہے ہیں چنانچہ میں فوراً حاضر ہوا۔ جعفر کا سر ایک طشت میں ہارون کے سامنے

حاشیہ ۱ ایام وزارت کی تعداد تمام مؤرخوں نے سترہ برس لکھی ہے لیکن تاریخی مطابقت سے تخمیناً پندرہ برس کا زمانہ ہوتا ہے۔ توفیقات غازی مختار پاشا صفحہ ۹۴۔ ۲ صفر کی چاند رات اور سنیچر کی شب میں جعفر قتل ہوا۔ یہی روایت معتبر ہے اکثر شعرا نے مرثیوں میں اس کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ رقاشی نے بھی لکھا ہے کہ ؎ اتی السبت بالامر الذی ھدر کننا ٭ وفی صفر جاء البلاء مصمما ۳ جعفر کے قتل کے واقعات طبری بکبیر۔ روضۃ الصفا۔ کامل اثیر۔ اعلام الناس المعارف۔ حیات الحیوان سے لکھے گئے ہیں۔ ۴ جبرئیل راوی ہے کہ پہلی تاریخ محرم ۱۸۷ھ ہجری کو میں نے رشید

رکھا ہوا تھا۔ مجھے دیکھتے ہی کہا کہ "جبرئیل تم مجھ سے پوچھا کرتے تھے کہ غذا کیوں گھٹ گئی ہے؟" میں نے عرض کیا کہ "جی ہاں"۔ کہا "مجھے اسی کی فکر تھی جو اس وقت دیکھ رہے ہو۔ اب میں اچھا ہوں چنانچہ اُسی وقت کھانا منگایا اور مثل تندرست آدمیوں کے خوب سیر ہو کر کھایا۔"

ہارون الرشید کا دربار

ایک مؤرخ لکھتا ہے کہ جعفر کا سر ہارون کے سامنے رکھا ہوا تھا اور وہ اُس کے دانتوں پر قمچی مارتا جاتا تھا اور کہتا تھا کہ "اے جعفر میں نے تجھ کو کیسا رتبہ دیا تھا کیا اُس کا یہی عوض تھا۔ افسوس! تو نے میرا کچھ بھی حق نہ پہچانا میرے خسروانہ مراحم کا تو نے کچھ بھی لحاظ نہ کیا اور یہ بھی نہ سوچا کہ ذرا دیر میں زمانہ کیسے انقلاب برپا کر دیتا ہے افسوس! تو نے میرے اور اپنے دونوں کے حق میں بُرا کیا"

پھر حاضرین جلسہ کے سامنے جعفر کے اور جرائم بھی بیان کئے۔ اس کے بعد خاص انتظام کر کے دربار سے اُٹھ گیا **محمد بن اسحاق**[1] (بروایت جعفر بن محمد بن حکیم) راوی ہے کہ مجھ سے خود **سندی بن شاہک** نے بیان کیا کہ جعفر کے قتل کی صبح کو میرے پاس ہرکارہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۴۲ سے شکایت کی کہ آپ کی غذا روز بہ روز کم ہوتی جاتی ہے اس کا کیا سبب ہے کچھ جواب نہ دیا۔ جب میں نے متواتر پوچھا تو کہا کہ بغداد کی آب و ہوا ان دنوں مجھے موافق نہیں ہے اور دارالسلطنت سے دور دراز مقام پر جانا بھی منظور نہیں ہے تمہارے نزدیک دارالسلطنۃ سے متصل اگر کوئی مقام ہو تو تجویز کرو کہ تبدیل آب و ہوا کے واسطے وہاں چلوں۔ میں نے حیرہ کا نام لیا یہ ناپسند کیا۔ کیونکہ وہ دور تھا لیکن انبار کو پسند کیا۔ اور بغداد سے کوچ کر دیا۔ مگر کمی غذا کی شکایت بدستور رہی۔ یہاں تک کہ جس دن جعفر کو قتل کیا ہے اُس روز خوب شکم سیر ہو کر کھایا اور مجھ سے کہا کہ میں تھوڑا تھوڑا اس وجہ سے کھاتا تھا کہ بیمار نہ ہو جاؤں۔ طبقات الاطبا حالات جبرئیل صفحہ ۱۳۴ جلد اول [1] طبری کبیر صفحہ ۶۸۱ جلد ۳ مطبوعہ ہالینڈ

آیا اور ایک لفافہ میرے حوالہ کیا جب میں نے اس کو کھول کر پڑھا تو معلوم ہوا کہ امیر المومنین ہارون نے خود اپنے قلم سے لکھا ہے جس کے یہ الفاظ تھے۔

یاسندی اذا نظرت فی کتابی هذا فان کنت قاعدا فقم۔ وان کنت قائما فلا تقعد حتی تصیر الیّ	سندی! جس وقت تم اس خط کو پڑھو۔ پس اگر بیٹھے ہو تو اٹھ کھڑے ہو۔ اور اگر کھڑے ہو تو پھر نہ بیٹھنا یہاں تک کہ مجھ تک پہنچ جاؤ

چنانچہ ہارون الرشید اس وقت موضع عمر میں تھا۔ جس قدر جلد ممکن ہوا میں بھی جا پہنچا۔ اوّل عباس بن فضل ربیع سے ملاقات ہوئی تو معلوم ہوا کہ خلیفہ میرے ہی انتظار میں اس وقت فرات کے کنارے بیٹھا ہوا ہے۔ میں نے فوراً اپنی حاضری کی اطلاع کرائی چنانچہ اسی وقت حضور میں طلب ہو گیا۔ جو لوگ بیٹھے تھے وہ رخصت کر دئے گئے۔ جب خلوت ہو گئی تو کہا میرے قریب آن کر بیٹھو۔ جب میں قریب ہو گیا تو پوچھا جانتے ہو میں نے تم کو کیوں خط لکھا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ امیر المومنین مجھے کیا علم ہے؟ تب کہا کہ ایک امر میں مشورہ کرنا ہے لیکن وہ ایسی بات ہے کہ اگر اس سے میری قمیص واقف ہو تو میں اس وقت فرات میں ڈال دوں۔ پھر مجھ سے پوچھا کہ معتمد افسران فوج اور خدام میں سے کون کون موجود ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ "ہرثمہ اور مسرور الکبیر" کہاں ہیں سچ ہے۔ پھر مجھے حکم دیا کہ "ان دونوں کو اپنے ہمراہ لے کر مدینۃ السلام بغداد کو

احکام ضبطی جاگیرات برامکہ و گرفتاری خاندان

روانہ ہو۔ اور برامکہ کے کل مکانات ضبط کر کے ہر ایک

Marfat.com

پر پہرہ مقرر کر دو تاکہ کوئی شے مکان سے نکلنے نہ پائے اور جعفر کی نعش کے تین ٹکڑے کر کے ایک ایک ٹکڑا بغداد کے پلوں پر لٹکا دیا جائے اور سر جداگانہ جسر اوسط پر آویزاں کیا جائے۔" چنانچہ میں نے بھراہی ہرثمہ بن اعین۔ وابراہیم بن حمید المروزی جعفر کے سر کو روانہ کر دیا اور خود بغداد پہنچکر برامکہ کی تمام جاگیریں ضبط کر لیں میرے پہنچنے کے بعد ہرثمہ بھی آ گیا تھا اور جعفر کی نعش ایک اونٹ پر تھی جس پر پالان تک نہ تھا۔ اور سر جسر اوسط[1] پر **عبرۃً للناظرین** لٹکا دیا گیا تھا۔ اس کے بعد میں نے جعفر کے مکان پر مسرور کو فضل کے مکان پر ابراہیم بن حمید اور حسین خادم کو اور یحییٰ و محمد کے مکان پر یحییٰ بن عبدالرحمٰن اور رشید کو بحیثیت ایک ذمہ دار افسر کے نگران مقرر کیا اور متعلق ضبطی دیگر جاگیرات کے اسی قسم کے احکام تمام شہروں میں جاری کر دئے گئے کہ کل مال و اسباب برامکہ کا ضبط کیا جائے۔

جعفر کے قتل کا اثر خاندان پر

جب اس انتظام سے فرصت ہوئی تو برامکہ کی گرفتاری کی فکر ہوئی چنانچہ سب سے پہلے **یحییٰ فضل و موسیٰ** جو رشید کے ہمراہ تھے گرفتار کر لئے گئے اور جس قدر مال و اسباب خزانۂ سفر میں ہمراہ تھا وہ بھی ضبط کر لیا گیا۔ **محمد برمکی**۔ گرفتاری سے محفوظ رہا۔ کیونکہ ہارون کے خوف سے یا کسی اور وجہ سے محمد برمکی کو اپنے بھائیوں فضل و جعفر وغیرہ سے کسی قسم کی ہمدردی نہ تھی اس سبب سے ہارون محمد سے خوش تھا اور جو جاگیر محمد برمکی کے نام تھی وہ بھی

[1] از طبری و عقد الفرید

Marfat.com

بدستور ضبطی سے بری کر دیگئی ہے اِن قیدیوں کے ہمراہ **زبیدہ بنت منیر** فضل برمکی کی والدہ اور **دنانیر** کنیز یحییٰ برمکی بھی تھی

عبرت کیا خدا کی شان ہے کہ جس سر کے سامنے بڑے بڑے مغرور اور متکبروں کی گردنیں جھک جاتی تھیں جسکا اعزاز اور مرتبہ خود خلیفہ سے بڑھ کر تھا۔ آج اُس کا سر بغداد کے ایک پل پر لٹک رہا ہے جس کا کوئی پرسان حال نہیں ہے۔ کل تک وہ اقبال مند تھا اور آج دنیا میں اس سے زیادہ بدنصیب کوئی نہیں!! جعفر کے شاعر ابو نواس نے اس غمناک سین کو نہایت دلکش الفاظ میں اس طرح پر دکھایا ہے۔

یا ایھا المغتر بالدھر	اے زمانے پر دھوکہ کھانے والے!
والدھر ذو صرف وذو غدر	یہ زمانہ پھر جاتا ہے اور دھوکہ دے جاتا ہے
لا تامنن الدھر وصولاتہ	اُس سے اور اُس کے حملوں سے۔
وکن من الدھر علی حذر	ہمیشہ بچتے رہنا۔
ان کنت ذا جھل بتصریفہ	اگر تو اس کے اُلٹ پھیر سے واقف نہیں ہے
فانظر الی المصلوب بالجسر	تو اُس کے حال سے عبرت پکڑ جسکو بغداد کے پل پر لٹکا دیگئی ہے

حاشیہ یحییٰ برمکی کی کنیزوں میں دنانیر کا درجہ سب سے بڑھ کر تھا۔ علاوہ کمال حسن و صباحت منظر کے علم موسیقی میں یکتائے فن تھی۔ نظم و نثر، خوشنویسی اور حساب میں ماہر تھی۔ موسیقی میں بذل۔ ابن جامع۔ ابراہیم اسحاق حکم الوادی کی شاگرد تھی۔ اور ایک راگنی کی تعلیم میں یحییٰ نے ہزار ہا دینار صرف کیئے تھے۔ ہارون الرشید الشر دنانیر کے ذوق نغمہ و سرور [illegible] سیفی میں کتاب مجرد فی الاغانی اس کی تصنیفات سے مشہور ہے جعفر کے قتل کے بعد ہارون نے اس سے فرمایش کی کہ عود بجا کر کوئی چیز سناؤ تو اُس نے انکار کیا لیکن جب بہت اصرار ہوا تو درد انگیز لہجے میں ایسے اشعار سنائے کہ تمام مجلس چیخ اُٹھی۔ اِسکے بعد رشید نے اس کو قید سے چھوڑ دیا۔ زمانہ آزادی میں دنانیر نے ہارون الرشید سے بڑے بڑے انعام حاصل کیئے۔ ایک موتیوں کا ہار قیمتی تیس ہزار دینار ایک مرتبہ انعام میں دے دیا تھا۔ مصنف درالمنثور نے اس واقعہ کو تفصیل سے لکھا ہے۔

اغانی جلد ۱۶ صفحہ ۱۳۰۶

Marfat.com

قیدیوں سے سلوک

لیکن ہارون نے اس قدر مہربانی کی کہ قید میں کسی قسم کی سخت سزا نہیں دی جاتی تھی تمام ضرورت کے سامان مہیا تھے۔ اور جو خدمتگار و کنیزیں برامکہ کی تھیں وہ سب اُن کے پاس تھیں **عبدالملک بن صالح** جو ان قیدیوں پر نگراں مقرر تھا۔ وہ بھی بہت اچھی طرح سے پیش آتا تھا تاہم جعفر مرحوم کے بعد جو مصیبت اس خاندان پر نازل ہوئی وہ قیامت سے کم نہ تھی ہارون الرشید کے خوف سے برامکہ کے قرابت والے بھی اپنے رشتے سے انکار کرتے جاتے تھے اور جن لوگوں کو برامکہ کی دوستی کا دعوےٰ تھا وہ دشمن ہو گئے تھے۔

یحییٰ۔ فضل۔ موسیٰ۔ خالد کے علاوہ جو نوجوان اس خاندان کے گرفتار ہوئے وہ حسب ذیل تھے۔

شجرۂ قیدیان آل برمک

پسران جعفر و یحییٰ			پسران فضل بن یحییٰ			پسران محمد بن یحییٰ			پسران خالد بن یحییٰ	
									۱	۲
۱	۲	۳	۴	عاصی[1]	۲	۱	۲	۳	ابراہیم	مالک
عبدالملک	یحییٰ	خالد	معن	خالد[3]	یزید	یحییٰ	جعفر	زید	جعفر[3]	عمر[4]	معن[5]

[1] عقد الفرید جلد سوم صفحہ ۲۱۔ و کتاب الامامۃ والسیاست ابن قتیبہ دینوری صفحہ ۲۱۳

لیکن علاوہ مذکورۂ بالا اشخاص کے جن کو کچھ بھی لگاؤ رشتہ داری یا ملازمت وغیرہ کا تھا۔ وہ سب گرفتار ہو گئے تھے۔ طبری[1] کی روایت ہے کہ جس وقت جعفر۔ فضل۔ اور محمد کے لڑکے ہارون الرشید کے سامنے پیش کئے گئے تو اس نے ان سب کو قید سے رہا کر دیا۔ اور بعض روایت سے محمد برمکی کی گرفتاری بھی پائی جاتی ہے مگر وہ حقیقت میں برائے نام تھی۔ کیونکہ طبری کا بھی یہی قول ہے کہ محمد برمکی ان مصائب سے مستثنےٰ رہا ہے۔ ان نوجوانوں کی گرفتاری دیکھ کر کوئی ایسا سخت دل نہ تھا جو برامکہ پر غم کے آنسو نہ بہاتا ہو۔ مگر یحییٰ کے صبر و استقلال میں کچھ بھی فرق نہ آیا تھا۔ مثل سچے اور پاک نفس مسلمانوں کے وہ ہارون الرشید کے شدائد پر صبر کر رہا تھا۔ لوگ تعزیت سے اس کے غم کو ابھارتے تھے مگر وہ دو ایک غمناک کلمے کہکر چپ ہو جاتا تھا۔ اور مشیت ایزدی سے دم بخود تھا۔ ایوبؑ بن ہارون بن سلیمان بن علی نے یحییٰ کو تعزیت نامہ لکھا اس کے جواب میں یحییٰ نے بجز اس کے اور کچھ نہیں لکھا کہ "انا لقضاء اللہ راضون بالخیار منہ عالم ولا یؤاخذ اللہ العباد الا بذنوبھم وما ربك بظلام للعبید وما یعفوا اللہ اکثر واللہ المحمد"۔ محمد بن اسحاق راوی ہے کہ جب جعفر قتل ہو چکا تو لوگوں نے یحییٰ سے کہا کہ تمہارا پیارا بیٹا جعفر آج قتل کر ڈالا گیا اور تمہارے مکان ویران کر دئے گئے یہ سنکر کہا کہ "جس طرح جعفر قتل ہوا ہے ویسے ہی ہارون کا بیٹا بھی قتل ہوگا اور ایسے ہی اس کے مکان بھی ویران اور برباد ہونگے" (مامون الرشید کے قتل ہونے پر یحییٰ کی پیشین گوئی لوگوں کو بہت یاد آتی تھی) جب ہارون الرشید نے یہ دلگداز کلمات سنے تو کہا "مجھے ڈر ہے کہ کہیں ایسا ہی نہ ہو۔

حاشیہ [1] طبری کبیر صفحہ ۶۷۹ جلد سوم [2] طبری کبیر صفحہ ۶۸۵ جلد سوم [3] طبری صفحہ ۶۸۳ جلد سوم۔

Marfat.com

کیونکہ یحییٰ جو کچھ کہتا ہے وہ صحیح ہوتا ہے" ہارون الرشید کا خیال تھا کہ وہ بڑا کامل نجومی ہے جو کچھ کہتا ہے نجوم کے موافق کہتا ہے سہلؔ بن ہارون راوی ہے کہ ہارون الرشید کا کمپ رقہ میں پڑا ہوا تھا۔ میں یحییٰ کے ہمراہ رکاب تھا کہ یکایک یحییٰ کو بے چین ہو کر نیند آگئی پھر چند سیکنڈ میں گھبرا کر اٹھ بیٹھا اور مجھ سے مخاطب ہو کر کہا کہ "سہلؔ یہ کیا ہوا۔ خدا کی قسم میری حکومت اور عزت جاتی رہی" میں نے عرض کیا کہ آپ کیا فرماتے ہیں؟ تب کہا یہ شعر کس نے پڑھا۔

کانّ لم یکن بین الحجون الی الصفا	حجون سے لیکر صفا تک گویا کوئی کبھی دوستوں میں تھا ہی نہیں۔
انیس ولم یسمر بمکۃ سامر	اور گویا مکہ میں کبھی کسی نے قصہ نہیں کہا تھا
میں نے فی البدیہہ جواباً عرض کیا۔	
بلی نحن کنا اھلھا فابادنا	ہاں ہم وہاں کے رہنے والے تھے۔
صروف اللیالی والجدود العواثر	لیکن ہم کو زمانے کے انقلابات اور تقدیر نے مٹا دیا

یحییٰ چپ ہو رہا۔ لیکن جس روز یہ گفتگو ہوئی ہے اُس دن سے میں برابر دیکھتا رہا کہ دیکھئے کہ پردۂ غیب سے کیا ظاہر ہوتا ہے چنانچہ تیسرے[1] ہی دن تھا میں یحییٰ کے پاس بیٹھا ہوا لوگوں سے عرائض پر حکم صادر کر رہا تھا کہ ایک شخص دوڑتا ہوا آیا اور یحییٰ پر گر پڑا۔ یحییٰ نے سر اُٹھا کر پوچھا کہ کمبخت بتا تو سہی کیا خبر لایا ہے؟ اُس نے کہا کہ "امیر المومنین نے ابھی جعفر کو قتل کرا دیا ہے"۔ جب وہ کہہ چکا تو مکرر پوچھا کہ ہاں

یحییٰ کا صبر اور استقلال

حاشیہ [1] عقد الفرید جلد سوم صفحہ ۱۲۱ و کتاب الامامۃ و السیاسۃ ابن قتیبہ دینوری صفحہ ۱۳۲ مطبوعہ مصر ۱۳۲۵ھ ابن خلکان میں لکھا ہے کہ سندی بن شاہک نے جعفر کو بعد از قتل خواب میں دیکھا کہ وہ زرد کپڑے پہنے ہوئے ہے اور مذکورہ بالا مرثیہ شعر پڑھ رہا ہے۔

Marfat.com

فی الحقیقۃ جعفر قتل ہو گیا اس نے کہا ہاں۔ یہ سنکر یحییٰ کے ہاتھ سے قلم چھوٹ کر گر پڑا اور کسی قسم کا تغیر نہیں ہوا اور کہا کہ "قیامت[1] بھی یکایک اسیطرح آوے گی"

تعداد مال منضبطہ

جعفر کے قتل کے بعد ہی اگرچہ بغداد کو ہرشہ روانہ کر دیا گیا تھا کہ برامکہ کے مکانات اور مال و اسباب کو ضبط کرے لیکن اس ابتدائی حکم کے بعد بہت سختی سے اس کا عملدرآمد ہوا۔ سہل بن ہارون کہتا ہے کہ برامکہ کے کل مال و اسباب و نقدی و جاگیرات کی ضبطی سے تین[2] کرور چھ لاکھ چھہتر ہزار دینار وصول ہوئے منجملہ اسکے ایک کرور بیس لاکھ کی رقم صرف آمدنی خراج کی تھی جو برامکہ کی جاگیرات سے وصول ہو کر داخل خزانہ ہوئی تھی۔

برامکہ کی مدح سرائی کی ممانعت

جب برامکہ کا تیار شدہ قافلہ بغداد پہنچا تو ہارون الرشید نے مردوں کو چیلخانہ **جلس زنادقہ** (منصور نے بنایا تھا) میں اور عورتوں کو **دارالبانوقہ** میں (بانوقہ ہارون کی بہن کا نام تھا) قید کر دیا۔ اور تمام ملک میں عام منادی کرادی کہ کوئی شخص برامکہ کی تعریف نہ کرے نہ انکے مرثیے لکھے ورنہ وہ تعزیر کا سزاوار ہوگا۔ لیکن ہارون الرشید کا یہ حکم خص فضول تھا۔ جعفر کا قتل کوئی معمولی بات نہ تھی۔ تمام ملک اور قوم پر جعفر کے قتل کا اثر ہوا تھا یہ ممکن ہے کہ طبقۂ امرا کو جعفر کے قتل سے کچھ نقصان نہ پہنچا ہو۔ لیکن عوام الناس کے واسطے یہ واقعہ

حاشیہ [1] بادنی تغیر یہی روایت سلام الابرش کی ہے دیکھو کامل ابن اثیر ذکر تباہی برامکہ [2] یہ روایت عقد الفرید سے لکھی ہے سکہ انگریزی کے مطابق ۱۵ کروڑ ۳۳ لاکھ ۵۰ ہزار روپیہ ہوا۔

Marfat.com

خدا کا ایک قہر تھا۔ ہزاروں۔ نہیں۔ بلکہ لاکھوں ہی خاندان اُس کی فیاضی اور سلوک سے امیرانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ جعفر کا مکان فقرا۔ علما۔ شعرا۔ اور مشائخ کا مرجع و مآب تھا۔ جہاں چند آدمی جمع ہو جاتے تھے اُسی جگہ برامکہ کا ذکر ہونے لگتا تھا۔ عوام جعفر و یحییٰ کے حالات سننے کے اس قدر شائق تھے کہ راہ چلتے شعرا سے اُن کے مرثیے پڑھوا کر سُنتے تھے۔ اور اُس کا کچھ بھی خیال نہ تھا کہ بموجب احکام سلطنت ہم ملزم ہیں۔ باوجود ممانعت کے شعراء نے جس قدر برامکہ کے مرثیے لکھے ہیں اُن کی تعداد اُن مرثیوں سے کہیں زیادہ ہے جو ایک اُلوالعزم بادشاہ کے انتقال پر لکھے جا سکتے ہیں۔ خلیفہ ہارون الرشید اور برامکہ کے شعرا نے جو مرثیے جعفر مرحوم کے لکھے ہیں اس کا انتخاب ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

سیف بن ابراہیمؒ

ھوت انجم المجد وی شلت ید الندی	برمکیوں کے بعد فیاضی کا ستارہ ٹوٹ پڑا اور سخاوت کے ہاتھ لُنج ہو گئے
وغاضت بحور الجود بعد البرامك	اور بخشش کا دریا خشک ہو گیا ہے۔
ھوت انجم کانت لآبناء برمك	خاندان برمک کے ستارے جن سے اونٹ
بھا یعرف الحادی طریق المسالك	چلانے والے رستہ پہچانتے تھے غروب ہو گئے۔

ابو نواسؒ

یا غائبا فی الثری یتلی محاسنه	اے وہ شخص کہ خاک میں گم ہو گیا ہے اور لوگ اُسکی خوبیوں کا وظیفہ پڑھتے ہیں

Marfat.com

اللّٰہ یولیک غفرانا واحسانا	خدا تجھ کو مغفرت اور احسان عنایت کرے۔
ان کنت جرعت کاس الموت واحدۃ	اگر تو نے موت کا ایک پیالہ پیا ہے۔
فی کل یوم اذوق الموت الوانا	تو ہم لوگ ہر روز طرح طرح کی موت چکھتے ہیں۔

دعبل بن علی الخزاعی

ولما رایت السیف جندل جعفرا	جب میں نے دیکھا کہ تلوار نے جعفر کو خاک پر گرا دیا
ونادی منادی للخلیفۃ فی یحییٰ	اور خلیفہ کے منادی نے یحییٰ کی نسبت اعلان دیا۔
بکیت علی الدنیا وایقنت انما	میں دنیا پر رویا اور مجھ کو یقین ہو گیا۔
قصاری الفتی فیھا مفارقۃ الدنیا	کہ آدمی کا اخیر نتیجہ دنیا کو چھوڑنا ہے۔

رقاشی

ھدأ المخالون عن شجوی فناموا	جن لوگوں کے دل غم سے خالی ہیں وہ آرام سے سو رہے
وعینی لا یلائمھا منام	لیکن میری آنکھوں سے نیند کو الفت ہی نہیں ہوتا۔
وما سھری لانی فی مستھام	میری بیداری اسلئے نہیں ہے کہ میں شیفتہ ہوں۔
اذا ارق المحب المستھام	جبکہ عاشق شیفتہ بے خواب رہتا ہے۔
ولکن الحوادث اترقتنی	البتہ مصیبتوں نے مجھ کو بیخواب کر رکھا ہے۔
فلی سھر اذا ھجد النیام	تو جب اور لوگ سوتے رہتے ہیں میں جاگتا رہتا ہوں۔

اصبت لبادة كانوا منجوما	مجھ کو ان سرداروں کے مرنے کی مصیبت پہنچی ہے کہ
بهم نسقى اذا انقطع الغمام	جن سے ہم لوگ سیراب ہوتے ہیں جبکہ مینہ بند ہو جاتا ہے
على المعروف والدنيا جميعا	جب خاندان برمک نہ رہا تو
لدولة آل برمك السلام	دنیا اور بھلائی۔ دونوں کو سلام ہے۔
جزعت عليك يا فضل بن يحيى	اے فضل بن یحییٰ میں تیرے لئے روتا ہوں۔
ومن يجزع عليك فلا يلام	اور جو تجھ پر روئے وہ قابل ملامت نہیں۔
فلم ار قبل قتلك يا ابن يحيى	تیرے قتل سے پہلے میں نے اے یحییٰ کے بیٹے
حساما قله السيف الحسام	یہ نہیں دیکھا تھا کہ تلوار تلوار کو کاٹے۔
أالهو بعدكم واقر عينا	کیا میں تم لوگوں کے بعد کھیل کود میں پڑ سکتا ہوں اور میری آنکھیں ٹھنڈی ہو سکتی ہیں
على اللهو بعدكم حرام	تمہارے بعد مجھ پر کھیل کود حرام ہے۔
وكيف لطيب لي عيش وفضل	کیا میری زندگی پر لطف ہو سکتی ہے۔
اسير ودونه البلد الشآم	جبکہ ایسے منحوس شہر میں فضل قید ہے۔
وجسر ناوياً بجسر أبلت	اور جعفر پل پر پڑا ہوا ہے۔ جس کی خوبیوں کو
محاسنه السمائم والقتام	گرد اور لوٹن نے مٹا دیا ہے۔
اقول وقمت منتصبا لديه	میں اس کے (لاشہ) کے پاس سرو قد کھڑا ہو کر کہتا رہا۔
الى ان كاد يفضحني القيام	یہاں تک کہ قریب تھا کہ میری فضیحتی ہو۔
اما والله لولا الخوف واش	کہ واللہ اگر چغل خور اور خلیفہ کی
وعين للخليفة لا تنام	آنکھوں کا ڈر نہ ہوتا جو کبھی سوتی نہیں۔

Marfat.com

لطفنا حول جدثک واستلمنا		تو ہیں تیری سولی کے گرد طواف کرتا۔
کما للناس بالحجر استلام		اور بوسہ دیتا جس طرح حجر اسود کو لوگ بوسہ دیتے ہیں

حرف **طبری** اور **اغانی** میں جعفر مرحوم کے جس قدر مرثیے لکھے ہیں اُن کے انتخاب کیواسطے بھی البرامکہ کی وسعت کافی نہیں ہے لہذا مذکورہ بالا اشعار پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ یوں تو اپنے اپنے رنگ پر ہر ایک شاعر نے جعفر کے مرثیے خوب لکھے ہیں۔ لیکن ان سب میں **رقاشی** کا مرثیہ نہایت دلکش ہے کیونکہ اس شاعر نے اپنے سچے جوش اور دلی ذوق سے لکھا ہے۔ ایک مؤرخ لکھتا ہے کہ جس مقام پر جعفر کا سر آویزاں تھا۔ رقاشی وہاں بیٹھ کر پہروں رویا کرتا تھا اور جیسا کہ اُس نے اخیر شعر میں لکھا ہے فی الحقیقۃ جعفر کے سر کے گرد طواف کیا کرتا تھا۔ اور جب ان اشعار پر پہنچتا تھا تو اس کو سخت رقت ہوتی تھی۔ اور چونکہ سلطنت نے برامکہ کی مدح سرائی کو قانوناً جرم قرار دیا تھا۔ اس وجہ سے رقاشی علی رؤس الاشہاد نہ تو مرثیہ پڑھ سکتا تھا نہ اُس مرحوم کا ماتم کر سکتا تھا۔ لیکن جعفر کے عام احسانات رقاشی پر اسقدر تھے کہ اُسنے بلاخوف مواخذۂ قانونی خفیہ طور پر جعفر کا مرثیہ لکھ ڈالا اور اُس کا کچھ بھی خیال نہیں کیا کہ مثل دیگر شعرا کے میں بھی قتل کر دیا جاؤنگا۔ یا سزایاب ہونگا۔

اغانی[1] کی روایت ہے کہ جب مخبرون نے ہارون الرشید سے رقاشی کے حال کی اطلاع کی تو اُس نے رقاشی کو دربار میں بلایا اور مخاطب کر کے کہا کہ "رقاشی! کیا تو نے میرا حکم نہیں سنا ہے کہ کوئی شاعر جعفر کا مرثیہ نہ لکھے اور نہ برامکہ کی مدح سرائی کرے۔ پھر تجھے کس چیز نے

حاشیہ [1] اغانی علامہ اصفہانی صفحہ ۳۵-۳۶ جلد ۱۵۔

جعفر کے مرثیے لکھنے پر جرأت دلائی ہے ؟" رقاشی نے عرض کیا کہ " امیرالمومنین جعفر کی سرکار سے مجھ کو ایک ہزار دینار سالانہ وظیفہ ملتا تھا اس کے علاوہ جعفر کے احسانات مجھ پر اس قدر ہیں کہ جس سے میں مجبور ہوا۔" جب رشید نے یہ مرثیہ سُنا تو اُس کا بھی دل بھر آیا اور حکم دیدیا کہ " جب تک رقاشی زندہ رہے اُس کو دو ہزار دینار سالانہ وظیفہ ملا کرے۔" حقیقت میں رقاشی بڑا خوش نصیب تھا کہ وہ زندہ بچ گیا۔ ورنہ یہ داروگیر کا زمانہ تھا۔ جس نے برامکہ کا ذکر کیا وہ مارا گیا۔ اگر خوبی قسمت سے زندہ رہ جاتا تو قید کی سختیاں ضرور اُٹھاتا۔ جس کی تائید میں یہ دو نظیریں کافی ہیں ؛

ابراہیم بن عثمان بن نہیک کا قتل

طبری[1] کی روایت ہے کہ قتل جعفر کے بعد ابراہیم بن عثمان بن نہیک برامکہ کا ذکر کر کے اُن کے حال پر رویا کرتا تھا۔ بلکہ روتے روتے اُس کی یہ حالت ہو جاتی تھی کہ جعفر کا قصاص مانگنے لگتا تھا۔ اور جب نبیذ پیکر کنیزوں کے ساتھ مجلس عیش میں بیٹھتا تو تلوار ہاتھ میں لے کر کہتا تھا " وا جعفراہ واسیداہ ! اے جعفر ! اے میرے سردار ! میں تیرے قاتل کو ضرور قتل کر ڈالوں گا اور تیرے خون کا عوض لوں گا۔" جب ابراہیم میں یہ جوش انتقام بڑھ گیا تو ابراہیم کے بیٹے نے رشید سے جا کر اطلاع کر دی۔ رشید نے ابراہیم کو بُلایا اور اُسے خوب نبیذ پلائی۔ اور جب ابراہیم نشے میں متوالا ہو گیا تو رشید نے ابراہیم سے کہا کہ " میں جعفر کو قتل کر کے نادم ہوں۔ بلکہ یہی جی چاہتا ہے کہ بغداد سے چلا جاؤں۔ اور جعفر کے غم میں مجھے نیند حرام ہو رہی ہے۔" بقول شخصے دیوانہ را

حاشیہ [1] طبری کبیر صفحہ ۹۹۰ جلد سوم و کامل اثیر صفحہ ۱۷ جلد ۶ و ابن خلدون۔

ہوئے بس ست۔ رشید کی باتیں سنتے ہی ابراہیم رونے لگا اور اس کے آنسو جاری ہو گئے۔ پھر رشید سے کہنے لگا کہ "اے ابوالفضل! خدا تجھ پر رحم کرے خدا کی قسم تو نے بڑی غلطی کی ہے اب دنیا میں جعفر کا مثل کہاں مل سکتا ہے"۔ یہ سنکر رشید جھلا اٹھا اور ابراہیم سے کہا کہ "چل اٹھ کھڑا ہو ملعون"۔ دو قدم اٹھ کر چلا تھا کہ پیچھے سے اس کے بیٹے نے تلوار کا ایک ہاتھ لگایا۔ جس کے صدمے سے جانبر نہ ہو سکا اور چند ہی راتوں میں انتقال کر گیا۔

انس بن ابی شیخ کا قتل

دوسرا واقعہ انس بن ابی شیخ کا ہے (خالد الحذاء المحدث کا بھتیجا تھا) زبیر بن بکار بروایت جعفر بن الحسین کہتا ہے کہ جعفر کے قتل کی صبح کو خلیفہ ہارون الرشید اور انس سے کچھ گفتگو ہوئی اور اسی روز اس کو قتل کر دیا۔ اور ابن قتیبہ کا قول ہے کہ انس جعفر کی دوستی میں سولی دیا گیا اور یہ شخص زندیق بھی مشہور تھا۔

آل برمک کا بغداد میں قید ہونا۔ اور مصائب اٹھانا یحییٰ کا ہارون الرشید سے رہائی کی درخواست کرنا۔ اور نامنظور ہونا۔ مع دیگر واقعات

جعفر کا غم سب سے زیادہ فضل برمکی کو تھا۔ اور اپنے عزیز بھائی کے فراق میں کسی وقت اس کو آہ و زاری سے فرصت نہ تھی۔ خالد بن عثمان فضل کا ایک مصاحب راوی ہے کہ جعفر کے قتل کے بعد فضل کا کھانا۔ پینا۔ بالکل چھوٹ گیا تھا اور یہ ارادہ کر لیا تھا کہ اسی حالت میں دنیا سے رخصت

حاشیہ [1] طبری کبیر صفحہ ۱۸۱۰ و کتاب المعارف ابن قتیبہ صفحہ ۱۳۰ [2] طبری نے اس واقعہ کے ذیل میں یہ شعر بھی لکھا ہے ؎ تلمظ السیف من شوق الی انس۔ فالسیف یلحظ والاقدار تنتظر۔

Marfat.com

ہوں۔ جب ہارون نے یہ حال سُنا تو رات کے وقت فضل کے پاس گیا اور جب فضل نے ہارون کو آتے ہوئے دیکھا تو واسطے تعظیم کے کھڑا ہو گیا۔ اور ہارون کو سلام کر کے بے ساختہ رونے لگا۔ ہارون نے فضل کو مخاطب کر کے کہا کہ "جعفر کے قتل کا تم کو اس قدر افسوس کیوں ہے؟ وہ تو فاسق اور بدکردار آدمی تھا۔ تم سے اُس کو دلی رنج تھا۔ کیونکہ مجھے اکثر جعفر نے اس پر آمادہ کیا تھا کہ میں تم کو مصرت پہنچاؤں علاوہ بریں تمہاری ماں اور ہے اور جعفر کی ماں اور" ہارون کی تقریر سُنکر فضل سے ضبط نہ ہو سکا اور رونے لگا۔ تب ہارون نے گلے لگا لیا۔ اور جو چادر اوڑھے تھا وہ فضل کو اوڑھا دی پھر کھانا منگایا اور قسمیں دلا کر کسی قدر کھلایا اور پھر فضل سے کہا کہ "تم جعفر کا غم نہ کرو وہ تم سے نہ صرف عداوت ہی رکھتا تھا بلکہ تم کو معزول کرنا چاہتا تھا" فضل نے جواب دیا کہ "میں نے مانا جعفر ایسا ہی تھا۔ لیکن اُس کا قصور ایسا نہ تھا جس پر امیر المومنین نے قتل کر دیا۔ یہ تو آپ کو معلوم ہے کہ اب جعفر جیسا وزیر آپ کو میسّر نہیں آ سکتا ہے اور وہ بیگناہ قتل کیا گیا ہے جب اُس کے ساتھ یہ برتاؤ کیا گیا تو میں نہیں کہہ سکتا ہوں کہ یحییٰ اور میرے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا" فضل کی تقریر سنکر ہارون چپ ہو رہا اور خفا ہو کر چلا گیا بعد ازاں ان قیدیوں پر جو سختی کی گئی ہے وہ ناقابل بیان ہے۔

ہارون اور فضل کی گفتگو

قید میں فضل پر تشدد

ابو الحسن احمد بن حسین (عدالت میں محرر تھا) راوی ہے۔ کہ ایک دن مسرور نے چند غلاموں کو طلب کیا اور اُنکو حبلیخانہ

حاشیہ لے تاریخ ضیاء برنی و ابن خلکان سے یہ واقعہ لکھا گیا ہے۔

روانہ کیا۔ اور پھر چند غلام اپنے ساتھ لیکر خود روانہ ہوا۔ مندیل سر پر بندھی ہوئی تھی۔ اور ایک تازیانہ ہاتھ میں تھا۔ میں سمجھ گیا کہ فضل کو سزا دینے جاتا ہے۔ ضرورتاً میں بھی چلا اور مسرور کو سلام کیا۔ مجھے دیکھ کر کہنے لگا کہ تم بھی چلو دیکھو تو آج فضل کے ساتھ کیا کرتا ہوں، یہ سنکر میرے ہوش جاتے رہے۔ کیونکہ میں فضل کا پروردہ تھا اور ہر روز دو مرتبہ جاکر دیکھ آتا تھا مسرور نے حبلیخانہ میں پہنچ کر فضل کو بلایا۔ اور نہایت حقارت آمیز کلمات سے مخاطب ہوا۔ فضل نے کہا کہ "مسرور ہم پر یہ عتاب کیوں ہے" جواب دیا کہ "امیرالمومنین نے مجھ کو حکم دیا ہے کہ میں تمہارے مال و دولت کی تصدیق کروں کہ کس قدر ہے اور جو کچھ ہے وہ پیش کیا جائے کیونکہ امیرالمومنین کو روپے کی سخت ضرورت ہے۔ اگر صحیح صحیح نہ بتاؤ گے تو دو سو تازیانے لگائے جائیں گے" فضل نے کہا "اے مسرور تو خدا سے نہیں ڈرتا ہے کہ میں تجھے اس کے قہر سے آگاہ کروں۔ جو تجھے حکم ہے اس کو پورا کر البتہ اس قدر التجا ہے کہ کوڑے کی آواز یحییٰ کے کانوں تک پہنچے ورنہ اس کے دل پر سخت صدمہ پہنچیگا۔ دوسرے یہ کہ امیرالمومنین سے کہدے کہ ہمارے پاس جو دولت تھی وہ سب خرچ ہو چکی ہے۔ بلکہ اس ایثار و کرم سے امیرالمومنین رضامند تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ تم پر خدا کی رحمت ہو کیا اچھی زندگی بسر کرتے ہو۔ اور یہ بھی معلوم ہے۔ کہ نہ ہم نے چوری کی ہے نہ خیانت۔ جو مال تھا وہ سب فی سبیل اللہ صرف ہو چکا ہے اور مسرور! تو خوب جانتا ہے کہ ہم اپنی عزت کو مال سے بچاتے ہیں۔ اور جان تو مال سے کہیں زیادہ عزیز ہے بجائے ایک کوڑا کھانے کے جان دے دینا آسان ہے" مسرور نے فضل کی باتیں سنیں تو غصے سے آگ ہو گیا اور چاروں غلاموں کو جو اس کے ہمراہ تھے حکم دے دیا

Marfat.com

سزائے آمازیانہ فضل برمکی

ہر ایک پچاس پچاس کوڑے فضل کی پیٹھ پر ماریں چنانچہ ان ظالموں نے نہایت بیدردی سے مسرور کا حکم پورا کیا۔ شدت ضرب سے فضل بیہوش ہو گیا تھا۔ جب مسرور چلا گیا تو میں نے فضل کا سر گود میں لے لیا۔ تھوڑی دیر میں فضل نے آنکھ کھولی۔ میں نے تسلی دی اور کہا کہ ہارون الرشید پر خدا کی لعنت ہو جس نے تم کو صدمہ پہنچایا ہے۔ فضل نے کہا کہ "اس کی جواب دہی قیامت میں ہو گی"۔ اور مجھے حکم دیا کہ ایک ہوشیار جراح کو لاؤ کیونکہ میرے جسم کا اکثر حصہ پھٹ گیا ہے اور زخموں کی تو کوئی انتہا نہیں ہے۔ میں نے جراح کو حاضر کر دیا اور علاج شروع ہو گیا۔ جب یحییٰ کو فضل کی خبر ہوئی تو خود کشی پر آمادہ ہو گیا۔ لیکن پہرے کے سپاہیوں نے اس کو اس ارادے سے روکا۔ جس وقت بغداد میں یہ خبر مشتہر ہوئی ہے اسوقت لوگوں کا برا حال تھا۔ مگر ہارون کے خوف سے سب دم بخود تھے۔ میں روزانہ مزاج پرسی کو جایا کرتا تھا۔ چنانچہ چند روز میں فضل کو صحت ہو گئی۔ غسل صحت کے دن ایک دوست سے قرض لیکر میں ہزار دینار اس جراح کو انعام دئے اور مجھ سے کہا کہ "برادر من! دیکھتے ہو۔ ہارون نے میرے ساتھ کیا کیا ہے؟ میرے باپ نے

فضل کی ایک تقریر

ہارون پر بہت کچھ احسان کیئے ہیں خلیفہ ہادی ہارون کے قتل پر تلا ہوا تھا۔ صرف میرے باپ کی سعی کا نتیجہ ہے کہ وہ زندہ رہا اور ہماری ہی کوشش سے ہارون کو تخت سلطنت پر بیٹھنا نصیب ہوا ہے۔ میری ماں کا اس نے دودھ پیا ہے اور جس قدر ممالک فتح ہوئے ہیں وہ ہماری ہی جانفشانی کا نتیجہ ہے۔ جو خدمت ہمارے

Marfat.com

سپرد تھی اس میں اور نیز جاگیرات میں ہم نے کوئی خیانت نہیں کی ہے نہ کبھی بدخواہی کا خیال ہمارے دل میں آیا ہے ہمارے ساتھ ہارون نے بڑے بڑے وعدے اور عہدنامہ کیے ہیں لیکن افسوس ہے کہ اس وقت اس نے سب کو بھلا دیا ہے مال کے حیلے سے ہم کو قید کر دیا ہے۔ نہ اس کو خدا کا خوف ہے نہ لوگوں سے شرم ہے کہ آخر اس ظلم کو دیکھ کر خلق خدا مجھ کو کیا کہے گی۔ ہارون الرشید کی بے وفائی اور عہد شکنی مسلمانوں کو یاد رہے گی۔ اور ہم تو اب چند روز کے مہمان ہیں۔ لیکن یہ یاد رہے کہ ہمارے بعد ہارون کو بھی بقا نہیں ہے۔" ابن خلکان کی روایت ہے کہ زمانۂ قید میں فضل یہ اشعار پڑھا کرتا تھا

الی اللہ فیما نالنا نرفع الشکوی	جو مصیبت ہم پر پڑی ہم اس کا شکوہ خدا سے کرتے ہیں
ففی یدہ کشف المضرۃ والبلوی	کیونکہ اسی کے ہاتھ میں تکلیف اور مصیبت کا دفع کرنا ہے
خرجنا من الدنیا ونحن من اھلھا	ہم دنیا سے خارج ہو گئے حالانکہ ہم ابھی تک دنیا ہی میں ہیں
فلا نحن فی الاموات فیھا ولا الاحیا	سو ہم نہ زندہ ہیں نہ مردہ۔

مذکورۂ بالا واقعہ کے بعد شمس العلما خواجہ الطاف حسین صاحب حالی کا یہ شعر ہم کو یاد آتا ہے۔

ماجرا ہو گا ہمارا عبرت اوروں کے لیے
چیت جائیں گے بہت سنکر ہماری داستاں

باپ کی اطاعت

باپ اور بیٹے[1] میں جو فطرتی محبت ہوتی ہے وہ ظاہر ہے لیکن فضل کو

حاشیہ [1] علامہ ابن خلکان تحریر فرماتے ہیں کہ اس میں اختلاف ہے کہ یہ اشعار ابو العتاہیہ کے ہیں یا صالح بن عبد القدوس کے جب وہ بحکم مہدی عباسی بالزام زندقہ قید تھا۔ لیکن دیوان ابو العتاہیہ کا جزو اول (فی الزہدیات) ہمارے سامنے ہے اس میں یہ اشعار درج ہیں۔ مطبوعہ بیروت صفحہ ۱۰۔ [2] حیات الحیوان دمیری صفحہ ۶۵ جلد ۲ و ابن خلکان صفحہ ۵۲۰ کتاب المحاسن والمساوی امام بیہقی صفحہ ۱۹۱ جلد ۲۔

Marfat.com

یحییٰ کے ساتھ جو محبت تھی وہ اس واقعہ سے اچھی طرح ظاہر ہوتی ہے کہ یحییٰ کو زمانۂ قید میں بواسیر کا عارضہ تھا اور اُس زمانے میں جاڑا شدت سے پڑتا تھا۔ قیدیوں کو بجائے گرم پانی کے سرد دیا جاتا تھا یحییٰ کو بھی مجبوراً اُسی سرد پانی سے وضو کرنا پڑتا تھا جب فضل نے دیکھا کہ یحییٰ کو اس سے تکلیف ہوتی ہے تو اُس نے یہ ترکیب نکالی کہ آفتابہ قندیل کے پاس رکھ دیتا تھا۔ صبح کی نماز تک حدت قندیل سے پانی میں گرمی آجاتی تھی۔ یحییٰ اُس پانی سے وضو کرتا تھا۔ یحییٰ نے جب اپنے بیٹے کی یہ خدمت دیکھی تو بہت خوش ہوا۔ اور دعائیں دینے لگا جب داروغۂ جیل کو یہ حال معلوم ہو گیا تو اُس کمبخت نے قندیل کمرے سے علیحدہ کرادی۔ تب فضل نے یہ تدبیر کی کہ ابتدائے شب سے آفتابہ کو اپنے پیٹ میں لگا لیتا جس میں بمقابلہ سرد پانی کے کسی قدر گرمی آجاتی تھی۔ اس حال کو دیکھ کر آخر کار داروغہ کو بھی رحم آگیا اور سزائیں بند کر دیں۔

قید میں سب سے زیادہ سختی فضل برمکی پر تھی اور اُس کی ایذا دہی کے واسطے ہارون الرشید طرح طرح کی فکریں کرتا تھا یحییٰ برمکی (بہ سبب ضعیفی) قید کی سزاؤں سے مستثنےٰ تھا تاہم فضل کی تکلیفیں دیکھ کر وہ بے چین ہو جاتا تھا جب ہارون الرشید فضل کے صبر و استقلال کا امتحان کر چکا اور جہاں تک ممکن ہوا اُس کو سزا بھی دے چکا تب یحییٰ کو ستانا شروع کیا۔

عبدالملک بن صالح کی گرفتاری بالزام بغاوت

اور ایک دوسرا حیلہ نکال کر فضل کے قتل کی دھمکی دی لیکن یحییٰ نے

کچھ اس کی پروانہ کی اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ اسی زمانے میں عبدالرحمٰن عباسی نے اپنے

یہ واقعہ حسب ذیل تواریخ سے ماخوذ ہے کامل ایثر صفحہ ۵۹ جلد ۶ تاریخ صیاء برنی صفحہ ۱۲۰ طبری کبیر صفحہ ۶۹۳ جلد ۱۳ ابن خلدون جلد ۳ واقعات ۱۷۰ھ

Marfat.com

باپ عبدالملک (بن صالح بن علی بن عبداللہ بن عباس ہاشمی) کی ہارون الرشید سے شکایت کی کہ وہ خلافت کا دعویدار ہے اور امیرالمومنین کو معزول کرنا چاہتا ہے اور اپنی تائید میں قثامہ کاتب کو پیش کر دیا۔ یہ بغاوت انگیز خبر سنکر ہارون سے ضبط نہ ہوسکا اور فوراً عبدالملک کو گرفتار کرکے فضل بن ربیع کے سپرد کر دیا کہ تم اس کو اپنی قید میں رکھو۔ چنانچہ زمانۂ قید میں ایک دن عبدالملک کو اپنے سامنے طلب کیا اور نہایت غصے ہوکر کہا کہ "عبدالملک تم نے ناسپاسی کی۔ اور ہماری بخشش و احسانات کے منکر ہوئے"۔ عبدالملک نے نہایت فصاحت سے تقریر شروع کی اور عرض کیا کہ "مجھے تو آپ کی اطاعت فرض ہے۔ کیونکہ آپ خلیفۂ رسول اللہ اور حامی دین ہیں لیکن جو کچھ آپ فرماتے ہیں اس کی کچھ بھی اصلیت نہیں ہے یہ سارا فساد ہمارے حاسدوں کا ہے اور انھیں اس کی کچھ بھی خبر نہیں ہے کہ باعتبارِ قرابت مجھے امیرالمومنین سے کس قدر تعلق ہے"۔ ہارون نے کہا "نہیں یہ بالکل غلط ہے۔ جیسا تم زبان سے کہتے ہو ویسا دل سے کرنا نہیں چاہتے ہو۔ خود قثامہ نے جو تمہارا کاتب ہے تمہاری بدنیتی اور مخالفت کی مجھ سے اطلاع کی ہے اور اس کی بھی تقریر سنو"۔ چنانچہ قثامہ فوراً حاضر کیا گیا۔ ہارون نے کہا کہ "بلا خوف و خطر جو کچھ جانتے ہو بیان کرو"۔ قثامہ نے کہا کہ عبدالملک جو امیرالمومنین کے سامنے حاضر ہے وہ نقضِ بیعت پر آمادہ ہے اور بغاوت کیا چاہتا ہے۔ عبدالملک نے کہا کہ "امیرالمومنین! قثامہ تو جھوٹا ہے۔ جبکہ وہ میرے سامنے تہمت لگا رہا ہے تو میرے پیچھے وہ ضرور جھوٹ بولتا ہوگا۔ ایسے شخص کی باتوں کا مجھے کیونکر یقین آسکتا ہے۔ ہارون نے کہا کہ "میں نے مانا قثامہ جھوٹ بولتا ہے لیکن عبدالرحمٰن بھی تمہاری مفسدانہ کارروائیوں کی خبر دیتا

Marfat.com

ہے اگر کہو تو وہ بھی پیش کیا جائے اور ہمارے نزدیک ان دو گواہوں سے زیادہ کیا سچی شہادت ہو سکتی ہے" جب عبدالملک نے عبدالرحمٰن کا نام سنا تو کہا "امیرالمومنین! وہ تو مامور ہے اس لئے وہ معذور ہے اور اُس کی بات کا یوں بھی مجھے اعتبار نہیں ہے کیونکہ خداوند تعالےٰ فرماتا ہے اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ عبدالرحمن گو میرا ہی بیٹا ہے لیکن جبکہ وہ باغی ہو گیا تو پھر ایسی نافرمان اولاد کی باتوں کا یقین نہیں ہو سکتا" یہ سُنکر رشید اُٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا معاملے کی اصلیت تو مجھپر کھُل گئی ہے مگر اس معاملے میں مجھے عجلت منظور نہیں ہے میں خدا کو حکم قرار دیتا ہوں۔ عبدالملک نے کہا "میں بھی رضامند ہوں۔ خدا میرا حکم ہے۔ اور امیرالمومنین حاکم ہیں۔ کیونکہ میں جانتا ہوں۔ امیرالمومنین خدا کی رضامندی پر اپنی خواہشات نفسانی کو ترجیح نہ دینگے" اس گفتگو کے بعد عبدالملک کو پھر قید میں بھیج دیا اور چند روز کے بعد دوبارا اپنے سامنے بلا کر ایک دن پھر سمجھایا۔ عبدالملک نے کہا کہ "امیرالمومنین خدا سے خوف کیجئے بجائے شکر گذاری کے خدا کی نعمتوں کی ناشکری نہ کیجئے۔ آپ کے قیام سلطنت کے واسطے جو کوششیں میں نے کیں ہیں ذرا اُس پر خیال فرمائیے" لیکن ہارون الرشید نے کچھ خیال نہیں کیا اور کہا کہ اگر بنی ہاشم پر رحم کرنے کی میری عادت نہ ہوتی تو میں ضرور تجکو قتل کر دیتا۔ کیونکہ بغاوت کے تمام سامان میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔ اس کے بعد مسرور کو تیجے[1] کے پاس روانہ کیا اور کہلا بھیجا۔ میں نے سنا ہے کہ تو اس کی کوشش کر رہا ہے کہ عبدالملک بن صالح تخت خلافت پر

حاشیہ [1] عبدالملک ہارون الرشید کے زمانے تک برابر قید رہا امین الرشید نے تخت سلطنت پر بیٹھکر قید سے رہا کیا اور شام کا والی مقرر کر دیا۔

Marfat.com

بیٹھے اور میں محروم کیا جاؤں۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ عبدالملک جس قدر تمہاری عزت کرتا ہے ویسی میری نہیں کرتا ہے۔ اگر اصلی حالات ظاہر کرو تو میں فوراً تم کو قید سے چھوڑ دونگا اور پھر اسی اعزاز پر پہنچا دونگا۔ یحییٰ نے جب یہ پیام سُنا تو مسرور سے کہا میرا خدا گواہ ہے اگر میں اس میں شریک ہوں۔ مجھ پر یہ محض بہتان ہے۔ ہاں اگر خلیفہ کو یہ منظور ہے کہ معاملات سلطنت میں خیانت کا الزام لگا کر مجھے بدنام کرے۔ اور لوگوں پر یہ ظاہر کرے کہ جو سزا دیجاتی ہے وہ حق بجانب ہے تو ایسی حیلہ سازی کی میرے قتل کے واسطے حاجت نہیں۔ کیونکہ نہ صرف علام الغیوب بلکہ ساری خدائی جانتی ہے کہ ہم لوگ بے گناہ ہیں لیکن اگر وہ قتل کرنا چاہتا ہے تو ہم کو قتل کردے تاکہ اس کا بھی دلی بخار نکل جائے اور ہم بھی اس مصیبت سے چھوٹ جائیں اب رہی یہ بات کہ میں عبدالملک کی محبت کا دم بھرتا ہوں اور اس کی عزت کرتا ہوں۔ یہ امر بلحاظ تقدس دینی کے ہے۔ اس کو کسی دنیاوی معاملے سے تعلق نہیں۔ اور سچ یہ ہے کہ عبدالملک میں ادب و شرم۔ وحیا۔ پارسائی۔ دیانت۔ اور عقل و فہم سب عباسیوں سے بڑھ کر ہے۔ نعوذ باللہ ایسے نفس زکیہ کو حکرانی کی آرزو کیونکر ہو سکتی ہے؟ اور اس کی تصدیق خود عبدالملک سے ہو سکتی ہے اس وقت ہارون الرشید کو میری سچائی کا حال معلوم ہو جائیگا۔ چنانچہ مسرور نے یحییٰ کا جواب ہارون الرشید کو جا سنایا۔ ہارون نے یہ پیام سنکر کہا کہ جو کچھ یحییٰ نے کہا ہے وہ بالکل غلط ہے میں تحقیق کر چکا ہوں عبدالملک کے واسطے بیعت ہو چکی ہے۔ یحییٰ سے دوبارہ جاکر کہو کہ اگر صحیح صحیح حالات ظاہر کردوگے تو اس قید سے چھوٹ جاؤگے۔ ورنہ فضل کے قتل کا حکم صادر ہو چکا ہے۔ اور فضل کے

قتل کی دھمکی اس وجہ سے دیگئی تھی کہ یحییٰ کو فضل سب سے زیادہ عزیز تھا۔ لیکن مسرور کو درپردہ یہ حکم تھا کہ فضل کو یحییٰ سے الگ کرکے دوسری جگہ چند روز تک قید رکھے کیونکہ فضل کے فراق کی طاقت یحییٰ میں نہیں ہے وہ ضرور عبدالملک کی بیعت کا حال کہدیگا۔ چنانچہ جب مسرور نے یحییٰ سے دوبارہ جاکر کہا تو یحییٰ رونے لگا۔ اور کہا کہ اے مسرور مجھے اس بیعت کی کچھ بھی خبر نہیں ہے۔ بفرض محال اگر میرا گناہ بھی ہے تو مستحق سزا کا میں ہوں۔ غریب فضل نے کیا کیا ہے کہ وہ قتل کیا جاتا ہے؟ خداوند تعالےٰ ایسا مکابرہ پسند نہیں کرتا اور وہ جبار منتقم ہے ضرور اس ظلم کا بدلا لے گا۔" مسرور نے جواب دیا کہ آپ ہارون الرشید کی نازک مزاجی سے واقف ہیں جو اس نے حکم دیا ہے اگر میں اس کے حکم کی تعمیل نہ کروں تو مجھے مع اہل وعیال قتل کر ڈالیگا۔ یہ کہکر فضل کا ہاتھ پکڑ لیا اور لے چلا اس وقت یحییٰ کی حالت قابل رحم تھی۔ آنسوؤں کا دریا جاری تھا۔ یحییٰ نے رخصت کے وقت فضل کو دعا دی۔ مسرور کی روایت ہے کہ جب میں فضل کو باہر لے آیا تو ایک گوشے میں لے جاکر اس کے کپڑے اتروالئے۔ اور بجز ایک شلوار کے اس کے پاس کچھ نہ رہا اس وقت فضل نے کہا کہ "اے مسرور ہارون الرشید سے میرا ایک پیام کہہ دینا اور وہ یہ ہے کہ جو معاہدے تم نے کئے تھے وہ سب شکست کردئے۔ اب بجز بچوں اور عورتوں کے کوئی نہیں ہے۔ جیسا برتاؤ تو ان سے کرے گا ویسا ہی لوگ تیرے ساتھ کریں گے۔" مسرور نے فضل کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی لیکن تھوڑی دیر بعد پھر کھول دی۔ اور کہا کہ میرا جی نہیں چاہتا ہے کہ میں تجھ ایسے نوجوان کو قتل کروں۔ اب میں پھر جاتا ہوں۔ خلیفہ سے عرض کرونگا۔"

Marfat.com

فضل نے کہا افسوس جس قدر آج تو مجھپر مہربان ہے۔ کاش جعفر مرحوم کے ساتھ ایسی شفقت کی ہوتی۔ کیونکہ جعفر نے کسی قسم کی بدسلوکی تجھ سے نہیں کی تھی۔ چنانچہ مسرور نے تین دن تک یحییٰ سے فضل کو الگ رکھا جب کچھ نہ معلوم ہوا تو مجبوراً پھر یحییٰ کے پاس بھیج دیا اور مسرور نے بھی سفارش کی کہ فضل عالم اور پارسا ہے اس کو عبدالملک کی بیعت کا کچھ علم نہیں ہے ورنہ وہ ضرور بیان کر دیتا چنانچہ ہارون نے بھی اس کی سچائی کا اس طرح پر تجربہ کیا کہ فضل سے پوچھا کہ قید میں تمہارے ساتھ کس کس شخص نے سلوک کیا ہے۔ فضل نے صاف کہہ دیا کہ یحییٰ بن معاذ اور محمد بن عباس نے میری ہر طرح مدد کی ہے چنانچہ ہارون نے بھی یحییٰ سے دریافت کیا تو اس نے بھی تصدیق کی اور یحییٰ کی وفاداری پر تحسین کی۔ لیکن محمد بن عباس نے چونکہ انکار کر دیا تھا۔ لہذا اس کو چار مہینے کے واسطے قید کر دیا۔

ہارون الرشید کے حکم سے قدم قدم پر مخبر اور جاسوس بیٹھے ہوئے تھے۔ جو شخص برامکہ کی خدمت کرتا یا مالی امداد پہنچاتا۔ فوراً اس کی اطلاع کیجاتی تھی مگر وہ لوگ جن کو برامکہ سے فائدہ پہنچا تھا بلا خوف و خطر جیل میں جاکر یحییٰ وغیرہ سے ملتے اور جس قدر ممکن تھا ان کی مدد کرتے تھے۔

یحییٰ برمکی کا خط بنام خلیفہ ہارون الرشید

سیارہ بن معروف راوی ہے کہ جب زمانۂ قید میں یحییٰ برمکی پر سختی ہونے لگی۔ اور پاؤں کی بیڑیاں معمولی مقدار سے بھاری کر دیگئیں اس وقت یحییٰ نے ہارون کو ایک خط

حاشیہ ۱؎ عقد الفرید جلد سوم صفحہ ۴۴۔ اعلام الناس صفحہ ۱۶۲۔ تاریخ ضیاء برنی صفحہ ۱۶۶

لکھا جس کا مضمون یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ خط یحییٰ کی طرف سے امیرالمومنین ہارون الرشید کے نام ہے جو تمام مسلمانوں کا امام اور رسول اللہ صلعم کا جانشین ہے۔ یحییٰ گنہگار ہے اور اُس کو اپنے گناہوں کا اقرار ہے لیکن پھر بھی وہ امیرالمومنین کی مہربانیوں کا امیدوار ہے کیونکہ جب سے امیرالمومنین نے اپنی مہربانی کی نظر پھیر لی ہے اُس وقت سے تمام بلائیں اُس پر ٹوٹ پڑی ہیں۔ راحت محنت سے تبدیل ہوگئی ہے آنکھوں نے شب بیداری کا سرمہ لگا لیا ہے۔ بجائے جگمگاتے ہوئے عالیشان محلوں کے تنگ و تاریک زندان میں گرفتار ہے۔ اب مرتے دم تک اُس کو بجز غم کھانے کے اور کوئی کام نہیں ہے۔ اُس کی مصیبت کا ایک ایک دن سال کے برابر ہے اور جو رات کہ رنج و غم میں کٹتی ہے وہ درازی میں روز قیامت کے ہم پلہ ہے۔ موت اُس کے سامنے ہر دم کھڑی رہتی ہے۔ اب وہ مرنے پر آمادہ ہے۔ اے موت! کاش تو اپنے وقت سے پہلے آجاتی اور قید حیات سے چھڑا دیتی۔ امیرالمومنین مجھے اِسکا افسوس نہیں ہے کہ میں آپ کی فیاضیوں سے محروم ہوں۔ بلکہ دلی صدمہ یہ ہے کہ آپ سے دور ہوں۔ امیرالمومنین! خدا گواہ ہے اگر میں جھوٹ کہتا ہوں مجھے اپنی عزت اور مال و اسباب کے تلف ہونے اور جعفر کے قتل کئے جانے کا کچھ بھی افسوس نہیں ہے۔ کیونکہ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ یہ سب چیزیں مستعار تھیں۔ اور اگر شے مستعار اسکے مالک کو واپس کیجائے تو وہ شکایت بے جا ہے۔ میرا مقصد اس تحریر سے صرف اسقدر

Marfat.com

ہے کہ جعفر پر جو مصیبت آئی وہ اُس کے گناہوں کا نتیجہ تھا۔ میں اس معاملے میں کوئی نکتہ چینی نہیں کرنا چاہتا۔ نہ یہ کہتا ہوں کہ آپ نے ظلم کیا بلاشبہ جس سزا کا وہ مستحق تھا سیاست ملکی نے اُس کو پورا کیا۔

ہاں یہ فقیر اقرار صالح کے ساتھ اپنے گناہوں کا معترف ہے اور امیرالمومنین سے معذرت کرتا ہے اگر اس کے خدمات اور ضعیفی پر لحاظ فرمایا جائے تو وہ اُس کا مستحق ہے کیونکہ نوکروں سے قصور ہوا ہی کرتے ہیں اور آقا ہمیشہ معاف کر دیا کرتے ہیں۔ پس اگر امیرالمومنین بھی رحم فرمائیں اور رضامند ہو جائیں تو آخرت کی نجات اور دنیا کی نیکنامی کے لئے بس ہے۔"

نثر کے بعد جو نظم یحییٰ برمکی نے لکھی ہے اُس کا انتخاب بھی ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

قل للخليفة ذى الصنيعه	خلیفہ سے کہدو جو صاحب احسان
والعطايا العناشيه	اور کثرت سے انعام دینے والا ہے
وابن الخلائف من قريش	اور قریشی خلفاء
والملوك العاليه	اور بلند پایہ بادشاہوں کی اولاد میں سے ہے
راس الامور وخير من	جو مہمات کا سردار ہے اور اُن سب سے بڑھ کر ہے
ساس الامور الماضيه	جنہوں نے امور کو انجام دیا۔
ان البرامكة الذين	"برمکی" جن پر
راموالديك بداهيه	تیری وجہ سے مصیبت پڑی۔

Marfat.com

صفر الوجوہ علیھم	ان کے چہرے زرد ہیں۔
خلع المذلۃ بادیہ	اور ان پر علانیہ ذلت کا لباس ہے۔
فکانھم ممّا بھم	تو گویا وہ اس مصیبت کی وجہ سے
اعجاز نخل خاویہ	درخت کے تنے ہیں جو الٹ گیا ہے۔

لیکن[1] خلیفہ ہارون الرشید نے یحییٰ کے اس طولانی خط کو پڑھ کر یہ مختصر جواب لکھا۔

یا آل برمک انّکم	اے خاندان برمک۔
کنتم ملوکا عاتیۃ	تم سرکش بادشاہ تھے۔
فعصیتمو وطغیتمو	تم نے نافرمانی کی اور حد سے بڑھ گئے۔
وکفرتمو نعمائیہ	اور میری نعمتوں کی ناشکری کی
ھذی عقوبۃ من عصیٰ	یہ اس شخص کی سزا ہے۔
من فوقہ وعصانیہ	جو اپنے افسر کی اور میری نافرمانی کرے۔

اور نظم کے خاتمے پر قرآن شریف کی یہ آیت لکھی وَضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا قَرْیَۃً کَانَتْ

حاشیہ [1] عقد الفرید اور اعلام الناس میں یحییٰ کا خط نظم میں پورا موجود ہے۔ لیکن جواب کے اشعار صرف اعلام الناس میں ہیں

[2] اور خدا ایک گاؤں کی مثال بیان فرماتا ہے کہ وہاں کے لوگ (ہر طرح پر) امن و اطمینان سے تھے ہر طرف سے بافراغت ان کا رزق انکے پاس چلا آتا تھا پھر انہوں نے خدا کی نعمتوں کی ناشکری کی تو انکے کرتوتوں کے بدلے میں اللہ نے انکو مزہ بھی چکھا دیا کہ بھوک اور خوف کو (انکا) اوڑھنا بچھونا) بنا دیا۔ سورۂ نحل پارۂ ۱۴ رکوع ۱۴

ترجمہ مولانا نذیر احمد صاحب دہلوی صفحہ ۴۴۴)۔

Marfat.com

اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ۔ جب یحییٰ برمکی نے ہارون الرشید کا جواب پڑھا تو اُس کو یقین ہو گیا کہ بس اب میری قید سے رہائی نہ ہو گی اور دلی رنج و غم کا یہ نتیجہ ہوا کہ یحییٰ کو بخار آنے لگا۔ اب یحییٰ کا یہ حال تھا کہ وہ زمین پر سوتا تھا اور اپنی زندگی کے دن پورے کر رہا تھا۔

یحییٰ کے اقبال اور ادبار کی حکایت

زمانۂ قید کا ذکر ہے کہ یحییٰ برمکی سے کسی نے سوال کیا کہ "اے وزیر مکرم! سب سے عمدہ واقعہ جو آپ کے زمانۂ اقبال میں گزرا ہو بیان فرمائیے" یحییٰ نے کہا کہ ایک دن تفریحاً میں دریا کی طرف گیا۔ کشتی پر سوار ہوتے وقت انگوٹھی کا نگینہ دریا میں گر پڑا۔ یہ نگ یاقوت احمر کا تھا جس کی قیمت ایک ہزار مثقال سونا تھا۔ میں نے اس واقعہ کو فال قرار دیا۔ اور گھر کو واپس آیا تو باورچی نے وہی یاقوت میرے سامنے لاکر پیش کیا۔ میں نے خدا کا شکر ادا کیا۔ اور باورچی سے پوچھا کہ تجھے یہ کیونکر ہاتھ لگا۔ اُس نے کہا کہ "میں نے آج ایک مچھلی خریدی تھی۔ اُس کے پیٹ سے یہ یاقوت نکلا۔ میں نے خیال کیا کہ وزیر کے سوا اور کون ہے جسکے نذر کے قابل یہ ہو سکتا ہے؟" یہ واقعہ تو میرے اقبال کے زمانے کا ہے۔ اب میرے ادبار کا ذکر سنو کہ اسی قید میں ایک دن میں نے گوشت کھانا چاہا۔ ہزار دینار قرض منگائے اور گوشت۔ سرکہ۔ ہانڈی۔ اور ضروری سامان خرید کرایا۔ اور آگ جلا کر گوشت پکانا شروع کیا۔ آگ پھونکتا جاتا تھا اور میری داڑھی زمین پر لگ لگ جاتی تھی۔ جب گوشت تیار ہو گیا

Marfat.com

تو میں نے روٹی پکانا شروع کی اور ہانڈی کو اوتارنا چاہا۔ اس وقت میرا ہاتھ ڈگمگایا اور ہانڈی ہاتھ سے چھوٹ کر چولھے میں گر پڑی شوربا جو دل سے مرغوب تھا وہ سب گر چکا تھا۔ مجبوراً زمین پر سے بوٹیاں چن لیں اور صاف کر کے اسی کو کھالیا اس سے زیادہ مصیبت کا اور کیا واقعہ ہوگا۔ اور اس سے زیادہ عبرت ناک ذیل کا واقعہ ہے۔

یحییٰ کی بی بی اور اسکی مصیبت

محمد بن عثمان حاکم کوفہ کا بیان ہے کہ عیدالاضحےٰ کے دن میں اپنی والدہ کی خدمت میں حاضر تھا کہ اس کی مجلس میں میں نے ایک ضعیف عورت کو دیکھا جو پرانی چادر اوڑھے ہوئے نہایت فصاحت و بلاغت سے بول رہی ہے۔ میری ماں نے کہا کہ بیٹا! اپنی خالہ کو سلام کرو۔ میں نے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ تب کہا کہ یہ عمتا[1] ام جعفر برمکی ہیں۔ یہ دیکھ کر میں دنگ رہ گیا۔ اور انقلاب زمانہ پر مجھے نہایت تعجب ہوا۔ پھر میں نے سلام کیا اور پوچھا کہ یہ کیا حال ہے بیان فرمائیے؟ کہا اے بیٹا! کیا پوچھتا ہے۔ دنیا ایک آنے جانے والی چیز ہے۔ کل کی بات ہے کہ عید کے دن میرے سر پر چار سو کنیزیں کھڑی ہوتی تھیں۔ باوجود اسکے میرا خیال تھا کہ جعفر میری خدمت میں کوتاہی کرتا ہے اور ایک دن یہ ہے کہ میرے پاس دو پوستین ہیں جن میں سے ایک اوڑھنا ہے اور ایک بچھونا! فَاعْتَبِرُوْا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ۔

حاشیہ [1] اعلام الناس صفحہ ۱۶۴۔ حیات الحیوان و میری ابن خلکان و تاریخ نگارستان میں بھی یہ روایت کم و بیش تحریر ہے [2] تاریخ ضیاء الدین برنی و تاریخ اسحاقی بروایت احمد بن خطیب کاتب۔

حقیقت میں برامکہ کی تباہی اور اُن کی مصیبت کے حالات پڑھنے سے دل پر زمانے کے انقلاب کا پورا اثر پڑتا ہے اور انسان کے اقبال و ادبار کی تصویر آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہے۔ یہ وہی جعفر کی والدہ ہے کہ جو آج معمولی تن کے کپڑوں کو محتاج ہے۔ اور کل اُسکے بیٹے جعفر کا وہ زمانہ تھا کہ ہزاروں اُس کے مکان سے خلعت فاخرہ پہنکر نکلتے تھے۔

جعفر کے قتل پر خلیفہ ہارون الرشید کا تاسّف۔ وزیر کی ضرورت

مُلکی بغاوتیں سفر رَے جعفر کی نعش کا جلانا۔ اور بغداد سے سفر رَقہ

جعفر کے قتل کے بعد خلیفہ ہارون الرشید کو کسی وقت اطمینان نصیب نہیں ہوا۔ گو مُلکی اسباب سے جعفر کو قتل کر دیا تھا۔ مگر ہر مشکل موقع پر جعفر یاد آتا تھا۔ خصوصاً جب ملک میں بغاوتیں ہونے لگیں اور والیان ملک کی سرکشی کی خبریں آنے لگیں۔ اُس وقت جعفر کا نام وردِ زبان ہوتا تھا۔ اور چونکہ وزارت کمزور ہاتھوں میں تھی۔ اسلئے انتظامات مُلکی میں ایک ایک مصاحب سے صلاح لیتا تھا **ابو الحسن**[1] علوی کا بیان ہے کہ جعفر کے قتل کے بعد ہارون الرشید دن رات پریشان اور غمناک رہتا تھا۔ اسی زمانے میں ایک دن میں بھی ہارون کے پاس گیا۔ اپنے پاس بلا کر بٹھالیا۔ اور باتیں کرنے لگا۔ پھر سب کو رخصت کر دیا۔ جب میں تنہا رہگیا تو مجھ سے مخاطب ہو کر کہا کہ "ایک راز کی بات کہنا ہے۔ مجھے امید ہے کہ افشا نہ کرو گے کیونکہ اپنے آقا کے حقوقِ نعمت سے تم واقف ہو"، میں نے عرض کیا کہ "امیر المومنین! ایسی گفتگو ہونا چاہئے جسے

حاشیہ [1] تاریخ ضیاء الدین برنی صفحہ ۵۴۔

Marfat.com

درآتیگا یا فراستاً کوئی نہ پہنچ سکے۔ ورنہ درباری لوگ قیاس عقلی پر بہت کچھ خبریں مشہور کر دینگے"، خلیفہ نے کہا کہ نہیں وہ ایسی بات ہے جس کو کنایۃً بھی کوئی نہیں سمجھ سکتا ہے۔ پھر مجھ سے کہنے لگا کہ ابو الحسن! مجھ سے بڑی غلطی ہو گئی ہے کہ میں نے انجام کار پر کچھ خیال نہ کیا اور صرف ذاتی غصہ۔ کینہ۔ عداوت۔ اور حسد سے میں نے ایسے خاندان کو تباہ کر دیا جس کی ذات سے میری سلطنت کا نظام تھا۔ دیکھو ملک میں ہر طرف بدامنی پھیل رہی ہے جس کا یہ نتیجہ ہے کہ ہر شورش کے دبانے کے واسطے مجھکو خود جانا پڑتا ہے ورنہ پیشتر یہ حال تھا کہ ملک کا بڑے سے بڑا حادثہ باغ سے بیٹھے بیٹھے برامکہ کی تدبیروں سے ختم ہو جاتا تھا جب بہت ہی بڑی ضرورت ہوتی تھی اُس وقت جعفر یا فضل کو بھیج دیتا تھا۔ برامکہ کی بربادی کے مسئلہ پر میں نے برسوں[1] غور کیا تھا۔ لیکن اخیر کو میری عقل جاتی رہی۔ اور مغلوب الغضب ہو گیا اور اپنی نادانی و ناتجربہ کاری سے جو نہ کرنا تھا وہ کر چکا۔ جب میں نے جعفر کو قتل کر دیا تو پھر دوسروں کے قتل کی ضرورت نہیں رہی۔ لیکن کلیتاً اس خاندان کو میں نے برباد کر دیا۔ اب جو کام برامکہ کے سپرد تھے۔ بتاؤ میں کس کے سپرد کروں؟ میں نے عرض کیا "جو ہونا تھا وہ ہو چکا اب اسکی تلافی محال ہے۔ پشیمانی سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔ میری رائے میں بشرطیکہ امیر المومنین کے

جعفر کو قتل کر کے ہارون الرشید کا نادم ہونا

حاشیہ [1] مصنف زہر الربیع لکھتا ہے "ہارون الرشید عزم کرد کہ برامکہ را استیصال نماید و از وقتیکہ ایں ارادہ کرد تا ہنگامے کہ ایشانرا از میاں برداشت دو سال گذشت۔ مسرور خادم سبب تاخیر قتل ایشاں از وقت ارادہ از رشید پرسید گفت کسے را ندیدم کہ بجائے ایشاں قرار بدہم و اگر ایشاں را دفعۃً کردم مملکت من فاسد میشود بعد از انکہ اشخاصے بہم رسید کہ بجائے ایشاں تواں قرار داد ایشاں را نابود کردم۔ جلد اول صفحہ ۲۴۴۔

Marfat.com

نزدیک بھی مناسب ہو تو **فضل بن ربیع** (جو اس خاندان کا پروردۂ نعمت ہے) وزیر مقرر کر دیا جائے۔" میری رائے سنکر ہارون الرشید نے کہا کہ "ابوالحسن! خدمت وزارت کا مستحق وہی شخص ہے جو تمام قوم میں افضل ہو۔ سیف و قلم کا مالک ہو اور اس کی تقریر میں یہ اثر ہو کہ خواص و عوام دونوں کو اپنا شیدا بنا لے۔ ان میں سے ایک بات بھی فضل میں نہیں ہے نہ اس کا کینہ بڑا ہے نہ مکارم اخلاق میں مشہور ہے۔ نہ فیاضی میں اس کی شہرت ہے۔ جس کے باعث ملک کا اس کی طرف رجحان ہو۔ نہ کسی خاص ہنر میں کمال ہے نہ عقل و فہم میں ممتاز ہے۔ علاوہ بریں درہم و دینار کا بندہ ہے۔ فضل ربیع کو تم مجھ سے زیادہ نہیں جانتے ہو۔ فضل کی طرف سے مجھے بھی افسوس ہے۔ کیونکہ وہ ہمارا ہی خادم اور پروردہ ہے لیکن ایسے لوگوں کو معزز درجہ پر مقرر کرنے سے ملکی غرض حاصل نہیں ہو سکتی ہے۔ اولوالعزم بادشاہوں کا قول ہے کہ "انتظامی خدمتیں اور بڑے بڑے عہدے ان لوگوں کو دینا چاہئے کہ جن کی ذات سے اس عہدے کو شرف اور اعزاز حاصل ہو۔ اور جن کے قلم اور کلام سے بادشاہ کا مطلب پورا ہو جائے۔ اور اگر اس خدمت سے وہ معزول کر دئے جائیں تو بھی ان کے ذاتی اعزاز اور حشم میں کچھ فرق نہ آئے۔ بدرجہ مجبوری میں بھی چاہتا ہوں کہ فضل ربیع کو خدمت وزارت پر مقرر کروں لیکن مجھے یقین ہے کہ جو کام برامکہ نے کیے ہیں اس کا ہزارواں حصہ بھی فضل سے نہ ہو گا۔" یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ فضل بھی آموجود ہوا۔ اور آتے ہی یہ اطلاع کی کہ "جملہ سرداران فوج سلیمان کے لڑکوں کے ہمراہ آئے ہیں اور ان کا یہ بیان ہے کہ پچھلے زمانے میں ہمارے بزرگوں کی بڑی عزت ہوتی تھی اور ہم خلیفہ کے

کام آتے تھے۔ اب زمانہ امیر المومنین میں ہم سے کوئی کام نہیں لیا جاتا ہے لہذا ہم درخواست کرتے ہیں کہ ہمارا استعفا منظور فرمایا جائے اور اپنی جاگیر پر واپس جانے کی اجازت دیجائے کیونکہ موجودہ برتاؤ امیر المومنین کا ہم کو پسند نہیں ہے۔ ایسی ملازمت سے کاشت کاری کرکے زندگی بسر کرنا بدرجہا بہتر ہے۔ میں نے ان لوگوں کو ہر چند سمجھایا کہ اس وقت امیر المومنین خلوت میں ہیں وقت فرصت کے عرض کرنا مگر انہوں نے نہیں مانا۔ سلیمان کرد کے یہ لڑکے بڑے فسادی ہیں ان کے سروں میں باغیانہ خیالات ہیں میرے نزدیک یہ گستاخ واجب القتل ہیں۔" جب فضل اپنی تقریر ختم کر چکا تو ہارون الرشید نے میری طرف دیکھا (یعنی اس بات کا اشارہ کیا کہ فضل کی عقل و سمجھ کو دیکھو) پھر فضل کو حکم دیا کہ "میری طرف سے پیام دو کہ کوئی شبہ نہیں ہے کہ تمہارے ساتھ میں نے غفلت کی ہے جس سے تم کو صدمہ پہنچا لیکن مجھے تمہاری ضرورت اس سے بھی زیادہ ہے کہ جتنی **ابو جعفر منصور** خلیفہ **مہدی** کو تھی جو کچھ ہوا میں اس کی معافی چاہتا ہوں۔ آئندہ کے واسطے میری مہربانی کے امیدوار رہو۔" فضل نے ہارون الرشید کا جواب سنکر کہا کہ "ایسے سرکشوں کے واسطے ایسا نرم جواب مناسب نہیں ہے۔" لیکن خلیفہ یہ گستاخانہ جواب سن کر فضل پر بہت غصہ ہوا اور کہا کہ "میرے حکم میں دخل دینے کا تجکو کیا حق ہے جو میں نے حکم دیا ہے وہ ان لوگوں سے جاکر کہدے۔ اور پھر میری طرف دیکھ کر کہا کہ بجائے جعفر اور یحیی کے ایسے شخص کی سفارش کرتے ہو جس کی عقل اور سمجھ کا یہ حال ہے۔"

تھوڑی دیر میں فضل واپس آیا اور عرض کیا کہ "میں نے امیر المومنین کا فرمان سنا دیا۔ سب گھوڑوں پر سے اتر پڑے اور اطاعت کا سر جھکا دیا۔ اور خوشی خوشی دعا دیتے ہوئے واپس گئے۔"

Marfat.com

پھر مجھ سے کہا کہ "دیکھو اس وقت نرمی سے کیسا کام نکل گیا۔ اگر میں فضل کے کہنے پر چلتا۔ تو معلوم نہیں کیا انجام ہوتا۔ اور میں نے تاریخ عجم میں پڑھا ہے کہ کسریٰ (پدر نوشیرواں عادل) نے بزرجمہر سے پوچھا کہ عورتیں جس قدر باتوں سے خوش ہوتی ہیں اتنا مال سے نہیں آخر اس کا سبب کیا ہے؟ حکیم نے جواب دیا کہ عورتیں ناقص العقل ہوتی ہیں۔ ان کی سمجھ مال یا مقاصد مال تک نہیں پہنچتی ہے۔ غرضکہ تم نے میری بات کا نتیجہ سمجھ لیا ہوگا۔ اب میں تم کو ایک

جعفر کی ذکاوت

واقعہ جعفر کی ذکاوت و فراست کا سناتا ہوں۔ ایک روز میں شکار میں تھا۔ جعفر برمکی میرے آگے آگے چلا جا رہا تھا۔ مجھے اس وقت اسکے جرائم کی یاد آگئی اور طبیعت میں غصہ پیدا ہو گیا اور دل میں یہ خیال آیا کہ جعفر کی گردن اڑا دوں اور اس خیال سے دل کو ایسی مسرت ہوئی کہ مجھے ہنسی آگئی جعفر نے پیچھے مڑ کر دیکھا اور مجھ سے پوچھا کہ بغیر مشاہدہ کسی عجیب شے کے ہنسی کا کیا سبب ہے؟ میں نے کہا کہ شب کو کنیزوں نے جو بے تکلفی اور شوخیاں کی تھیں اسی کا خیال آگیا ہے۔ جعفر نے کہا "نہیں بلکہ امیرالمومنین کا یہ خیال ہے کہ جعفر کشتنی ہے خداوند نعمت! اس خیال سے ڈرنا چاہیئے۔ میں بے گناہ ہوں۔ خون ناحق اپنی گردن پر نہ لیجئے۔" میں جعفر کی ذہانت سے دنگ رہ گیا۔ جب یہ قصہ کہہ چکا تو پھر مجھے رخصت کر دیا اور تاکید کی کہ دیکھو ان باتوں کا کسی سے ذکر نہ آئے۔ چنانچہ میں رخصت ہو گیا اور اس گفتگو کا یہ نتیجہ نکالا کہ سلطنت اور وزارت دونوں کی کم عقلی سے ملک میں ابتری پیدا ہوتی ہے۔ جہشیاری[1] کی روایت ہے کہ برامکہ کے معاملات میں ہارون

حاشیہ [1] مصنف اعلام الناس نے بھی ایک حکایت میں جعفر کا یہ واقعہ لکھا ہے صفحہ ۱۴۳ عہ ابن خلکان صفحہ ۳۲۵ جلد دوم

Marfat.com

افسوس کیا کرتا تھا۔ بلکہ ایک دفعہ یہ بھی کہا تھا کہ اگر مجھے معلوم ہو کہ برامکہ کی نیت اچھی ہے تو میں اُن کو پھر اصلی درجہ پر پہنچا دوں۔ جعفر[1] کا قتل نہ صرف اُس کے دوستوں کو گراں تھا۔ بلکہ مسرور جو دشمنِ برامکہ اور جعفر کا قاتل تھا۔ اُس نے اکثر موقعوں پر کہا ہے کہ جعفر کے قتل کے بعد مجھے کھانے میں مزا نہ ملا۔ جب میں بغداد میں سوار ہو کر نکلتا تھا تو مجھے یہی ڈر لگا رہتا تھا کہ کہیں ایسا نہو کہ رعایا مجھے سنگسار کر ڈالے۔ یہ تو خود میرا حال تھا۔ اور ہارون الرشید کی یہ حالت تھی کہ بالکل چپ رہتا تھا۔ جب اطراف ملک سے کوئی وحشت انگیز خبر آتی تو چلا اُٹھتا تھا کہ "آج اگر برامکہ ہوتے تو یہ کچھ بھی نہ ہوتا" اور اِس کی یہ پریشانی دم مرگ تک نہ گئی۔ جب امین اور مامون میں لڑائی ہوئی اور طاہر ذوالیمینین فتحیاب ہوا اور امین مارا گیا۔ اُس وقت تمام ملک میں یہ صدا نہایت بلند تھی کہ "یہ بے گناہ جعفر کے خون کا بدلہ ہے"

جعفر کے قتل کے بعد چونکہ ہارون الرشید مختل الحواس ہو گیا تھا۔ اور نظامِ سلطنت بھی درہم برہم تھا اِس سبب سے خاندانِ خلافت کے بعض ارکان خود سر ہو گئے تھے۔ اور صوبہ جات میں بھی بغاوت انگیز خیال پیدا ہو چلے تھے۔ اس لئے جب کسی قدر خمار اُترا تو اس طرف متوجہ ہوا لیکن ٹیکو فورس (تقفور) قیصر روم[2] سے جنگ چھڑ جانے کی وجہ سے اِن سازشوں کا کوئی انتظام نہیں ہوا لیکن جب غزوہ روم سے فراغت ہوئی تو خراسان کی فکر ہوئی۔ کیونکہ جب سے یہ ملک برامکہ کی حکومت سے نکلا تھا اُسی وقت سے یہاں کی ہوا بگڑ گئی تھی۔ چنانچہ ۱۸۹ھ میں خراسان کے انتظام کے واسطے خود ہارون نے سفر کیا۔ اور

حاشیہ [1] تاریخ ضیا برنی [2] دیکھو واقعات ۱۸۸ مطابق ۱۹۔ جنوری ۸۰۴ء

اس سفر کی تحریک کا بڑا سبب یہ ہوا۔ کہ اعیان خراسان[1] نے علی ابن عیسیٰ والی کے ظلم و ستم کی متواتر عرضیاں بھیجی تھیں اور یہ بھی لکھا تھا کہ علی امیر المومنین کی مخالفت پر تیار ہے۔ چنانچہ صفر سنہ ۱۸۹ھ ہجری میں ہارون نے رَے کا سفر کیا۔ مامون الرشید اور قاسم دونوں شہزادے بھی ساتھ تھے۔ چار مہینے تک رَے میں خیام شاہی نصب رہے **علی بن عیسیٰ** بھی جوابدہی کے لئے حاضر ہوا لیکن علی نے اطاعت کی حکمت عملی سے ہارون الرشید کا خیال پلٹ دیا۔ اور لاکھوں ہی کے قیمتی تحفے نذر کئے اور علاوہ شاہی نذرانے کے مامون الرشید۔ قاسم۔ افسران فوج۔ کتاب۔ اور تمام اہل دفتر کو جداجدا تحفے دئے۔ خلیفہ ہارون الرشید کی لالچی طبیعت نے اس کے ظلم و ستم کی کچھ بھی تحقیقات نہیں کی اور پھر خراسان کو واپس کر دیا اور آخر ذی الحجہ میں بغداد کو لوٹ آیا۔ غریب جعفر کا سر اس وقت تک جسر بغداد میں لٹکا ہوا تھا۔ سہل بن ہارون[2] راوی ہے کہ میں نے جعفر کے چہرے کی طرف دیکھا سورج کی سیدھی کرنیں جعفر کے منہ پر پڑتی تھیں۔ تو خدا کی قسم یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا سورج جعفر کی بھوؤں کے اندر سے نکل رہا ہے۔ جب ہارون کی نظر جعفر کے چہرے پر پڑی تو اس کے قریب گیا اور پریشان بالوں کو جمع کر کے چہرے کو گرد و غبار سے صاف کیا۔ اور آنکھوں کو جو کھلی ہوئی تھیں بند کر دیا۔ عبد الملک بن فضل حاجب نے کہا کہ افسوس جعفر کا گناہ اس درجہ عظیم الشان تھا کہ اس کو امیر المومنین کا عفو بھی نہ معاف کر سکا۔ ہارون الرشید نے کہا کہ "جو شخص حد سے گزر جاتا ہے اس کی یہی سزا ہے"۔ پھر حکم دیا کہ جعفر[3] کا سر اور نعش

حاشیہ [1] کامل اثیر صفحہ ۳، جلد ۶ واقعات ۱۸۹ھ [2] عقد الفرید جلد سوم کتاب الامۃ قتیبہ دینوری صفحہ ۳۲۳۔
[3] طبری کبیر صفحہ ۶۸۳ جلد سوم بروایت محمد بن اسحاق۔

Marfat.com

جلاد بجائے چنانچہ اسی وقت حکم کی تعمیل ہوگئی۔ جس وقت جعفر کا سر جلایا جا رہا تھا ہارون کہتا جاتا تھا کہ "اگرچہ جعفر کا اثر زائل ہو گیا ہے۔ لیکن اس کے حالات باقی رہیں گے۔ اور گو اس کا مرتبہ گھٹ گیا ہے مگر اس کا ذکر بلند ہوگا۔"

عبرت

ایک[1] محرر کا بیان ہے کہ میں نے ہارون الرشید کے دفتر کے جمع خرچ کو دیکھا تو ایک فرد حساب میں لکھا تھا کہ جعفر برمکی کو نقد اس قدر اور عطریات اور کپڑا اس قدر مرحمت کیا گیا جس کی کل میزان تیس ہزار درہم تھے۔ دوسری فرد کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ قیمت لفظ اور بوریہ جس میں جعفر کی نعش جلائی گئی چار درہم اور نیم دانگ تھی۔ جب تک جعفر کا سر پل پر لٹکتا رہا۔ لوگوں کے واسطے وہ بھی ایک عجیب و غریب تماشا تھا جو آتا تھا عبرت کے آنسو بہا کر وہاں سے گزر جاتا تھا۔ ایک دن ایک عورت نے اس سر کو دیکھا تو کہا "جس طرح کل تو سخاوت میں فرد تھا۔ ویسا ہی آج لوگوں کے واسطے عبرت ہے۔"

حالات سفر رقہ

خلیفہ ہارون الرشید نے رے سے واپس ہوتے ہوئے بغداد میں قیام نہیں کیا۔ اور دار السلطنۃ سے باہر ہی باہر رقہ کو کوچ کر دیا۔ روانگی کے بعد ہارون الرشید کو یہ خیال ہوا کہ برامکہ کو اپنے ہمراہ رقہ لے جانا مناسب ہے۔ کیونکہ لشکری۔ بازاری۔ دیہاتی۔ اور شہری رعایا مع اعیان ملک کے سب برامکہ کے مرہون منت ہیں۔ ایسا نہو کہ میری عدم موجودگی میں جیل پر دھاوا کر کے قیدیان برامکہ کو چھوڑا کر لے جائیں۔" اس لئے یحییٰ کی بیڑیاں کاٹ دی گئیں۔ اور ایک اونٹ پر عماری کسوا کر

حاشیہ [1] نگارستان ۔ حیات الحیوان صفحہ ۱۳۱ جلد دوم۔ کامل ابن اثیر صفحہ ۳۰، جلد ۶۔ ۲ تاریخ ضیاء الدین برنی۔

Marfat.com

اُس پر بٹھادیا۔ اور حکم دیا کہ یحییٰ میرے ساتھ رہے۔ اور فضل۔ موسیٰ۔ و مستورات کی سواریوں کے اونٹ لشکر کے ساتھ کر دئے جائیں چنانچہ **حمید بن ابراہیم** مروزی کو ان لوگوں پر نگران مقرر کیا کہ لشکر کے ساتھ ساتھ رہے۔ اور جب کوچ و مقام کرتا ہوا یہ لشکر **دیر قائم**[1] میں پہنچ گیا تو ہارون نے یحییٰ کے پاس پیام بھیجا۔ کہ یہ مقام مع اطراف کے ہمیشہ تمہارے قبضۂ حکومت میں رہے لہٰذا اگر تم پسند کرو تو میں تم کو اجازت دیتا ہوں کہ اسی جگہ پر رہو۔ لیکن تمہارے اہل و عیال ساتھ نہ رہ سکیں گے۔ اور نہ تم پر کسی قسم کا پہرہ ہوگا۔ لیکن فضل وغیرہ قید رہیں گے یحییٰ نے کہا میں اس قید کو جو اہل و عیال کے ساتھ ہو اس آزادی پر فوق دیتا ہوں۔ **چنانچہ** بتاریخ ۱۵۔ مارچ ۱۹۳ھ (جمادی الاول ۱۹۱ھ یوم دوشنبہ) داخل رقہ ہوا۔ اور جب لشکر رقہ پہنچ گیا۔ اس وقت سب قیدی ایک جگہ کر دئے گئے۔ مسرور اور ہرثمہ بن اعین کا پہرہ مقرر ہوا۔ لیکن یہ حکم ہو گیا تھا کہ برامکہ سے جو لوگ ملنا چاہیں وہ بلا مزاحمت مل سکتے ہیں۔ اور تین لاکھ درہم اور تین سو جوڑے کپڑے مرحمت فرمائے۔ اور جو سزائیں دیجاتی تھیں وہ بند کر دی گئیں۔ اس کارروائی سے برامکہ و نیز رعایائے بغداد کی تالیف قلوب منظور تھی۔ کیونکہ برامکہ کی سخت سزائیں دیکھ کر بعض لوگ خلیفہ کے مقابلے میں تلوار اٹھانے کو تیار تھے۔

سرداران قبائل اعراب کا جعفر کی تعزیت کو آنا

جعفر کے قتل سے رقہ پہنچ کر اب کسی قدر آرام ان قیدیوں کو ملا تھا۔ دوست و احباب یحییٰ وغیرہ سے ملنے آتے تھے اور جعفر کی تعزیت کرتے تھے۔ **خلیل بن ہشیم**

حاشیہ [1] دیر القائم الاقصیٰ۔ دریائے فرات کے کنارے رقہ سے مغرب کیلاف واقع ہے۔ معجم البلدان صفحہ ۱۹۱ جلد ۴

Marfat.com

کی روایت ہے کہ رقہ میں مختلف قبائل عرب کے سردار آتے تھے۔ ایک دن عبدالعزیز بن حمید جو تمام قبائل اعراب کا سردار تھا۔ جعفر کی تعزیت کو آیا۔ جب یحییٰ کو اونٹ پر سوار دیکھا تو گھوڑے سے اتر پڑا اور یحییٰ کے قدم کا بوسہ لیا۔ اور اس حال میں دیکھ کر رونے لگا۔ پھر بلند آواز سے جعفر کا مرثیہ پڑھنا شروع کیا۔ عبدالعزیز کے چاروں طرف لوگوں کا ہجوم تھا۔ یحییٰ کے آنسو جاری تھے۔ حاضرین چیخیں مار مار کر روتے تھے اور عبدالعزیز وہ شخص ہے جس کو جعفر نے نہایت اعزاز کا درجہ دیا تھا۔ گھوڑے کی سواری۔ تیراندازی۔ اور بہادری میں (جو عرب کا حصہ ہے) عبدالعزیز بے مثل تھا۔ جب عبدالعزیز لشکر میں آیا تو ہارون الرشید کو بھی ان حالات سے اطلاع ہوئی کہ عبدالعزیز نے علے رؤس الاشہاد جعفر کا مرثیہ پڑھا ہے۔ اس لئے عبدالعزیز کو جواب دہی کے لئے ہارون الرشید نے اپنے حضور میں طلب کیا۔ اور مخاطب کر کے کہا کہ "عبدالعزیز! کیا تم نے نہیں سنا ہے کہ میں نے تمام ملک میں منادی کرا دی ہے کہ کوئی جعفر کا مرثیہ نہ پڑھے۔ نہ اس کے غم میں سوگوار ہو ورنہ وہ سیاست کا مستحق ہوگا۔ تم نے میرے مشتہر حکم سے انحراف کیا ہے۔ بتاؤ کیا وجہ ہے کہ تم کو اس عدول حکمی کی سزا نہ دیجائے"۔ عبدالعزیز نے جواب دیا کہ "امیرالمومنین! جعفر مرحوم کا غم اس سے کہیں بالاتر ہے کہ آپ کے حکم سے مرثیہ پڑھنا تعزیت کرنا۔ ایک دم سے بند ہو جائے۔ اور پھر جعفر ایسے شخص کا کہ جس کا مثل ہفت اقلیم میں نہ تھا۔ یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ اس کی مدح نہ کیجائے۔ اور ایسے بزرگوں کا مرثیہ پڑھنا تو ایک رسم ہے جس کو خلیفہ خود جانتا ہے۔ اور میں جعفر سے بے انتہا نفع اٹھا چکا ہوں۔ اگر اس مصیبت میں جعفر کا شریک نہ ہوں تو میری ناسپاسی ہے۔ البتہ میں ملزم ہوں لیکن جعفر کے صدقے

میں امیر المومنین میرا قصور معاف فرمائیں۔" خلیفہ نے عبدالعزیز کا جواب نہایت ناگواری سے سُنا۔ غصّہ سے چہرہ سُرخ ہوگیا۔ اور عبدالعزیز سے کہا "معلوم ہوتا ہے کہ تم نے جعفر کے گناہوں کا حال نہیں سُنا ہے۔ اور میرے اعلان کی صدا بھی تمہارے کانوں میں نہیں گئی ہے۔ ورنہ ایسی نافرمانی تم سے نہ ہوتی۔ بہرحال اب یہی بہتر ہے کہ تم اپنے ملک کو لوٹ جاؤ تاکہ میری رعایا اور فوج میں ایسی گستاخی کی جرأت نہ ہو۔" چنانچہ عبدالعزیز یحییٰ سے مِل کر واپس چلا گیا۔

اور خلیفہ ہارون الرشید نے بھی اس معاملے میں زیادہ زور نہیں دیا۔ کیونکہ اگر عبدالعزیز پر ذرا بھی سختی کی جاتی تو تمام اعراب بگڑ جاتے اور ملک میں ایک شورش ہو جاتی۔ خاندان برامکہ اعراب (بدو) کی (جن کی تقریر و خطبوں پر لغت و فن ادب کا مدار ہے) ہمیشہ قدردانی کرتا تھا۔ اس واسطے یہ بادیہ نشین قبائل برامکہ کے ہر وقت مطیع رہتے تھے۔

رقہ میں ہارون کے کیا خیالات تھے

رقہ پہنچ کر ہارون الرشید کے خیالات میں تغیر پیدا ہو گیا تھا۔ اور برامکہ کو بہ نظر ترحم دیکھنے لگا تھا۔ اگرچہ برامکہ قید تھے مگر اُن سے قیدیوں کا سا برتاؤ نہیں تھا۔ جو لوگ برامکہ کی دوستی کا دم بھرتے تھے۔ وہ بلائے جاتے تھے۔ اُن سے اپنی پریشانی کہتا اور چپ ہو جاتا تھا۔

محمد بن محمد ایک مقرب دربار ہارون الرشید راوی ہے کہ بہ مقام رقہ بعد نماز فجر ہارون الرشید نے مجھے بلا بھیجا۔ میں ڈر گیا کہ معلوم نہیں کیا کہنا چاہتا ہے۔ چنانچہ میں قصر ابیض کو شک سفید میں پیش کیا گیا۔ خلیفہ صحن مکان میں ٹہل رہا تھا۔ میرا ہاتھ پکڑ لیا اور ٹھنڈی سانس بھری۔ پھر مصری خچر پر سوار ہو کر سیر کو نکلا۔ اور مجھ سے کہنے لگا کہ "خلفا میں سے کسی کو خداوند تعالےٰ

Marfat.com

نے ایسے فرزند۔ اہلکار۔ امرا۔ غلام۔ اور خادم نہیں عطا فرمائے تھے جیسے میرے ہیں۔ اور اس خداوند عالم کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جس نے اپنے رسول کے چچا کی اولاد کو یہ سلطنت بخشی۔ اگر وہ خدا مجھ سے یہ نعمتیں چھین لیتا تو بھی مجھے اس قدر رنج نہ ہوتا۔ جتنا رنج مجھ کو جعفر کے قتل کا ہے۔" میں نے ڈر کے مارے عرض کیا کہ "مجھے برامکہ سے جس قدر محبت تھی وہ اس وجہ سے تھی کہ امیر المومنین ان پر مہربانی فرماتے تھے۔ اب مجھے بھی ان سے کوئی ہمدردی نہیں ہے۔" خلیفہ نے کہا کہ محمد! تم مجھ سے مت ڈرو۔ میں تو تم سے واقعی اپنا درد دل کہنا چاہتا ہوں۔ تم میرے خلاف کیوں کہتے ہو۔ اور خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جو کچھ میں نے کہا ہے وہی میرے دل میں ہے جب میں نے دیکھا کہ اس وقت ہارون الرشید رحم دل ہو رہا ہے۔ تو عرض کیا کہ "ابھی کچھ نہیں بگڑا ہے۔ سوائے جعفر کے سب خاندان زندہ ہے۔ اگر امیر المومنین رحم فرمائیں تو برامکہ کو اسی درجہ پر پہنچا دینا ممکن ہے۔" یہ سنکر مجھ سے کہنے لگا کہ "محمد سمجھ دار ہو کر ایسی باتیں کرتے ہو۔ اس خاندان میں جو سب سے زیادہ محترم تھا۔ میں نے اس کو تو قتل کر دیا اور بقیہ کے ساتھ جو کچھ کیا گیا اس سے ان کی رسوائی اور ذلت میں کوئی دقیقہ باقی نہیں رہا۔ تو یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ میں انتظامات سلطنت پھر ان کے سپرد کر دوں۔ معلوم ہوتا ہے کہ تم قانون سیاست اور امور سلطنت سے واقف نہیں" ہو یہ کہکر حرم سرا میں چلا گیا۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ہارون الرشید اب وہ نہیں رہا تھا جو پہلے تھا مگر اپنے احکام کا پابند تھا آزادی کے ساتھ جو قید برامکہ کو تھی اسی حالت میں اس کو رکھنا منظور تھا۔

چنانچہ ہرثمہ نے بخیال رضامندی ہارون رشید بمقام رقہ جب ان قیدیوں پر سختی کی اور

معمولی استعمال کی چیزیں دینا بند کر دیں تو اُس پر ہارون الرشید سخت ناراض ہوا۔ اور دوسرا نیک دل افسر نگراں مقرر کیا اور کہا کہ "یحییٰ بجائے باپ کے ہے اُسکے مجھپر بہت سے حقوق ہیں۔ لہذا کسی قسم کی تکلیف نہ دیجائے" جب خلیفہ ہارون الرشید سفر رقہ سے بغداد کو واپس گیا۔ اس سال نہایت شدت سے جاڑا پڑا تھا۔ اسلئے حکم دیا کہ "ایک ہزار خچروں پر لکڑی۔ اور تین سو پر کوئلہ لدوا کر یحییٰ کے پاس بھیجا جائے۔ اور تین سو نفیس کپڑے۔ علاوہ پوستین۔ سمور۔ اور قاقم کے عتابہ ام جعفر کے پاس روانہ کئے جائیں" اور خود اپنے قلم سے ایک رقعہ لکھا۔ جس کا یہ مضمون تھا کہ "آپ بجائے خیزران (مادر ہارون) کے ہیں۔ اور آپ کی لڑکیاں میری بہنیں ہیں۔ اگر یحییٰ کے پاس رہنا مناسب ہے تو وہاں قیام کیجئے۔ ورنہ بغداد میں تشریف لائیے۔ آپ کے واسطے کوئی روک ٹوک نہیں ہے"

خلیفہ ہارون الرشید کا خط بنام مادر یحییٰ برمکی

اور دوسرا خط یحییٰ برمکی کی والدہ کے نام حسب ذیل تھا۔ مادر من! شرم و خجالت مانع تھی اس سبب سے آج تک میں نے کوئی عریضہ نہیں لکھا تھا۔ اور یہ تو آپ پر ظاہر ہے کہ جعفر نے کیا گناہ کیا تھا۔ اور اُس کی خیانت کس درجہ تھی۔ اور ایسے جرم کی خلفا اور بادشاہ کیا سزا دیتے ہیں؛ چونکہ معاملہ سلطنت کا تھا میں نے بھی وہی کیا جو کرنا چاہیئے تھا۔ کیونکہ قصور کی معافی کی گنجائش باقی نہیں تھی۔ میں نے غور و فکر کے بعد جعفر کے قتل کا حکم دیا ہے۔ اور چونکہ جعفر قتل ہو چکا۔ اس لئے آل برمک کو کوئی موقع مجھ سے مصالحت کا باقی نہیں رہا۔ اب حکم الٰہی جاری ہو چکا۔ پشیمانی اور تاسف بیسود ہے۔ میں نے اب تک کوئی چیز نہیں بھیجی

تھی۔ اب جو ضرورت ہو لکھئے۔ فوراً بھیجی جائیگی۔" چنانچہ یہ دونوں خط مع سامان سرما کے پہنچے۔ یہ عورتیں بہت خوش ہوئیں۔ اس ضعیفہ نے کوئی جواب نہیں دیا لیکن فاطمہ[1] ملقب بہ عتابہ نے ہارون الرشید کے ہر دو خط کا جواب اپنے قلم سے لکھا اور روانہ کر دیا۔ جس کا مضمون حسب ذیل ہے۔

حاشیہ [1] فاطمہ دختر محمد بن حسین بن قحطبہ ملقب بہ عتابہ کی نسبت ایک مؤرخ لکھتا ہے کہ وہ عالمہ۔ اور متکلمہ تھی۔ خصوصاً خوشنویسی اور حساب میں فرد تھی۔ لیکن یہ عزت صرف فاطمہ ہی کو نہیں تھی بلکہ تاریخ سے واضح ہے کہ برامکہ میں جس طرح علی العموم مرد قابل تھے ویسے ہی اس خاندان کی عورتیں بھی جامع صفات تھیں جیسا کہ ذیل کے واقعہ سے ثابت ہوتا ہے۔ ایک دن خلیفہ ہارون الرشید دربار عام میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک عورت آئی اور ہارون کو مخاطب کر کے یہ دعا دی "یا امیر المومنین اقر اللہ عینک وفرحک بما اتاک واسعد سعدک لقد حکمت فقسطت" یعنے خدا امیر المومنین کی آنکھ ٹھنڈی کرے اور جو دیا ہے اس سے فرحت بخشے، اور سعادت کو پورا کرے۔ بیشک تو نے انصاف سے حکومت کی ہے۔ جب یہ کہہ چکی تو خلیفہ نے پوچھا کہ تو کون ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں خاندان برامکہ سے ہوں جن کے مردوں کو تو نے ہلاک کر دیا ہے۔ جن کی دولت چھین لی ہے اور ان کی فیاضیاں بند کر دی ہیں یہ سنکر خلیفہ نے کہا کہ مردوں کی بابت تو اب کچھ نہیں ہو سکتا۔ حکم الٰہی سے جو ہونا تھا وہ ہو چکا۔ البتہ مال تجھے واپس ہو سکتا ہے۔ اس کے بعد حاضرین جلسہ سے پوچھا کہ تم بھی سمجھے کہ اس عورت نے کیا کہا؟ سب نے کہا اس نے امیر المومنین کو دعا دی ہے خلیفہ نے کہا کہ بیشک تم کچھ نہیں سمجھے وہ مجھ کو کوس رہی ہے۔ پہلی بات تو وہ یہ کہتی ہے کہ میں اندھا ہو جاؤں کیونکہ جب آنکھ کو اس کی معمولی حرکت سے سکون ہوتا ہے تو وہ ٹھنڈی ہو جاتی ہے اور اس کا ٹھنڈا ہونا عدم بصارت کی دلیل ہے اور دوسرا فقرہ اس آیت سے ماخوذ ہے حَتّٰى اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً (یہاں تک کہ جو نعمتیں ان کو دی گئیں تھیں جب ان کو پا کر خوش ہوئے یکایک ہم نے ان کو (عذاب میں) دھر پکڑا) اور تیسرا فقرہ اس شعر سے ماخوذ ہے ؎ اذا تم امر بدا نقصہ + ترقب زوالا اذا قیل تم + جب کوئی کام پورا ہو چکتا ہے تو اس میں نقص شروع ہو جاتا ہے۔ اسلئے ہر چیز کے تمام ہونے پر زوال کے امیدوار رہنا چاہئے (یعنے اب میری سلطنت کا خاتمہ قریب ہے۔ اور چوتھا فقرہ اس آیت سے ماخوذ ہے وَاَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا (اور جنہوں نے سرتابی کی وہ (ٹیڑھے رستے چلے اور) دوزخ کے کندے بن گئے) خلیفہ ہارون الرشید کی اس عجیب و غریب نکتہ سنجی سے سب دنگ رہ گئے اور وہ عورت چلی گئی (المستطرف فی کل فن مستظرف جلد اول صفحہ ۴۰۔ عہ از تاریخ ضیاء الدین برنی صفحہ ۱۳۱

Marfat.com

فاطمہ مادر جعفر برمکی کا خط ہارون الرشید کے نام

امیر المومنین کا فرمان۔ خدمتگزار کنیز کے پاس پہنچا۔ بمقتضائے بزرگی جو شفقت آمیز کلمات لکھے ہیں وہ معلوم ہوئے۔ لیکن امیر المومنین کی عالی ہمتی پر مجھے سخت تعجب ہے کہ جعفر مرحوم کے سوگ میں میرے دل کے زخم کو تازہ کر دیا۔ جعفر کی خیانت اور عدول حکمی جو بیان کی گئی ہے۔ امیر المومنین کو اپنی فیاضی سے سزاوار تھا کہ مجھ تک ان باتوں کا ذکر نہ آتا۔ کیونکہ جو الزام تھے اس کی سزا دیدی گئی۔ اور اگر ناکردہ گناہ جعفر پر ظلم کیا گیا ہے تو اس کی بھی امیر المومنین کو خبر ہے مجھ غریب دکھیا کے دل جلانے سے کیا فائدہ ہے۔ امیر المومنین کو اچھی طرح معلوم ہے کہ میرا بیٹا جعفر کس رتبے کا شخص تھا۔ ہنر۔ عقل۔ فیاضی۔ اور شجاعت میں کوئی اس کا مثل نہ تھا۔ افسوس کہ جب ایسا فرزند جوان اور وہ بھی مظلوم مارا جائے تو اس کی ماں کا کیا حال ہوگا اور وہ کیونکر زندہ رہ سکتی ہے۔ میری زندگی یا سعادت جو کچھ سمجھو اب اس میں ہے کہ میں بھی جعفر سے جالوں۔ جو معاملہ اب چھپا ہوا ہے روز محشر میں کیسا چھپا رہے گا امیر المومنین نے اپنی مہربانی ذرہ نوازی اور فیاضی سے یہ حکم دیا ہے کہ جو آرزو ہو لکھو۔ اس دنیا میں میری امید اور آرزو میرا ہی بیٹا تھا جسکو امیر المومنین نے مجھ سے جدا کر دیا خداوند تعالےٰ سے بہ تضرع وزاری اب یہی دعا ہے کہ میں بھی جعفر سے جالوں وھو المامول للاجابۃ والقادر علیہ اگر امیر المومنین مجھ ضعیفہ کی خدمات سابق پر لحاظ فرمائیں تو صرف ایک درخواست کرنا چاہتی ہوں اور وہ یہ ہے کہ جاگیرات منضبطہ میں سے تھوڑی سی اراضی واگذار فرمائی جائے جو میرے یتیم بچوں کی پرورش کے واسطے کافی ہو۔ اور گدائی کی ذلت سے محفوظ رہیں۔ کیونکہ یہ صدمہ میرے لئے مرنے

Marfat.com

کے بعد بھی موت سے زیادہ ہوگا امیر المومنین کو اچھی طرح سمجھنا چاہئے کہ مجھ جیسا مصیبت زدہ نہ کوئی ہوا ہے نہ ہوگا۔ کیونکہ جیسا خدا نے مجھکو عدیم المثال پیدا کیا تھا۔ اب ویسی ہی عدیم النظیر مصیبت بھی دی ہے۔ جس نے میرے بیٹے کو ہلاک کیا اُس کے حقوق بھی مجھپر بہت ہیں۔ اسلئے میرے دل سے بددعا نہیں نکلتی ہے۔ اور یہ مروت اور حق شناسی کا نتیجہ ہے کہ بدگوئی سے میری زبان بند ہے اور قیامت میں بھی میری طرف سے کوئی دعوے نہ پیش ہوگا ؛

خلیل بن ہشیم کہتا ہے کہ جب ہارون نے یہ خط پڑھا۔ بہت رویا اور کہنے لگا کہ مجھپر خدا کی پھٹکار ہو۔ اور اُس دن پر بھی۔ کہ جس دن میں نے جعفر کو قتل کیا تھا۔ اور **فاطمہ** سے کہلا بھیجا کہ مجکو اور آپ کو خدا جعفر مرحوم کا صبر مرحمت فرمائے۔ جو حال فراق جعفر میں آپ کا ہے وہی میرا ہے۔ لیکن اب کیا ہو سکتا ہے جو ہونا تھا وہ ہو چکا۔ مسرور کی روایت ہے کہ ہارون الرشید نے اس خط کو مکرر پڑھا۔ میں اپنے دل میں ڈرتا تھا۔ کہ اس حالت بے قراری میں کہیں میرے قتل کا حکم نہ دیدے۔ کیونکہ جعفر کا قاتل تو میں ہی تھا۔ جب کسی قدر تسکین ہوئی تو مجھے حکم دیا کہ خزانے سے زر نقد۔ ظروف اور کل اسباب واپس کر دے۔ اور حکم دیا کہ جعفر کی ماں سے کہو کہ ہفتہ میں ایک مرتبہ مجھے اپنے حال سے اطلاع دیا کریں ؛

زبیدہ بنت منیر مادر فضل کی موت

مادر فضل[1] برمکی نے بحالت قید رقہ میں انتقال کیا۔ یہ ہارون الرشید کی رضاعی ماں تھی۔ جب اُس کے انتقال کی خبر سنی تو رشید نے بہت افسوس کیا اور نہر فرات کے کنارے دیر ماسرجیس میں اوس کا مقبرہ

حاشیہ [1] معجم البلدان جلد ۴ صفحہ ۱۰۰۔

Marfat.com

تیار کرادیا۔ یہ عالیشان عمارت سلطان محمود غزنوی کے زمانے تک باقی تھی۔ اور قبہ برمکیہ سے مشہور تھی۔

یحییٰ کی موت

زبیدہ کے انتقال کے بعد اسی قید میں یحییٰ برمکی نے بھی بتاریخ ۲۴ فروری سنہ ۸۰۶ء ربیع الثانی سنہ ۱۹۰ھ یوم سہ شنبہ دنیا سے سفر کیا۔ لیکن اپنی اولاد کو بدستور قید میں چھوڑ گیا۔ ابن خلکان کی روایت ہے کہ انتقال کے وقت یحییٰ کو کسی قسم کا عارضہ نہ تھا۔ لیکن متواتر صدمات اور بڑھاپے کی وجہ سے وہ تحلیل ہو گیا تھا۔ ایک مؤرخ لکھتا ہے کہ جب یحییٰ کی موت کا وقت قریب آگیا تو اس نے اپنے قلم سے ایک رقعہ لکھا اور فضل کو وصیت کی کہ میرے بعد اس کو خلیفہ ہارون الرشید کے پاس بھیج دینا۔ مضمون اس کا یہ تھا:" قد تقدم الخصم الی موقف الفصل وانت علی الاثر واللہ یحکم عدل وستقدم فتعلم" یعنے مدعی داد خواہی کے واسطے عدالت کے کٹہرہ میں جاتا ہے اور تو بھی پیچھے آنے والا ہے۔ خدا عادل اور منصف ہے۔ وقت پیشی کے وہاں معلوم ہو جائے گا۔ اور نثر کے ساتھ حسب ذیل اشعار لکھے[1]

ستعلم فی الحساب اذا التقینا	قیامت کے دن۔ حساب کے وقت جب ملاقات ہو گی۔
غدا یوم القیام من الظلوم	تو معلوم ہو جائے گا کہ کون ظالم تھا۔
وینقطع التلذذ عن اناس	دنیا کی لذت منقطع ہو جائے گی۔
من الدنیا وتنقطع الھموم	اور غم کا خاتمہ ہو جائے گا۔
تنام ولم تنم عنک المنایا	تم سو رہے ہو۔ لیکن موت نہیں سوئی۔
تنبہ للمنیۃ یا نؤوم	اے سونے والے موت کے لئے ہوشیار ہو۔

حاشیہ [1] ماخوذ از اعلام الناس۔ عقد الفرید۔ المستطرف۔ ابن خلکان۔ کامل ابثیر۔ ضیاء برنی۔

Marfat.com

وحق اللہ ان الظلم لوم وان الظلم مرتعہ وخیم الی دیان یوم الدین نمضی وعند اللہ تجتمع الخصوم		خدا کے حق کی قسم ظلم کرنا کمینہ پن ہے۔ اور ظلم کی چراگاہ بُری ہے۔ قیامت کے دن بدلے دینے والے کے پاس ہم لوگ جائینگے اور خدا ہی کے ہاں خصوم کا مجمع ہوگا۔

موسیٰ عباسی کی روایت ہے کہ فضل نے انتقال یحییٰ برمکی کے بعد یہ رقعہ ہارون الرشید کے پاس بھیجدیا۔ مضمون پڑھکر وہ بہت رویا اور کہنے لگا کہ "خدا کی قسم یحییٰ نے انتقال نہیں کیا۔ بلکہ آج جود و سخا دنیا سے اُٹھ گئی"۔ اور اس نظم کو اکثر اوقات پڑھا کرتا تھا۔

یحییٰ کی رہائی کے واسطے فاطمہ ام جعفر کی کوششیں

اخیر زمانے میں یحییٰ برمکی پر قیدیں وہ سختی نہیں تھی جو عموماً قیدیوں پر ہوتی ہے اور بمقام رقہ وہ بالکل آزاد تھا۔ لیکن فاطمہ کو جو یحییٰ کی غمگسار بی بی تھی اُس کا اس حالت میں بھی رہنا منظور نہ تھا۔ اس لئے یحییٰ کے انتقال سے پہلے اُس نے یہ کوشش کی تھی کہ عفو قصور ہوکر قید سے رہائی مل جائے۔ لیکن ہارون الرشید کی سنگدل طبیعت اس معاملے میں بالکل نہ پسیجی۔ اور اُس نے یحییٰ کا بغداد میں آنا اور رہنا منظور کیا۔

سہل بن ہارون کی روایت[1] ہے کہ خلیفہ ہارون الرشید نے فاطمہ کا دودھ پیا تھا۔ اور اپنی اُس رضاعی ماں کی وہ بہت عزت کرتا تھا۔ اسی زمانے میں جبکہ خاندان برامکہ معرض زوال میں تھا ہارون نے قسم کھاکر کہا تھا کہ "فاطمہ کے واسطے کسی قسم کی روک ٹوک نہیں ہے وہ

حاشیہ [1] عقد الفریدہ صفحہ ۲۰ جلد ۳ و کتاب الامامۃ والسیاست صفحہ ۲۰۵ ۔

Marfat.com

جب چاہیں میرے پاس آسکتی ہیں اور جو سفارش کریں وہ منظور ہو سکتی ہے" چنانچہ ہارون الرشید کی اجازت سے جب فاطمہ۔ رقہ سے بغداد میں واپس آئی تو داربانو قہ سے محل شاہی میں آنے کی اجازت چاہی۔ مگر جب اجازت کے ملنے میں دیر ہوئی تو گھبراہٹ میں بلا اجازت فاطمہ گھر سے نکل کھڑی ہوئی۔ اور ننگے پاؤں بانقاب محل شاہی تک آپہنچی۔ عبدالملک بن صفل حاجب نے اطلاع کی کہ "امیر المومنین کی دایہ دروازے پر حاضر ہے" اس وقت ہارون نے گھبرا کر جلدی سے آنے کی اجازت دی اور برہنہ پا چل کر چند قدم کے فاصلے پر خود استقبال کیا۔ اور پیشانی کا بوسہ لے کر اپنے قریب بٹھایا اور ہارون الرشید سے کہا کہ "امیر المومنین! کیا زمانہ ہم پر اسی طرح سختی کئے جائے گا اور آپ کے خوف سے ہم کو لوگ یونہیں ستائے جائینگے اور ایسی ہی جھوٹی تہمتیں لگائے جائینگے۔ میں نے اسی واسطے آپ کو دودھ پلایا تھا اور خدمت کی تھی کہ زمانہ۔ اور دشمنوں کے ہاتھ سے امان ملیگی" فاطمہ کا یہ سوال سنکر ہارون نے بطور تجاہل کے پوچھا کہ مادر مہربان کیا ہوا اور کس بات کی شکایت ہے؟ فاطمہ نے جواب دیا کہ "بعد مہدی عباسی کے یحییٰ کا درجہ ہے اور وہ بجائے آپ کے والد کے ہے اور جس رتبے کا وہ شخص ہے اس سے آپ خود واقف ہیں کہ اس نے کیسی کیسی۔ مہربانیاں کی ہیں۔ اور خاصکر ہادی کے مقابلے میں جو کوشش کی ہے وہ تو ظاہر ہے" ہارون الرشید نے کہا کہ "ہاں۔ لیکن جو حکم الہیٰ تھا وہ جاری ہو چکا ہے۔ اور یہ بھی ایک خدا کا غضب تھا" فاطمہ نے کہا کہ "خدا کو بڑی قدرت ہے۔ یمحو اللہ ما یشاء ویثبت وعندہ اُمّ الکتاب" ہارون نے کہا بیشک یہ سچ ہے کہ خدا جس کا چاہتا ہے قصور معاف کر دیتا

Marfat.com

ہے۔لیکن یہ قصور ایسا نہیں ہے جس کو خدا معاف کردے۔فاطمہ نے کہا کہ "معاملات غیب کی تو انبیاے مرسلین کو بھی خبر نہ تھی۔امیر المومنین کو کیسے معلوم ہوگیا کہ خدا معاف نہیں کریگا"۔سہل بن ہارون کہتا ہے کہ یہ چبھتا ہوا فقرہ سنکر ہارون چپ رہ گیا۔پھر کسی شاعر کا یہ شعر پڑھا۔

واذا المنیۃ انشبت اظفارھا	جب موت اپنے ناخن چبھوتی ہے۔
الفیت کل تمیمۃ لا تنفع	تو کوئی تعویذ فائدہ نہیں دیتا۔

لیکن فاطمہ نے بھی فی البدیہہ جواب دیا کہ "امیر المومنین میں تو یحییٰ کے حق میں تعویذ نہیں ہوں اور نہ میرا یہ دعوے ہے لیکن آپ اسی شاعر کا یہ دوسرا شعر بھی پڑھئے۔

واذا افتقرت الی الذخائر لم تجد	جب تم کو سرمائے کی ضرورت پیش آئے۔
ذخرا یکون کصالح الاعمال	تو کوئی سرمایہ اچھے اعمال سے بڑھ کر نہیں ملے گا

اور خداوند تعالیٰ نے بھی ایسا ہی فرمایا ہے وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ۝ فاطمہ کی یہ برجستہ تقریر سنکر ہارون الرشید نے سر جھکا لیا۔پھر دیر تک جانبین سے اسی قسم کی عالمانہ گفتگو ہوتی رہی۔اور فاطمہ نے گذشتہ اقوال اور معاہدے ہارون کو یاد دلائے لیکن ہارون پر کسی قسم کا اثر نہیں ہوا۔تب مجبور ہوکر فاطمہ نے ایک ڈوبہ زمرد سبز کا پیش کیا۔جس میں سونے کا قفل لگا ہوا تھا۔ہارون نے اس کو کھولا تو اسی کے بال اور بچپن کے ٹوٹے ہوئے دانت نکلے جو مشک میں ڈوبے ہوئے تھے۔تب فاطمہ نے کہا کہ "میں ان چیزوں کو اپنا شفیع بناتی ہوں اپنے ہاتھ پیروں کے صدقے میں رحم

فرما کر یحییٰ کو چھوڑ دیجئے۔ لیکن ہارون نے کچھ لحاظ نہیں کیا۔ البتہ ان چیزوں کو دیکھ کر رونے لگا اور اس کے درباری بھی اس غم میں شریک ہوئے۔ لیکن جب آنسو تھمے تو پھر ڈبہ بند کر دیا اور فاطمہ سے کہا کہ "حقیقت یہ ہے کہ آپ نے خوب ہی امانت کا حق ادا کیا ہے" فاطمہ نے جواب دیا "تو میں اس صورت میں معاوضے کی مستحق ہوں" لیکن ہارون الرشید نے کوئی جواب نہیں دیا اور ڈبہ کو بند کر کے واپس کر دیا۔ اور کہا کہ "خدا کا حکم یہی ہے کہ امانتیں مجھے مالکوں کو واپس کیجائیں" اس کے بعد امین الرشید کے ذریعہ سے زبیدہ خاتون کو یحییٰ کی سفارش کے لئے آمادہ کیا۔ اور زبیدہ نے سفارش بھی کی لیکن ہارون نے یہ کہکر ٹال دیا کہ "یہ جرائم قابل معافی نہیں ہیں"

محمد برمکی کی موت

یحییٰ کے انتقال کے بعد فضل اور موسیٰ اس خاندان میں باقی رہ گئے تھے۔ محمد برمکی بھی مہینہ صفر ۱۸۷ھ ہجری میں انتقال کر چکا تھا۔ محمد کے انتقال میں دو روایت ہیں بعض مؤرخین کا قول ہے کہ اگرچہ محمد کو کوئی ہمدردی اپنے خاندان سے نہ تھی تاہم بھائی کا قتل اور بھتیجوں کی گرفتاری کا اسکے دل پر ایسا اثر ہوا کہ اسی غم میں مرگیا۔ اور بعض کا قول ہے کہ یحییٰ برمکی کے طرفداروں نے جبکہ وہ اپنی دار الحکومت سواد کو واپس جا رہا تھا زہر دے دیا۔ ہارون الرشید کو محمد کے انتقال کا بہت افسوس ہوا نماز جنازے کی خود ہی پڑھائی اور تجہیز و تکفین میں شریک ہوا۔ اور رعایا کی تالیف قلوب کے واسطے حکومت سواد پر اس کے بیٹے کو مقرر کر دیا۔ برامکہ میں محمد برمکی

حاشیہ ۱؎ تاریخ ضیاء الدین برنی۔

Marfat.com

سب سے زیادہ دولتمند تھا۔ حتیٰ کہ لوگ اُس کو قارون ثانی کہتے تھے۔ چنانچہ ایک شاعر اُس کے مرثیے[1] میں لکھتا ہے۔

سالت الندیٰ والمجد مالی أراکما	میں نے جود و کرم سے پوچھا کہ یہ کیا حال ہے میں تمکو دیکھتا ہوں
تبدلتما عزاً بذل مؤبد	کہ تم نے اپنی عزت ہمیشہ کی ذلت سے بدلدی ہے۔
وما بال رکن المجد امسی مهدما	اور یہ کیا بات ہے کہ مجد عزت کا ستون گرا ہوا ہے۔
فقالا اصبنا بابن یحییٰ محمد	دونوں نے جواب دیا کہ ہم پر محمد برمکی کے مرنے کی مصیبت پڑی ہے
فقلت فهلا متما بعد موته	اس پر میں نے کہا کہ تم بھی اس کے مرنے کے بعد کیوں نہ مرگئے۔
وقد کنتما عبد یه فی کل مشهد	اور تم تو ہر موقع پر اُس کے ندیم رہتے تھے۔
فقالا اقمنا کی نغزی بفقده	دونوں نے جواب دیا کہ ہم اسلئے ٹھیر گئے کہ اُسکے مرنے کا ہمکو پرسا دیا جائے
مسافة یوم ثم نتلوه فی غار	پھر کل ہم بھی اُس سے جا ملیں گے۔

حاشیہ [1] اعلام الناس صفحہ ۱۹۶ و مستطرف جلد اول صفحہ ۱۴۴ الصبہ ادنے تغییر یہی اشعار ابن الرشید کے مرثیہ میں بھی موجود ہیں واللہ اعلم۔ محمد برمکی اگرچہ تمام خاندان میں سب سے زیادہ مالدار تھا مگر کوئی واقعہ اُسکی فیاضی کا ہمکو تاریخوں میں نہیں ملا البتہ اُسکے بجل کا ذکر جا بجا ملتا ہے۔ چنانچہ سید نعمت اللہ اپنی کتاب زہر الربیع میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایک بدو سے لوگوں نے کہا کہ تو لباس کیوا سطے محمد برمکی کے پاس کیوں نہیں جاتا ہے اُس نے کہا خدا کی قسم اگر اُسکا گھر سوئیوں سے بھرا ہوا ہو اور حضرت یعقوب علیہ السلام سمیت تمام پیغمبروں کے شفیع ہوں اور کل ملائکہ کی ضمانت دلوائیں اور ایک سوئی مستعار مانگیں کہ بعد سینے قمیص حضرت یوسف کے واپس کر دونگا۔ تب بھی وہ نہ دیوے اور اسی مضمون کو اعرابی نے نظم میں اسطرح پر ادا کیا ہے ؎

لو ان دارك اثبتت لك واحشت	اگر تیرے گھر میں سوئی کی کھیتی اُگے اور۔
ابر ا یضیق بها فناء المنزل	وہ کثرت ہو کہ صحن مکان میں کہیں رکھنے کی گنجائش نہ رہے۔
واتاك یوسف یستعیرك ابرة	اور حضرت یوسف اپنے قمیص سینے کے لئے
لیخیط قد قمیصه لم تفعل	سوئی لینے آویں تو تو کبھی نہ دیگا۔

جلد اول صفحہ ۱۰۰ زہر الربیع سطر ۴ بمبئی۔

Marfat.com

یحییٰ اور محمد برمکی کے انتقال کے بعد فضل کی حالت بھی نہایت خراب تھی کیونکہ وہ عارضہ ثقل باللسان میں مبتلا ہو رہا تھا۔ اور خلیفہ ہارون الرشید بھی اندرونی صدمات کے علاوہ جو اُس کے دل پر تھے۔ ملک کی ظاہری بدامنی سے نہایت پریشان تھا۔ علی بن عیسےٰ والی خراسان کا زور شور ہنوز قائم تھا۔ اسلئے[1] سنہ ۱۹۱ھ میں تنگ ہو کر اس کو معزول کر دیا اور اُس وقت جعفر کا قول یاد آیا جو اُس نے ایک موقع پر کہا تھا کہ "بجائے ایک ایک درہم کے جو خزانہ میں اُس وقت آیا ہے خلیفہ کے سو سو دینار خرچ ہونگے اور تب بھی ملکی بغاوتیں دور نہ ہونگی"۔ اور بجائے علی کے ہرثمہ بن اعین کو خراسان کی حکومت سپرد کر دی اور ضبطی خزانہ کا حکم صادر فرمایا۔ چنانچہ ہرثمہ نے اسّی لاکھ کی رقم منضبطہ ایکہزار پانچ سو اونٹوں پر لاد کر دارالخلافہ میں روانہ کر دی۔ اور اسکے بعد نہایت ذلت سے ایک اونٹ پر سوار کر کے علی بن عیسےٰ کو بھی روانہ کیا۔ حسن بن عبداللہ کاتب کا بیان ہے کہ جب بعض اضلاع خراسان کی برہمی کے حالات ہارون الرشید نے سُنے تو سنہ ۱۹۳ھ میں پھر سفر کیا۔ اور بغداد میں امین الرشید کو اپنا جانشین بنایا۔ اور انتظام رقہ۔ قاسم کے سپرد کر کے خراسان کو روانہ ہو گیا۔ چونکہ جرجان میں بیمار ہو گیا تھا اس لئے خراسان میں ایک مہینے تک قیام کیا۔ جب کسی قدر افاقہ ہو گیا تو طوس کو روانہ ہوا۔ یہاں پہنچکر عوارض شکم میں مبتلا ہو گیا۔ اور بیماری نے اس قدر طول کھینچا کہ اپنی زیست سے نا امید ہو گیا اور فضل کی علالت کی گرم خبروں نے ہارون کو اور بھی بیتاب کر دیا تھا۔ اسلئے فضل بن ربیع وزیر اعظم کو حکم دیا کہ جس قدر جلد ممکن ہو رقہ سے فضل

---

[1] واقعات سنہ ۱۹۱ھ و سنہ ۱۹۲ھ و سنہ ۱۹۳ھ کامل اثیر صفحہ ۶، ۷، ۷، و ۸، ۷)

Marfat.com

طلب کیا جاے۔ لیکن ربیع نے فضل کی طلبی میں بہت توقف کیا۔ کیونکہ وہ سمجھتا تھا کہ اگر فضل برمکی ہارون الرشید تک پہنچ گیا تو مجھے معزول کرکے فضل کو پھر وزیر مقرر کر دیگا۔ چنانچہ ہارون نے جب پوچھا کہ اب فضل کا کیا حال ہے تو یہی جواب دیا کہ وہ سخت بیمار ہے معلوم نہیں کہ وہ زندہ بھی ہے یا مر گیا ہے۔ چنانچہ اسی عارضے میں فضل برمکی نے بروز جمعہ وقت

فضل کی موت

وقت صبح ماہ اکتوبر ۸۰۸ء ماہ محرم ۱۹۳ھ ہجری میں بمقام رقہ[1] انتقال کیا۔ عزیزوں نے مکان کے اندر جنازے کی نماز پڑھائی۔ پھر دوسری مرتبہ مجمع عام میں جماعت سے نماز پڑھی گئی۔ ناصر بن خلیل کہتا ہے کہ فضل اپنی بیماری میں بار بار ہارون الرشید کے مرنے کی خبر پوچھا کرتا تھا۔ ایک بار میں نے سوال کیا کہ آپ بار بار کیوں ہارون کی موت کو دریافت کرتے ہیں۔ تو جواب دیا کہ میری اور ہارون کی ولادت ایک ہی وقت اور ایک ہی ساعت کی ہے۔ اجرام فلکی کا اثر جو باعتبار علم نجوم کے ہے وہ ہم دونوں پر یکساں ہے۔ یعنے اگر وہ مر چکا ہے تو میری موت بھی قریب ہے۔ فضل کی موت کا تمام ملک کو افسوس ہوا لیکن فضل ربیع کو سب سے زیادہ خوشی ہوئی کیونکہ فضل برمکی اس کا دشمن تھا اور اس موقع پر جو خوف وزارت کے نکل جانے کا اس کے دل میں تھا۔ اس سے تو فی الجملہ تسکین ہو گئی۔ شعرائے فضل کے انتقال پر جانگداز مرثیے لکھے ہیں۔ چنانچہ رقاشی کے دو تین شعروں پر ہم بھی اکتفا کرتے ہیں۔ اور فضل سے رخصت ہوتے ہیں۔

الان استوحتا واستراحت رکابنا		ہم اور ہماری سواریاں آرام سے بیٹھ گئیں۔

حاشیہ [1] ابن خلکان صفحہ ۵۲۰ جلد ۲۔ و کامل اثیر صفحہ ۵۷ و ۵۹ و تاریخ برنی صفحہ ۱۶۰

واهسك من يجدي ومن كان يجتدي	اور دینے والا اور مانگنے والا۔ دونوں رک گئے۔
فقل للمطايا قد اتيت من السري	اونٹنیوں سے کہدو کہ اب راتوں کے سفر۔
وطي الضيافي فدفد البعد فدفد	اور صحراؤں کے طے کرنے سے تم سبکدوش ہو گئیں۔
فقل للعطايا بعد فضل تعطلي	فضل کے بعد سخاوت سے کہدو کہ بیکار رہو جا۔
وقل للرزايا كل يوم تجددي	اور مصیبت سے کہدو کہ ہر روز نئی ہوتی جائے۔
الا ان سيفا برمكيا مهندا	ہاں برمکی ہندی تلوار کو۔
اصيب للسيف هاشمي مهند	ہاشمی ہندی تلوار نے ضرر پہنچایا۔

ہارون الرشید کا انتقال

فضل کے انتقال کے بعد ۳۔ جمادی الاخری ۱۹۳ھ ۲۴ مارچ ۸۰۹ء عیسوی رشب شنبہ ہیں بمقام طوس ہارون الرشید نے بھی انتقال کیا اور اسی مقام پر دفن ہوا۔

امیر المومنین مامون الرشید کی خلافت۔ فضل بن سہل کی وزارت۔ آل برمک کا قید سے رہائی پانا۔ اور ملکی عہدوں پر مقرر ہونا۔

خلیفہ ہارون الرشید کے انتقال پر بغداد میں امین الرشید اور مرو میں مامون الرشید تخت خلافت پر بیٹھے۔ یہ دونوں شہزادے مع اپنی اپنی اعیان و انصار کے مستقل خلافت کی فکر میں تھے۔ لیکن بقول ایک فلسفی کے کہ "ایک جنگل میں دو شیر۔ اور ایک ملک میں دو بادشاہ نہیں رہ سکتے ہیں"۔ خیر خواہوں کو یہ فکر ہوئی کہ صرف ایک ہی خلیفہ بلا شرکت غیرے کل سلطنت پر

حکمرانی کرے۔ اسلئے فضل بن الربیع نے جو تمام دربار کا مالک تھا امین الرشید کا ساتھ دیا۔ اور جس کی پرزور کوششوں کا یہ نتیجہ بھی ہوا کہ دارالخلافۃ بغداد میں فوج شاہی اور خزانۂ عامرہ پر امین کا قبضہ ہو گیا۔ لیکن فضل بن سہل نے بھی حق رفاقت ادا کیا اور اس ناداری میں مامون کے ساتھ رہا۔ چنانچہ اس وزیر کی دانائی اور طاہر ذوالیمینین (دو ہاتھوں والا) کی بہادری سے تین برس کی خونریز لڑائیوں کے بعد بتاریخ ۲۵۔ محرم ۱۹۸ھ یوم پنجشنبہ مطابق یکم ستمبر سنہ ۱۳ء مامون الرشید مستقل خلیفہ ہو گیا۔ اور فضل بن سہل جس کو مامون الرشید نے ذوالریاستین کا لقب دیا تھا۔ وزارت اعظم کے درجے پر ممتاز ہوا۔ جب اس وزیر کو جو بہ لحاظ اقتدار حقیقت میں خلافت کرتا تھا۔ ان خانہ جنگیوں سے فرصت ہوئی اور ملک میں امن وامان کی عام منادی ہو گئی۔ تب اپنے قدیم سرپرست اور محسن خاندان کا خیال آیا یعنے آل برمک کو قید سے رہا کرانا چاہا۔ چنانچہ خلیفہ مامون الرشید سے تمام موجودہ قیدیوں کا قصور معاف کرا کر قید سے رہا کرا دیا۔ اور مامون الرشید نے بھی اپنی فیاضی سے

حاشیہ ۱۵ فضل بن سہل اور حسن بن سہل (یہ دونوں حقیقی بھائی تھے) نسبًا و مذہبًا مجوسی تھے۔ ۱۹۰ھ میں مامون الرشید کے ہاتھ پر فضل اسلام لایا تھا۔ جعفر برمکی نے ہارون الرشید کی خدمت میں اس تقریب سے اسکو پیش کیا تھا کہ شہزادہ مامون کی مصاحبت کے لائق ہے۔ لیکن جب ہارون نے استحقاق دربار میں طلب کیا تو شاہانہ عظمت وجلال کا ایسا اثر ہوا کہ فضل حیرت زدہ رہ گیا۔ اور آداب سلام کے معمولی الفاظ بھی ادا نہ کر سکا۔ ہارون نے متعجبانہ جعفر کی طرف دیکھا۔ فضل نے بڑھ کر عرض کی "امیرالمومنین! غلام کی سعادت کی یہ بڑی دلیل ہے کہ آقا کی ہیبت سے متاثر ہو۔ ہارون پھڑک اٹھا اور جعفر کے انتخاب کی تعریف کی۔ ابتدا میں مامون کا ندیم خاص رہا۔ اور اب وزیر اعظم تھا نہایت فیاض۔ مدبر۔ فرزانہ۔ علم دوست تھا۔ المامون صفحہ ۲۵۹۔ اور کامل اثیر کی روایت ہے کہ فضل کا باپ سہل خلیفہ مہدی کے ہاتھ پر مسلمان ہوا۔ اور بعض کا قول ہے کہ فضل وحسن دونوں یحییٰ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے تھے۔ بہرحال اس خاندان کی رسائی اور خلافت میں بڑا دخل مکہ کے طفیل میں ہوئی تھی دیکھو کامل صفحہ ۱ جلد ۶۔

Marfat.com

سب کو گرانمایہ خلعت اور انعامات سے مالامال کر دیا۔ اور جو جاگیریں اس وقت تک ضبطی میں تھیں وہ سب بحق برامکہ واگذار کر دی گئیں۔ اور جو نوجوان لڑکے اس خاندان میں باقی رہ گئے تھے اُن کو خلیفہ کے روبرو پیش کر کے حسب استعداد ملکی عہدوں پر مقرر کرا دیا۔

چنانچہ مقام مرو سے جو خط فضل بن سہل نے اپنے مخدوم زادوں کے نام لکھا تھا وہ حسب ذیل ہے۔ جس کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حقیقت میں آل برمک پر اس وزیر نے بہت بڑا احسان کیا۔ اور یحییٰ و جعفر کے حقوق نعمت سے سبکدوش ہوا[1]۔

فضل[2] بن سہل کا خط بنام عباس بن فضل و موسیٰ ابن یحییٰ برمکی

"یہ آپ کو معلوم ہے کہ میری تعلیم و تربیت میں آپ کے آبا و اجداد نے کس قدر کوشش کی تھی۔ خصوصاً یحییٰ برمکی کی شفقتیں اور احسانات مجھ پر بہت ہیں۔ میری تعلیم و تربیت میں جیسی محنت یحییٰ نے کی تھی میں کہہ سکتا ہوں کہ اپنے بیٹوں کی پرورش۔ تہذیب۔ اور تادیب میں بھی اسقدر سختیاں یحییٰ کو نہ اٹھانا پڑی ہونگی۔ علاوہ بریں فضل و جعفر کے حقوق نعمت ہیں۔ میں ان تمام حقوق کو فروگذاشت نہیں کر سکتا ہوں۔ میں جو کچھ آپ کے حق میں کوشش کروں وہ کم ہے۔ امیر المومنین مامون الرشید کا اقتدار بڑھتا جاتا ہے۔ تمام خراسان پر قبضہ ہو چکا

حاشیہ [1] بعض مورخوں نے لکھا ہے کہ یحییٰ بن جعفر برمکی۔ امین الرشید کا رضیع تھا۔ اور مامون الرشید بھی یحییٰ سے بہت خوش تھا۔ اس کی سفارش سے تمام منضبطہ جاگیریں بحال کر دی گئی تھیں۔

[2] تاریخ ضیاء الدین برنی صفحہ ۱۶۶۔

Marfat.com

ہے اور ہر شہر میں حکام مقرر ہوتے جاتے ہیں۔ اب عراق کا قصد ہے۔ انشا اللہ عنقریب تمام سلطنت عباسیہ کا مامون الرشید مالک ہونے والا ہے۔ اور مستقل خلافت ماموں کے حق میں ہو گی میں آپ کو مژدہ سناتا ہوں کہ تمام جاگیرات کے بحالی کا فرمان امیر المومنین سے حاصل کر لیا ہے۔ اب جس قدر جلد ممکن ہو دربار میں حاضر ہو۔ اور میں بھی خدا سے مدد کا امیدوار ہوں کہ آپ کے حق سے جلد ادا ہوں"

عبداللہ بن عباس کی روایت ہے کہ خلیفہ مامون الرشید کے حضور میں سات آٹھ نوجوان فضل نے پیش کئے تھے۔ چنانچہ ان میں سے عبداللہ بن یحییٰ کو سب سے زیادہ پسند کیا اور اپنے خاص ندیموں میں مقرر کیا۔ موسیٰ ابن یحییٰ کو مدینہ اور عباس بن فضل کو خراسان کی حکومت مرحمت فرمائی۔

مامون الرشید کے اس انتظام سے رعایائے خراسان نہایت خوش ہوئی اور جو بغاوتیں اور بدامنیاں پھیلی ہوئی تھیں وہ سب دور ہو گئیں۔ اور جو خاندان جلاوطن ہو گئے تھے وہ سب ملک میں واپس آ گئے۔ چنانچہ موسیٰ اور عبداللہ نے اپنے اپنے مقام حکومت پر انتقال کیا۔ خلیفہ ہارون الرشید نے حسبی آل برمک پر سختی کی تھی۔ مامون الرشید نے اس سے بڑھ کر ان کے حال پر مہربانی فرمائی۔ لیکن موجودہ خاندان میں کوئی شخص جعفر یا فضل کے مثل باقی نہیں رہا تھا اس وجہ سے عہد مامون میں اس خاندان کو وہ شہرت حاصل نہیں

حاشیہ ۱؎ موسیٰ اور عباس کے تقرری کے حالات کامل ابثر وغیرہ تاریخوں میں نہیں ہیں کیا عجب ہے کہ یہ چند روزہ انتظام ہو البتہ علامہ بلاذری نے لکھا ہے۔ کہ موسیٰ منصورہ (سندھ) کا گورنر تھا۔ دیکھو فتوح البلدان صفحہ ۴۴۵۔

Marfat.com

ہوئی جو ہونا چاہیئے تھی۔ جو لوگ باقی رہ گئے تھے وہ عبرت کا نمونہ تھے۔ جو اُن کے دشمن تھے وہ خوش تھے۔ اور جو دوست تھے وہ اُن کے افسانے سُنکر اور مرثیے پڑھ کر غم کے آنسو بہاتے تھے خصوصاً جعفر برمکی جو حسن و جمال اور فضل و کمال میں اپنا آپ نظیر تھا وہ بہت یاد آتا تھا اور انصاف یہ ہے کہ آل برمک میں جعفر اس شعر کا مصداق تھا۔" حالی۔

قیس سا پھر کوئی اُٹھا نہ بنی عامر میں
فخر ہوتا ہے گھرانے کا سدا ایک ہی شخص

ملک کی نوحہ خوانی برامکہ کی تباہی اور فیاضی پر

جعفر کے قتل اور برامکہ کی تباہی کو اگرچہ عہد مامون الرشید تک گیارہ یا بارہ برس کا زمانہ ہو چکا تھا مگر جو لوگ برامکہ کے دلدادہ اور اُن کی فیاضیوں سے امیر الامرا بنگئے تھے اُنکے دلوں میں ہنوز یہ واقعات تازہ تھے اور جس طرح وہ عہد ہارون میں بلا خوف و خطر برامکہ کے قصص و حکایات بیان کیا کرتے تھے۔ اسی طرح پر آج بھی وہ اُن کے حال پر آنسو بہاتے تھے چنانچہ مسرور کی

منذر بن المغیرہ دمشقی دربار مامون الرشید میں

روایت ہے کہ ایک روز بوقت شب مجکو خلیفہ مامون الرشید نے طلب کیا۔ اور کہا کہ "چند آدمیوں نے مجھ سے اطلاع کی ہے کہ ایک بوڑھا شخص ہر روز آدھی رات یا پچھلے پہر کو برامکہ کے

حاشیہ ۱؎ ماخوذ از مستطرف جلد اول صفحہ ۱۸۱۔ کتاب فرج بعد الشدۃ صفحہ ۲۹۰۔ اعلام الناس صفحہ ۱۸۱۔ وکتاب المحاسن والمساوی بیہقی صفحہ ۸۸۔ جلد اول۔

Marfat.com

مسمار شدہ مکانات میں آکر رویا کرتا ہے اور اُنکے مرثیے پڑھ کر اپنا دل ٹھنڈا کرتا ہے اور چلا جاتا ہے۔ لہذا تو اسی وقت علی بن محمد اور دینار بن عبداللہ کو اپنے ہمراہ لے کر روانہ ہو۔ جب وہ بوڑھا اپنے کاموں سے فارغ ہو تو بلا تامل میرے سامنے پیش کر۔" چنانچہ ہم لوگ اُس مقام پر پہنچے اور دیواروں کی آڑ میں چھپ کر بیٹھے۔ صبح ہوتے ہوتے ایک حبشی غلام آیا۔ اور ایک کوے کی کرسی بچھا کر چلا گیا۔ چند منٹ کے بعد ایک بوڑھا آیا اور اُس کرسی پر بیٹھ گیا۔ اول اُس نے برامکہ کی مدح وثنا میں بہت سے اشعار پڑھے پھر نوحہ وزاری شروع کی جب رو چکا تو اُٹھ کھڑا ہوا لیکن ہم لوگوں نے اُس کو فوراً گرفتار کر لیا۔ تب اُس نے گھبرا کر پوچھا کہ تم کون ہو اور کیا چاہتے ہو؟ میں نے کہا کہ امیر المومنین کا خادم ہوں۔ چلیے آپ کو یاد فرمایا ہے۔ یہ سُنتے ہی اُسکے ہوش اُڑ گئے۔ اور کہا کہ بس اب پیمانۂ حیات لبریز ہو چکا ہے۔ مجھے اس قدر مہلت دو کہ وصیت کر لوں میں نے کہا کہ کوئی تردد کی بات نہیں ہے۔ اطمینان سے چلئے۔ چنانچہ ایک دکان کھلوا کر لکھنے کا سامان منگایا۔ اور وصیت نامہ لکھ کر غلام کو دے دیا۔ اور ہمارے ساتھ ہو لیا۔ جس وقت مامون الرشید کا سامنا ہوا۔ تو اُس نے بوڑھے سے پوچھا کہ "تو کون ہے۔ اور برامکہ کا تجھ پر کیا حق ہے کہ اُن پر رویا کرتا ہے۔ جو سچی بات ہو عرض کر۔" اُس نے کہا کہ میں امیر المومنین سے برامکہ کے احسانات اور فیاضیاں کیا عرض کروں۔ اُن کی کوئی حد و انتہا نہیں ہے۔ تاہم اگر آپ اجازت دیں تو میں صرف اپنا ایک ابتدائی واقعہ عرض کروں۔ خلیفہ نے کہا ہاں اجازت ہے۔ کہو۔ تب اُس نے کہا کہ امیر المومنین! میرا نام منذر ہے۔ مغیرہ دمشقی کا بیٹا ہوں۔ میرا خاندان حسب و نسب میں ممتاز تھا۔ اور میں نے عیش و آرام کی گود میں پرورش پائی تھی۔ لیکن زمانہ کی

Marfat.com

عادت کے موافق میرے خاندان پر بھی تباہی آگئی۔ اور راحت و ثروت دونوں نے ساتھ چھوڑ دیا نوبت بہ اینجا رسید کہ مردوں کی پگڑیاں اور عورتوں کی چادریں بک گئیں تب مجھے لوگوں نے صلاح دی کہ برامکہ کی خدمت میں جاؤ۔ چنانچہ ملک شام سے میں بغداد میں آیا۔ میرے ساتھ مرد و عورت ملا کر سب تینتیس آدمی تھے۔

جب میں مدینۃ السلام بغداد میں پہنچا ہوں اس وقت اتنا بھی سہارا نہ تھا کہ کچھ بیچ کر یا رہن کر کے کھانے پینے کی فکر کروں اس لئے ایک مسجد میں ٹھیر گیا۔ اور ایک جوڑہ کپڑا جو میرے ساتھ تھا اس کو پہنکر باہر نکلا۔ اور اہل و عیال کو اسی حالت میں چھوڑ دیا۔ چنانچہ برامکہ کا پتہ پوچھتے پوچھتے ایک مسجد کے دروازے پر جا پہنچا۔ یہ نہایت عالیشان مسجد تھی۔ دروازے پر خوب صورت نقش و نگار تھے۔ اور صحن میں نفیس پر تکلف فرش بچھے ہوئے تھے۔ دروازے پر دو خادم کھڑے ہوئے تھے اور اندر دیرینہ سال بزرگوں کا مجمع تھا۔ چنانچہ میں بھی ان میں جا کر بیٹھ گیا۔ پھر یہ ارادہ کیا کہ ان لوگوں سے اپنا حال کہوں۔ لیکن سوال کی ذلت سے مجھے پسینہ آگیا اور خاموش بیٹھا رہا اتنے میں ایک خادم آیا۔ اور سب سے کہا کہ دوسرے مکان میں تشریف لے چلئے چنانچہ سب کے ساتھ میں بھی اٹھ کھڑا ہوا۔ اور ایک رفیع الشان محل کے دروازے پر پہنچا۔ یہ بڑی لمبی چوڑی عمارت تھی۔ صحن سے ملا ہوا پائین باغ تھا اس میں ایک زرنگار تخت پر یحییٰ بن خالد برمکی بیٹھا تھا۔ اور داہنے بائیں دس نوجوان سبزہ اغاز بیٹھے ہوئے تھے۔ اور تخت کے چاروں طرف ہاتھی دانت کی مرصع چوکیاں بچھی ہوئی تھیں۔ ہم لوگ اس پر جا کر بیٹھ گئے۔ پھر ایک خادم نے حاضرین مجلس کو شمار کیا تو سب ایک سو ایک آدمی تھے۔ پھر بقدر تعداد مذکورہ خادم آئے جن کی کمریں

Marfat.com

زرین ٹکے بندھے تھے۔ اور ہر ایک کے ہاتھ میں نقرئی انگیٹھی تھی۔ جس میں عود اور لوبان سلگ رہا تھا۔ چنانچہ سب مہمانوں کے کپڑے بخورات سے بسائے گئے۔ اُس کے بعد ایک نوجوان نہایت خوبرو۔ موزوں اندام۔ سبزہ آغاز آیا۔ اور یحییٰ کے قریب آن کر بیٹھ گیا۔ اس وقت قاضی سے یحییٰ نے کہا کہ آپ میرے بھتیجے کا عقد میری بیٹی عائشہ سے کر دیجئے۔ چنانچہ قاضی نے خطبہ پڑھا اور نکاح ہو گیا۔ چاروں طرف سے مبارکباد کی صدائیں بلند ہوئیں۔ اور یحییٰ نے جوش مسرت سے مشک و عنبر کی گولیاں لوگوں پر پھینکیں۔ امیر المومنین! خدا کی قسم میں نے تو اس لوٹ میں اپنی آستین بھر لی۔ جب نچھاور ہو چکی تو پھر ایک سو ایک خادم آئے۔ ان سب کے ہاتھ میں ایک ایک نقرہ طبق تھا۔ اور ہر طبق میں ایک ہزار دینار تھے۔ چنانچہ سب کے سامنے ایک ایک رکھ دیا۔ ان لوگوں نے دینار اپنی آستینوں میں رکھ لئے اور طبق بغل میں دبا لیا اور رخصت ہو گئے۔ اب میں اکیلا رہ گیا۔ چونکہ مال زیادہ تھا اس وجہ سے میری جرأت نہ ہوتی تھی کہ میں بھی لے دیکھے چلتا ہو جاؤں اور نہ مفلسی کی وجہ سے یہ ہو سکتا تھا۔ کہ یہ رقم چھوڑ کر خالی ہاتھ چلا جاؤں۔ جب مجھے اس شش و پنج میں ایک خادم نے دیکھا تو اشارہ کیا کہ دونو چیزیں لے کر چلا جا۔ چنانچہ میں اٹھا کر چلا لیکن مجھے یقین نہ آتا تھا کہ میں گھر تک اس کو لے جاؤں گا بلکہ میرا خیال تھا۔ کہ یہ نوکر مجھ سے چھین لیں گے۔ اسلئے پھر پھر کر پیچھے دیکھتا جاتا تھا۔ میری ان حرکتوں کو خود یحییٰ نے دیکھا تھا اس لئے جب پہلے دروازے کے قریب پہنچا اور میں نے چاہا کہ پردہ ہٹا کر باہر نکل جاؤں کہ اتنے میں ایک خادم نے مجھے روکا۔ اور یحییٰ کے پاس لے گیا۔ تب مجھے یقین آگیا کہ ضرور یہ دینار چھین لئے جائیں گے۔ لیکن یحییٰ نے مجھے اپنے پاس بلا کر بٹھایا اور

Marfat.com

مفصل حالات پوچھے۔ میں نے سارا قصہ بیان کر دیا۔ اور جس وقت میں نے کہا کہ میرے اہل
وعیال بھوکے پیاسے فلاں مسجد میں بیٹھے ہیں۔ اس وقت اپنے بیٹے موسیٰ کو بلایا اور میری طرف
اشارہ کر کے کہا کہ یہ شخص عالی خاندان ہے۔ اور کسی زمانے میں صاحبِ ثروت تھا۔ اب حوادثِ
ایام سے پریشان ہے۔ اس کو اپنے گھر لے جاؤ اور مہمانداری کرو۔ چنانچہ ایک شبانہ روز میں
موسےٰ کا مہمان رہا۔ بڑی تکلف کی دعوتیں کھائیں۔ لیکن اہل وعیال کی فکر سے طبیعت بیچین
تھی۔ میں نے موسیٰ سے انکا حال پوچھا تو جواب دیا کہ خدا اُن کے رزق کا خود کفیل ہے۔ اسکے
بعد ایک خلعت فاخرہ دے کر مجھے رخصت کیا۔ اور اپنے بھائی عباس کے سپرد کیا اور کہا کہ مجھے
امیرالمومنین نے یاد فرمایا ہے۔ یہ ایک ہمارے مہمان ہیں۔ آج آپ شرط مہمانداری ادا کیجئے
چنانچہ عباس نے بھی میری ویسی ہی خاطر کی جیسی موسےٰ نے کی تھی۔ چنانچہ یکے بعد دیگرے
ایک ایک بھائی کا مہمان ہوا سویں دن جعفر کی باری آئی ایک روز یہاں بھی رہا گیارھویں دن ایک خادم
نے کہا کہ اب چلکر اپنے اہل وعیال سے ملئے میں نے کہا کہ میں ناحق دس روز یہاں پڑا رہا کچھ نقد بھی ہاتھ نہ لگا
اور جو انعام یحییٰ کے یہاں سے ملا تھا وہ بھی چھن گیا۔ کاش! میں اُسی دن چلا جاتا تو اچھا تھا۔
غرضکہ اُسی دُھن میں خادم کے ساتھ ساتھ جا رہا تھا کہ اس نے ایک مکان کے دروازے
پر لے جاکر کھڑا کر دیا اور کہا کہ یہی تمہارا مکان ہے۔ مجھے اس مکان کی رفعت وشان اور ساز
وسامان دیکھ کر حیرت ہوئی کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ چنانچہ چار درجے طے کر کے میں مکان کے اندر
پہنچا۔ وہاں میں نے اپنے اہل وعیال کو دیکھا کہ ریشمی کپڑے پہنے ہوئے اِدھر اُدھر پھر رہے
ہیں اور ایک لاکھ درہم اور دس ہزار دینار کا عطیہ بھی موجود ہے اِس کے بعد خادم نے دو

موضع کی معافی کا قبالہ میرے حوالہ کیا۔ اور کہا کہ یہ مکان مع اسباب کے تمہارا ہے امیرالمومنین!
اِسی شان و شوکت سے میں تیرہ برس تک برامکہ کا خدمت گزار رہا۔ اُن کی
فیاضیوں اور مہربانیوں سے کسی کو یہ تمیز نہیں ہو سکتی تھی کہ آیا میں بھی آل برمک سے
ہوں یا کوئی غیر۔ اور اب بھی جو کچھ ہے اُنہیں کے خوانِ کرم کا صدقہ ہے لیکن جب
خلیفہ ہارون الرشید نے اس خاندان کو برباد کر دیا تو مجھ پر بھی سخت مصیبت پڑی اور
جو میری معافی تھی اُس پر عمرو بن مسعدہ نے لگان تشخیص کر دیا۔ اب اُس میں کچھ منافع نہیں
ہے۔ اور ادائے لگان سرکاری کے بعد مجھے کچھ نہیں بچتا ہے۔ اب میں برامکہ کو یاد کرتا ہوں
اور اُنکے حق میں دعا کرتا ہوں۔ مامون الرشید بھی یہ حال سُنکر متاثر ہوا۔ اور اُسی وقت عمرو
بن مسعدہ کی طلبی کا حکم دیا۔ جب وہ حاضر ہوا تو پوچھا کہ اس شخص کو پہچانتے ہو کون ہے؟
عمرو نے کہا ہاں۔ واقف ہوں۔ یہ برامکہ کا ایک جاگیر دار ہے۔ اور اس کی معافی پر جمع تشخیص
کر دی گئی ہے۔ چنانچہ مامون الرشید نے اُسی وقت حکم دیا کہ بندوبست سے آج تک جو
رقم وصول ہوئی ہے وہ سب واپس کیجائے۔ اور بہ دستور معافی رہے۔ مامون الرشید کا یہ حکم
سُنکر منذر دمشقی خوب رویا۔ مامون الرشید نے پوچھا کہ اب رونے کا کیا موقع ہے۔ دیکھو
میں نے تمہارے ساتھ کیسا سلوک کیا ہے۔ منذر نے کہا امیرالمومنین کا ارشاد صحیح ہے لیکن
هذا ایضاً من صنائع البرامکه یعنے یہ فیاضی بھی برامکہ ہی کی بدولت ہے نہ میں
اُسکے حال پر روتا۔ نہ آپ کو خبر ہوتی۔ نہ یہاں تک پہنچتا۔ نہ یہ صلہ ملتا۔ ابراہیم بن میمون کہتا
ہے کہ مامون الرشید نے بھی تسلیم کیا اور کہا لعمری هذا ایضاً من صنائع البرامکه

Marfat.com

بیشک برامکہ کے احسان اور فیاضی پر جس قدر تو آنسو بہائے۔ تجھ کو سزاوار ہے اور جس قدر غم کرے وہ تھوڑا ہے۔ اُس وقت سے مندر کا قول ضرب المثل بن گیا۔ اور عرب میں ایسے ہی موقع پر استعمال کیا جاتا ہے۔

فضل برمکی کی فیاضی کا ایک خاص واقعہ

یحییٰ بن سلام الابرش بیان کرتا ہے کہ خاندان برامکہ کی تباہی کے بعد ایک دن خلیفہ ہارون الرشید بہ قصد شکار جارہا تھا کہ برامکہ کے کھنڈرات کی طرف جا نکلا۔ ایسے ویرانہ مقامات پر لوگوں کی عادت ہے کہ کچھ نہ کچھ لکھدیا کرتے ہیں چنانچہ ایک دیوار پر یہ اشعار لکھے دیکھے

یا منزلا لعب الزمان باھلہ	اے گھر جسکے رہنے والوں کے ساتھ زمانہ نے مذاق کیا۔
فابادھم بتفرق لا یجمع	سو اسطرح ان کو بکھیر کر مٹا دیا کہ پھر یکجا نہ ہونگے۔
ان الذین عھدتھم بک مرۃ	میں نے ایک دفعہ یہاں جن لوگوں کو دیکھا تھا۔
کان الزمان بھم یضر و ینفع	زمانہ اُنھیں کے ذریعہ سے لوگوں کو فائدہ اور نقصان پہنچاتا تھا
اصبحت تفزع من رآک وطالما	تجکو اب جو دیکھتا ہے وہ چیخ اُٹھتا ہے۔
کنا الیک من المھاول نفزع	حالانکہ مدتوں ہم مصیبتوں میں تیری طرف رجوع کرتے تھے۔
ذھب الذین یعاش فی اکنافھم	وہ لوگ چلے گئے جن کے زیر سائے زندگی بسر کیجاتی تھی
وبقی الذین حیاتھم لا تنفع	اور وہ رہ گئے جن کی زندگی بے فائدہ ہے۔

ہارون الرشید یہ اشعار پڑھ کر بہت متاثر ہوا۔ پھر علامہ اصمعی سے جو ہمراہ رکاب تھا۔ پوچھا کہ

حاشیہ ۱؎ ماخوذ از مراۃ الجنان یافعی۔ و اعلام الناس۔

Marfat.com

کچھ برامکہ کے حالات بھی جانتے ہو۔ اصمعی نے عرض کیا۔ کہ امیر المومنین امان دیجئے تو عرض کروں۔ چنانچہ ہارون الرشید نے امان دی۔ تب اصمعی نے اس طرح پر اپنا چشم دید واقعہ بیان کرنا شروع کیا کہ امیر المومنین میں ایک دن **فضل بن یحییٰ** کے ہمراہ شکار میں تھا۔ چاروں طرف خیمے لگے ہوئے تھے کہ لشکر میں ایک بدو اونٹ پر سوار جنگل کی طرف سے آیا۔ فضل نے مجھ سے کہا کہ یہ بدو میرے پاس آیا ہے۔ چنانچہ جب لشکر کے اندر پہنچ گیا تو خیموں کی دھوم دھام اور لوگوں کا مجمع دیکھ کر سمجھا کہ یہ امیر المومنین کا لشکر ہے۔ چنانچہ وہیں اتر پڑا۔ اور اونٹ کو باندھ دیا پھر فضل کی طرف بڑھ کر کہا "اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ" فضل نے کہا کہ چپ رہ کیا کہتا ہے؟ تب کہا اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَيُّهَا الْاَمِيْرُ فضل نے سلام کا جواب دیا اور بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ جب وہ بدو فضل کے قریب بیٹھا تو دونوں میں حسب ذیل گفتگو شروع ہوئی۔

ایک بدو سے فضل کا مکالمہ

فضل۔ آپ کس قبیلہ سے ہیں۔ اور اُن میں کونسا درجہ ہے۔ اعلےٰ یا ادنےٰ۔

بدّو۔ میں قبیلہ **قضاعہ** سے ہوں۔ اور درجۂ اعلےٰ میں ہوں۔

فضل۔ عراق سے ارض قضاعہ تک کیا مسافت ہے۔

بدّو۔ جہانتک مجھے علم ہے دو ہزار چار سو میل ہے۔

فضل۔ یہ فرمائیے کہ ایسی کٹھن اور اتنی بڑی منزلیں طے کرکے یہاں آنے کی کیا ضرورت تھی

Marfat.com

بدّو۔ جناب! مجکو یہاں تک اُن بزرگوں کی شہرت کھینچ لائی ہے۔ جن کی فیاضی اور نیکی کی تمام ملکوں میں تعریف ہو رہی ہے۔

فضل۔ آخر وہ ہیں کون؟ جو ایسے مشہور و معروف ہیں۔

بدّو۔ "برامکہ"۔

فضل۔ آپ سچ فرماتے ہیں۔ لیکن برامکہ تو ایک خاندان کا نام ہے اُن میں چھوٹے بڑے بہت سے آدمی ہیں۔ اور ہر ایک کا جداگانہ خاصہ ہے۔ آپ نے اُس خاندان میں سے کس کو انتخاب کیا ہے جس سے حاجت برآری کی اُمید ہے۔

بدّو اطولھم باعا واسمحھم کفّا"۔ یعنے میں نے اُس کو انتخاب کیا ہے جو سب سے بڑھ کر فیاض ہے

فضل۔ آخر اُس کا نام بھی جانتے ہو؟

بدّو۔ ہاں اُس کا نام فضل ہے۔ وہ یحییٰ کا بیٹا اور خالد کا پوتا ہے۔

فضل۔ بیشک سچ کہتے ہو لیکن وہ بڑا جلیل القدر اور مقتدر آدمی ہے۔ جب وہ مجلس عام میں بیٹھتا ہے تو اُس کے ساتھ علما۔ فقہا۔ ادبا۔ شعرا۔ کتاب اور مناظرین علم و فن کا بڑا مجمع ہوتا ہے۔ اب فرمائیے کہ آپ کون ہیں۔ عالم یا ادیب۔ یا ماہر ایام العرب۔

بدّو۔ نہیں۔ جناب! میں تو ایک معمولی آدمی ہوں۔ نہ عالم ہوں نہ ادیب۔

فضل۔ اچھا عالم فاضل نہ سہی کوئی فضل کے نام سفارشی خط لائے ہو۔

بدّو "نہیں"۔

فضل تعجب ہے کہ پھر کس ذریعے سے فضل جیسے بڑے آدمی کی ملاقات ہو سکتی ہے۔

Marfat.com

بدّو اے امیر! خدا کی قسم۔ میرے پاس کوئی وسیلہ نہیں ہے۔ البتہ اُس کی مدح میں میں نے دو شعر لکھے ہیں وہ اُس کے حضور میں پڑھونگا امید ہے کہ اُس کی فیاضی مجھے محروم نہ رکھے گی۔

فضل۔ بہتر ہے آپ وہی اشعار پڑھ دیجئے گا۔ لیکن پہلے مجھے سُنائیے اگر وہ عمدہ ہونگے تو میں فضل کی ملاقات کی صلاح دونگا اور اگر معمولی ہوئے تو جو کچھ مجھ سے ہو سکیگا آپ کی نذر کرونگا۔ اور آپ کو اسی مقام سے رخصت کر دونگا۔

بدّو بہت خوب عرض کرتا ہوں سُنیئے؛

الم تران الجود من عهد آدم	تم نے دیکھا ہے سخاوت حضرت آدم کے زمانہ سے۔
تحدّر حتی صار یمتطا الفضل	اُترتی چلی آئی ہے یہاں تک کہ فضل کے پاس پہنچی۔
ولو انّ امّا مسها جوع طفلها	کسی بچے کو اگر بھوک لگے۔
غذته باسم الفضل لاعتذی الطفل	اور اُس کی ماں فضل کا نام لے تو بچے کی غذا ہو جائیگی۔

فضل سبحان اللہ کیا خوب مضمون ہے۔ لیکن اگر کوئی یہ کہے کہ یہ اشعار فلاں شاعر کے ہیں اور وہ فضل کی مدح کر کے صلہ بھی پا چکا ہے تب کیا کہو گے۔

بدّو۔ اُس وقت میں یہ شعر پڑھونگا۔

قد کان ادم حین حان وفاته	آدم نے جان دیتے وقت
اوصاك وهو یجود بالنحو باء	تجھ کو وصیت کی تھی۔
ببنیه ان ترعاهم وفرعلیهم	کہ میرے بچوں کا خیال رکھنا۔

Marfat.com

وکفیت اٰدم عولة الا بناء		سو تو نے اس میت کا خوب پاس کیا۔ اور آدم کی اولاد فاقہ سے محفوظ رہی

فضل بہت خوب ہے۔ لیکن اگر فضل نے امتحاناً کہا کہ یہ اشعار آپ نے لوگوں سے سُن سُنا کر پڑھ دیئے ہیں۔ اُس وقت کیا کہو گے۔ اور وہ مدار کا موقع ہو گا کہ جہاں پر چاروں طرف سے آدمیوں کی نظریں پڑینگی اُس وقت فے البدیہ کہنا پڑیگا۔

بدّو اگر ایسا اتفاق ہوا تو میں خاموش نہیں رہونگا اور یہ شعر پڑھونگا۔

ولو قیل للمعروف نادا خا العلا		اگر "بھلائی سے کہا جائے کہ صاحب حوصلہ کو پکار
لنادی یا علی الصوت ما فضل یا فضل		تو نہایت اونچی آواز سے پکارے گی کہ اے فضل فضل"
ولو انفقت جدواك من رمل عالج		اگر تیری سخاوت۔ ریتی کو خرچ کرنے لگے۔
لاصبح من جدواك قد نفد الرمل		تو تیری سخاوت سے۔ ریت بھی ختم ہو جائے گی

فضل واہ وا! کیا اچھا مضمون ہے لیکن اگر معترض اس پر بھی ہی اعتراض کرے۔ تب کیا کہو گے۔

بدّو اُس وقت میں برجستہ یہ کہونگا۔

وما الناس الا اثنان صب وباذل		آدمی دو قسم کے ہیں مشتاق۔ اور فیاض
وانی لذاك الصب والباذل الفضل		سو مشتاق تو میں ہوں اور فیاض فضل۔
علی ان لی مثلاً کما ذکر الوری		لیکن یہ فرق ہے کہ مجھ جیسے دنیا میں اور بھی ہیں۔
ولیس لفضل فی سماحته مثل		اور فضل جیسا سخاوت میں کوئی بھی نہیں۔

فضل بہت ہی اچھا مضمون ہے لیکن اگر فضل آپ کے اشعار سُنتے سُنتے گھبرا جائے اور یہ کہے کہ "الکنایۃ ابلغ من التصریح" یعنے میری مدح میں ایسے اشعار پڑھو۔

Marfat.com

جس میں بہ صراحت نام نہو بلکہ صرف کنیت ہو۔

بدّو اگرچہ بکثرت ایسے اشعار ہیں۔ لیکن میں صرف دو بیت پر اکتفا کرونگا۔

الا یا ابا العباس یا واحد الوری	اے ابو العباس۔ اے یکتائے زمانہ!
ویا ملکا خدالملوک له نعل	اے وہ بادشاہ کہ بادشاہوں کے چہرے اسکی جوتیاں ہیں۔
الیک تسیر الناس شوقاً ومغربا	لوگ پورب پچھم سے تیرے ہی طرف آتے ہیں۔
فرادی وازواجا کانهم نحل	تنہا تنہا۔ اور کٹی کٹی شہد کی مکھی کی طرح۔

فضل بس کافی ہے۔ لیکن اگر فضل نے اسکے بعد بھی یہ کہا کہ قافیہ بدل کر کنیت اور نام کو چھوڑ کر اشعار سناؤ تب بھی کچھ کہہ سکتے ہو۔

بدّو (غصہ ہوکر) باوجود اس قدر امتحان کے بھی اب اگر فضل میرا امتحان کرے گا تو صرف چار شعر پڑھونگا۔ لیکن وہ ایسے ہونگے کہ جس پر کوئی عربی یا عجمی سبقت نہ لیجا سکیگا۔ اور اگر اس پر بھی نہ مانا اور پھر فرمائش کی تو یاد رہے کہ فضل کی .... ہے اور میرے ناقہ کے چاروں پیر۔ زیادہ کیا کہوں اور بلا حصول مطلب قضاعہ کو لوٹ جاؤنگا۔

فضل۔ (شرمندہ ہوکر) امید نہیں ہے کہ فضل اس قدر سختی سے امتحان لے۔ لیکن میں بہت مشتاق ہوں۔ آپ وہ چاروں شعر سنا دیجئے۔

بدّو۔ سُنئے جناب!

ولا ئمة لامتك یا فضل فی الندی	ایک ملامت کرنے والی نے فضل کو ملامت کی۔ فیاضی کے بارے میں
فقلت لها هل تقدح اللوم فی البحر	تو میں نے اس سے کہا کہ ملامت۔ دریا کو کچھ نقصان پہنچا سکتی ہے

Marfat.com

اتنھین فضلا عن عطایاہ للغنی	کیا تو فضل کو سخاوت سے روکتی ہے۔
فمن ذالذی ینھی السحاب عن القطر	بادل کو بھی کوئی بارش سے روک سکتا ہے۔
کان نوال الفضل فی کل بلدۃ	فضل کی بخششیں ہر شہر میں اس طرح ہیں۔
تحدر ھذا المزن فی مھمہ قفر	جس طرح اس بادل کا برسنا ویرانہ میں۔
کان وفود الناس فی کل وجھۃ	لوگ ہر طرف سے فضل کے پاس چلے آتے ہیں
الی الفضل لاقوا عندہ لیلۃ القدر	گویا ان کو فضل کے پاس شب قدر ملجاتی ہے۔

جب اعرابی یہ اشعار سنا چکا تو پھر کوئی سوال نہیں کیا گیا۔ لیکن بدو کی باتوں پر فضل کو ہنسی آگئی اور ہنستے ہنستے لوٹ گیا۔ پھر بدو سے کہا اے عرب خدا کی قسم! فضل بن یحییٰ برمکی میں ہوں۔ مانگ کیا مانگتا ہے۔ فضل کا نام سنکر دہقانی کے ہوش اڑ گئے۔ اور کہا خدا کے واسطے۔ سچ بتائیے آپ مجھ سے مذاق تو نہیں کرتے ہیں۔ فضل نے کہا نہیں۔ تب بدو نے بہ کمال ادب درخواست کی کہ میرے گستاخانہ اور غیر مہذب فقرے کو معاف فرمائیے۔ فضل نے کہا خدا معاف کرے گا۔ اب تو اپنی حاجت بیان کر۔ اس نے کہا کہ مجھے دس ہزار درہم کی ضرورت ہے۔ فضل نے کہا کہ درخواست منظور ہے اور حکم دیا کہ ۱۰۰۰۰ دیا جائے۔ اس قدر کثیر رقم دیکھ کر فضل کے کاتب سے نہ رہا گیا اور عرض کیا کہ خداوند نعمت! یہ فیاضی نہیں ہے۔ بلکہ اسراف ہے۔ ایک بدو کو جس نے چوری کے اور نیز ادھر اُدھر کے اشعار آپ کو سنائے اس قدر انعام دینا مناسب نہیں ہے۔ فضل نے کہا کہ میرے نزدیک یہ اس عطیہ کا مستحق تھا کیونکہ وہ ایک بڑی مسافت طے کر کے مجھ تک آیا ہے۔

جب کاتب نے دیکھا کہ میری بات کارگر نہیں ہوئی تو دوسری چال چلا اور فضل کو ستم دیکر کہا کہ حضور عالی! میں کمان میں تیر جوڑ کر دیتا ہوں آپ اِس بدو پر نشانہ لگائیے۔ اگر اُس وار کو بدو کسی عمدہ شعر کی سپر سے روک لے تو مال اُس کا ہے ورنہ کچھ دیکر رخصت کرا جائیگا۔ چنانچہ فضل کمان میں تیر جوڑ کر چاہتا تھا کہ بدو پر نشانہ لگائے کہ اُس نے برجستہ یہ شعر پڑھا۔

لفوسك قوس المجد والوتر والندا	تیری کمان۔ بزرگی۔ دشمنی اور سخاوت کی کمان ہے۔
وسهمك وسهم العز فارم بدفقری	اور تیرا تیر عزت کا تیر ہے۔ تو اس سے میری مفلسی پر نشانہ لگا

بدو کا یہ شعر سنکر فضل بہت خوش ہوا۔ اور ایک لاکھ درہم یہ کہہ کر دیئے کہ خدائے مجکو تیرے ناقہ کے شر سے بچا لیا۔ جب بدو انعام پا چکا تو رخصت ہوا۔ لیکن اس وقت اُس کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ فضل نے پوچھا کہ اب کیوں روتا ہے۔ کیا کوئی اور خواہش باقی ہے؟ اُس نے جواب دیا کہ میں اس بات پر روتا ہوں کہ جب تجھ ایسے فیاض شخص کو موت ہم سے چھین لے گی۔ اُس وقت ہم جیسے غریبوں پر کون فیاضی کرے گا اور کسی شاعر کے یہ اشعار پڑھے۔

لعمرك ما الرزية فقد مال	مصیبت اِس کو نہیں کہتے کہ مال گم ہو جائے۔
ولا فرس يموت ولا بعير	یا گھوڑا یا اونٹ مر جائے۔
ولكن الرزية فقد حر	مصیبت اُسکا نام ہے کہ ایسا شریف آدمی گم ہو جائے
يموت لموته خلق كثير	جس کے مرنے سے ایک عالم مر جائے۔

جب اصمعی خلیفہ ہارون الرشید سے یہ واقعہ بیان کر چکا تو خلیفہ نے کہا اس میں کوئی شک نہیں

ہے کہ خاندان برامکہ ایسا ہی فیاض تھا۔ افسوس میں نے اُن کو ناحق قتل کیا۔ اور یہ وہ واقعات ہیں جو مجکو تمام عمر یاد رہیں گے۔

۳۔ خلیع[1] شاعر راوی ہے کہ ایک دن فضل برمکی نے مجکو بلایا۔ اور یہ وہ زمانہ تھا کہ فوجی خدمات فضل کے سپرد تھیں۔ اور لوگوں نے میری بہت سی چغلیاں بھی فضل سے کھائیں تھیں۔ اسلئے میں ڈر گیا کہ دیکھئے آج کیا معاملہ پیش آتا ہے۔ لیکن زندگی سے نا امید ہو کر میں فضل کے مکان پر گیا۔ وہاں دیکھتا ہوں کہ صحن میں بیٹھا ہوا ہے۔ تین سو مغنیہ کنیزیں جمع ہیں۔ اور عیش کی مجلس جمی ہوئی ہے۔ میں نے سلام کیا کچھ جواب نہ دیا۔ تھوڑی دیر بعد سر اُٹھایا۔ اور میرے سلام کا جواب دیا۔ اور مجھ سے مخاطب ہو کر کہا کہ "خلیع میں نے تمہیں ایک کار خیر میں طلب کیا ہے۔ آج محل میں بیٹا ہوا ہے۔ اُس کی تہنیت میں دو مصرعہ میں نے لکھے ہیں۔ چاہتا ہوں کہ تم اس کو پورا کر دو۔ چنانچہ میں نے پڑھنے کی فرمایش کی تب فضل نے یہ ایک شعر پڑھا

ونفرح بالمولود من آل برمك	آل برمک کے ہاں بچہ ہونے پر ہم کو خوشی ہوتی ہے۔
بغاة الندیٰ والسیف والرمح والفضل	جو کہ سخاوت۔ تلوار۔ نیزہ۔ اور فضیلت کے طالب ہیں۔
میں نے فی البدیہہ جواباً عرض کیا۔	
وتنبسط الآمال فیه بفضله	اور اس کی عنایت کی توقع میں امیدیں وسیع ہوتی ہیں۔

حاشیہ [1] ابو علی حسین بن ضحاک بن یاسر متخلص بہ خلیع۔ طبقۂ اول کے شعرا میں ہے۔ ۱۶۲ھ میں پیدا ہوا۔ بصرے کا رہنے والا تھا۔ باوجود علم و فضل کے مزاج میں مسخرہ پن زیادہ تھا۔ اعزاز و مرتبے میں اسحاق موصلی کا ہمرتبہ تھا۔ امین الرشید کا مصاحب خاص تھا۔ ابو نواس کے ساتھ اس کے اکثر مباحثے ہوا کرتے تھے۔ ۲۰۵ھ میں فوت ہوا۔

[1] مرآۃ الجنان یافعی۔ و تاریخ نگارستان صفحہ ۸۰ مطبوعہ بمبئی۔

Marfat.com

ولاسیما ان کان والدہ الفضل		اور خصوصاً اگر اُس بچہ کا باپ فضل ہو۔

فضل یہ شعر سنکر بہت خوش ہوا۔ اور بارہ ہزار درہم صلہ مرحمت فرمایا۔ پھر مجھے جعفر کے پاس بھیج دیا میں نے وہ اشعار جو بھتیجے کی تہنیت میں لکھے تھے پڑھ کر سنائے بارہ ہزار درہم ملے سے ملے۔ پھر اسی قدر یحییٰ نے دیا۔ غرضکہ ۳۶ ہزار درہم ایک شعر کا صلہ لے کر گھر کو واپس آیا یہ واقعہ اُن کے عروج کے زمانہ کا ہے لیکن بعد تباہی اس خاندان کے مجھے مصر جانے کا اتفاق ہوا۔ اور ایک دن میں ایک حمام میں نہانے گیا وہاں ایک نوجوان لڑکا میری خدمت کے واسطے حاضر ہوا۔ اور میری حجامت بنانے لگا۔ اُس وقت اتفاقیہ میری زبان سے یہ مصرعہ نکل گیا "ونفرح بالمولود منزال برمك" اس مصرعہ کے سُنتے ہی اُس نوجوان کی حالت متغیر ہوگئی ہاتھ کانپنے لگے اور استرہ ہاتھ سے چھوٹ کر گر پڑا۔ اور غش کر گیا۔ مجھے اس کی حالت پر بہت تعجب ہوا۔ جب ہوش میں آیا تو میں نے پوچھا کہ "اے عزیز یہ کیا واقعہ تھا" اُس نے کہا کہ "آپ ہی کے طفیل میں میری یہ نوبت پہنچی ہے۔ جو مصرعہ آپ نے پڑھا ہے اسکا شان نزول میں ہوں کسی شاعر نے میری ولادت کے وقت یہ مصرعہ کہا تھا" یہ سنکر میں سناٹے میں رہ گیا اور انقلاب زمانہ پر مجھے نہایت تعجب ہوا اور اُس نوجوان سے کہا کہ اے عزیز وہ بدنصیب شاعر میں ہوں اس کے بعد مہینے اُس نوجوان کے سامنے ایک معقول نذرانہ پیش کیا لیکن اُس نے اپنی فیاضی سے کچھ نہ لیا اور اُٹھ کر چلا گیا۔ فضل کے اس بدنصیب بیٹے کا نام عباس تھا۔

برامکہ کی تباہی کے قصص و حکایات اس کثرت سے تاریخوں میں پائے جاتے ہیں کہ فیصدی پانچ کا بھی انتخاب ہم نہیں لکھ سکتے ہیں اور نہ فی نفسہٖ ایسے واقعات سے قوم کو کوئی فائدہ

Marfat.com

پہنچ سکتا ہے۔ لہذا اس عنوان کو ہم ختم کرتے ہیں۔

برامکہ کا مذہب

کس کی ملت میں گنوں آپ کو بتلا اے شیخ
تو کہے گبر مجھے گبر مسلماں مجھ کو

برمک اعظم گبر تھا اور آتشکدۂ نوبہار کا مذہبی پیشوا لیکن مسلمان ہو جانے کے بعد پورے طور پر مذہب اسلام کا پابند رہا۔ اور اس کا بیٹا خالد برمکی تو مشاہیر اسلام میں سب سے نامور اور ممتاز تھا۔ البتہ باعتبار عقائد مؤرخین نے برامکہ کو شیعہ لکھا ہے۔ لیکن اس عہد میں شیعہ پن کا جوش صرف سلطنت کے لباس میں تھا اور جو تعصب آج ہمارے زمانے کے سنی و شیعہ گروہ میں ہے اس کا اس عہد میں نام و نشان تک نہ تھا۔

اور چونکہ فلسفہ کا اثر مذہب سے بالاتر تھا۔ اسلئے حقیقتاً برامکہ کو شیعہ سنی وغیرہ کے خانہ برانداز جھگڑوں سے چنداں بحث بھی نہ تھی۔ اور انہی فلسفہ پسندی کا اثر تھا کہ برامکہ زندقہ مشہور ہو گئے تھے۔ بہرحال ہم ان کو تاریخی حیثیت سے شیعہ کہتے ہیں لیکن خود شیعی مؤرخوں کی نظروں میں برامکہ کا تشیع مشتبہ سمجھا جاتا ہے۔ اور وہ یہ لکھتے ہیں کہ خاندان برامکہ حضرت امام موسیٰ کاظم کی شہادت کا باعث ہوا ہے۔ اور انہیں لوگوں نے امام صاحب کو زہر دلوایا ہے۔ جو بہ حیثیت شیعہ ہونے کے نہایت بعید ہے۔

Marfat.com

چونکہ یہ بحث طول دینے کے قابل نہیں ہے لہذا اسی مضمون پر ہم اپنی کتاب کو ختم کرتے ہیں اور برامکہ سے رخصت ہوتے ہیں۔ ؎

کیا خوب آدمی تھے خدا مغفرت کرے

تیسرا حصہ تمام ہوا

(ختم)

۷۸۶

ضمیمہ

الہٰرون

زشرحِ قصہ مارفتہ خواب از چشم خلصاں را
شب آخر گشتہ و افسانہ از افسانہ میخیزد

تمہید برامکہ کے جس قدر حالات لکھنا مقصود تھے۔ وہ ہم لکھ چکے لیکن سچ پوچھئے تو ابھی بہت کچھ لکھنا باقی ہے۔ کیونکہ وزارت کے ساتھ جب تک سلطنت کے کارنامے نہ دکھلائے جائیں تو یہ سمجھنا چاہئے کہ گویا مصور نے یک رخی تصویر کھینچی ہے۔ اسلئے البرامکہ کے خاتمے پر مختصر تذکرہ خلیفہ ہارون الرشید کا لکھا جاتا ہے۔ اور انصاف یہ ہے کہ نامور فرمانروایان اسلام میں جس عظمت و شان سے اس نامور خلیفہ نے سلطنت کی ہے وہ بھی ایک تاریخی یادگار ہے۔ اگرچہ چند صفحات میں ہم امیرالمومنین ہارون الرشید کی پوری سوانح عمری

Marfat.com

نہیں لکھ سکتے ہیں لیکن اتنا ضرور ہے کہ اس ضمیمہ سے ایک اجمالی نقشہ اس نامور شہنشاہ کی سلطنت کا معلوم ہو جائیگا۔ فی الحال مالا یدرک کلہ لا یترک کلہ۔ کے مقولہ پر عمل کیا جاتا ہے۔ حضرت عباسؓ

نسب نامۂ آل عباسؓ

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عم مکرم تھے۔ اور جنگ بدر میں ایمان لائے تھے۔ اور حضرت نے آپ کے حق میں ایک طولانی دعا مانگی تھی جس کا ایک ٹکڑہ یہ بھی تھا کہ "واجعل الخلافۃ باقیۃ فی عقبہ" یعنے عباسؓ کے خاندان میں خلافت باقی رہے۔ حضرت عباسؓ کے کئی صاحبزادے تھے لیکن ان سب میں حضرت عبداللہ خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔ یہ تمام صحابہ میں اپنی بے نظیر قابلیت کی وجہ سے اس درجہ ممتاز تھے کہ حضرت فاروق اعظم باوجود کبر سنی کے تعظیم فرماتے تھے اور خلفائے عباسیہ کا سلسلہ نسب انھیں حضرت تک منتہی ہوتا ہے۔ اور جس خلیفہ کے حالات ہم لکھنا چاہتے ہیں وہ اسی سلسلے کا پانچواں تاجدار ہے۔ چنانچہ شجرۂ صفحہ آیندہ سے نسب خلافت کی ترتیب معلوم ہوگی۔

Marfat.com

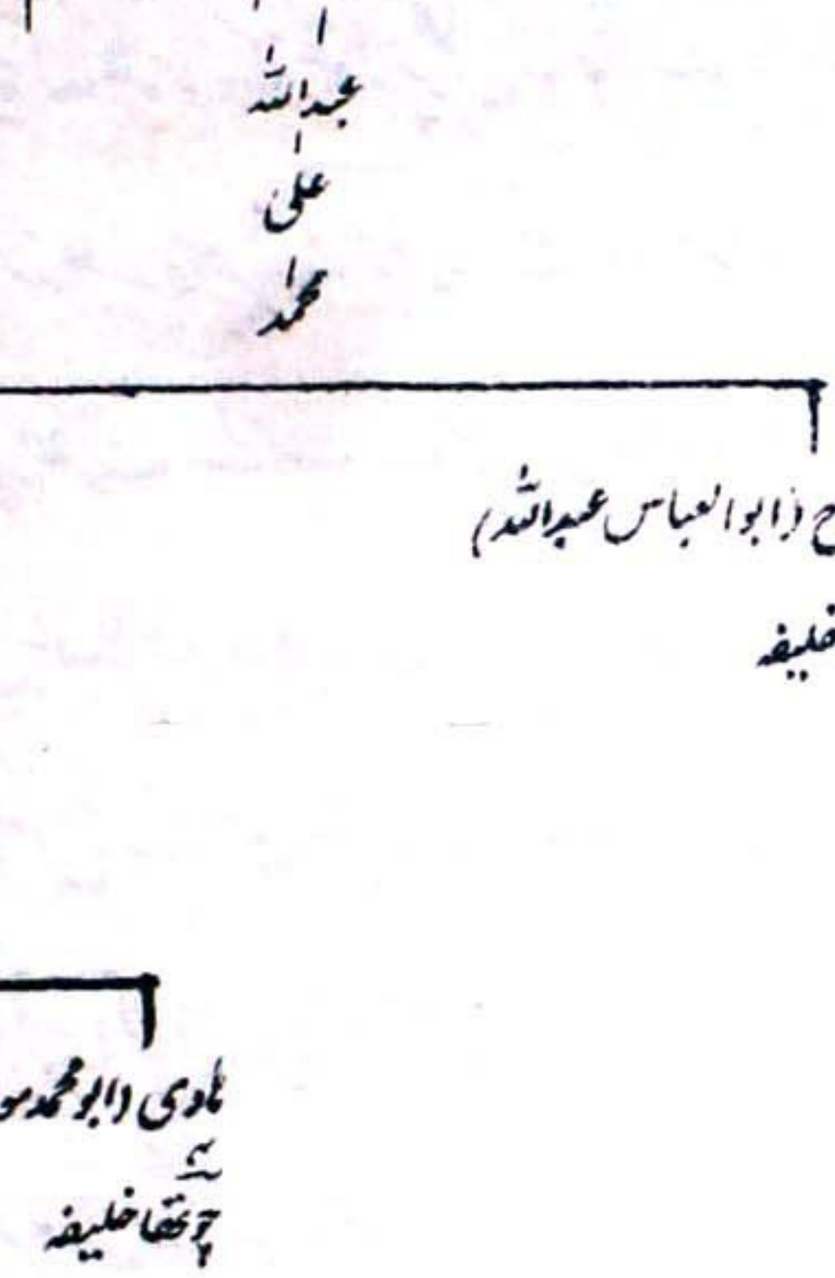

خلافت عباسیہ کا مختصر تذکرہ

دولت بنی امیہ کے زوال پر ابوالعباسؓ[1] عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم کل ممالک مفتوحہ اسلام کا پہلا خلیفہ ہوا۔ بتاریخ ۱۳۔ ربیع الاول ۱۳۲ھ بمقام کوفہ ابوالعباس کی عام بیعت ہوئی اور بتاریخ ۱۰ جمادی الاول یوم پنجشنبہ مطابق یکم جنوری ۷۵۰ء۔ رسم تخت نشینی عمل میں آئی یہ خلیفہ چونکہ فطرتاً خونریز تھا اس لئے **سفاح** لقب ہوا۔ چار برس حکومت کرکے بعارضہ چیچک بتاریخ ۱۳۔ ذی الحجہ ۱۳۶ھ مطابق مئی ۷۵۴ء بمقام انبار فوت ہوگیا۔

حاشیہ [1] مصنف الفخری ابوالعباس کی مدح میں لکھتا ہے کہ "وکان کریما حلیما وفورا عاقلا کاملا کثیر الحیاء حسن الاخلاق" تخت نشین ہوکر سب سے پہلے رجال بنی امیہ کو قتل کیا۔ ایک دن ستر امویوں کو قتل کرائے اور ان کی نعشوں پر فرش بچھوا کر کھانا کھایا۔ دمشق میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور یزید کی قبریں کھدا ڈالیں۔

Marfat.com

اور اس کا جانشین ابو جعفر منصور ہوا۔ خلیفہ مدبر۔ منتظم۔ اور حامی علوم و فنون تھا۔ مورخین نے اس کو فاتحۃ الخلفا کا لقب دیا ہے۔ اس کے عہد خلافت میں فوج۔ خزانہ۔ صیغہ تعلیم۔ اور حدود سلطنت میں بہت وسعت ہوئی۔ دربار میں بجائے عربوں کے ترکوں کا زور ہوا۔ جس کا نتیجہ آگے چل کر نہایت خراب ہوا۔ ۲۲ برس بڑی شان و شوکت سے حکمرانی کر کے ۱۵۸ھ میں انتقال کیا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا ابو عبداللہ مہدی تخت نشین ہوا۔ اسکے عہد کے مشہور واقعات میں سے حکیم المقنع (کوتاہ قامت۔ یک چشم۔ باشندہ مرو) کا واقعہ ہے۔ جس نے خدائی کا دعوے کیا تھا۔ اور اپنے علمی کمالات سے چاہ بخشب سے مصنوعی چاند نکالا تھا۔ جس کی روشنی چھ میل تک پہنچتی تھی۔ لیکن بمقام ماوراء النہر ۱۶۱ھ میں جب اس نے علم بغاوت بلند کیا اور خلیفہ کا لشکر مقابلہ میں صف آرا ہوا تو قلعہ بند ہو کر خودکشی کر لی۔ مہدی نے دس برس کئی مہینے حکومت کی اور بتاریخ ۲۲۔ محرم ۱۶۹ھ مطابق ۱۴ جولائی ۷۸۵ء فوت ہوا اور اس کے انتقال کے بعد بڑا بیٹا ابو محمد موسےٰ ہادی سریر آرائے خلافت ہوا۔ لیکن سوا برس کے بعد ۱۷۰ھ ۷۸۶ء میں اس نے بھی سفر آخرت قبول کیا۔ اور چھوٹے بھائی کے واسطے جگہ خالی کر گیا۔ چونکہ واقعات مذکورہ سے ترتیب خلافت کی معلوم ہو چکی ہے لہذا اب خلیفہ ہارون الرشید کے واقعات زندگی لکھے جاتے ہیں۔

ہارون الرشید کی ولادت اور تعلیم و تربیت

اخیر ذی الحجہ ۱۴۵ھ ۷۶۲ء میں بمقام "رے" یہ نامور خلیفہ پیدا ہوا۔ کیونکہ خلیفہ مہدی اس زمانے میں یہاں کا والی تھا۔ اور بعض مؤرخ لکھتے ہیں کہ یکم محرم الحرام ۱۴۹ھ میں یہ خلیفہ پیدا ہوا۔

Marfat.com

ماں کا نام خیزران (ام ولد) تھا۔ اور چونکہ خوش قسمتی سے ابو جعفر منصور (دادا) بھی زندہ تھا اس لئے تعلیم و تربیت کا خاص اہتمام کیا گیا تھا۔ ہر فن کے مجتہدین جدا جدا پڑھاتے تھے۔ اور عام نگرانی یحییٰ ابن خالد برمکی کے سپرد تھی۔ علمی ذوق و شوق خدا نے بچپن سے دیا تھا۔ علامہ سیوطی نے قاضی فاضل سے نقل کیا ہے کہ آج تک کسی بادشاہ نے حصول علم کے لئے سوائے خلیفہ ہارون الرشید کے سفر اختیار نہیں کیا۔ چنانچہ یہی خلیفہ ہے جو امام مالک کی خدمت میں موطا پڑھنے کے واسطے حاضر ہوا۔ موطا کا وہ نسخہ جس میں ہارون الرشید نے پڑھا تھا۔ مدت تک مصر کے کتب خانے میں موجود تھا۔ امام مالک کی شاگردی کے علاوہ خلیفہ مہدی۔ منصور۔ اور مبارک بن فضالہ سے جو اپنے زمانے کے شیخ الحدیث تھے علم حدیث کو خاص طور پر حاصل کیا تھا۔ صرف۔ نحو۔ لغت۔ ادب اور تمام فنون میں جو عربیت کے عنصر ہیں اس کی طبیعت نہایت موزون واقع ہوئی تھی۔ اغانی اور عقد الفرید وغیرہ علم ادب کی کتابیں اس کے فصیح و بلیغ خطبات۔ حکیمانہ اقوال اور دل کش اشعار سے مالا مال ہیں۔ فن شعر میں ہارون الرشید کو کامل دست گاہ تھی۔ فصاحت و بلاغت کے متعلق وہ شعراء کو غلطیاں بتا دیتا تھا کہ یہاں یوں ہونا چاہیئے۔ لیکن خود نہایت کم شعر کہتا تھا اور شاعری کو (بہ حیثیت ایک مقتدر شہنشاہ کے) ذریعۂ فخر نہ سمجھتا تھا۔ چنانچہ اپنے بیٹے مامون الرشید کو جبکہ اس نے اراکین دربار کی فرمایش سے ایک موقع پر ذیل کا قطعہ لکھ کر پیش کیا۔ تو بطور نصیحت کے جواباً لکھتا ہے کہ "اے جان پدر تم کو شعر سے کیا کام۔ شعر عام آدمیوں کے لئے باعث فخر ہے۔ مگر عالی رتبہ لوگوں کے لئے کچھ عزت کی بات نہیں ہے۔"

Marfat.com

مامون الرشید کا قطعہ

یاخیر من دبت المطی بہ	اے اُن سب لوگوں سے بہتر جن کو سواریاں لیکر چلتی ہیں
ومن تقدی لبسحبہ الفرس	اور وہ جس کے گھوڑے پر ہمیشہ زین رہتا ہے
ھل غایۃ فی المسیر نعرفھا	سفر کا کوئی وقت ہے جس کو ہم لوگ جان سکیں
ام امر نا فی المسیر ملتبس	یا یہ امر ہمارے لئے مبہم رہے گا۔
ما علم ھذا الا الی ملک	اس بات کا علم صرف اُس بادشاہ کو ہے۔
من نورہ فی الظلام نقتبس	جس کے نور سے ہم لوگ تاریکی میں روشنی حاصل کرتے ہیں

ہارون الرشید کی ولیعہدی

سنہ ۱۶۶ھ / ۸۲ء میں مہدی عباسی نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ بعد ہادی کے رشید تاج و تخت کا مالک ہوگا۔ لیکن تجربے سے معلوم ہوا کہ بمقابلہ ہادی کے رشید میں سلطنت کی قابلیت زیادہ ہے۔ تب مہدی نے اُس کو لکھا کہ فوراً دارالخلافہ میں حاضر ہو۔ لیکن رشید نے خلاف امید قاصد کو نہایت ذلت سے پٹوایا۔ اور اپنی جگہ سے نہ ہلا۔ تب مجبوراً مہدی نے جرجان کا سفر کیا۔ لیکن ماسبذان تک پہنچا تھا کہ پیام اجل آگیا اور موافق عہد سابق کے ہادی باپ کا جانشین ہوا۔ اور رشید نے بھی نہایت تحمل سے ہادی کی خلافت کو تسلیم کیا۔ لیکن ہادی نے بدنیتی اور چالاکی سے بھائی کو محروم کرکے اپنے نابالغ بیٹے جعفر کو ولیعہد کرنا چاہا۔ لیکن یحییٰ برمکی کی حکمت عملی سے ہادی کو اخیر وقت تک کامیابی نہ ہوئی اور ۱۷۰ھ میں خود ہی دنیا سے کوچ کر گیا۔ اس موقع پر پہنچ کر ایک شاعر حسرت سے لکھتا ہے ؎

Marfat.com

تاریخ جہاں کہ قصۂ خرد و کلاں	درج ست در وچہ شیر مرداں چہ بیاں
در ہر ورقش بخواں کہ فی عام کذا	قدمات فلانٌ و فلانٌ و فلاں

ہارون الرشید کی خلافت

خلیفہ ہادی کے انتقال کے بعد شنبہ کی رات سولھویں تاریخ ربیع الاول ۱۷۰ھ ۳۰ ستمبر ۷۸۶ء میں بڑی دھوم دھام سے بمقام عیسے آباد (۲۲ برس کی عمر میں) ہارون الرشید تخت خلافت پر جلوس فرما ہوا۔ جس رات کا یہ واقعہ ہے وہ رات بھی عجیب و غریب تھی کہ ایک خلیفہ نے وفات پائی۔ دوسرا مسند خلافت پر بیٹھا۔ اور تیسرا وارثِ تاج و تخت (مامون الرشید) پیدا ہوا۔ اور اسی شب کو خزیمہ بن خازم نے جعفر بن ہادی کو گرفتار کیا۔ وہ بیچارہ حواس باختہ ہو کر خواب غفلت سے چونک پڑا۔ تب خزیمہ نے کہا کہ "اگر تم علے رؤس الاشہاد اپنی خلافت سے باز دعوے داخل کر کے ہارون الرشید کی خلافت کو تسلیم نہ کرو گے تو علے الصباح قتل کر دئے جاؤ گے"۔ چنانچہ تلوار کے زور اور جان کے خوف سے جعفر نے دعوے خلافت سے ہاتھ اُٹھا لیا۔ اور صبح کو مجمع عام میں ہارون سے بیعت کی۔ جن لوگوں نے پیشتر ہادی کے دباؤ سے جعفر کی بیعت کی تھی انہوں نے بھی سبکدوشی حاصل کی۔ اور بلا شرکت غیرے ہارون الرشید مستقل خلیفہ قرار پایا۔ چنانچہ خلیفہ نے عنان سلطنت اپنے ہاتھ میں لے کر کل سفید و سیاہ کا یحییٰ برمکی کو مالک کر دیا۔ اور یہ اس کی کارگزاریوں کا صلہ تھا جو حصول خلافت میں بمقابلہ ہادی کے کی گئی تھیں۔

اس سال کے تاریخی واقعات میں سے امین الرشید اور مامون الرشید کی ولادت۔ اور افریقہ و مدینہ منورہ کے والیوں کی تبدیلی کے سوا اور کوئی خاص بات نہیں ہے۔ یعنے بسبب فوت ہو جانے

Marfat.com

یزید بن حاتم مہلبی کے افریقہ میں اُس کا بیٹا داؤد مقرر کیا گیا۔ اور مدینے کا والی عمرو بن عبدالعزیز العمری معزول کیا گیا۔ اور بجائے اُس کے اسحاق بن سلیمان عباسی مقرر ہوا۔

عمال کا عزل و نصب

یہ عنوان اس قدر وسیع ہے کہ جسکی تفصیل کے لئے کئی جزو درکار ہیں۔ لیکن مختصر یہ ہے کہ سنہ ۱۷۱ھ / ۷۸۶ء سے سنہ ۱۷۴ھ / ۷۹۰ء تک خراسان۔ موصل۔ سندھ۔ کرمان کے حکام کا انتظاماً تبادلہ کیا گیا۔ جس میں سوائے معمولی نظم و نسق کے اور کوئی بات نہ تھی۔ البتہ سنہ ۱۷۶ھ / ۷۹۲ء میں عبداللہ بن الحسن علوی کے خروج کے سبب سے بعض بعض والیوں کے خیالات بھی بگڑ چلے تھے۔ اسلئے ہارون الرشید نے تمام صوبوں پر ایک خاص نظر ڈالی اور جس کی نسبت شبہ ہوا وہ علیحدہ کر دیا گیا۔ چنانچہ موسےٰ بن عیسیٰ والی مصر کی نسبت دارالخلافہ میں یہ خبریں پہنچ رہی تھیں کہ وہ خلیفہ کا دشمن ہے اور انقلاب حکومت پسند کرتا ہے۔ اسلئے غصہ ہو کر خلیفہ نے یہ قسم کھائی کہ بجائے موسیٰ کے میں مصر کی حکومت ایسے شخص کو دونگا جو نہایت ہی ذلیل اور ادنےٰ درجے کا ہو اور جعفر برمکی کو حکم دیا کہ اس خدمت کے واسطے کوئی شخص تجویز کیا جائے۔ چنانچہ وزیر السلطنۃ نے عمرو بن مہران کو پیش کیا۔ یہ شخص نہایت بدشکل۔ اور عجیب الخلقۃ تھا۔ اور آنکھیں اس کی بھینگی (احول) تھیں اور شکل و صورت کے ساتھ لباس بھی نئے رنگ ڈھنگ کا پہنتا تھا۔ جس قسم کا امیدوار خلیفہ کو منظور تھا چونکہ یہ شخص ٹھیک ویسا ہی تھا۔ اس لئے عطائے سند کے واسطے دربار عام میں بلایا گیا۔ جب خلیفہ نے حکومت مصر کا خرقہ سنایا۔ تو اس نے یہ شرط پیش کی کہ "جس وقت میں مصر کے انتظام سے فارغ ہو جاؤں

Marfat.com

تو واپسی کے لئے دربار خلافت سے اجازت کی ضرورت نہ رہے۔ بلکہ جب میرا دل چاہے چلا آؤں۔" خلیفہ نے یہ شرط منظور کر لی۔ اور قاعدے کے موافق رخصت کر دیا۔ کامل بن الاثیر کی روایت ہے کہ جب یہ حضرت دارالامارۃ مصر میں پہنچے ہیں اُس وقت موسیٰ کا دربار لگا ہوا تھا۔ اربابِ حاجت عرض معروض میں مصروف تھے جب سب رخصت ہو گئے تو اخیر میں اِن کی باری آئی۔ موسیٰ نے سائل سمجھ کر پوچھا کہ کیا چاہتے ہو؟ جواب دیا کہ مصر کی حکومت۔ تب تو موسیٰ حیران ہو گیا۔ کبھی سائل کو دیکھتا تھا اور کبھی اُسکی درخواست پر غور کرتا تھا۔ کہ عمر بن مہران نے امیرالمومنین کا دستخطی مہری پروانہ نکال کر سامنے رکھ دیا۔ موسیٰ نے مضمون پڑھ کر پوچھا کہ "جناب ابوحفص (خدا اُن کو زندہ رکھے) تشریف لاتے ہیں؟" انھوں نے جواب دیا کہ ابوحفص میری کنیت ہے۔ لیکن موسیٰ کو باوجود ملاحظہ پروانہ کے ابوحفص کی بات کا یقین نہ آتا تھا۔ اور اسی حیرانی میں سرنگوں تھا۔ آخر مجبور گا یہ فقرہ کہکر اُٹھ کھڑا ہوا۔ "لعن اللہ فرعون حیث قال "الیس لی ملک مصر" یعنے فرعون پر خدا کی لعنت ہو اسی ملک مصر کے غرور پر خدائی کا دعوے کرتا تھا اور کہتا تھا کہ کیا میں مصر کا مالک نہیں ہوں[1]"

کیا خدا کی شان ہے۔ ایک زمانہ سلطنت اسلام کے جاہ و جلال کا یہ تھا کہ ایک شہنشاہ نے مصر کی حکومت کو اس درجہ معمولی اور ذلیل سمجھا تھا کہ سب سے بدترین شخص کو اس پر مامور کیا تھا

حاشیہ [1] بعض مورخوں نے لکھا ہے کہ موسے بن عیسے کی معزولی کے بعد ابراہیم بن صالح مقرر کیا گیا تھا۔ معزولی کی تاریخ ۲۶۔ صفر ۱۷۶ھ ہے۔

Marfat.com

اور ایک زمانہ آج ہے کہ ملک مصر پر دنیا کا ہر بڑے سے بڑا بادشاہ قبضہ رکھنے کو اپنی سلطنت کے لئے سرمایۂ فخر سمجھتا ہے ؎ ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا۔

مصر کے انتظام کے بعد ۱۷۶ھ سے ۱۸۱ھ تک افریقہ اور خراسان کے والیوں کے تبادلے ۷۹۲ء ۷۹۷ء ہوتے رہے۔ اور ۱۸۲ھ سے ہارون الرشید کے انتقال تک بہت زیادہ ردوبدل نہیں ہوا ۷۹۸ء چنانچہ تمام سلطنت کے مشہور صوبوں کے گورنروں کی فہرست ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔ جس سے اگرچہ سنہ وسال کا اندازہ تو نہ ہو سکے گا لیکن پھر بھی اس عہد کے معزز طبقہ کی فہرست معلوم ہو جائے گی جو فائدے سے خالی نہیں ہے۔

فہرست والیان صوبہ جات عہد خلافت ہارون الرشید

نام صوبہ	نام والی
مکہ معظمہ	عباس بن محمد بن ابراہیم۔ سلیمان بن جعفر۔ بن سلیمان (دو مرتبہ) موسیٰ بن عیسے۔ عبداللہ بن محمد بن ابراہیم عبداللہ بن قثم (دو مرتبہ) عبداللہ بن محمد بن عمران۔ عبیداللہ بن محمد بن ابراہیم۔ عباس بن موسیٰ۔ علی بن موسیٰ۔ محمد بن عبداللہ عثمانی۔ حماد بربری۔ فضل بن عباس بن محمد۔ احمد بن اسمٰعیل۔
مدینہ منورہ	اسحاق بن علی۔ عبدالملک بن صالح بن علی۔ محمد بن عبداللہ۔ موسیٰ بن عیسیٰ۔ ابراہیم بن محمد بن ابراہیم۔ علی بن عیسیٰ۔ محمد بن ابراہیم۔ عبداللہ بن مصعب۔ بکار بن عبداللہ بن مصعب۔ محمد بن علی۔ وہب بن منبہ
کوفہ	موسے ابن عیسے (چار مرتبہ) محمد بن ابراہیم۔ عبیداللہ بن محمد بن ابراہیم یعقوب بن ابوجعفر۔ عباس بن عیسے (دو مرتبہ) اسحاق بن الصباح الکندی۔ جعفر بن ابوجعفر۔

Marfat.com

بصرہ	محمد بن سلیمان بن علی۔ سلیمان بن ابو جعفر۔ عیسیٰ بن جعفر (چار مرتبہ) خزیمہ بن خازم۔ جریر بن یزید دو (۲ مرتبہ) جعفر بن سلیمان۔ جعفر بن جعفر۔ عبدالصمد بن علی (۲ مرتبہ) مالک بن الخزاعی۔ اسحاق بن سلیمان۔ سلیمان بن جعفر۔ حسن بن جمیل۔ اسحاق بن عیسیٰ بن علی۔
خراسان	ابوالعباس طوسی۔ جعفر بن محمد بن الاشعث۔ عباس بن جعفر۔ عطریف بن عطاب۔ سلیمان بن راشد۔ علی الخزاج حمزہ بن مالک۔ فضل بن یحییٰ برمکی۔ منصور بن یزید۔ جعفر بن یحییٰ برمکی۔
افریقیہ	روح بن حاتم مہلبی۔ یزید بن حاتم۔ داؤد بن یزید۔ فضل بن روح بن حاتم۔ ہرثمہ ابن اعین محمد بن مقاتل بن حکم۔ ابراہیم بن اغلب۔ عبداللہ بن ابراہیم بن اغلب۔

علاوہ ان صوبوں کے اگر تاریخ کی ورق گردانی کی جائے تو بحرین۔ اہواز۔ فارس۔ موصل جزیرہ۔ ارمینیہ۔ سندھ وغیرہ کے ولاۃ کی بھی ایک فہرست تیار ہو سکتی ہے۔ مندرجہ بالا فہرست کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حکومت کا سب سے بڑا حصہ ہمیشہ عباسیوں کے ہاتھ میں رہا ہے۔

امین و مامون کی ولیعہدی

امین الرشید کی ولیعہدی زبیدہ خاتون اور فضل برمکی۔ اور عیسیٰ بن جعفر (امین کا مامون) کی کوششوں سے ۱۷۵ھ / ۷۹۱ء میں ہو چکی تھی۔ لیکن چونکہ امین کی طبیعت عیش پسند واقع ہوئی تھی اس لئے ہارون الرشید ہر موقع پر مامون کو ترجیح دیتا تھا۔ اور اس کا میلان طبعی یہی تھا کہ وہی خلافت کا مستقل مالک ہو۔ اسلئے بمقام رقہ بماہ محرم یوم پنجشنبہ سنہ ۱۸۲ء مطابق

۲۲ فروری ۸۰۹ء مامون کی ولیعہدی پر لوگوں سے بیعت لی۔ اور صوبہ خراسان و ہمدان کا والی مقرر کر دیا۔ تاہم عمائد بنی ہاشم اور ارکان فوج کے خوف سے جو امین کے طرفدار تھے۔ ۸۰۶ھ میں ہارون الرشید نے بمقام مکہ معظمہ دونوں شہزادوں سے جدا جدا معاہدے لکھوائے۔ اور خانۂ کعبہ کے اندر لیجا کر خاص طور پر فہمایش کی۔ صاحب روضۃ الصفا نے لکھا ہے کہ اس تقسیم کی رو سے جو ممالک مامون الرشید کو ملے اس میں کرمان شاہ نہاوند۔ قم۔ کاشان اصفہان۔ فارس۔ کرمان۔ رے۔ قومس۔ طبرستان۔ خراسان۔ زابل۔ کابل ہندوستان ماوراء النہر اور ترکستان داخل تھے۔ امین کو بغداد۔ واسط۔ بصرہ۔ کوفہ۔ شامات۔ سواد عراق۔ موصل۔ جزیرہ۔ حجاز۔ مصر اور مغرب کی انتہاے حدود تک کی حکومت ملی۔ اور دستاویزات بعد تکملہ کے حرم کعبہ میں آویزاں کر دی گئیں۔

اس کے بعد ۸۰۳ھ میں اپنے تیسرے بیٹے قاسم (مؤتمن) کو جزیرہ ثغور اور عواصم کی حکومت دی اور مامون الرشید کو اختیار دیا کہ اگر قاسم لائق نہ ثابت ہو تو وہ اس کو معزول کر سکتا ہے لیکن چوتھے بیٹے معتصم کو خلافت سے اس بنیاد پر محروم رکھا کہ وہ جاہل ہے۔ لیکن یہ بھی خدا کی قدرت ہے کہ زوال سلطنت عباسیہ تک معتصم کی اولاد میں خلافت و سلطنت باقی رہی۔

ہارون الرشید نے بنظر رفع خانہ جنگی اپنے بیٹوں میں سلطنت کو تقسیم کر دیا تھا۔

علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ یہی تقسیم گویا خانہ جنگی کی بنیاد تھی۔ جیسا کہ ہارون الرشید کے انتقال کے بعد واقعات پیش آئے۔

ملکی بغاوتیں خلیفہ ہارون الرشید کے عہد میں جو بغاوتیں ہوئیں وہ عمال کی

Marfat.com

بے عنوانیاں رعایا کی ناراضی کا ثمرہ یا سادات و علوّیین کی فتنہ پردازیوں کا نتیجہ

تھا چنانچہ منصور عباسی کے زمانے میں محمد بن عبداللہ بن حسن نے جو سیدنا امام حسن رضؓ کے پرپوتے تھے علماے مدینہ کے فتوے کے موافق خروج کیا تھا اور بہت خونریزی کے بعد وہ شہید ہوے تھے۔ اور اُن کے بھائی یحییٰ بن عبداللہ اس زمانے سے روپوش ہو گئے تھے۔ لیکن ۱۷۶ھ میں جب اُن کی طرف رجوعات زیادہ ہو گئی تھی تو دیلم میں خروج کیا۔ اور بڑی شان و شکوہ سے خلیفہ کے مقابلہ کو اُٹھے۔ لیکن فضل برمکی کی حکمت عملی نے فوراً اس فتنے کو دبا دیا۔ اس کے بعد سادات نے پھر سر نہیں اُٹھایا۔ البتہ اسی سال میں دمشق (شام) میں بہت بڑی فساد کی آگ مشتعل ہوئی۔ جس میں طرفین کے ہزاروں آدمی کام آگئے۔ اس فتنہ کا بانی ابوالہیذام تھا جس کا اصلی نام مرعابن عمارہ ہے اور سبب اس کا یہ ہوا کہ خلیفہ کے ایک عامل نے سجستان میں اس کے بھائی کو مار ڈالا تھا۔ اس نے وہاں تو کچھ نہیں کیا۔ لیکن شام میں آکر جمعیت بہم پہنچائی اور پوری قوت کے ساتھ مقابلہ کو اُٹھا۔ آخر اس درجہ سخت لڑائیاں ہوئیں کہ کتنے ہی قبائل عرب کے فنا ہو گئے۔ اور یہ فساد اُس وقت تک نہیں مٹا جب تک ابوالہیذام ۱۹۰ھ میں مر نہیں لیا۔ اس کے بعد موصل۔ مصر۔ ماوراء النہر وغیرہ میں عمال کی جانب سے جو بغاوتیں ہوئیں وہ قابل ذکر نہیں ہیں۔ کیونکہ یہ سب جھگڑے بہت جلد رفع کر دئے گئے۔ اور ایسے معمولی تھے کہ جسکا کوئی اثر سلطنت پر نہیں پہنچا۔

فتوحات خلیفہ ہارون الرشید اُن اولوالعزم خلفا میں سے ہے جسکے ایک ہاتھ

Marfat.com

میں قلم اور دوسرے میں تلوار تھی۔ لیکن قلم کا پلہ بھاری تھا۔ اس لئے اگر ممالک مفتوحہ کی طولانی فہرست ہم نہ لکھ سکیں تو کوئی تعجب ہونا چاہیئے۔ تاہم ۲۳ برس کی حکومت میں باوجود سادات اور عمال کی فتنہ پردازیوں کے فتوحات میں خلیفہ منصور و مہدی سے کم نہیں ہے۔ جنگ و جہاد کا شوق اس خلیفہ میں پیدائشی تھا۔ چنانچہ شاہزادگی کے زمانے میں بماہ جمادی الثانی سنہ ۱۶۵ھ ۲۱ جنوری سنہ ۷۸۲ء ۹۵۹۹۳ کی جمعیت سے روم پر فوج کشی کی اور پے در پے فتحیں حاصل کرتا ہوا خلیج قسطنطنیہ تک پہنچگیا۔ اور اس قدر لوٹ ہاتھ آئی کہ گھوڑا ایک ایک درہم (چار آنہ) کو بک گیا۔ اور ملکہ ایرینی نے ستر [redacted] ج دینا تسلیم کیا اور صلح کر لی اس لڑائی میں ۴۵ ہزار رومی قتل

جب تخت نشین ہوا تو قلعہ صفصاف۔ قلعہ صقلیہ (سسلی) قلعہ فلقونیہ اور شہر دلسہ فتح کیا۔ یونان پر کئی مرتبہ حملہ آور ہوا اور آخر کو باجگزار بنا لیا۔ قبرس فتح کیا پھر منہدم کر کے آگ لگا دی اور سولہ ہزار آدمی گرفتار کر لایا۔ غرضکہ ملکی حدود اس قدر وسیع کر دیئے کہ دولت عباسیہ میں کبھی نہیں ہوئے تھے۔ ہارون الرشید کے کل فوجی کارنامے تفصیل سے دکھلانا تو مشکل ہے لیکن اہل روما کے ساتھ جو واقعات پیش آئے وہ مختصراً لکھے جاتے ہیں۔ جن میں خلیفہ خود سپہسالار بن کر گیا تھا۔ چنانچہ سنہ ۱۲۸ھ ۸۰۶ء کا واقعہ ہے کہ جب ملکہ ایرینی فرمانروائے روم نے سرکشی کی تو شہزادہ قاسم کی ماتحتی میں رومی پر فوج کشی ہوئی۔ اور شہزادے نے قلعہ سنان کا محاصرہ کر لیا۔ اس وقت ملکہ نے

Marfat.com

ذخیرہ محمد اقبال مجددی لاہور

تاب مقابلہ نہ دیکھ کر اداے خراج پر صلح کر لی۔ لیکن اس کی معزولی کے چند مہینے بعد نقفور (ٹیکفورس یا نائسفورس) تخت نشین ہوا تو اس نے اداے خراج سے انکار کیا۔ اور ارکان سلطنت کے مشورے سے ہارون الرشید کو یہ خط لکھا کہ "ملکہ سابق نے جو کچھ کیا تھا وہ اس کی کمزوری اور حماقت تھی۔ اب میں تخت نشین ہوا ہوں اس لئے لکھتا ہوں کہ جس قدر خراج اب تک سلطنت روم سے وصول کیا ہے وہ فوراً واپس کر دو ورنہ بذریعہ تلوار کے فیصلہ کیا جائے گا"۔ نقفور کی گستاخانہ تحریر پڑھتے ہی ہارون الرشید آپے سے باہر ہو گیا اور اس کا چہرہ غصہ سے آگ ہو گیا۔ امرا اور وزرا کے حواس جاتے رہے۔ کسی میں آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی بھی مجال نہ تھی۔ چہ [illegible] ہوں [illegible] سکتا۔ اس لئے خط کی پشت پر خود ہی اپنے قلم سے یہ الفاظ [illegible] ابی ابو [illegible] ہدام تھا جس کا اصلی [illegible] المومنین الی نقفور کلب الروم۔ قد قرأت کتابک یا [illegible] الکافرہ والجواب ما تراہ دون ما تسمعہ"۔ یعنے یہ خط امیر المومنین ہارون الرشید کی طرف سے نقفور (سگ رومی) کے نام ہے اے کافر کی اولاد۔ میں نے تیرا خط پڑھا۔ جواب اس کا تو نہ سنے گا بلکہ آنکھوں سے دیکھ لیگا"۔ اور اسی وقت فوج کی تیاری کا حکم دے دیا۔ اور اس تیزی سے جا پڑا کہ نقفور حیرت زدہ رہ گیا۔ جب پاے تخت ہریکلی (ہرقلہ) بہت کچھ تباہ ہو گیا۔ تب نقفور نے معافی مانگی اور شرائط سابق پر صلح کر لی۔ لیکن ۱۹۰ھ میں نقفور کی پھر نیت بدل گئی۔ اور معاہدہ توڑ ڈالا۔ جب بغداد میں اس کی خبر پہنچی۔ تو عبداللہ بن یوسف اور ابو العتاہیہ نے چند شعروں

Marfat.com